UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224243

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—391—29-4-72—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٥ ك٣٠٥ Accession No. ٤١٧٩٤
١٧٩٤

Author الناظر

Title الناظر جزء ٥

This book should be returned on or before the date last marked below.

جامعیت جہان نما ہے ہر صفحہ درین
۱۳ ۲۷

الناظر

۱۳۲۷ھ

نمبر ۲۵ یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء جلد ۵

فہرست مضامین

		صفحہ
مجوزہ محمڈن یونیورسٹی پر ایک فلسفانہ نظر	مسٹر ظفر حسن خان	۱
رباعیات	مرزا کاظم حسین محشر	۲۳
فلسفہ اتحاد (نظم)	منشی رشید احمد آرشد تھانوی	۲۴
مسلمانوں کی علمی ترقیاں	مولوی محمد نعمت خان	۲۶
زمانہ اور ادیب	قول پسند	۳۱
قاسم اور زہرہ	ایڈیٹر	۳۶
قطعہ	مولوی نجی الدین نعمت ناروی کچلانوی	۴۳
ہماری معاشرت میں کسقدر اصلاح کی ضرورت ہے	منشی احمد علی بی اے (مرحوم)	۴۴
مسلم یونیورسٹی	مسز خلیو جنگ	۵۷
بیگم صاحبہ بھوپال یورپ میں	آبرو بیگم صاحبہ	۶۰
ریویو		۶۱
خبریں		۶۳

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شائع ہوا

اطلاع مجلس ہائے تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول ہے کہ ظفر الملک علوی ایڈیٹر الناظر نے ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق ایک تجویز پیش کی تھی۔ اس مضمون کی طرف ہم ان کو توجہ دلاتے ہیں۔ ظفر الملک علوی

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہیے سانپ بچھو یا زہر سے، کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے، اس لیے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے، تندرستی اور زندگی کے لیے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانے مین سٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق مو۔ لکھنؤ

CHECKED 1966

شہاب الدین اینڈ سنز حضرت گنج لکھنؤ

الناس بالباس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ، زنانہ، انگریزی ہندوستانی فیشن کی اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک نہایت خوشنما اور موزون تیار کرتا ہے ۱۸۷۶ء سے یہ کارخانہ پبلک کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ کاشی سلک۔ جاپانی سلک آسام سلک۔ جامہ ارسلک اور علاوہ انکے جاپانی اور ولایتی طلسمین صوفیانے خوشنما ایکے ڈریسنگ گاؤن وغیرہ بھی ہمیشہ بافراط مہیا رہتے ہین، ایکبار ہمین آرڈر دیجئے کیرکٹین اور فرمائش دیجئے آپکا جی نچا ہوگا، پیائش کا فارم اور کپڑے کے نمونے طلب کیجئے

شہاب الدین مینیجنگ پروپرائٹر

CHECKED 1966

LIBRARY UNIVERSITY OF CALIFORNIA

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق ۔۔۔ نمک داں کیے ہوئے

دی نیوا کسچینج۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

CHECKED 1966

ہاتھی فون گراموفون راما گراف اوڈین بیکا چمبر آپرا

کچھ درد ہے مطربون کی نے مین کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے مین

لوکل اور بیرونجات کے خریداروں کی آسانی کے لیے خوش گلو یون کے تین ہزار دو سو مختلف گانون مین بہتر ریکارڈون کے انتخاب لکھنؤ مین صرف ایک ہی مرکز ہے جہان ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتے ہین، ہر ساخت کی مشینون کے ریکارڈون کا موازنہ اور پانچ اسی مقام پر آزادی سے ہو سکتا ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی تمام تیزی سے مصروف ہین اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خریدار سے پہلے ہماری دوکان کی نمائشگاہ مین تشریف مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اسٹائل کی مشین اور رنگ برنگ کے غیر شناخا فارورہا رین ملاحظہ فرمائیے۔ ضروری متعلقات ۔۔۔ مشین ہارمونیم پیانو ٹیبل نرنگ گرامافون کیبنٹ کیس منی بگ ۔۔۔ ٹونیہ یا دوسرے وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہین

مینیجر دی نیوا کسچینج لکھنؤ۔

المناظر

نمبر ۲۵ جلد ۵ یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

مجوّزہ محمڈن یونیورسٹی

پر

ایک فلسفانہ نظر

ہر شعبہ زندگی میں تدریجاً ترقی پذیر ہوتی ہے، اور وہ اصول جسکی پابندی افراد کی حیثیت سے موجودات عالم کو دوران ترقی میں کرنا پڑتی ہے، اصطلاح فلسفہ میں قانون ارتقاء کے نام سے موسوم ہے۔ اس مسئلہ کا انکشاف چارلس ڈارون کے نام چارلس ڈارون۔ انگلستان میں ایک بہت بڑا نیچورلیسٹ گذرا ہے۔ سائنس دان طبقہ اسکی بڑی عزت کرتا ہے۔ نہایت ہی مستقل مزاج اور محنتی تھا۔ علم الحیات (بیالوجی) کی ایک شاخ پر اس کی کتاب دی اوریجن آف اسپیشیز ایک معرکۃ الآرا رسالہ ہے۔ سنہ ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۸۲ء میں وفات پائی۔

اپنی تمام عمر صرف کرکے کیا ہے اور اب یہ مسئلہ سائنٹیفک دنیا میں ایسا مقبول ہوگیا ہے کہ فلسفہ کے موجودہ اسکولوں میں قریب قریب سب نے تھوڑی بہت ترمیم کے بعد اسکو تسلیم کرلیا ہے۔

قانون ارتقاء کی تیز روشنی ڈالنے سے محمڈن یونیورسٹی کے زیر بحث مسئلہ کا ہر جزء بخوبی منور نظر آتا ہے۔ ابتداءً موجودہ تحریک کی جھلک کا وجود ہم سرسید اعظم اور انکے چند متبرک معاصرین کے ذہنوں کے اور کہیں نہیں پاتے رفتہ رفتہ یہ وجود ذہنی ایک محدود حالت میں اپنے خارجی وجود کے آثار مرتب کرتا ہے اور اب ہم اس ظنی وجود کا ایک مادی مقابل مشاہدہ کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد شمع ارتقاء کی برقی روشنی میں ہم کو صاف صاف یہ مادی وجود آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے، یہانتک کہ وہ اپنے گردوپیش اُن تشخصات ظاہری کا کافی ذخیرہ اکٹھا کرلیتا ہے جن کی مدد سے ہم ایک نظر میں اُسکا ادراک کرلیتے ہیں اور بآسانی بتا سکتے ہیں کہ وہ شے کیا ہے اور کیا ہونیوالی ہے۔

یا صاف لفظوں میں یوں کہئے کہ پہلے صرف سرسید کو ایک اسلامی درس گاہ قائم کرنیکا خیال پیدا ہوتا ہے اور یہ خیال قانون ارتقاء سے متاثر ہوکر مادی صورت اختیار کرلیتا ہے، یعنی واقعتاً ایک مدرسہ قائم ہوجاتا ہے۔ شاید روزگار جو کبھی نچلا نہیں بیٹھتا، اسکو اس حالت میں ٹھہرنے نہیں دیتا۔ بلکہ ٹھوکے دے کر آگے بڑھاتا ہے اور ہم برائے العین مشاہدہ کرتے ہیں کہ پہلے آرٹس کالجز کھلتے ہیں پھر سائنس کی تعلیم کا بھی انتظام ہوجاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ درس گاہ ایک معقول رزیڈنشل کالج کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ ارتقاء اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ موجودہ کالج کو یونیورسٹی بنا دینے کے لیے بزرگان قوم کے قلوب میں اسکیم پر اسکیم پیدا کرتا ہے، اور ہم عنقریب دیکھنے والے ہیں کہ یہ تجویز قانون نما سے

متاثر ہو کر بہت جلد ایک مادّی شکل اختیار کیے لیتی ہے۔

تسبیح خیال کو متخیلہ کی متبرک انگلیاں۔ یہاں تک گردش سے ہی چکیں ہمیں کہ اُس کی ذکی الحس چکی میں ورہائے سوالات کی تیز بیش بہا کھرکیاں آجاتی ہیں یعنی سلسلۂ خیالات یہاں پہونچکر ہمارے سامنے تین ایسے نادر سوالات پیش کرتا ہے جو بازارِ فلسفہ میں انمول ہیں۔ وہ سوالات یہ ہیں:-

(۱) کیا موجودہ حالت کے بعد ترقی کا جائز درجہ علی گڈھ کالج کا یونیورسٹی ہو جانا ہے؟ درمیان میں ترقی کا کوئی درجہ حائل نہیں؟

(۲) کیا کالج نے اتنی قابلیت پیدا کر لی ہے جس کا لازمی نتیجہ اسکو یونیورسٹی کے درجہ پر پہونچا دینا ہو؟

(۳) کیا ہمارا یہ حکم کہ علی گڈھ کالج سات آٹھ مہینہ کے اندر یونیورسٹی بنکر رہے گا۔ معیارِ منطق پر کسکر کھرا اترتا ہے؟

متذکرۂ بالا سوالات کے جوابوں کے ماخذ دو ہیں، مشاہدہ اور اصول منطق استقرا۔

بیشک ہم تیسرے سوال کا جواب قوانین علت کی مدد سے بخوبی دے سکتے ہیں۔ ہم ان قوانین کے ذریعہ سے متقدم و متاخر اشیاء کے درمیان علاقہ سببیت باقاعدہ طے کر سکتے ہیں، تقدم و تاخر محض اور علاقہ سببیت میں امتیاز کر سکتے ہیں اور دو چیزوں

لہ فلسفہ سے ہماری مراد صرف مسئلہ زیر بحث کا فلسفہ ہے،

سہ منطق استقرا کا مدون اول جان اسٹیوآرٹ مل نامی ایک مشہور انگریزی فلاسفر ہے۔ جہانتک ہمکو معلوم ہے عربی میں (حالانکہ عربی بہ نسبت دیگر زبانوں کے فلسفہ کا کافی ذخیرہ رکھنے میں زیادہ خوش قسمت ہے) کوئی مستقل کتاب اس فن پر ابھی تک موجود نہیں ہے۔ چنانچہ منطق استقرا، "دی آئنز کتاب جک" کا جدید ترجمہ عربی میں، جہانتک ہمکو معلوم ہوا ہے، منطق قیاسی "یا ڈیڈکٹو لاجک" پر کتابیں ہیں جس کا مدون اول ارسطاطالیس (ارسطو) تھا۔

کی تقدیم و تاخیر میں سلسلۂ علت و معلول کا وجود کریں ہونا اور نہ ہونا معلوم کر سکتے ہیں ہم ان قواعد کی مدد سے اثر کو دیکھکر موثر کی بابت معلول کا مشاہدہ کر کے علت کے متعلق نہایت ہی وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ اور ہم وجود سبب و علت سے وجود مسبب و معلول پر بھی یقین کے ساتھ استدلال کر سکتے ہیں۔ اس استدلال کو اصطلاح منطق میں استدلال لمّی اور اول الذکر کو استدلال انّی کہتے ہیں اگر واقعی ہم کو ایسا حساب معلوم ہے جس کی مدد سے ہم اب کو دیکھکر بتا سکیں کہ ہکا کیا سبب ہوگا۔ سو خر کو دیکھکر بتا سکیں کہ اسکا کیا اثر ہوگا: اگر استدلال لمی کا حقیقت میں وجود ہے اور اس کے قوانین ایسے ہیں جن کے تتبع سے ہم ایسی پیشین گوئیاں کر سکیں تو موجودہ اسباب دیکھکر یہ حکم لگا دینا کہ یونیورسٹی قائم ہو جائے گی یا یہ کہ نہیں ہوگی کیا بڑی بات ہے؟

مگر قبل اسکے کہ ہم ان قوانین منطق کا باضابطہ استعمال کریں ہمارے سامنے ذیل کے مسائل بخوبی منقح ہو جانا چاہیے۔

(۱) مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کی ماہیت کیا ہے؟

(۲) وہ اسباب کیا ہیں جن کے مجتمع ہو جانے سے محمڈن یونیورسٹی قائم ہو جائیگی؟

(۳) کیا وہ سب اسباب جمع ہو گئے ہیں؟

مسئلۂ اول - مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کی ماہیت کیا ہے؟

واضح ہو کہ ہر شے کی ماہیت دو اجزا سے ملکر بنتی ہے: ایک جزو عام اور دوسرا جزو مخصص جزو عام کو منطق کی اصطلاح میں جنس (جینس) اور جزو مخصص کو فصل (ڈفرنشیا) کہتے ہیں۔

چنانچہ ہم جب انسان کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ "انسان حیوان ناطق ہے" تو "حیوان ناطق" انسان کی کل ماہیت ہے یہ دو اجزا "حیوان" اور "ناطق"

سے مرکب ہے جسمیں سے "حیوان" جزء عام ہے کہ کتے، بلی، ہاتھی سب ہی ذی روح ہستیوں پر صادق آتا ہے اور "ناطق" جزء مخصص ہے جس کی قید نے حیوان کی تعمیم کو باطل کردیا۔ اب "حیوان ناطق" اور انسان ایک ہی فرد پر دلالت کرتے ہیں: خواہ ہم "حیوان ناطق" کہیں یا لفظ انسان بولیں، دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے، اسس کو نسبت تساوی کہتے ہیں۔

کسی شے کی ماہیت بتانے یا کسی وجود کی تعریف مکمل کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ دو چیزیں جنس اور فصل ہیں۔ چنانچہ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کی ماہیت کا صحیح تصور حاصل کرنے کے لیے اسکی جنس اور اسکا فصل معلوم ہونا چاہیے

سوال - محمڈن یونیورسٹی کی جنس کیا ہے؟

جواب - محمڈن یونیورسٹی کی جنس ظاہر ہے، کہ "یونیورسٹی" ہے۔ مگر یونیورسٹی تشریح طلب لفظ ہے۔ ہم اس کی تشریح آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے لفظوں میں یوں کرتے ہیں:-

> "یونیورسٹیوں سے مراد علما اور پروفیسروں کی وہ جماعت ہے جو اعلیٰ علوم کی تعلیم دے، انہیں امتحان لینے اور اسناد دینے کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے مجاز ہو۔ اور جو اس مقصد کے لیے باقاعدہ قائم ہو۔ یونیورسٹی کے لیے یہ لازمی نہیں ہے کہ اس میں سب کالج شامل ہوں بلکہ اسکا اصل اصول یہ ہے کہ لائق ترین علما ایک جگہ جمع ہوکر علم کی ہر ایک شاخ کو خود مطالعہ کرکے علم کے حدود بڑھانے میں اپنی قابلیتوں کو صرف کریں اور اپنی شاگرد اور تسلیم اور صحبت سے طلبہ کو نہ صرف علوم سکھائیں بلکہ انہیں علمی ذوق اور علمی ترقی کا حوصلہ پیدا کریں[1]۔"

[1] - رسالہ کا نفرس متعلق مجوزہ محمڈن یونیورسٹی صفحہ ۵ - اس رسالہ کو تصنیف کرکے جناب آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب نے حقیقتاً قوم پر بڑا احسان کیا ہے جسکو یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد معلوم کرنا ہوں وہ اس رسالہ کو پڑھے۔ ہمارے موجودہ مضمون کا سنگ بنیاد یہی رسالہ ہے، جس کے لیے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔

اب دوسرا سوال یہ پیش ہوتا ہے کہ وہ کونسی شے ہے جو محمڈن یونیورسٹی اور عام یونیورسٹیوں کے درمیان، مابہ الامتیاز ہے؟ اسی مابہ الامتیاز کو اصطلاح منطق میں فصل، کہتے ہیں۔

فصلِ مطلوب، یہ ہے :-

"ایسی (یونیورسٹی) جو مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کو پورا کردے اور جس کا اصل اصول قوم مسلمانان کی ترقی ہو؛ مگر اس کے ساتھ ہی اسکا دروازہ غیر اقوام کی تعلیم کے لیے بند نہ ہو"

متذکرۂ صدر جنس اور فصل جمع کر دینے سے محمڈن یونیورسٹی کی تعریف ذیل کی مفصل شکل اختیار کر لیتی ہے :-

محمڈن یونیورسٹی ایک جماعت ہے (ہوگی) علما و فضلا کی جو اعلیٰ علوم کی تعلیم مسلمان بچوں کو (بالخصوص) قوم کی ضروریات ملحوظ رکھکر دیتی ہے (دیگی) یہ جماعت طلبہ کو صرف علوم ہی نہیں سکھاتی ہے (سکھائیگی) بلکہ اُن میں علمی مذاق اور علمی ترقی کا حوصلہ بھی پیدا کرتی ہے (پیدا کریگی) اس یونیورسٹی کا مقصود، قوم کی زندگی اور ترقی، جاہ اور ثروت، ہے (ہوگا)۔

اس تعریف میں طوالت کا نقص ضرور پیدا ہو گیا؛ مگر ہماری موجودہ ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ ایک حد تک ناگزیر بھی تھا۔ اب چونکہ ناظرین کو محمڈن یونیورسٹی کا تصور (کنسیپشن) غالباً صحیح حاصل ہو گیا ہے؛ لہٰذا ہم یونیورسٹی ہذا کی یہ مختصر تعریف کیے دیتے ہیں :-

"محمڈن یونیورسٹی ایک یونیورسٹی ہے (یعنی جسمیں سب خصوصیات ہیں جو ایک یونیورسٹی میں ہونا چاہیئے) مع شے زائد: قومی ضروریات کے مطابق

مسلمانوں کی تعلیم۔

یا اگر اس تعریف کا بھی عطر کھینچیں، تو یوں کہہ سکتے ہیں۔

"محمڈن یونیورسٹی ہم کو، ہماری قومی ضروریات سے بے نیاز بنا دینے والا دار العلوم ہے۔"

اب سوال یہ ہے کہ آخر ہماری قومی ضروریات ہیں کیا؟

اسکا تفصیلی جواب، چونکہ ہمارے شاہراہ مقصود سے علیحدہ ہوگا، لہذا ہم ذیل میں اُن کا اجمالی خاکہ درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں[1]۔

(۱) ہماری مذہبی تعلیم،

(۲) ہماری تربیت،

(۳) علوم جدیدہ اور ڈگریوں کی تحصیل،

(۴) نفاقِ باہمی کا انسداد،

(۵) موجودہ پولٹیکل غلط فہمیوں کی تصحیح اور آئندہ کے لیے سد باب اور روک تھام،

یہاں تک مسئلہ اوّل سے بحث کی گئی۔ اب دوسرے مسئلہ پر تحقیقی نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ محمڈن یونیورسٹی کے وجود میں لانے کے لیے کن اسباب کی ضرورت ہے

مسئلہ دوم - وہ اسباب کیا ہیں جن کے اجتماع سے محمڈن یونیورسٹی قائم ہو جائے گی، ان اسباب کی بلحاظ اپنی نوعیت کے تین قسمیں ہیں:-

(۱) ذاتی محض،

(۲) ذاتی مثبت غیری،

(۳) غیری محض،

[1] ان ضروریات کا ذکر نہایت بسط و خوبی کے ساتھ رسالہ کانفرنس میں درج ہے تفصیل کے لیے رسالہ مذکور ملاحظہ ہو۔ +

صنف اول میں ہم اُن اسباب کا شمار کرتے ہیں جو علیگڈھ کالج کی ذات تک محدود ہیں؛ اور جو کالج کی ذاتی قابلیت میں مضمر ہیں - ان ہی اسباب کو، حقیقت میں، نفس مسئلہ سے براہ راست خاص تعلق ہے اور یہی ایسی علل ہیں جو کم و بیش ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں؛ اگرچہ ایک حد تک اِن میں سے بعض کا انحصار جزئیاً اور بعض کا کلیتاً موجودہ حالت میں، صنف دوم کے بعض اسباب کے حصائل اور اثرات پر ہے: اس کی تفصیل آگے آئے گی -

صنف دوم میں، ہم اُن اسباب کو شمار کرتے ہیں، جن کا تعلق براہ راست عام مسلم پبلک سے ہے - اور چونکہ پبلک مذکور کا ہر متنفس انفرادی حیثیت سے اُس کل کا ایک جزو ہے، اس بنا پر ہم اُن اسباب کو جو اس پبلک سے متعلق ہیں، ذاتی مگر چونکہ اسکا ہر فرد، دوسرے کو اپنا ہم آہنگ لازمی طور سے نہیں بنا سکتا اس لحاظ سے "غیری" بھی کہتے ہیں - اور اس جہت سے ہم زیر بحث صنف کی علل کو "ذاتی بہ غیری" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں -

صنف سوم میں ہم اُن اسباب کا شمار کرتے ہیں، جو براہ راست ہماری گورنمنٹ عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں -

لفظ "ہمارے" میں یہاں پر تھوڑا سا ابہام پیدا ہو گیا ہے - لہذا ذیل میں اس کی تشریح کی جاتی ہے لفظ "ہمارے" بجائے اسکے کل پبلک پر دلالت کرتا، پبلک کے صرف اُس حصہ پر دلالت کرتا ہے جسکو کالج سے براہ راست تعلق ہے، اور جس کا ہر جز، فرداً فرداً اپنی حیثیت کے رفیق کالج کا حامی و مددگار ہے ہم لہذا مشتبہ خیال کو سلجھا رکھنے اور کسی طرح کی غلط فہمی نہ پیدا ہونے دینے کے خیال سے ہم پبلک کے اس خاص ٹکڑے کو باقی ماندہ پبلک کے حصہ سے بالکل جدا اور بہ ذات خود ایک مستقل شے تصور کرتے ہیں - ہم اپنی اس آزادی کی (جو پیچیدگی خیال کو رفع کرنے کے لیے از حد ضروری تھی) عام پبلک سے بصد ادب معافی چاہتے ہیں -

یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے، کہ اسباب متذکرہ بالا کی بنیاد تقسیم اس امر پر ہے کہ اُن میں سے ہر علت اپنی تاثیر مخصوصہ سے، کالج کو یونیورسٹی کے درجہ تک پہونچانے میں مدد دیتی ہے؛ ان علل میں مشترکہ خاصیت یہی ہے، کہ ہر ایک اُنمیں سے اپنی قابلیت کے موافق ہم کو ہمارے مقصود کے قریب پہونچانے میں مدد دیتی ہے۔ اور جب یہ علل جمع ہو جائیں گی، حسب خواہ یونیورسٹی کی بنیاد۔ خواہ مخواہ فوراً پڑ جائیگی۔

ہم سب سے پہلے صنف دوم کے اسباب پر بحث کرینگے نہ صرف اسوجہ سے کہ بلحاظ اہمیت کے، اُن کو غور و فکر کی صف اول میں جگہ ملنا چاہیے۔ بلکہ اسوجہ سے بھی کہ جہاں اسباب مذکورہ کی فلاسفی اور باہمی ربط و تعلق کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیئے صنف دوم کے اسباب کے ذکر میں سبقت ناگزیر ہے۔

اب سوال یہ ہے، کہ صنف دوم کے اسباب کیا ہیں، اور اُنکی تفصیل کیا ہے؟

جواب:۔ قوم کی جمہورانہ امداد اور اُسکی مختلف اشکال جن کی تفصیل یہ ہے:۔

"قوم کے رؤسا لاکھوں اور ہزاروں عطا کرنے سے۔ اکابر درسر آوردہ اصحاب ہزاروں اور سینکڑوں کی مدد سے۔ دیگر طبقوں کے اصحاب سینکڑوں یا جسقدر استطاعت ہو اسقدر عنایت فرمانے سے۔ طوائیں کالج اور لڈلو اور مسلمان بیرسٹران و وکلا، تجار اور ملازمان سرکاری و دیگر ریاستہا ایک ایک ماہ کی آمدنی کے دینے سے علما بذریعہ وعظ اہل قلم بشکل مضامین شعرا اپنے زور طبیعت سے اس کام میں اعانت فرما سکتے ہیں۔ اب وقت ہے کہ مساجد میں وعظ یونیورسٹی کی تائید میں ہوں۔ اخبارات کے کالم اسی مضمون سے بھرے ہوں۔ مشاعرون من طرحیں یہی ہوں جلسوں میں تذکرے یہی ہوں اور گھروں میں یہی چرچے ہوں۔ غرضکہ آیندہ دس ماہ میں (۱۰/۹) ہندوستان

۵۱ ۔ اب صرف چھ مہینہ کا قلیل زمانہ باقی رہ گیا ہے۔

کی اسلامی دنیا میں سب کا نصب العین یونیورسٹی اور سب کا مقصد اُسکی تکمیل ہو۔" ۵۱

مگر پبلک کے ہر فرد سے، جیسا اوپر ذکر کیا گیا، اس کی قابلیت و حیثیت کے موافق کام کرانے کے لیے حسب ذیل شرائط کی ضرورت ہے:-

(۱) استقرارِ جوش وحمیت،

(۲) استمرارِ جوش وحمیت،

(۳) ازدیادِ جوش وحمیت،

استقرارِ جوش وحمیت کے بارے میں، تجربہ اور مشاہدہ ہمکو اثبات میں جواب دیتا ہے: بزرگان قوم کی حمیت بخش اور جوش آفریں تحریکات، قوم کے قلوب کو متحرک کردینے میں، قریب قریب کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ اب! تمھارا کام یہ ہے کہ اس جوش وحمیت کی آگ کو سرد نہ ہونے دو؛ بلکہ زبانِ قلم اور زبان دہن کے پنکھوں سے، قومی فوائد کی تلقین کا ایندھن ڈال ڈال کر اس آتش حب قوم میں اور سوز پیدا کرتے رہو!!

حقیقت یہ ہے، کہ مسلمانوں کو اپنا مذہب بڑا پیارا ہے؛ اور جس شے میں مذہب جلوہ آرا ہوتا ہے، وہ شے بھی "لاآف ایسوسیشن" ۵۲ کے بموجب اُن کو مرغوب اور عزیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مذہبی تعلیم ہی، مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کا ایک ایسا چمکدار اور خوش رنگ عنصر تھا، جس نے آن واحد میں، مسلمان پبلک کے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اب تجویز سے، پبلک کے جذبات متاثر ہو گئے ہیں اور یہی ایسے

۵۱ "رسالہ کانفرنس"، صفحہ ۶۴۔

۵۲ یہ قانون ایسا ہے، گلاب کا پھول دیکھنے سے کسی باغ کا یاد آجانا، سائیکالوجی (علم النفس والقویٰ) کے اسی قانون کے تابع ہے۔

موقعوں پر بہترین آثار کامیابی کے تصور کیے جاتے ہیں۔ ذرا سی ٹھیس، وجدانی کیفیت پیدا کردیگی اور "محمڈن یونیورسٹی"! "محمڈن یونیورسٹی"!! کے جوش آمیز نعرے مسلمانوں کی زبان و دل سے نکلنے لگیں گے۔

درحقیقت، فی زماننا، ہماری سوسائٹی میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو ٹھنڈے دل سے منطقی توجیہات اور فلسفانہ حجتیں سننے کی تاب لاسکیں، اور اُنکو اپنی طرفداری یا مخالفت کا معیار قرار دیں۔ برخلاف اس کے ہماری جمہور سوسائٹی، شاعرانہ خطابات سنکر بہت جلد اُس کام کے انجام دینے پر کمربہت باندھ لیتی ہے، جس کی طرف مقرر اُسکو دعوت دیتا ہو۔

اس اصول کے مطابق ہمارے مقرروں کو چاہیئے کہ جا بجا شہر بہ شہر، دیار بہ دیار، محلہ بہ محلہ، تقریریں کریں، عوام الناس کو یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد، فوائد و منافع سمجھائیں، اُنکو بکمال وضاحت یہ امر سمجھا دیں کہ اس قلیل چندہ کے بالعوض جو وہ عنایت کررہے ہیں، قومی بہبودی کا خزانہ، جن سے وہ خود بھی مستفیض ہونگے، مفت مل رہا ہے۔ انکو چاہیے کہ اس "اقبال بخش" موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، اور کرورہا گنا معاوضہ حاصل کرلیں۔ واضح ہو کہ کوئی شخص اپنے دام اُس وقت تک خوشی سے خرچ نہیں کرتا جبتک کہ اُسے تسکین بخش معاوضہ ملنے کی امید نہو۔ ہمارے مقرروں کو چاہیے کہ قوم میں جوش پھیلائیں، قومی حمیت کو تحریک دیں اور اُنکے ساتھ ساتھ ہمارے لائق مضمون نگار مدلل مضامین لکھیں، مبرہن پمفلٹ چھپوائیں جو صرف خشک مزاج منطقی اصحاب ہی کے لیے مفید نہوں بلکہ جو اپنے دلائل قاطع کے تیز نشتروں سے، دیگر اقوام کی متعصب آنکھوں کو قدح کرکے تعصب کا پانی نکال دیں اور جو اپنی براہین ساطع کے کحل الجواہر کو اُنکی آنکھوں میں لگاکر، حقیقت شے کو بخوبی روشن و آشکارا کردیں۔

بیشک استمرار و ازدیاد جوش و حمیت کے لئے معقول مضامین کی اسلامی پرچوں میں بھرمار اور چست و متاثر تقریروں کی اسلامی باغیچوں میں بوچھار ایک نہایت ہی ضروری شے ہے، اور اسکی اہمیت کو دیکھتے ہوئے، اس کے متعلق مزید بحث بیکار اور ناموزوں ہوگی۔ لہذا ذیل کی مثالوں سے انکا فرق باہمی ظاہر کرنا ناظرین کے لیے دلچسپی سے خالی نہوگا۔

مقصد یہ ہے کہ زید..... سے باز آئے۔

ایک فلسفی اُس سے یوں تقریر کرتا ہے:۔

ہر فعل نسبتاً اپنے فاعل کے لیے رنج یا راحت سے خالی نہیں ہوتا۔ (اسکو وہ ثابت کرتا ہے) یا تو کسی خاص کام کے کرنے سے ہمکو رنج پہونچے گا یا راحت۔ پس فطرت انسان اس کی مقتضی ہے کہ حصول راحت میں کوشاں ہو اور رنج آفریں اشیا سے احتراز کرے۔ مگر عقلمند کا کام یہ ہے کہ دانشمندی کی میزان میں تول کر دیکھ لے کہ اُس فعل کے کرنے سے ہمیں راحت زیادہ ملتی ہے یا رنج۔ اگر راحت کی مقدار زیادہ ہو تو اُس فعل کو اختیار کرے ورنہ نہ کرے۔ جب تمنے اس کبرے کو مان لیا تو اب تم سے صرف یہ صغریٰ اور تسلیم کرانا رہ گیا کہ..... میں رنج کا پلہ زیادہ بھاری ہے۔ دیکھو وہ راحت جو اس فعل میں مضمر ہے محض وقتی اور ہنگامی ہے، مگر وہ رنج جو اُس کا جائز نتیجہ ہے دائمی اور وزن میں زیادہ بھاری ہے (اس کے ثابت کرنے میں وہ دیگر مقدمات ترتیب دیتا ہے) اب جب تمنے یہ صغرے بھی تسلیم کر لیا تو یہ نتیجہ خواہ مخواہ تمکو ماننا پڑے گا کہ..... کا فعل اختیار کرنے سے تم خسارہ میں رہتے ہو اور اُس سے احتراز کرنا بہتر ہے لہذا..... سے ذی عقل کو اجتناب لازم ہے۔

اس قسم کی نصیحتوں اور اسی نوعیت کے ناصحوں کی شکایت میں شاعروں کے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں۔

بھلا ہمارے زید صاحب کو یہ مدلل و منطقانہ نصیحت کب تشفی دیتی۔ اُنکے نفس امارہ کی بھڑکتی ہوئی آگ، تو شاید مقرر کے خطابیات کے ان چھینٹوں سے بجھے تو بجھے۔

زید! تم اس دارِ فانی میں اسوقت تک عفت و عصمت مجسم کے نام سے پکارے جا سکتے ہو: تمہارے کیرکٹر کے صاف و شفاف سفید دامن میں، آج تک ..... کا بدنما سیاہ داغ لگنے نہیں پایا ہے! کیا تم اسوقت اپنی تمام عمر کی محنت اکارت کیا چاہتے ہو؟ کیا تم نے سکرات موت کو بالکل فراموش کر دیا؟! کیا آنحضرت کی ہدایت کا اثر دل سے بالکل محو کر دیا؟!! زید! داورِ حقیقی کے سامنے، بروز قیامت کیا جواب دوگے؟ اگر دنیاوی سنگساری سے بچ بھی گئے تو کیا دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ، سانپ اور بچھوؤں کی ناگفتہ بہ صعوبتوں، اور فرشتوں کے گرزہائے آتشین کی ناقابل برداشت زدوکوب سے بھی بچ رہوگے؟!! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! اس جرم کی سزا یہی ہے کہ دوزخ کی ناقابل برداشت دائمی آگ میں ہمیشہ جلو، اور فرشتوں کے آہنی سُرخ گرزوں کی زدوکوب، ہر لمحہ اور ہر آن، ہمیشہ سہو!!!

متذکرۂ بالا مثال سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے، کہ زوردار تقریریں ازدیاد جوش و حمیت کے لیے (جو حسب دلخواہ کامیابی کے لوازمات سے ہیں) کیسی ضروری ہیں اور خصوصاً ایسے وقت میں، جیسا اوپر بیان کیا گیا! کہ تجویز نے جذبات کو تحریک دیکر قلوب میں رسوخ پیدا کرلیا ہو۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فصحا کی دھواں دھار تقریریں، فلاسفروں کی پُرمغز تحریروں سے ہمیشہ زیادہ سریع الاثر اور کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ دیکھو برک[۵۱] کا رچرڈ[۵۲] اور شیریڈن[۵۳] کی فصاحت مل[۵۴] اور اسپنسر[۵۵] کے سنجیدہ اور مدلل مضامین سے

۵۱ انگلستان کا ایک مشہور فصیح ۱۷۲۹ء میں پیدا ہوا ۱۷۹۷ء میں وفات پائی ۵۲ خطابیات ۵۳ انگلستان کا ایک بڑا مشہور ڈرامانگار اور مقرر ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوا ۱۸۱۶ء میں وفات پائی ۵۴ انگلستان کا ایک عظیم الشان فلاسفر ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوا ۱۸۷۳ء میں وفات پائی۔ ۵۵ انگلستان کا ایک فلاسفر۔

وقتی اثر پیدا کرنے میں، ہمیشہ گوئے سبقت لے گئی۔
ذاتی مثبت تغیری اسباب کے فراہم کرنے اور اُن کی تاثیر کو زوردار بنا دینے کے لیے، فی زمانہ اسپیکروں کی سخت ضرورت ہے۔

صنفِ دوم کے اسباب کی بحث کے بعد، اب صنفِ اول کے اسباب قابل الذکر ہیں۔ ابتداً میں ہمنے انکو اسوجہ سے قابل انداز کر دیا تھا کہ انکا فلسفہ ٹھیک ٹھیک سمجھنا، دوسرے نمبر کے اسباب سمجھنے پر منحصر تھا۔ فی نفسہٖ انکا وقوف اسباب نمبر دوم پر ہے، یا بہ الفاظ دیگر یوں کہیئے کہ وہ خود معلول ہیں اول الذکر علل کے۔

ان اسباب کے متعلق دو بحثیں ضروری الذکر ہیں:-

(۱) وہ اسباب (صنفِ اول کے) کیا ہیں جو کالج کو مطلوبہ یونیورسٹی بنانے ہیں۔
(۲) کیا کالج کی ذات فی زمانہ، انکی پوری اور کافی مقدار متصف ہے؟

پہلی بحث۔ وہ اسباب کیا ہو سکتے ہیں:-
ان اسباب کی فہرست حسب ذیل ہے[۱]۔

(۱) کافی سرمایہ۔
(۲) کالج کا کافی اسٹاف۔
(۳) فیلوشپس کی کافی تعداد۔
(۴) بورڈنگ ہاؤسوں کی کافی تعداد۔
(۵) کتب خانوں کی کافی تعداد۔
(۶) سائنس کی لیبارٹریوں کی کافی تعداد۔

[۱] مندرجہ ذیل فہرست میں سے اکثر اسباب تو ہمارے ذہن میں موجود تھے مگر بعض کی تلویح، رسالہ کانفرنس کے پڑھنے سے ہوئی۔ ہم یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قریب قریب یہ کل شقیں رسالہ ہذا میں مذکور ہیں۔

(۷) لکچر روموں کی کافی تعداد۔
(۸) مختلف علوم میں تعلیم دیے جانے کا کافی سامان۔
(۹) طلبا کی کافی تعداد۔

دوسرے سوال کا جواب، ہم یقین کے ساتھ نہیں دے سکتے اس لیے کہ کالج کے متعلق، ذاتی سرمایہ واقفیت، ہمارے پاس بالکل نہیں۔ ہاں البتہ وہ جو دوسروں سے تاک کر حاصل ہوا ہے، اُس کی بنا پر یہ استنباط یقیناً صحیح ہوگا کہ کالج کی موجودہ حالت ضرور تسکین بخش ہے۔ گو کہ یہ اسباب پوری طاقت و قوت کے ساتھ نہیں پائے جاتے ہیں، تاہم انکا نشو نما پتہ دیتا ہے کہ ایک وقت میں وہ یقیناً پورے زور و طاقت کے ساتھ نظر آئینگے؛ مگر، اس کے لیے، معجون وقت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم انکو جلد کافی تنومند بنانا چاہتے ہیں تو امداد جمہوری کی اکسیر استعمال کرانا چاہیے: بغیر پبلک کے چندہ دیے دفعتاً کالج کا سرمایہ اس قدر نہیں بڑھ سکتا کہ چھ سات مہینہ کے اندر مطلوبہ یونیورسٹی قائم ہو سکے۔

اسمیں شک نہیں کہ کالج کی ذاتی آمدنی بھی ایک وقت میں بڑھکر اُس کو یونیورسٹی بنا سکتی ہے؛ اور اسی جہت سے ہمنے نمبر اول اسباب کو تھوڑا بہت[۵۱] اپنے قبضہ قدرت میں ہونا" تسلیم بھی کیا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ اسکے لیے بڑا وقت درکار ہے۔ اگر ہماری یونیورسٹی کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک طلسمی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسی ششماہی میں اُس کا افتتاح ہو جاے تو بغیر کافی[۵۲] روپیہ کے "کھل سم سم" کے افسر کے ہم کو باب یونیورسٹی وا ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ کل اسباب باستثنائے "(۱) کافی سرمایہ" کے قریب

۵۱ دیکھو فٹ نوٹ صفحہ مضمون ہذا۔
۵۲ اس سوال کا جواب کہ "کتنا روپیہ اس کام کے لیے کافی ہوگا؟" وہ اصحاب دین جو اسکے اہل ہیں۔

یا بعید معلول ہیں اسی علتہ العلل "کافی سرمایہ" کے اور یہ خود سبب ہے اسباب نمبر دوم کا۔

صنف اول کے اسباب میں "کافی سرمایہ کی فراہمی"[1] ایک بڑی ضروری اور مرکزی علت ہے۔

صنف سوم میں وہ اسباب شامل ہیں جو براہ راست ہماری گورنمنٹ عالیہ سے متعلق ہیں۔ اور اپر اگر تجریدی نظر ڈالی جاے تو حقیقت میں یہی اسباب ایسے ہیں "جو غیری محض" کہے جا سکتے ہیں۔

یہ سب اسباب "عطیۂ چارٹر" کے مرکب اضافی میں متضمن و مضمر ہیں۔

چارٹر کے متعلق تین مسائل بحث طلب ہیں:۔

(۱) چارٹر کیا چیز ہے؟

(۲) اس کے عطیہ کے لئے کن شرائط کی ضرورت ہے؟

(۳) کیا اس کے ملجانے سے ہمکو کوئی حقیقی اور میٹیریل فائدہ ہوتا ہے؟

(۱) چارٹر کیا چیز ہے؟

جواب۔ چارٹر ایک باضابطہ تحریر ہوتی ہے جسمیں گورنمنٹ کی طرف سے طالب چارٹر کی خواہشات اور حقوق کی منظوری کا ذکر ہوتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ پبلک اپنی ضروریات کو ایک عرضی میں لکھ کر پارلیمنٹ یا بادشاہ کے حضور میں پیش کرتی ہے۔ گورنمنٹ اس عرضداشت پر غور کرتی ہے۔ جن ضروریات کے پورا کردینے میں پولٹیکل دقتیں اور نقصانات متصور نہیں، وہ مسترد کردی جاتی ہیں، اور جن کی منظوری میں کوئی حرج نہیں وہ منظور کرلی جاتی ہیں۔ اسی منظوری کا نام عطیہ چارٹر ہے۔

(۲) چارٹر کے عطیہ کے لیے کن شرائط کی ضرورت ہے؟

جواب۔ ان شرائط کی دو قسمیں ہیں:۔

[1] لفظ "فراہمی" سے ہمارا مطلب (روپیہ کا) فراہم ہوجانا ہے۔ "فراہم کرنا" نہیں۔

اول، گورنمنٹ کو اس کام کی اہمیت محسوس ہو جانا، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اسباب نمبر اول اور نمبر دوم کا حسب دلخواہ باقاعدہ جمع ہو جانا۔

دوم، چارٹر کی درخواست میں کسی ایسی ضرورت کا ذکر نہ ہونا، اور ایسی خواہش کے پورا کرنے کی گورنمنٹ سے ضد نہ کرنا، جس کی مستلزم پولٹیکل دقتیں ہوں۔ اور جو امور سیاست میں رخنہ انداز ہوتی ہوں۔

ہم نے دیکھا کہ اسباب نمبر اول مسبب تھے اسباب نمبر دوم کے[1]، اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسباب نمبر اول اور اسباب نمبر دوم ملکر مع شے زائد کے علت ہیں، اپنے معلول "عطیہ چارٹر" کی اور یہ شے زائد شرط دوم متذکرہ بالا ہے! یعنی پولٹیکل حیثیت سے کسی ناجائز درخواست کا نہ ہونا۔ حقیقتاً یہ بڑا نازک مسئلہ ہے ممکن ہے کہ کوئی ضرورت ایسی ہو جو قومی پہلو سے ہمارے لیے بہت کچھ اہمیت لیے ہو۔ مگر چونکہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کو دیگر اقوام کا خیال بھی مدنظر ہے لہذا گورنمنٹ اُسکے پورا کرنے سے مجبور ہو، اور ہمارے لیڈروں کے سامنے یہ دشوار مسئلہ پیش ہو جاوے کہ "اگر چارٹر چاہتے ہو تو یہ درخواست نہ کرو اور اگر اس ضرورت کو رفع کرنا چاہتے ہو تو ہم مجبور ہیں بامضا بطہ چارٹر نہیں دے سکتے۔ پرائیویٹ طور سے ضرورت مذکور کو رفع کرلو۔ یعنی یا تو چارٹر لے لو، قومی ترقی کو نظر انداز کردو۔ یا قومی ترقی حاصل کرلو، چارٹر نہ لو۔"

ہم قطعیت کے ساتھ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ خدانخواستہ ایسا منحوس وقت آنیوالا ہے، بلکہ صرف بطور حفظ ماتقدم یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ ایسا موقع ہو تو ہمارے رہنما کیا کریں گے: قومی بہبودی کھو بیٹھینگے، چارٹر لے لیں گے، یا چارٹر کھو بیٹھیں گے، قومی بہبودی حاصل کرینگے؟

اب ہمارے خیال میں، چارٹر کے متعلق تیسرے مسئلہ کو معرض بحث میں لانے کا

[1] صفحہ ۱۴ مضمون ہذا۔

موقع آگیا ہے۔ چارٹر کے متعلق تیسرا مسئلہ یہ ہے:۔

(۳) کیا چارٹر کے ملجانے سے ہمکو کوئی حقیقی اور میٹیریل فائدہ ہوگا؟

پیشتر اسکے کہ ہم اس سوال کا جواب، اثباتاً یا نفیاً دیں، قبل اسکے کہ حقیقی فوائد دریافت کریں، ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے اور یہ بات طے ہو جانا چاہیے کہ آیا چارٹر ملجانے سے کچھ فوائد حاصل ہوتے بھی ہیں یا وہ محض ایک بیکار شے ہے اور اسکے حصول کی کوشش، تحصیل حاصل کا حکم رکھتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اسکے حصول کے متعلق سب کوششیں عبث، سب تجویزیں رائگاں، کل منصوبہ پوچ، اور تمام فکریں لغو ہیں اگر ایسا نہیں، واقعتاً وہ کچھ نہ کچھ مفید چیز ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کس طرح؟

سوال۔ چارٹر ملجانے سے کیا کیا فوائد متصور ہیں؟

جواب۔ سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ ممتحن یونیورسٹی کے اسناد بھی وہی وقعت رکھیں گے جو الہ آباد۔ کلکتہ۔ مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیوں کے اسناد رکھتے ہیں۔

اسی فائدہ کے تابع دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہس یونیورسٹی کے پاس شدہ طلبہ کو ملازمت ملنے میں آسانی ہوگی۔

تیسرا فائدہ جو بہ نسبت نمبر اول و دوم فوائد کے تعمیم کا پہلو زیادہ لیے ہوئے ہے یہ ہے کہ چارٹر ملجانے سے دنیا کی نظر میں ذرا ہماری عزت ہو جائے گی اور ہم بیدار اور زندہ قوم گنے جانے لگیں گے۔ مگر کیا ہمکو محض خیالی بیداری اور برائے نام زندگی کی ضرورت ہے۔؟ ہرگز نہیں، ہم تو حقیقی بیداری کے جویاں، اور اصلی زندگی کے طالب ہیں۔

اسی قسم کے صدہا چھوٹے چھوٹے فوائد گنائے جا سکتے ہیں، مگر ہم انکو ناقابل الذکر سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں۔

اگر چارٹر ملجانے سے بس اسی نوعیت کے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں تو ہمکو مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑیگا کہ چارٹر ملجانے سے ہمکو کوئی حقیقی اور میٹریل فائدہ نہیں ہوتا۔ اور ایسے نازک موقع پر جس کا اشارہ اوپر کیا گیا، ہم اپنی پیاری قوم کی عزیز ترین ضروریات کو، چارٹر پر قربان کر دینے کی کبھی صلاح نہ دیں گے!!

۱۵۔ ہمارے خیال میں یونیورسٹی کی محرک جو قومی ضروریات ہوئی ہیں اور جنکی تصریح رسالہ کانفرنس میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے اسوقت اور مختلف بزرگان قوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں سالہا سال پیشتر کی تھی انمیں سے ایک بھی ایسی نہیں جو دوسری قوموں کی جائز مخالفت کی مورد بن سکتی ہو یا گورنمنٹ کی مصدقہ پالیسی کے منافی ہو، اور ایسی صورت میں لایعنی مضمون نگار کا یہ اندیشہ بیجا کہ چارٹر سے دست بردار ہونا پڑیگا صدا سے بے ہنگام سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اگر صاحب مضمون کا مفہوم یہ ہے کہ چارٹر کے شرائط کے متعلق جو افواہیں اور بدگمانیاں پھیلی ہوئی ہیں اُن کے انسداد کی یہ ترکیب نکالی جائے تو ہم بصد ادب یہ عرض کرینگے کہ بزرگ قوم جناب نواب دارالملک قبلہ کی ذات بابرکات سے قوم کی جو توقعات وابستہ ہیں اُن پر سرد پانی ڈالنے کے بجائے ہمیں اپنی عقیدت وارادت میں رسوخ اور اپنے یقین واعتماد میں استقلال پیدا کرنا چاہیے۔ کیا ہمیں اس سے پہلے اس بات کے ذہن نشین کرنیکا موقع نہیں ملا ہے کہ مسلمانان ہند کی قومی کشتی کا یہ برگزیدہ ناخدا طوفان وتموج کے عالم میں بھی برابر سمت سے منحرف نہیں ہوتا۔ کیا ہمارے پیش نظر وہ واقعات نہیں ہیں جن کی مثال سے مستفید ہو کر ہم اس خوش آیند امید وآرزو کو اپنے دل میں جگہ دے سکیں کہ یونیورسٹی کے چارٹر میں ایسی کوئی شرط نہ ہوگی جو مستقل طور پر قومی مفاد کے منافی اور قومی ضروریات کو نقصان پہونچانے والی ہو۔ اور چارٹر سے جمہور قوم کو جو اعتبار واعتماد اسلامی یونیورسٹی پر ہوگا کیا اُس کے فوائد اور اہمیت کسی مستحکم اور مضبوط بنیاد پر قایم نہیں۔ جو ہم چارٹر سے مستغنی ہو جائیں۔ یہ سچ ہے کہ قوم کو اس خاص بارہ میں ہم آہنگ ہو کر حضور نواب صاحب قبلہ کی کوششوں کی تائید کرنا چاہیے اور قومی کشتی کے جو ملاح مخالف موجوں کے تھپیڑوں سے پست ہمت ہو رہے ہوں یا کنارہ کو قریب سمجھکر حفاظت ذاتی کے خیال سے اپنے ساعی جملہ کو اختتام تک پہونچا کر اپنی جان بچانیکی فکر میں پڑ گئے ہوں یا حصول مقصد کی دلخوش کن مسرتوں سے لذت یاب ہو کر مست وسرشار ہو گئے نظر آرہے ہوں اون کو ہمت دلانا، عجلت سے باز رکھنا اور ہوشیار کرنا چاہیے۔ ایڈیٹر

گرچہ دنیا نہ ملے صاحب جوہر کو ذکی
پر ہنرمند نہو بے ہنری پر عاشق

اس مقام پر ہم تینوں اصناف کے اسباب پر بحث کر چکنے کے بعد **مسئلہ دوم** کو، یعنی "وہ اسباب کیا ہیں جنکے اجتماع سے محمدن یونیورسٹی قائم ہوجاے گی" ختم کرتے ہیں۔ اب صرف تیسرا مسئلہ ہمارے پیش نظر ہے۔

مسئلہ سوم - کیا وہ سب اسباب (جن کے اجتماع کے تابع مطلوبہ یونیورسٹی کا وجود ہے) جمع ہوگئے ہیں۔

جواب - نہیں۔ ابھی سب اسباب جمع نہیں ہوئے ہیں۔ بعض تو ابھی وجود میں بھی نہیں آئے ہیں۔ مثلاً عطیہ جارجٹر اور بعض کو پیدا ہوگئے ہیں، مگر ابھی اسقدر قوی نہیں ہیں کہ یونیورسٹی ہذا کے وجود میں لانے کے لیے حسب دلخواہ آثار مرتب کرسکیں۔ انمیں ابھی مطلوبہ تاثیر و تاثر کا افسوسناک فقدان ہے، اور علت کے اس معیار تصور کے بموجب جو ہمارے ذہن میں ہے، یہ ابھی اسباب کے نام سے بھی نہیں پکارے جاسکتے۔ ہاں البتہ بعض موثرات ایسے بھی ضرور ہیں جو اپنا مخصوص اثر اپنے مخصوص توانیں کے مطابق مرتب کر رہے ہیں، مگر یہ بیچارے بہت تھوڑے سے ہیں اور بغیر دوسروں کی مدد کے کچھ نہیں کرسکتے۔

اب متذکرہ مباحث کا خزانہ چونکہ ہمارے دست تصرف میں آگیا ہے، لہذا ہم اُن گہرہاے سوالات کو جو صدف مضمون کی ابتدا میں پیدا ہوے تھے ذیل کے جوابات کی گران قیمت پر بآسانی خریدے لیتے ہیں۔

پہلا سوال - کیا موجودہ حالت کے بعد ترقی کا جائز درجہ کالج کا یونیورسٹی ہوجانا ہے - درمیان میں ترقی کا کوئی درجہ حائل نہیں؟

جواب - ہاں کوئی درجہ حائل نہیں، مگر صنف دوم کے اسباب کافی طور سے جمع

ہو جانا چاہیئے۔ اگر ایسا نہوا تو ابھی یونیورسٹی بننے میں دیر ہے۔

دوسرا سوال - کیا کالج نے وہ قابلیت پیدا کرلی ہے جس کا لازمی نتیجہ اسکو یونیورسٹی کے درجہ پر پہونچا دینا ہو؟

جواب - قریب قریب پیدا ہوگئی ہے اور تکمیل کی قوی امید ہے۔

تیسرا سوال - کیا ہمارا یہ حکم کہ علیگڈھ کالج چھ سات مہینہ کے اندر یونیورسٹی بنکر رہیگا، معیارِ منطق پر کسکر کہاں تک اترتا ہے۔

جواب - بیشک کالج یونیورسٹی ہو جائیگا، اگر متذکرہ اسباب کا اس مدت میں حسب دلخواہ اجماع ہوگیا، اور اس اجماع کی قوی امید ہے۔ اگر چارٹر کی شرط نکال ڈالی جاے تو یقیناً یونیورسٹی بنجائیگی، کیونکہ چھوٹے پیمانے پر یونیورسٹی کھل جانے کی قابلیت، کالج میں غالباً آج موجود ہے۔

ہم نے دیکھا کہ اوائل مضمون میں مسئلہ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کے متعلق، ہمارے ذہن میں تین سوالات پیدا ہوے تھے جن کے جوابات چند اور مسائل طے ہو جانے پر مبنی تھے۔ یہ مسائل معرض بحث میں یکے بعد دیگرے لائے گیے۔ اور انکے حل کر لینے کے بعد ان سوالات کے جوابات مضمون کے آخر میں دیدیے گئے۔

ہمنے دیکھا کہ اس کام کو بہترین صورت میں انجام دینے کے لیے امداد جمہور کی سخت ضرورت ہے اور اسکی طرف عام پبلک کو تحریص و ترغیب دینے کے لیے لائق مضمون نگاروں اور مقرروں کی خدمات کی ضرورت بھی محسوس کی ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بغیر کافی سرمایہ کے کچھ نہیں ہوسکتا، مگر کافی سرمایہ کا وجود چھ مہینہ کے اندر تالج ہے پبلک مدد کے، جو موقوف ہے اُنکے جوش پر، اور یہ جوش مبنی ہے اس امر کے ذہن نشین ہو جانے پر کہ یہ چیز ہمارے لیے (پبلک کے لیے) بہت مفید ہے اور یہ امر منحصر فرض کیا گیا ہے مضمون نگاروں اور مقرروں کی تحریص و ترغیب پر۔ لہذا بغیر مضمون نگاروں اور مقرروں کی خدمات

کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ چارٹر کے مٹ جانے سے کوئی حقیقی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا موجودہ مضمون کے عملی نتائج یہ ہیں:-

(۱) ہماری سوسائٹی کے اہلِ مضمون نگاروں اور مقرروں کو چاہیئے کہ اپنی خدمات یونیورسٹی کو، چھ مہینے کے لیے وقف کر دیں۔

(۲) فراہمی چندہ میں دل توڑ کر کوشش کیجائے۔ چندہ وصول کرنے والے حضرات کو چاہیئے کہ موجودہ پبلک جوش سے فائدہ اُٹھائیں۔ اس دھوکے میں نہیں کہ ہمارے بھائی مضمون نگاراں و مقرران از دیادِ جوش میں کوششیں تو کر ہی رہے ہیں، جلدی کیا ہے، کل وصول کر لینگے۔ مگر نہیں۔ دیکھو یہ "کارِ امروز بہ فردا گذاشتن" کا اصول ٹھیک نہیں اور نہ یہ "پرائے کندھے پر رکھکر بندوق چھوڑنا" مناسب۔ اپنا کام بغیر دوسرے پر بھروسہ کئے آپ کرو۔ دوسرے کی ناجائز مدد نہ لو بالا ستقلال اپنا کام آپ خود کرو۔ اسی طرح ہر کارکن کو چاہیے کہ اپنا کام بغیر دوسرے بھائی پر بھروسہ کئے، خود کرے۔

(۳) چارٹر کے ڈراکرنے کے متعلق ہم اپنے آپ کو کوئی عملی رائے دینے کے قابل نہیں سمجھتے۔ لہٰذا ہم اس خدمت کو ضرور رکھے جائیں۔ اس معاملہ میں ہمارے اُن لیڈروں کی رائے زیادہ صائب ہوگی جو اس کے اہل ہیں۔

چارٹر کے متعلق ہم اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں، کہ اس سے کوئی حقیقی اور میٹیریل فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم چارٹر کے قربانگاہ پر حقیقی فوائد کی قربانی چڑھانے کی کبھی رائے نہ دینگے۔ نہ ملے چارٹر نہ سہی۔

ع۔ تلخکامی ہے گوارا کہ نہیں کام سے کام

لہ کیا کسی صاحب نے ابتک کوئی چارٹر ڈرا کیا ہے؟ اگر کیا ہو تو صاحب صوف براہ رفاہ عالم کسی لائق چھپوا کر شائع کریں

"نئے چارٹر نہ سہی" کے الفاظ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں پبلک کی یونیورسٹی سے ہم کو "حد پسندی" کا سرٹیفکیٹ نہ دلوا دیں۔ مگر ہم نہایت سیر چشمی کے ساتھ ذیل کے وجوہات کی بنا پر اس کے لینے سے انکار کر دیں گے:۔

اول تو ہم کو اسی مقدمہ سے انکار ہے کہ ہمارا یہ فعل "حد پسندی" کی صفت کے ساتھ موصوف ہے اور اگر ایسا ہے بھی تو یہ "حد پسندی" وہ نہیں ہے جو قبیح ہے۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ ارسطو نے اپنے "فلسفۂ اخلاق" میں جہاں "حد پسندی" کے معائب" اور "میانہ روی" کے محاسن دکھائے ہیں، وہاں یہ بھی جتا دیا ہے کہ عملاً "میانہ روی" اور اعتدال حاصل کرنے کا سستا نسخہ یہ ہے کہ دوسری حد کی طرف یعنی متضاد حد کی طرف جھکو۔ مثلاً اگر تمہارے مزاج میں غرور اور تمکنت ایک قبیح حد تک ہے، تو بالکل منکسر المزاج ہو جانے کی کوشش کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عزت نفس اور خودداری کے بہترین صفات پر آکر مزاج کا اعتدال قائم ہو جائے گا۔ ارسطو نے مزید تشریح کے لیے یہ مثال دی ہے: اگر ایک شاخ ٹیڑھی ہو اور اس کو سیدھا کرنا مقصود ہو تو چاہیے کہ اس کو مخالف طرف کج کر دیا جائے یعنی اس کی کجی کو دوسری طرف منتقل کر دیا جائے۔ کیونکہ فطری بازگشت کا حق رکھنا چاہیے۔ اب وہ پھرتے پھرتے بالکل سیدھی قائم ہو جائیگی۔ اگر ہم حد پسند ہیں بھی تو اسی نوعیت کے۔

راقم۔ ظفر

اے گلشن زیست تجھ پہ پانی پھر جائے — جینے کی بلا اور کسی کے سر جائے
بند آنکھیں ہوئیں یہ دی اجل نے راحت — اب کیوں نہ جہاں نظر سے اپنی گر جائے

مرنے کو حیات جاودانی سمجھوں — جینے کو میں اک عدوے جانی سمجھوں
ہوں معتقد حکم مگر یہ تو بتا — کیا تیری امید کو بھی فانی سمجھوں

محشر

فلسفۂ اتحاد

یورپ کا مشہور شاعر **شیلی** کہتا ہے "دنیا مین کوئی چیز اکیلی نہین بلکہ تمام چیزین ایک قانون الٰہی سے ایک دوسرے کی ہستی مین ملجاتی ہین" اشعار مندرجہ ذیل اسی فلسفی شاعر کے پاکیزہ خیالات کی امداد سے مرتب کیے گئے ہین ؎

اے کہ مہجوری عشاق روا میداری — بندگان را ز بر خویش جدا میداری

چاند کی کرنین سمندر مین گرا کرتی ہین — جوش الفت مین اوسے چوم لیا کرتی ہین
جلوہ گر شرق سے ہوتا ہی جو مہر انور — روشنی اسکی لپٹتی ہے زمین سے آکر

ابر سے پانی برستا ہے جو قطرہ قطرہ — افتراق اوسکا بھی مٹ جاتا ہی رفتہ رفتہ
چشمے بہ بہ کے ہوا کرتے ہین جمع دریا مین — موجین ہوتی ہین بغلگیر بہم دریا مین

پھول گلشن مین جو کھلتے ہین الگ شاخ پر — جھومتے ہین سحر کو وہ گلے مل مل کر
روز پروان جو یہ چڑھتا چلا جاتا ہے — سرو سورج کیطرف بڑھتا چلا جاتا ہے

کچھ ہوا ایسی چمن کی ہے دل بلبل مین — خوف صیاد نہین شوق لقاے گل مین
گرمی حسن سے گو اُس کی جلے جاتے ہین — پھر بھی پروانے سو سو شمع چلے آتے ہین

مختلف سمتون سے چلتی ہین ہوائین جتنی — شوق مین آکے وہ آپس مین ہین ملتی جاتی
ناز کرتے ہین بہت اپنی فلک بوسی پر — آسمان کرتا ہے اظہار نوازش جھک کر

گھاس کی پتیان ہین کاہ بانسے چھوٹی — لوہے کو کھینچتی ہے قوت مقناطیسی
برق گرتی ہے جو پانی مین تو رہ جاتی ہے — پھر پلٹ کر کبھی اسمین سے نہین آتی ہے

ہستیان یونہین ہوا کرتی ہین باہم پیدا — اپنے مطلوب سے ملجاتی ہے کل مخلوقات
ایک سے دوسرا ملتا رہے فطرت ہے یہی — کشش وجذب کی دنیا مین حقیقت ہے یہی

ہاے پھر آپکا یون مجھسے جدا ہوجانا
میری تقدیر کا ہے مجھسے خفا ہوجانا

ارشد تھانوی

مُسلمانوں کی علمی ترقیاں

(۱) بادیۃ العرب کے باشندے جو زمانۂ قدیم میں تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے دنیا کی متمدن اقوام میں شمار ہوتے تھے قرون وسطیٰ میں اپنی جہالت کی تاریکی چھا گئی تھی، ان کے دل و دماغ افکار و آلام سے آزاد تھے، حملہ آوری، غارت گری، شراب خواری، قمار بازی میں انکی عمریں بسر ہوتی تھیں، تمدنی کارناموں کے مشاغل لطیفہ سے انکو کسی قسم کا تعلق نہ تھا، انکی زندگی بالکل وحشیانہ تھی، مغربی ساحل یا سرزمین حجاز کے باشندے تجارت پیشہ تھے جسکی وجہ سے انکو رومیوں مصریوں حبشیوں، ہندیوں، چینیوں سے میل جول کا بارہا موقع ملتا تھا ہوا اسکے انکے ملک میں شام کے یہودیوں نے جنھیں بخت نصر نے ۵۸۶ ق م میں بروشلیم سے نکال دیا تھا آکر سکونت اختیار کر لی تھی اور دوسری صدی مسیحی میں بہت سے عیسائی قبائل بھی رومیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر یہاں آباد ہو گئے تھے، ان اقوام کے اثرات سے ظہور اسلام سے ایک صدی قبل انمیں ایک قسم کی تمدنی تحریک پیدا ہو گئی تھی، ان ایام میں انمیں بکثرت سحر البیان شاعر، فصیح اللسان خطیب اور ذہین الطبع کاہن ظاہر ہو گئے تھے، دیگر اقوام کے میل ملاقات، تبادلۂ خیالات نے انمیں اس قسم کی استعداد پیدا کر دی تھی جسکا اسلام خاطر ترقی کی جانب پایا جاتا تھا۔

(۲) شارع اسلام اور اُنکے جانشینوں (۱ھ تا ۱۳۲ھ / ۶۲۲ء تا ۷۵۰ء) نے ان تمام مقدمہ تمہیدی تحریکوں میں تہذیب و تمدن کی تازہ روح پھونکدی، یہ لوگ جب تمدنی اثرات سے متاثر ہوئے تو پہلے پہل اپنا قدم ملکی فتوحات میں رکھا، پہلے مرحلے میں فارس کی عظیم الشان سلطنت اور رومۃ الکبریٰ کے مشرقی اضلاع تسخیر کر لیے، اسکے بعد انکے فتوحات کا سیلاب عام ہو گیا، سو برس کے اندر اندر بحر اوقیانوس

سے آنروے آکسس کے پار تک اور بحر ہند سے بادر القاف تک تمام ممالک انکے حیطہ تصرف میں آگئے، اور یہ توسیع گویا انکا منتہاے کمال تھی۔

اسلاف اسلام جب ملکی فتوحات سے فارغ ہو گئے تو علوم وفنون کی طرف متوجہ ہوے ابتدا میں علوم دینی کو لیا اسکے بعد حکمت وفلسفہ کیطرف رجوع ہوے۔ اور مغرب ومشرق کی بے بہا قدیم تصنیفات کو جو یونان وروم کی اُجڑی ہوئی خانقاہوں اور ہندوستان وایران کے صنم خانوں اور آتشکدوں میں چھپی ہوئی تھیں لاکر عربی ترجمہ کیا اُنپر شرحیں لکھیں اخذ کیے۔

(۲) خلفاے بنو اُمیہ (۴۱ھ - ۱۳۲ھ / ۶۶۱ء - ۷۵۰ء) کے عہد میں اگرچہ بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن اسلامی علوم وفنون کا آغاز خلافت بنی اُمیہ کے خاتمے اور خلافت عباسیہ (۱۳۲ھ / ۷۵۰ء) کی ابتدا سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور (۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ / ۷۵۴ء - ۷۷۵ء) نے اپنے بیت الحکومت بغداد میں بہت سے علما وفضلا جمع کیے اور شامیوں کی امداد سے ایرانیوں اور یونانیوں کی بہت سی کتابیں ترجمہ کرائیں منجملہ اُنکے کلیلہ ودمنہ کا ترجمہ جو پہلوی سے عربی میں ہوا نہایت مشہور ہے۔

ہارون رشید (۱۷۰ھ - ۱۹۳ھ / ۷۸۶ء - ۸۰۹ء) علم دوست خلیفہ تھا اسنے انقرہ عموریہ اور دیگر بلاد روم سے بکثرت علمی کتابیں تلاش کراکے منگوائیں جنکے ترجمے کیلیے بغداد میں ایک محکمہ قائم کیا جسکا افسر حکیم یوحنا بن ماسویہ تھا، مامون الرشید (۱۹۸ھ - ۲۱۸ھ / ۸۱۳ء - ۸۳۴ء) نے اس محکمہ کو خوب وسعت دی اور ترجمہ کیلیے تین سو علما ملازم رکھے، یہ خلیفہ علوم وفنون کا فدائی تھا جہاں سنتا کہ فلاں جگہ کوئی عالم ہے کسی نہ کسی طور سے اپنے یہاں بُلواتا علما کو اطراف وجوانب میں کتابوں کی تلاش میں بھیجتا۔ اور جہاں کوئی کتاب ملجاتی اُسکو منگواتا اور ترجمہ کرا کے شایع کردیتا، تذکرۃ الحکم میں لکھا ہے کہ اس نے بہت سے تحفے وہدایا دیکر قیصر روم کے یہاں کئی آدمی بھیجے اور لکھا کہ کتب خانہ اثنیا کی فلسفی کتابیں بھیجدیجئے، قیصر نے بہت سی کتابیں روانہ کیں جنمیں اُرسطو کی

بھی تصنیفات تھیں مامون نے ان کتابوں کو ترجمہ کیلیے بیت الحکمت میں بھیجدیا۔

مامون کے بعد اُسکے جانشین بھی علمی سرپرستی میں سرگرم رہے، انھوں نے ہزاروں کتابخانے قائم کردیے، لاکھوں کتابیں تصنیف کرائیں اسپر بھی انکا علمی شوق کم نہ ہوا بلکہ روز بروز بڑھتا گیا ان کی طرف سے برابر اہل علم پھرا کرتے جونئی کتاب ملتی اُسکو لاتے اور ترجمہ کرادیتے تھے۔ اس عہد میں کتب فلسفہ منطق اخلاق کی کتابیں زیادہ تصنیف و ترجمہ ہوئی ہیں۔ عربی اقوام سے چونکہ زیادہ تر انکی مناسبت رہتی تھی اس لیے انھوں نے علوم و فنون کی تدوین میں بہت کم حصہ لیا ہے ان اقوام سے علم کی تدوین و اشاعت کا اہتمام متعلق رہا وہ زیادہ تر غیر عرب شامی اور عجمی قومیں تھیں۔

(۴) تقریباً سو برس تک یہی حالت رہی اسکے بعد خلافت کا زوال شروع ہوا، اور ملک بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہوگیا، جنمیں دو حکومتیں قابل ذکر ہیں، مصر کے خلفائے فاطمیہ (۲۹۷ھ تا ۵۶۷ھ) اور شام و الجزیرہ کے ہمدانی سلاطین (۳۳۳ھ تا ۴۹۴ھ) انکی سرپرستی میں بھی خوب علمی ترقی ہوئی اور بقول ڈاکٹر بوران کے علمی کارنامے خلفائے بغداد پر فوق لے گئے

دسویں صدی مسیحی کے اخر ایام میں ترکوں نے فروغ کیا اور تقریباً دو صدی گذرنے نہیں پایا تھا کہ مشرق میں اپنی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں۔ جب امن و امان قائم ہوگیا تو یہ بھی علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوگئے۔ انمیں سلجوق کی نسلیں خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں۔ انھوں نے بہت سے دارالعلم قائم کیے تھے جنمیں سب سے پہلا بغداد کا مدرسہ نظامیہ ہے، اسکو ملک شاہ سلجوقی کے وزیر خواجہ نظام الملک طوسی نے (۴۵۹ھ) میں قائم کیا تھا اس زمانہ میں علوم و فنون پر بہت سی کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں لیکن وہ سب ایک ہی طرز کی تھیں اور کوئی نئی کتاب ایسی نہ تھی جسمیں کوئی ایسی بات ہو جو اس سے پہلے کی کتابوں میں نہ پائی جاتی۔ لیکن اسمیں شک نہیں

کہ اس تصنیف و تالیف کی وجہ سے علم تباہی سے بچگیا۔

تیرھویں صدی میں خلوق یا تاتار سے بلاد اسلام میں ہر طرف ہلچل مچگئی اور ابتری و پریشانی کے آثار نمایاں ہوگئے جس کی وجہ سے علوم و فنون پر ظلمت کا پردہ پڑگیا جو اسکے بعد پھر کبھی نہ سرکا

(۵) خلافت بنی اُمیہ کی تباہی کے بعد مغرب میں ایک اسلامی حکومت کی بنا پڑی جو ۱۳۲ھ سے لیکر ۴۲۳ھ تک خلافت اندلس کے نام سے قائم رہی، اسکے فرمانروا جسطرح سیاست میں خلافت بغداد کے حریف تھے اُسیطرح علم و فن میں بھی اُنکے مدمقابل تھے۔ انکے زیر عاطفت اسلام کے بڑے بڑے نامور علما گزرے ہیں، خلفاے اندلس میں خلیفہ عبدالرحمن ثالث (۳۰۰ھ ۹۱۲ء تا ۳۵۰ھ ۹۶۱ء) کا نام خاص کر قابل ذکر ہے۔ اسنے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جسکی فہرست کتب ساٹھ جلدوں میں تھی، اس نے قرطبہ میں بہت سی عمارات بنوائی تھیں، قصر الحمرا، قصر السرور، مسجد قرطبہ، جسکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی اسکی بیوی زُہرہ نے جو حُسن و جمال میں یکتا تھی ایک محل نہایت شاندار تعمیر کیا تھا جو مدینۃ الزہرہ کے نام سے مشہور ہے جسکے نقش و نگار اور جنکی صنعتیں اب تک یورپ میں زبان زد خلائق ہیں اس سلطنت کی تباہی کے بعد ملک میں طوائف الملوکی قائم ہوگئی جس کے ساتھ ہی علمی باغ بھی مرجھا گیا جو کبھی ہرا نہ ہو سکا۔

(۶) قرون وسطیٰ کے عرب اگرچہ جاہل تھے، تاہم اُنکا دماغ علمی باتوں سے خالی نہ تھا۔ لوگ چونکہ بت پرست تھے اور انکو مدبر بالکائنات مانتے تھے اسلیے اُنکو فلکیات اور طبعیات کے متعلق بہت سی باتوں کا علم ہوگیا تھا، بتوں کی زیارت اور قربانی کے ایام سیاروں کی انوار و منازل پر مقرر کر رکھے تھے جسکی وجہ سے اُنکے طلوع و غروب کی نسبت کسی طرح کی واقفیت حاصل کرلی تھی، انکی عقلیں حوادث طبعی کے کُنہ تک نہیں پہنچیں تاہم اُنکے عوارضات کا علم انکو بخوبی تھا۔ انکو علم طب سے بھی واقفیت تھی۔ لیکن یہ علم اُنکو تجربے کے طور پر حاصل ہوا تھا

یہ ہی باتیں ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کا علمی سرمایہ تھیں، چنانچہ اس امر کا وثوق احادیث اور ابن سیرین (سنہ ۳۳ھ / ۶۵۳ء) کی کتاب تفسیر الاحلام کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔

(۷) عرب قدیم زمانہ سے یونانیوں کی حکمت اور ایرانیوں کی دانشمندیوں کے افسانے سنتے آئے تھے جب انھوں نے شام و ایران کو فتح کیا تو ان اقوام کے علوم سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اُنکے دانشمندانہ قواعد اور حکیمانہ اصول کی بنا پر اپنے نظام سلطنت کو برقرار رکھیں، اس میں عربی زبان علمی مضامین اور اہم اطلاعات سے بالکل معرا تھی، اور خود مسلمان بھی علوم کو نہیں جانتے تھے، اور نہ اُن زبانوں سے واقف تھے جنمیں علوم و فنون کا ذخیرہ تھا اس لیے وہ فارسیوں اور یونانیوں کی تصنیفات سے استفادہ حاصل کر سکے۔

۱۴۱ھ / ۷۶۱ء میں دمشق مسلمانوں کا پایۂ خلافت مقرر ہوا، یہ شہر شام میں واقع ہے، شام آٹھ سو برس سے زیادہ دولت روما کے ماتحت رہا ہے اسلیے یہاں کے باشندے اُن کی تہذیب تمدن سے خوب متاثر ہو گئے تھے اور اُنکی زبان اور علوم و فنون کو بھی انھوں نے حاصل کر لیا تھا یہاں مسلمانوں کو یونانی علوم حاصل کرنیکا بہت اچھا موقع ملا انھوں نے اپنے دربار میں راہبوں اور ربیوں کو جمع کیا اور یونانی حکمت کی ضروری کتابیں ترجمہ کرائیں ۱۳۶ھ / ۷۵۳ء میں مسلمانوں کا مستقر خلافت بغداد قرار پایا، یہ شہر شام و ایران کے مابین دونوں کی سرحد پر واقع ہے مسلمانوں کی قدردانی سے پہلے ہی شام کے راہب بڑی جمع ہو گئے تھے بغداد میں ایران کے مجوسی موبد بھی آگئے، بادی وہارون کے وزراء خاندان برمکی جعفر فارسی النسل تھے ورمانوکی ماں بھی فارسی تھی جسکی وجہ سے خلافت بغداد کو فارسیوں سے خاص تعلق ہو گیا اس بنا پر بغداد میں ایرانی علما بکثرت جمع ہو گئے، ان علما کا آنا تھا کہ فارسی علوم کا دروازہ بھی مسلمانوں کیلیے کھل گیا انھوں نے اُنسے بہت سی علمی کتابیں ترجمہ کرائیں

(۸) شامیوں کے مزاج سے جو خیر علمی فائدہ اٹھا اور حکمت یونان کا تھا نہیں بیشتر اب منطق طبعیات فلکیات اخلاق کے مضامین تھے ایرانیوں کے علمی سرمایہ میں انکے حکیمانہ رموز و کنایات تھے۔ فقط

محمد نعمت اللہ، حیدرآباد دکن

زمانہ اور ادیب

رسالۂ زمانہ جو کئی سال سے ملکی اور لٹریری خدمات کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے درحقیقت اپنے ملک کے قابل اور نامور حضرات کے تازہ بہ تازہ خیالات کا آئینہ ہے اور اپنی روز افزوں ترقیوں کے لحاظ سے کسی کی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں کہا جاسکتا۔ مگر جناب احمد علیصاحب۔ شوق نے از راہ قدردانی زمانہ کی تعریف میں رطب اللساں ہو کر الناظر کے اپریل نمبر میں زمانہ و ادیب کا موازنہ کیا ہے۔ اس موازنہ سے ممکن ہے کہ زمانہ کی خوبیوں کا عام طور پر اظہار ہو گیا ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ رسالہ ادیب کو برسر مقابلہ آجانے کا موقع مل گیا چنانچہ خود رسالۂ ادیب ہی کے صفحات میں اس موازنہ کا جو جواب شایع ہوا ہے اُس سے ہمارے اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مضمون نے ادیب کی ثنا و صفت کرتے ہوئے جناب شوق اور رسالہ زمانہ پر جا و بیجا حملے کر کے اپنی خوش مذاقی کی پوری داد دی ہے اور اپنے محبوب رسالہ کو متانت اور سنجیدگی کا قیمتی خلعت عطا کر کے ملک اور لٹریچر کی بڑی خدمت کی ہے۔

ہمارے خیال میں تو زمانہ اور ادیب کا موازنہ کرنا ہی فضول تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب شوق نے ادیب کی ظاہری آب و تاب سے اثر پذیر ہو کر خامہ فرسائی کی تکلیف گوارا کی ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ زمانہ کے مقابلہ میں ادیب کی وہی حیثیت ہے جو خورشید عالم تاب کے سامنے ذرۂ خاک کی ہوتی ہے کیونکہ بحیثیت مجموعی رسالہ زمانہ اسوقت کے بہترین پرچوں میں ہے اور اُسکی اس نمایاں کامیابی کا سہرا مسٹر دیانرائن نگم کی قابلیت اور جوان ہمتی کے سر ہے۔ اول تو نام ہی کو دیکھیے۔ زمانہ ایسا مناسب اور موزوں نام ہے جس میں جدت طرازی کے ساتھ دلکشی کی خاص صفت بھی موجود ہے حالانکہ

ادیب کے مہمین کو رسالہ کے لیے نام بھی میسر نہ آیا اور قسمت کی بداخلاقی نے اسکی تباہی بگاڑ دی - ہمیں شاید اس موقع پہ یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسی نام کا ایک رسالہ حیدر آباد دکن سے اُس زمانہ سے شایع ہو رہا ہے جب کہ انڈین پریس نے شاید ادیب کی وضع قطع کا کوئی پرچہ نکالنے کا خیال بھی نہ کیا ہوگا - خیر اس کو جانے دیجیے اور ذرا سرورق کو ملاحظہ فرمایئے - زمانہ کے سرورق پر "زمانہ ہاتو نسازو تو بازمانہ بساز" کا قیمتی موٹو کس قدر لطیف و معنی خیز ہے اور لفظ زمانہ کی خوشنما تحریر سے پرچہ کی دلفریبی دوبالا ہوگئی ہے - برخلاف اس کے ادیب الہ آبادی کا سرورق اس کی قلت زر و شان کو ظاہر کرتا ہے اور اگرچہ جناب نظر کے اسم گرامی کی قربت نے لفظ ادیب کو مدار ستارہ کی طرح روشن کر دیا ہے لیکن اصحاب ذوق سلیم کی نگاہوں میں اسکی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی -

ان ظاہری حالات سے قطع نظر کیجیے تو زمانہ کے مضامین کی بلندی و تازگی سے ادیب کو گوے سبقت لیجانا دشوار ہی نہیں بلکہ محال نظر آتا ہے - زمانہ میں ابتدا سے آجتک ملک کے معزز اور قابل حضرات نے مختلف مفید اور دلچسپ مباحث پر پُر زور اور مبسوط مضامین لکھے ہیں مگر ادیب میں کوئی ایک مضمون بھی اس وقت تک ایسا نہیں نکلا جو زمانہ کے معمولی مضامین سے بھی ممتاز ہوتا - پریم چند کے مصنفہ قصے اور لالہ لاجپت رائے وغیرہ کے آزادانہ خیالات تو ادیب کو نصیب ہی نہیں ہو سکتے مگر مولوی عزیز مرزا صاحب اور مسٹر سید علی بلگرامی مرحوم کے عالمانہ مضامین سے بھی ادیب کے کام و دہان ہنوز سیراب نہیں ہوئے - کتاب تمدن ہند کے ایک باب کا ترجمہ تو گویا اُس کتاب کا اشتہار تھا اس وجہ سے اُسکو ہم زمرۂ مضامین سے خارج سمجھتے ہیں -

زبان کے لحاظ سے چاہیے تھا کہ ادیب کو زمانہ پر پورا تفوق حاصل ہوتا کیونکہ لالہ نوبت رائے صاحب کی طرح مسٹر نگم کو لکھنوی ہونے کا فخر نہیں حاصل ہے مگر ایڈیٹر زمانہ کی علمی قابلیت اور سچی لٹریری جانفشانی لالہ صاحب کی زباندانی پر بھی سبقت

لے گئی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ پراگ کے جاتریوں کی صحبت نے ایڈیٹر صاحب ادیب کو ہندی زبان اور دیوناگری حروف کا کچھ ایسا دلدادہ بنا دیا کہ ادیب کے خاتمہ میں کھے ہوئے صفحات کی دیدہ زیبی کو نگری کے ٹائپ سے بدنما کر کے انھوں نے عبارت کی شستگی اور فصاحت کا بھی گلا گھونٹ دیا۔

اب رہا آخری جزو مشترک یعنی تصاویر جو ظاہر بین اصحاب کی نظر میں ادیب کو قیمتی و ممتاز بنائے ہوئے ہیں۔ سو اُنکی کیفیت یہ ہے کہ زمانہ میں جیسی بامو قع اور نایاب تصویریں شایع ہوئی ہیں اُن کا جواب ادیب کے ایک نمبر میں بھی نہیں ملتا۔ چونکہ ادیب کو اپنی اس خصوصیت پر سب سے زیادہ ناز ہے اسلیے ہم کسی قدر تشریح سے کام لیں گے۔ ادیب کو اس بات کا فخر ہے کہ ہندوستان کے مشہور جادو نگار مصور راجہ راوی ورما کے کارخانہ کی عموماً سستی اور معمولی درجہ کی تصاویر کی اشاعت میں وہ پیشقدمی کرتا ہے مثلاً حسن مالا بار اور حسن پارسی کی تصویریں۔ مگر مسٹر نگم کی نظر انتخاب ہمیشہ اسی مصور کی قیمتی اور گرانقدر تصاویر پر پڑتی ہے جس کی مثال میں۔ دستی۔ برکھارت اور نزول گنگا وغیرہ کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں۔ موہنی۔ خیال یار۔ اور شکنتلا وغیرہ کی تصویریں جو ادیب نے چھاپی ہیں رسالہ زمانہ میں اس سے قبل شایع ہو چکی ہیں۔ نمایش آرٹ آباد کے عہد زمانہ اور ادیب دونوں نے تصاویر شایع کیں۔ ادیب نے نمائش نمبر شایع کر کے جو سناٹا کھینچا تو خدا خدا نمائش کے کہیں مارچ نمبر میں اُسے ہوش آیا حالانکہ زمانہ ستوار نمایش کی یاد دلانے میں زیادہ کامیاب رہا۔ زمانہ کے جنوری نمبر میں۔ نپولین۔ عروس نو۔ لیلیٰ مجنوں اور شاہکار اکبر اعظم کی تصویریں ایسی نادر و نایاب ہیں کہ اُنکی نظیر ادیب تو کیا کسی اور تصویری رسالہ میں بھی نہیں ملتی۔ فروری کے ادیب میں موسم بہار کی تصویر چھپی ہے جو بظاہر کسی ایکٹریس کی تصویر معلوم ہوتی ہے مگر اس طرح کی اشتہاری تصویروں کا بہتر حصہ صرف عطاروں کی دکان ہی پر ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے اسی ماہ کے زمانہ میں موسم سرما کی

دلکش اور رنگین تصویر ہے جس کی رونق کو بامو قع نظم نے اور بھی دوبالا کر دیا ہے بھلا ادیب میں ایسی تصویر مع نظم کے کب شایع ہوئی تھی۔ زمانہ کے اسی نمبر میں بسنت رت کی تصویر موسمی بشاشت و تازگی کا ایک دلچسپ نمونہ ہے اور شاید ہی تصویر کو دیکھکر جناب شوق نے ایک حسین لڑکی، کے عنوان سے وہ نہایت باقاعدہ اور لاجواب نظم لکھی جو زمانہ بابت ماہ مارچ میں شایع ہوئی ہے۔ ملک کی تمدنی حالات کے خاکے اور پروفیسر آزاد کا ماتم ایسی بامو قع تصویریں زمانہ کے گذشتہ پرچوں میں بارہا شایع ہوئی ہیں مگر یہ ترکیب رسالہ ادیب کے صاحب نظر ایڈیٹر کو آجتک نہیں سوجھی۔ دمدار ستارے کی تصویریں زمانہ میں ادیب سے پہلے شایع ہوئیں اور زیادہ صاف اور واضح بھی تھیں۔ رسالہ ادیب کے مارچ نمبر میں شکنتلا کی تصویر نکلی ہے اس کے ساتھ کوئی نظم نہیں صرف ایڈیٹر صاحب نے کالی داس کا وہ فقرہ لکھدیا ہے جو فارسی کے مندرجہ ذیل شعر سے ملتا جلتا ہے:۔

بکوشش رفتم و در پائے دل خارے شکست آنجا
بحمداللہ کہ تقریبی شد از بہر نشست آنجا

اسمیں شکنتلا ایک راجہ کو دیکھ کر نوکدم بھاگی جاتی ہے۔ اس کی تصویر ایسی کاوک بنائی ہے کہ دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور راجہ کی وجاہت بھی تصویر میں دیکھنے کے قابل ہے لیکن زمانہ کے کسی گذشتہ نمبر میں شکنتلا اور مینکا کی رنگین تصویریں بن اصحاب کی نظروں سے گذری ہونگی ایڈیٹر زمانہ کے حسن انتخاب اور مصور کی پرداز قلم کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شکنتلا کو اسکی ماں آسمان پر اڑائے لیے جاتی ہے اور تصویر سے ماں بیٹی کے جذبات اور اس موقع کے حالات من وعن ٹپک رہے ہیں۔ ادیب کے کسی نمبر میں رام بن باسی کی تصویریں چھپی تھیں جس کے ساتھ ایک نظم بھی تھی مگر اس تمام مرقعہ میں رام لچھمن اور سیتا کی شان شاہزادگی یا کوئی حیثیت

امتیازی نہیں پائی جاتی - بہت سے جوگی جنگلوں میں اسی طرح بسر کرتے ہیں عموماً کشادہ اسی طرحکی زندگی کے عادی ہوتے ہیں - اکثر سپاہی سیر وشکار کے لیے اسی طرح جنگل میں منگل مناتے ہیں - اس تصویر میں رام اور لچھمن کے رہنے کا مکان ایسا ہے جس کی ساخت انگریزی وضع کے بنگلہ نما چھپروں یا کسی دیہاتی گرجا کی سی معلوم ہوتی ہے مگر زمانہ بابت مارچ میں سری کرشن جی کی تصویر اس خوبی سے دکھائی ہے کہ لب جنبش وہ اپنی خاص ادا سے نوازی سے تمام جہان کو عالم نور بنائے ہوئے ہیں - ہر جگہ قدرت خداوندی کا ظہور مایہ نشاط وسرور روحانی پایا جاتا ہے -

رسالہ ادیب نے مارچ نمبر میں "بیگمات دہلی کی سیر دریا" کی رنگین تصویر اور اسکے ساتھ ایک نظم شایع کی ہے اور دونوں قابل تعریف ہیں مگر جون ۱۹۲۶ء میں "لطف موسیقی" اور "فسون موسیقی" کے نام سے جو نظم و تصویر شایع ہوئی تھی اس کے کئی مہینے بعد ان کا شایع ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ تازہ تصویر سرقہ تخیل کا نتیجہ ہے -

یہ بحث ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی - ناظرین اس سے ہمارا مفہوم بخوبی سمجھ گئے ہونگے - اور اگر ادیب کے ہوا خواہوں میں کوئی صاحب اس قدر باہمت اور خوش عقیدہ بھی ہوں کہ مضامین کے لحاظ سے ادیب اور زمانہ کو بالمقابل دیکھنا چاہیں تو ہمیں اس بارہ میں اپنے خیالات ظاہر کرنے میں عذر نہوگا فقط

"حق پسند"

بناخن تازہ می سازد جنون در سینہ داغ ما
چراغ لالہ عشق است روشن از چراغ ما

چساں بلبل نماید نغمہ سنجی ہا بباغ ما
کہ شور خندۂ گل بر نتابد دماغ ما

بیاد آن کمرزاں ساں مگر گم گشتہ ام شوخی
کہ عنقائے تصور ہم نمی یابد سراغ ما

منشی عاما علی شوخی

قاسم - اور - زہرہ

[قیمت قسم اول گندہ و نفیس کاغذ پر فی کاپی ۱۲/
قیمت قسم دوم معمولی کاغذ پر فی کاپی ۸/

الناظر پریس - فلاور ملز - لکھنؤ سے مل سکتی ہے

ایک نظم کتاب کا نام ہے، جس کے مصنف ملک کے مسلم الثبوت استاذ مشہور سحر البیاں، اور قادر الکلام شاعر، منشی احمد علی صاحب، شوق، قدوائی ہیں، حضرت مصنف کی شان سخن سنجی سے اہل ملک کو زیادہ واقف کرنے کی ضرورت مجھے نہیں معلوم ہوتی، اس لیے کہ ترانۂ شوق، جمیل، لیل و نہار، حسن، نیز کثرت کے ساتھ اُن کی نیچرل نظمیں ہندوستان میں شائع ہو چکی ہیں، "حسن"، کے فلسفیانہ خیالات میں جو رنگ اُنھوں نے بھرا ہے، وہ اُنھیں کے کمال سخن سنجی کا حصہ ہے، اسی "حسن"، پر بلند نام انشا پرداز حضرت جوالا پرشاد برق مرحوم کا فلسفیانہ دیباچہ ہے

حال ہی میں، "عالم خیال"، کے عنوان سے جو اعلیٰ درجہ کی نیچرل نظمیں شائع ہوئی تھیں اونکی خوبیوں - لطافتوں اور دلچسپیوں سے مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ اور مسٹر محمد سلیمان بیرسٹر ایٹ لا کے پر لطف ریویو ناظرین الناظر کو لذت آشنا کر چکے ہیں۔

میں نے یہ مختصر سی تمہید صرف اس لیے لکھ دی کہ ایسے یکتائے سخن یعنی حضرت شوق، قدوائی نے خود اپنی تمام تصنیفات میں سب سے بہتر "قاسم - اور - زہرہ"، ہی کو تحریر فرمایا ہے، یہ تحریر جنوری ۱۹۱۰ء کے رسالہ "زمانہ"، میں لائق اڈیٹر منشی دیا نرائن صاحب نگم کے علمی سوالات کے جواب میں چھپی ہے،

جس تصنیف کو ایسا سحر البیان اور کامل فن سخنور اپنی سب تصنیفات میں بہتر سمجھے، اور کہے، وہ کس مرتبے کی ہوگی، اس کا فیصلہ ارباب سخن خود فرمالیں،

قاسم - اور - زہرہ"، الناظر پریس میں زیر طبع ہے، اور وسط ماہ جولائی میں طیار ہو کر قدردان سیکا کے مطالعہ میں آسکے گی۔

اس انتخاب کتاب کی مختصر سی سرگذشت بیان کئے دیتا ہوں۔ "قاسم" ہیرو کا نام ہے اور "زہرہ" ہیروئن کا۔ اس میں سوا تیرہ سو اشعار سے کچھ زیادہ ہیں، مگر اول سے آخر تک اضافت کہیں نہیں ہے۔ قدیم مذاق شاعری کے متعارفات سے پاک ہے۔ بلاغت اور سین دیکھے جائیں تو ڈرامہ لکھنے میں تامل نہ ہو۔ متعلقین قصہ اپنی اپنی بول چال میں اپنے اپنے حالات اور خیالات کو خود ظاہر کر رہے ہیں۔ جذبات میں قوت متناطیسی، نازک خیالیاں اعلیٰ درجے کی، جدت کی خوبیاں اور دلفریبیاں بے حد۔ شوخیاں اپنے اپنے موقع پر لطیف اداؤں سے دل کو اپنی طرف کھینچے لیتی ہیں، جانبین سے محبت کا جوش ہے مگر پاک دامنی کے ساتھ، فطرت کے نقشے صحیح اردو میں سہل ممتنع ترکیبوں سے ایسے کھنچے ہوئے ہیں کہ اصل صورت خیال کی نگاہوں کے سامنے کھڑی ہو جاوے، دونوں (یعنی ہیرو، اور ہیروئن) کا خاتمہ حسرت کے ساتھ ہے، اس حسرت کا نقطہ دل پر کیا اثر ڈالتا ہے، اس کا ادا کرنا قلم سے متکل ہے، وہ اثر جانے اور دل جانے۔

میں چند اشعار اس کتاب کے لکھے دیتا ہوں، اگرچہ موتیوں کی مالا جس کے موتی ترتیب کے ساتھ مسلسل ہیں، اس کے چند موتیوں کو الگ کر کے ترتیب دکھانا، پوری خوبیوں کو ظاہر نہیں کر سکتا، لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ اندازہ کتاب کی نفاست کامل ہی جاوے گا۔

کتاب کا آغاز

قاسم کھڑکی میں ایک حسین صورت دیکھکر کہتا ہے

وہ، ہاں ہاں، وہ اڑتے ہوئے بال وہ وہ پھولے ہوئے پھول سے گال، وہ

وہ جھانکی، وہ مُنہ پھیر کر چھپ رہی — وہ پھر آئی، وہ پھر اُدھر چھپ رہی
وہ پھر آڑ سے آ گئی سامنے — چلو میرے ہاتھو، جگر تھامنے
وہ چتون کوئی چیز اُڑا لے گئی — خُدا جانے پہلو سے کیا لے گئی
وہ دیکھو، جوانی ستم ڈھاتی ہے — مجھے، مجھ سے چھینے لیے جاتی ہے
وہ ہیرے سے چمکے، ہنسی آ گئی — وہ پھر ہٹ گئی، یا چھپی، یا گئی
وہ کیا آئی پھر بال کھولے ہوئے — پھنساتی ہے دل جال کھولے ہوئے
وہ باتوں میں اُبھرے ہوئے گال ہیں — کہ صیّاد کے جال میں لال ہیں
وہ آواز، نکلی مگر رہ گئی — خدا جانے، چپکے سے کیا کہ گئی
الخ

قاری (زہرہ کے باپ) قلعے میں پھرتے ہوئے قاسم پر حملہ کرنے کو باہر گئے تو زہرا گھبرا کے اپنے خیال سے باتیں کرتی ہے،

بلاؤں کے جھُرمٹ میں تنہا کی جان — وہ دب جائیگا جیسے دانتوں میں پان
نہ اُس میں سلیماں، نہ آصف کا ڈھنگ — نہ بلقیس کا تخت میرا پلنگ
نہ ہاروت ہے وہ، نہ بابل یہ دیس — کہ بدلے گی زہرہ ستارے کا بھیس
بُروں کے بکھیڑے بُرے، چھل بُرے — بھولوں کے کانٹے بُرے پھل بُرے
جو دو ہڈیوں پر ترس کھائے گی — تو کچھ موت بھوکوں نہ مر جائیگی
اسی پر قضا کی ٹپکتی ہے رال — کہ کچھ ہڈیاں، کچھ رگیں، کچھ ہے کھال
قضا کیا، یہ میری ادا کا ہے کام — ادا مارتی ہے، قضا کا ہے نام
الخ

زہرہ، کوٹھے کی کھڑکی میں کھڑی ہوئی قاسم سے باتیں کر رہی تھی، اُسے کچھ کھٹکا

ہوا، تو کہتی ہے۔

نہیں راہ ملتی ہے، نکلوں جدھر — میں چڑیا ہوں اور پنجرہ میرا گھر
گر کھٹکے سے گھبرا کے، ہیں وہ کیا کسی آہٹ ارے! — وہ زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ، رے
وہی میری بیرن بُوا ہو تو ہو — اُسی کو جو کھٹکا ہوا ہو، تو ہو
نبین نہ ہو، وہ تو باہر گئی — ہوا ہے ہَوا، توبہ، کیا ڈر گئی

(قاسم کی طرف مخاطب ہو کے)

تو ہاں، تو مجھے کس طرح پا سکے — ہوا ہو سکے تو یہاں آ سکے

قاسم، کہتا ہے۔

قیامت سے ڈر تو کہ حسرت کیسا تھ — پڑے تیرے دامن پہ قاسم کا ہاتھ

زہرہ، شوخی کے ساتھ جواب دیتی ہے۔

تو کیا قاسم ایسا ہی دشمن ہے تو — کہ تا کے ہوے میرا دامن ہے تو
اگر ایک دامن کے ماتھے گئی — تو چادریں اور اوڑھ لوں گی نئی
چلو، ہو گئے کان، کل کے لیے — نہ چھوڑوں گی اب تجھکو بے جُل دیے
نہ بولوں گی مُنھ سے، نہ کھولوں گی گال — چُراؤں گی آنکھیں، چھپاؤں گی بال
نہاں تجھ سے کرتی ہوئی راز کو — بدلتی ہوئی اپنے انداز کو
جھجکتی ہوئی، اور کٹتی ہوئی — سمٹتی ہوئی، دور ہٹتی ہوئی
زمیں پر دباتی ہوئی اپنے پاؤں — نظر سے بچاتی ہوئی اپنی چھانوں
اِدھر سے اُدھر، یوں سے دوں جا کے میں — نکل جاؤں گی تجھ سے کترا کے میں
قیامت میں ہوگی بہت بھیڑ بھاڑ — ذرا سی تو ہوں، کون مشکل ہے آڑ

قاسم، زہرہ کے چہرے سے آنچل ہٹانے کے لیے دھوکا دیتا ہے

وہ کون آیا! واللہ، کوئی نہیں — وہ گھونگھٹ ہٹا، وہ دہن، وہ جبیں
چمکتے ہیں دیدے، لٹکتے ہیں بال — کتابی ہے چہرہ، گلابی ہیں گال
شگفتہ جبیں، رنگ ہلکا سا ہے — یہ رُخ کیا ہے پھول اک کنول کا سا ہے
وہ آنچل کا جن سر سے ٹل ہی گیا — عمل مرے چکے کا چل ہی گیا

زہرہ، شوخی کے ساتھ جواب دیتی ہے،

اُڑا میرا پردہ، کھلا تیرا جل — چھوڑا لے چھوڑا لے مرے منھ کے لعل
مرے گال نازک ہیں، رحم ان پہ کر — کہ کانٹا سی چبھتی ہے تیری نظر
نہ چمکے جو بجلی، تو چمکیں نہ گال — ٹٹولا کرے مجھ کو تیرا خیال
مگر رشک سے داغ کھانے لگی — تڑپنے لگی، تلملانے لگی
شرارت سے چمکی، جلن سے جلی — مری تاک میں لیکے مشعل چلی
پلک مارنے میں طرف، اُس طرف — پھری ہر طرف، میں چھپوں کس طرف
چمک سے، چمک نے، کیا خوب میل — ہے بجلی کے دامن پہ بجلی کی بیل
میں کہتی ہوں، اتنی نہ کر دیکھ بھال — میں کہتی ہوں، آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈال
نہ کھا، دیکھ ان کا فر آنکھوں کی مار — کہ ہیں ان کی پلکیں بہت خاردار
جو گھونگھر ہیں بالوں میں، پھر تجھ کو کیا — جو سُرخی ہے گالوں میں، پھر تجھ کو کیا
گلابی ہیں دیدے، گلابی سہی — شرابی ہیں، اچھا، شرابی سہی
گرہ میرے جوڑے کی سوجھی نہیں — ابھی یہ پہیلی تو بوجھی نہیں
مرے دانت، کیا صاف، کیا گول ہیں — یہ جتنے ہیں موتی، سب انمول ہیں
خدا جس کا مُنھ موتیوں سے بھرے — اُسے ناز زیبا ہے، جتنا کرے

(زہرہ، قاسم سے ملنے کا وعدہ کر آئی تھی، مگر مصنوعی بیماری کے بستر پر لیٹی ہوئی گئی، وہ اپنے خیال سے باتیں کرتی ہے۔

تو پھر، ہاں وہ گیا، اُس سے وعدہ، مگر — بلائیں اِدھر ہیں، بلائیں اُدھر
بُوا، ماں، بھوپھی، سب تو ہیں پاس پاس — میں دیدہ، یہ پلکیں میرے آس پاس
پھر آخر کروں کیا، تو کیا ڈر ہی جاؤں — تو کب تک ڈروں اب جگر کر ہی جاؤں
لڑوں کیوں نہ سب سے کھڑی کیوں نہ ہوں — پڑی کیوں ہوں میں کھڑی کیوں نہیں
کہاں آپ میں ہوں، کہیں کھو گئی — خدا کی قسم، میں سڑن ہو گئی
ترے دل کو بہلاؤں خاک اے جنوں — بچھونے یہ تنکے نہیں، کیا چنوں
مٹا دوں میں پلکوں سے تنکوں کا کال — کہ تنکے سمجھ کر چنوں ان کے بال
جو آنکھوں کے ڈھیلوں سے لیں آج کام — تو رکھ لیں یہ آنسو لڑکپن کا نام
ببولوں کے کانٹے میں پاؤں کہاں — کوئی لا کے جنگل کو رکھ دے یہاں
میں خود ہی تو ہوں دنگلوں سے بھول — مری انگلیاں پھل ہیں، منہ زرد پھول
خدا جانے اب خاک ہے کس جگہ — نہ کھیت اس جگہ ہے، نہ ریت اس جگہ
میں الفت کو سمجھی کہ ہے بد بلا — جو صدقے میں جی دوں، تو ہو رد بلا
کچھ آفت تو مرنے میں ہوتی نہیں — میں کیا رات کو پڑ کے سوتی نہیں

الخ یہ بہت بڑی داستان ہے
اور بہت درد انگیز

قاسم، زہرہ کے مرنے کا غل سُنکے اپنے خیال سے کہتا ہے۔

تو گیا مر گئی، خل تو ہے مر گئی — مری مجھ سے پہلے، سِتم کر گئی
ہوا سے بھرا کیا جہاں اس قدر — کہ ایک اُس کے دم کا نہ تھا اب گذر

تو کیا وہ جہاں ہے، میں جاؤں وہیں — مگر دیکھیے اب ملے، یا نہیں
وہاں مجھ کو دھوکا جو ہو جائے، تو — وہ حوروں میں مل کر جو کھو جائے، تو
اجل کے فرشتہ کو یہ کیا ہوا — وہ محرم نہیں تھا، اُسے کیوں چھوا

الخ، یہ بہت بڑی داستاں ہے

اور بہت دردانگیز

میں نے اِدھر اُدھر کے کچھ اشعار لکھ دیئے، تاکہ ارباب فہم کو اندازہ ہو جائے پوری کتاب جواہر خانہ ہے، اور سب جواہر انمول ہیں، کہاں تک کوئی پرکھا سکے،

جو صاحب خرید فرمانا چاہتے ہوں، وہ درخواست ارسال فرمائیں، تاکہ تیار ہوتے ہی کتاب اُن کی خدمت میں ویلو پے ایبل روانہ کردی جائے، یقین ہے کہ جتنی چھپ رہی ہے، سب ہاتھوں ہاتھ چلی جائے گی، دیر کرنے سے پھر طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

ایڈیٹر

زمانِ شیب میں جوشِ شباب کیا ہوگا — چراغِ صبح بھلا آفتاب کیا ہوگا
نہ آئیگا اگر اے جناب کیا ہوگا — رہیگا دل کو رہے اضطراب کیا ہوگا
جہاں میں رندِ بلانوش ہیں ہم اے ساقی — عطا ہو خُم کوئی جامِ شراب کیا ہوگا
سوال وصل پہ اے جان کچھ تو منہ سے کہو — سُنیں تو ہم سخنِ لاجواب کیا ہوگا
حضور دینگے کہ بوسہ دینگے دل کی عوض — ہمارے آپکے آخر حساب کیا ہوگا
فراقِ یار میں گھبرا کے دل یہ کہتا ہے — اِدھر ہے درد اُدھر اضطراب کیا ہوگا

گناہگار ہیں لیکن خبر نہیں ہے نجیب
مآلِ کار بروزِ حساب کیا ہوگا

قطعہ

کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ؟

آریے ہون، یا کہ عیسائی، بھون کا ہی خیال
طاقتِ شمشیر سے اسلام پھیلایا گیا

ہی مسلمانون کا یہ دعویٰ، نہین، ہرگز نہین،
اپنی مرضی سے ہر اک اس دین مین داخل ہوا

ہم بھی ہین آخر مسلمان، ہی ہمارا بھی خیال
زور سے تلوار کے اسلام کا ڈنکا بجا

اپنے سر پر تیغِ بُرّان سب نے جب دیکھی علم
خوف کے مارے قبول اسلام آخر کر لیا

ایسا بھاری دین آبائی نہ تھا اُس قوم پر
خنجرِ اسلام نے جبراً اُسے چھڑوا دیا

بندھ گئی تھی دھاک ایسی بانی اسلام کی
جسکی جانب اُٹھگئین نظرین سر اوسکا جھک گیا

بان، مگر وہ تیغ تیغ آہنی ہرگز نہ تھی
خنجرِ اسلام ہرگز خنجرِ آہن نہ تھا

راستی کی تیغ تھی جو تھی مسلمانون کے پاس
خنجرِ آہن نہ تھا وہ خنجرِ اخلاق تھا

الراقم

ایک خنجرِ اسلام کا شہید

بقلم تمنا عمادی پھلواروی

عظیم آبادی غفرلہ

ہماری معاشرت

میں

کس قدر اصلاح کی ضرورت ہے

اگر وہ ہاں پیک ہمارے عزیز بھائی مرحوم منشی امداد علی بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل دربار بنکی، کا علمی قابلیت اور ادبی مذاق سے ناواقف نہیں جن اصحاب نے "شباب لکھنؤ" کا مطالعہ کیا ہوگا وہ انکی انشا پردازی کی داد دیں گے اور جن ارباب علم نے "تاریخ تمدن" پڑھی ہوگی وہ انکی دماغی قابلیت کا اعتراف کریں گے۔ مرحوم گو ہمارے درمیان سے اُن کے اعزا۔ احباب اور ارباب کو جو صدمۂ عظیم پہونچا اُس کے اظہار کا یہ موقع نہیں لیکن ہمارے اردو کو جو ناقابل تلافی نقصان پر دشت کر نا پڑا اُسپر بیشک حسرت جاتا رہیگا۔ جو اصحاب اُن سے واقف تھے وہ ہمارے اس خیال کی تائید کرینگے کہ اگر مرحوم کو سفر آخرت کی اسقدر جلدی نہ ہوتی تو اردو علم ادب کے خزانہ میں بعض نہایت گراں بہا جواہر انکے ہاتھوں داخل ہوتے اور ہمارے لٹریچر کی سطح اُنکی بدولت بلند سے بلند تر ہو جاتی۔ الناظرین جو مضامین اُن سے پائی اُنکی قدر و قیمت کا اندازہ کچھ وہی خوب کر سکتے ہیں جو انکی براہ آشنائی و محبت سے لذت یاب ہوئے ہوں۔

ہمارے مکتب میں "انجمن اخوان الصفا" کے نام سے ایک ادبی مجلس قائم ہے جسکا [illegible] دستور تھا کہ سال میں ایکبار کسی بڑی تعطیل کے زمانہ میں جب کہ شہر کے اعیان و بزرگان وطن کا جمع ہونا ممکن تھا انجمن کا ایک جلسہ کسی جائے پر منعقد ہوا کرتا تھا اس میں تمام اہل برادری اور شرفائے وطن مدعو کیے جاتے تھے۔ اس جلسہ میں جہاں طبع کے سامان راحت اور قسم قسم کے اسباب تفریح مہیا کیے جاتے تھے وہاں اپنے وطن کی علمی اور دماغی دلچسپیوں کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اکثر صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک مجلس مناظرہ منعقد کیجاتی تھی جس میں مختلف سبق آموز اور مفید مطلب مضامین

سنائے جاتے تھے اور کسی خاص عنوان پر ہونہار نوجوانان وطن باہم طبع آزمائی بھی کرتے تھے اکثر بزرگ بھی ان مباحثہ میں شریک ہو کر ہمت افزائی کیا کرتے تھے۔

مندرجہ عنوان مضمون منشی احمد علی مرحوم نے ایسے ہی ایک جلسہ میں پڑھ کر سنایا تھا۔ چند روز ہوئے اُس کا مسودہ اتفاق سے ہمارے ہاتھ آگیا مضمون اگرچہ محض اس غرض سے لکھا گیا تھا کہ خاص اہل برادری کی توجہ اصلاح معاشرت کے اہم مسئلہ کی طرف منعطف کرائی جاوے اور اسی وجہ سے کسی قدر مقامی رنگ کی جھلک بھی اُس میں نظر آتی ہے تاہم چونکہ حالات اور ضروریات کے لحاظ سے ہم اور ہمارے دوسرے ابنائے قوم علی الخصوص شرفائے قصبات اودھ قریب قریب ایک ہی درجہ پر ہیں اس لیے ہم الناظرکو ان مفید کار اور بیش قدر مطالب کی اشاعت کا ذریعہ بنا کر پبلک کو مرحوم کی اصلاح نیک سے فائدہ اُٹھانے اور اُن کے ادبی دستر خوان کی لذتوں سے کام آشنا ہونے کا موقع دیتے ہیں۔

مندرجہ ذیل مضمون کے علاوہ دوسرے مضامین جو مرحوم نے وقتاً فوقتاً انجمن اخوان الصفا کے مختلف جلسوں میں پڑھے غالباً ہم کو مل جائیں گے اور ہم اُن کو حسب موقع درج رسالہ کرسکیں گے۔

ایڈیٹر

اس مسئلہ کے طے کرنے کے واسطے پہلے ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ معاشرت سے کیا مراد ہے یعنی اُسکے اجزا ترکیبی کیا ہیں۔

واضح ہو کہ اس لفظ کا اطلاق اُن تمام معاملات و تعلقات پر کیا جاتا ہے جو کسی مقام کے باشندوں کے فی مابین ہوتے ہیں۔ اُس کا بڑا حصہ وہ ہے جسے ہم اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرا حصہ وہ ہے جو خاص خاص موقعوں پر رسم و رواج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور جسمیں تمام وہ افعال و حرکات شامل ہوتے ہیں جو مخصوص اوقات میں اظہار رنج و مسرت اور انسانی زندگی کے متنوع واقعات میں اہمیت اور سنجیدگی پیدا کرنے کیواسطے

ہمسے سرزد ہوتی ہیں۔

اب جو ہم اپنے اخلاق کو دیکھتے ہیں تو وہ کسی ایسے معیار پر جو ازروے عقل و حکمت قایم کیا جاے پورے نہیں اُترتے اور ہم لوگوں کی زندگی اتنا سے زیادہ مطلق العنان اور غیر ذمہ دار نظر آتی ہے۔ ایک عالم بیخبری ہے جس میں بڑے اور جوان سب مست ہیں ہر شخص صرف اپنے طبیعی رجحانات پر کام کرنا مستحسن سمجھتا ہے۔ نہ ہم میں سے کسی کے پیش نظر کوئی معیار معلوم ہوتا ہے۔ نہ کوئی بند و بہبد کسی معیار پر کامل العیار اُترنے کی نظر آتی ہے۔ گویا کہ ہم لوگ بمصداق مثل حرب ہما ابہم فرحان" محض اپنے دل کی لہروں پر چل رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے اسلاف کی پامال کی ہوئی ایک لگ ڈنڈی بندھ گئی ہے اُسپر تاوا نہ محض بے اختیاری سے ہم بھیڑ بنے چلے جا رہے ہیں۔ نہ کوئی منزل ہے نہ کبھی کسی منزل مقصود کا تصور ہی دل میں آتا ہے۔ بداخلاقیاں اسقدر عام ہوگئی ہیں کہ اب اُنکا احساس و ادراک بھی نہیں ہوتا۔ روح کی پاکی اور صفائی جو اخلاق حسنہ کا ماحصل ہے وہ مستثنیات میں بھی خال خال نظر آتی ہے۔ وہ گروہ جو مسند رشد و ارشاد کا زیب و زینت ہے اور جس کا صرف ایک ہی کام ہدایت ہے اخلاقی حیثیت سے اسدرجہ پستی میں ہے کہ جس کے تصور سے دل بیٹھا جاتا ہے۔

پس اے برادران وطن۔ تمھاری سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ تم اپنے اخلاق کے درست کرنے پر کمر ہمت مضبوط باندھلو۔ یہ سن اتفاق سمجھنا چاہیے کہ اس بارہ میں زیادہ قیل و قال۔ اگر مگر کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری اقصاء غایت جو کچھ ہے وہ مسلمہ ہے۔ اسمیں شک و شبہ جون و چرا کی گنجایش نہیں ہے۔ شریعت مصطفویہ علی صاحبا الف الف تحیۃ و سلام کتاب و سنت کی تعلیم دوائی ہے۔ تم اہل حکمت کے سبق نہ پڑھو۔ فلسفہ اخلاق کے ایک سے ایک بڑھ کر دانایان روزگار سے نہ مشورت کرو۔ تمھارے پاس کتاب اللہ و کتاب الرسول موجود ہے۔ اُسی پر تمسک کرو اور اسمیں مسائل اخلاقی

ہیں اُن کو جان لو۔ اور یہ کوشش کرو کہ تمھاری آئندہ نسل کے روبرو ہر وقت وہ معیار رہے جو شریعت نے قائم کیا ہے۔ تم اپنے بچوں کو سچے قول کے پکے، وعدہ کے پورے امانت دار۔ باعصمت۔ خدا سے ڈرنے والے۔ حقوق العباد پورے کرنے والے، صلۂ رحم کا خیال رکھنے والے، عزیز و ہمسایہ پر شفقت کرنے والے۔ اور مصیبت پر رحم کھانے والے بنانے کی مسلسل و متواتر کوشش کرو۔

اخلاق حسنہ کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اسقدر کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اب تک ہم لوگوں نے دینداری کا معیار چند فرائض مذہبی کا ادا کرنا قرار دے رکھا ہے جس کے جزئیات مسایل پر طولانی بحثیں، اہل علم حضرات کا بیشتر وقت صرف کرایا کی ہیں اور جس کی وجہ سے ظاہری تشرع کی آڑ میں ہر شخص کو بدترین حرکات اخلاقی سرزد کرنے کی جرأت ہوتی رہی ہے یہ طریقہ حد سے زیادہ مذموم ہے۔ اور آیندہ سے وہ لوگ جو عام رائے کا کچھ بھی احترام مانتے ہیں اُن کو یہ باور کرلینا چاہیئے کہ زمانہ نے جو کروٹ لی ہے اُسکی وجہ سے مختلف قوموں میں مسابقت کی کوشش نہایت گرمگرمی سے جاری ہے اور اس گھوڑ دوڑ میں ہر فرد اور ہر مجموعہ افراد کی جیت بہت کچھ اُس کے اوصاف اخلاقی پر منحصر و موقوف ہے۔ اگر تم نے صرف وضع ظاہری اور بعض عبادات دنیوی کے ادا کرنے پر قناعت کی اور اپنے میں وہ جوہر نہ پیدا کیے جو صرف اخلاق حسنہ سے پیدا ہوتے ہیں تو سمجھ لو کہ تمھاری منفرد اور مجموعی موت سامنے ہے اور تم اس مسابقت کے میدان میں صرف چند روزہ مہمان ہو۔

اب معاشرت کے دوسرے حصہ پر غور کرو۔ اسپر غور کرنے کے واسطے پہلے پیش نظر رکھو کہ ہم قصباتیوں کی زندگی ایک میانہ روی کی زندگی ہے جو اہل دیہہ و اہل شہر کی طرز معاشرت کے

بین بین ہے۔ اور ہمارا مابہ الامتیاز صرف یہ ہے کہ نہ ہم اہل دیہہ کی طرح بالکل ایک محدود دائرہ میں ہیں کہ جو خیالات میں سخت تعصب پیدا کر دیتا ہے نہ اہل شہر کی طرح آزاد اور تکلفات لایعنی کے پابند۔

علی العموم قصبات اودھ میں شرفا کی زندگی پر نظر ڈالنے سے اُن کی چند مخصوصات نظر آتی ہیں بعض اُنہیں سے یہ ہیں۔

۱۔ قصباتی زندگی میں سب سے پہلے ایک برادری ہوتی ہے اور اُس برادری میں سے ایک گروہ خاص ہوتا ہے جس کا ہر فرد دوسرے کو اپنا کفو سمجھتا ہے۔ اسی مخصوص گروہ میں باہم مناکحت وازدواج ہوا کرتا ہے۔ اور تقریبات کے موقع پر شرکت کے سوا اور کسی موقع پر ارباب برادری سے کوئی سلسلہ تعلقات نہیں ہوتا۔ پس گویا ہم دو گروہ اپنے گرد رکھتے ہیں۔ ایک وہ جسے بازار مناکحت کہنا چاہیے۔ دوسرا وہ جسے شریک حال شادی وغم کہہ سکتے ہیں۔

اسکی وجہ سے ایک طرف تو ہمارے سلسلہ مناکحت کی سرحد بندی ہو گئی ہے اور اُس کی وجہ سے وہ استخوال پرستی ہمارا شعار ہے جس کی وجہ سے "الشرافت فی القرنے" کے ہم مصداق ہیں اور دوسری طرف ہر موقع دعوت پر ہمارے اخراجات ومصارف کا بجٹ ایک حیثیت سے ہمیشہ معین رہتا ہے کہ اُسمیں گھٹا وبڑھا نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اہل قصبات کی روزانہ زندگی عموماً نہایت سادی اور بے تکلف ہوتی ہے اور اُن کی خورش وپوشش کے سامان اہل شہر کی طرح زیادہ گراں قیمت نہیں ہوتے اور اس طور پر وہ ایسا اندوختہ جمع کر سکتے ہیں جو کسی موقع مناسب پر کسی معاشرتی کام میں بہ علو ہمتی صرف کیا جا سکے۔

۳۔ قصباتی زندگی ایک طرح پر سنسان زندگی ہوتی ہے۔ یعنی بجز اُن خاص خاص لوگوں کے جو زمینداری رکھتے ہیں علی العموم لوگوں کی معیشت اُن کی ہنرمندی کی قیمت پر موقوف ہوتی ہے اور بجز اوقات فرصت کے یا جب کہ ہاتھ پاؤں بیکار ہو کر کسی کو مجبور کر

خانہ نشین کر دیں اُن کی عمروں کا بڑا حصہ تلاش معاش میں دور دراز حصص ملک میں بسر ہوتا ہے اسوجہ سے اُن کے وطن میں اُن کی دلچسپی اور دلبستگی کا سامان نہ باغ و بوستان ہوتے ہیں نہ قصر و ایوان نہ اشجار پر ثمر نہ انہار جاری بے دیکھے جو کچھ دلبستگی سے ہمیں ہے کہ چار عزیز مل بیٹھیں اور تھوڑا وقت گپ شپ یا فضول کھیلوں میں گزار دیں۔

۴۔ قصباتی زندگی میں عموماً قدر مشترک یہ ہے کہ دعوت اعزا صرف سلسلہ کسی تقریب شادی وغمی کے ہوتی ہے نہ گویا جب تک کسی گھر میں کوئی خاص تقریب نہ ہو اعزا و اقربا کا نہ مجمع ہوتا ہے نہ اُن کی دعوت کیجاتی ہے۔

۵۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ہر جلسہ اور مجمع میں کھانے پینے کی کچھ چاٹ ضرور رکھی جاتی ہے اور سوا مستثنیٰ موقعوں کے عزیزوں کا اجتماع بغیر اسکے کہ کچھ کھانا کھلایا جائے یا ساتھ باندھ دیا جائے نہیں ہوتا۔ اسمیں صرف استثنا غمی کے مواقع ہیں۔ خوشی کا کوئی موقع ایسا نہیں جو خالی خولی ہوتا ہو۔

۶۔ دعوتیں دو طریق کی ہوتی ہیں ایک وہ جنمیں ایک مقدار معین کے خاص کھانے کی ہر شخص کو تقسیم کر دیجاتی ہے۔ دوسرے وہ جسمیں احباب برادری دسترخوان پر بٹھا دئے جاتے ہیں اور اس میں مقررہ قسمیں کھانے کی ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص کے سامنے اندازہ معین سے سب قسمیں رکھ دیجاتی ہیں۔ جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا چاہے باندھ لیجائے۔

۷۔ معذورین اور غیر حاضرین کے واسطے اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ حصہ اُنکے گھر بھیجا جاتا ہے۔ نہ بھیجا جائے تو شکایت ہوتی ہے۔

۸۔ شادیوں میں عروس کے کپڑے۔ زیور۔ سامان۔ جہیز کے اندازے اور اعداد مقرر ہیں۔

۹۔ علی العموم اہل حرفہ کو کوئی رقم سالانہ یا ماہوار نہیں دیجاتی ہے بلکہ تقریبات غمی و شادی کے موقعوں پر اُن کو اتنا دیدیا جاتا ہے کہ اُن کے خدمات سابقہ کا صلہ کافی

ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ شادی کی تقریبات یعنی وہ موقع جن پر اظہار مسرت کرنا چاہیئے مقرر ہیں۔ مثلاً مکتب۔ خطبہ۔ نکاح۔ ولادت فرزند نرینہ۔ (یہ اہل قصبہ و اہل شہر و اہل دیہہ سب میں جاری ہیں)

۱۱۔ علی العموم اہل قصبات حفظ صحت کے قوانین سے نابلد ہیں اور اگر کچھ واقف بھی ہیں تو اُن پر عمل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ زیادہ تر اُس جنس پر پڑتا ہے جس کی عمر کا بیشتر حصہ نصابات ہی میں صرف ہوتا ہے یعنی مرد تو کاروباری ضرورتوں کی وجہ سے باہر چلتے پھرتے رہتے ہیں لیکن عورتیں جو اس قسم کے مشاغل سے محروم ہیں علی العموم سخت امراض میں مبتلا رہا کرتی ہیں اور اب اُن کی عمریں کوتاہ ہوتی جاتی ہیں۔

اب اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ فی زمانہ جس قدر تغیرات ہمارے گرد و پیش کے حالات میں ہوئے ہیں اُن کی وجہ سے کون باتیں سب سے زیادہ قابل لحاظ ہیں۔ جو ہماری معاشرت میں کسی تغیر کی ضرورت پیدا کر رہے ہیں۔ ہمکو اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً ہم لوگوں کی ذاتی حالت کے لحاظ سے معاشرت کی مختلف چیزوں میں ترمیم و اصلاح کی حاجت ہے۔ اور ثانیاً حالات زمانہ کی تبدیلی کے سبب سے شائستگی کے خیالات جیسے کچھ بدلے ہیں اُنکا یہ تقاضہ ہے کہ بہت باتیں جو پہلے خوش آیند معلوم ہوتی تھیں اب ناپسند بلکہ ناگوار ہیں۔ اسے کسی قدر تفصیل سے یوں سمجھیئے۔

۱۔ پہلے ہم اس ملک میں حکمراں تھے اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو دولت کے پیدا کرنے کے بہت سے ذرائع اور وسیلے حاصل تھے۔ ماورا اس کے ہم میں ایک گروہ اہل علم حضرات کا تھا جو اس وجہ سے ممتاز و سربلند تھا کہ دیگر ہمسایہ قومیں علم سے بے بہرہ تھیں اور اسی امتیاز کے بدولت ہمارے اسلاف اعلیٰ مدارج و خدمات سرکاری پر سرفراز تھے۔

اب یہ دونو باتیں نہیں رہیں۔ اگر ہم میں علم ہے بھی تو بمقابلہ دوسروں کے اب ہمکو کوئی امتیاز یا تفوق نہیں ہے۔ اس لیے اب دولت عسیر الحصول ہوگئی ہے اور ہم کو اب وہ شیروں کا حصہ نہیں ملتا جو کبھی ملتا تھا کیونکہ اب اور بھی رقیب دوڑے میدان میں آگئے ہیں

۲۔ جس وقت کی معاشرت کی لکیر ہم پیٹ رہے ہیں اُسوقت ضروریات زندگی کم تھیں سامان آسایش و آرایش کی یہ ارزانی نہ تھی۔ عموماً اہل قصبہ بیرونی دنیا سے بے تعلق رہتے تھے اس لیے اُنکی روزانہ زندگی نہایت سادگی سے گذر جاتی تھی اور وہ ایک اندوختہ جمع کرسکتے تھے۔

۳۔ معمولی اشیا خوردنی کا نرخ دوچند سہ چند ہوگیا ہے۔ مزدوری کی شرح بڑھ گئی ہے۔ لباسوں میں ضرورتاً بھی وہ سادگی باقی نہیں رہی ہے اور آمدورفت کے وسائل کی آسانی نے قصباتی اور شہری زندگی میں کوئی فرق باقی نہیں رکھا ہے۔ اب اہل قصبہ ایک محدود دائرہ میں نہیں رہ سکتے۔ ان باتوں کا اثر یہ ہے کہ اب وہ اندوختہ بمشکل جمع ہوسکتا ہے جس کے ذریعہ سے نمود و نمایش کے بڑے بڑے کام سرانجام ہوسکیں

۴۔ تعلیم اطفال کا خرچ اسقدر زیادہ ہوگیا ہے کہ سابق کے اخراجات تعلیم سے اُسکا کوئی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔ کاروباری دنیا کے مشغلوں میں پھنسے رہنے نے ضرورت پیدا کردی ہے کہ تفریح و دلبستگی کا کچھ سامان جمع کیا جاے ماشاء اللہ ان سامانوں کی وہ افراط ہے کہ طبیعت کو روکنا آسان نہیں ہے۔ وقس علی ہذا۔

یہ جس قدر ضرورتیں ہیں۔ ان کے رفع کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا یہ کہ قدیم روش بالکل ترک کردی جاے اور جس قدر اخراجات اوس روش کیواسطے ضروری و لازمی تھے وہ یکقلم مسدود کردیے جائیں۔ یا یہ کہ اُن میں بقدر امکان تخفیف

کر دیجائے اور مداخل کے بڑھانے کی فکر کی جائے۔

میں اس خیال کا حامی ہوں کہ جس قدر ہنر مندی ہم لوگوں میں اسوقت موجود ہے اسکی قیمت ہمکو بازار میں اتنی نہیں ملسکتی جس سے اسلاف کی روش بھی نبھ سکے اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے سفید پوشی و مرزا منشی بھی قائم رہ سکے۔ اس لیے صرف اصل کفایت شعاری کو پیش نظر رکھ کے قدیم روش میں فی الجملہ تخفیف کیجائے اور حشو و زوائد اوڑا دیئے جائیں اور نہایت مستقل اور مسلسل کوشش دولت زیادہ پیدا کرنے کی کیجائے۔ اور اس کی صرف ایک ہی ترکیب ہے۔ یعنی۔ تعلیم تعلیم تعلیم۔

میں تعلیم کے مسئلہ میں کسی خاص جنس کو اپنا مخاطب قرار نہیں دیتا۔ کسی مخصوص علم کی سفارش نہیں کرتا۔ میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ تم اپنے بچوں کو تعلیم دو۔ اپنی بچیوں کو تعلیم دو۔ اُن کو جس زبان میں چاہے تعلیم دو۔ جس کتاب کا سبق چاہے پڑھاؤ۔ مگر حقایق الاشیاء کا علم ضرور سکھاؤ۔ کتاب فطرت کے سبق ضرور پڑھاؤ۔ گھر میں بیٹھ کے خود پڑھاؤ۔ معلم اور معلمہ نوکر رکھ کے پڑھاؤ۔ یا مدرسہ و کالج بھیج کے پڑھاؤ۔ مگر پڑھاؤ اور ضرور پڑھاؤ۔ اور اگر اس سے غفلت کروگے تو تمھاری کوئی کوشش اُنکی صلاح و فلاح کی بیکار ہے۔ فضول ہے عبث ہے۔ تم معاشرت کی اصلاح کی فکر نہ کرو اور ہرگز نہ کرو کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

سب سے زیادہ جس اصلاح کی ضرورت مجھے محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری ہر قسم کی تقریب پر مقدم تقریب یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اُس موقع پر اظہار مسرت کے جلسہ کریں جب ہم میں کا کوئی شخص زیور علم سے آراستہ ہوکر فارغ التحصیل ہو اور یونیورسٹی کے انتہائی امتحان میں کامیاب ہوجائے۔ اور دوسرا اُس سے بھی زیادہ مسرت و شادمانی کے اظہار کا موقع وہ ہونا چاہیئے جب کہ کوئی عزیز۔ بوجہ اپنی قابلیت و استعداد علمی کے کسی منصب

جلیل و درجۂ عالی پر فائز ہو۔ ان موقعوں پر اظہار مسرت نہ صرف کسی شخص کو کرنا چاہیے بلکہ ہر ذی مقدرت ہموطن کو چاہیئے کہ وہ بطور چندہ کے کچھ اپنی جیب سے دے اور عام طور سے کوئی دعوت ارباب وطن کی کیجائے۔ اس مقام پر مجھے صرف یہ کہہ دینا ضرور ہے کہ ہمارے اسلاف کے علم دوست ہونے کی یہ ایک نشانی موجود ہے کہ ہم اپنے بچوں کے مکتب کی رسم کو ایک تقریب کی شان سے کرنے کے عادی ہیں۔ لیکن ابتو بجاے اس کے کہ اس بات پر خوشی منائی جائے کہ لڑکے نے بسم اللہ کی اور الف بے شروع کی اُسوقت خوشی منانا چاہیے۔ جب کہ لڑکا کوئی علمی امتحان پاس کرے۔ آجکل کے زمانہ میں جب تحصیل علم کی اسقدر ضرورت محسوس ہوگئی ہے کہ ہندوستان کی کوئی قوم اس ذہن سے خالی نہیں ہے۔ تعلیم کا معیار اتنا بلند ہوگیا ہے کہ فارغ التحصیل ہونا گویا جوے شیر لانا ہے اس کی کیا خوشی ہے کہ صاحبزادے مکتب میں بیٹھے۔ خوشی اگر ہوسکتی ہے تو اسی وقت جب وہ اپنی محنت اور کوشش سے ماں باپ کو وہ دن دکھائیں جو ہزاروں منتوں مرادوں سے دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ میری یہ بھی رائے ہے کہ تاوقتیکہ علمی حیثیت سے کوئی شخص اپنی قابلیت نہ پیدا کرے کہ وہ اپنی محنت اور ہنرمندی سے اپنی اور اپنی آیندہ نسل کی پرورش کرسکے اُسکو تمدن کے پہلے زینہ یعنی ازدواج پر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ خیال اہل وطن کے دلمیں راسخ ہوجائے۔ اور اُسپر ہر شخص عمل کرنے لگے تو اُس کا نتیجہ لازمی یہ ہوگا کہ ہم میں کا کوئی شخص زیور علم سے معرا نہ نظر آئیگا۔ یہ خیال بحد اب بھی موجود ہے لیکن اب ہمکو اپنی معاشرت کے دستور العمل کی پہلی دفعہ اسی کو قرار دے لینا چاہیے اسی طرح ہم لوگوں کی کوشش زیادہ ترتیب اور سلسلہ کے ساتھ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کی طرف مبذول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ خیال کہ علم کا خاصہ صرف شائستگی کو ترقی دینا اور اچھا انسان بنانا ہے اسقدر مسلم ہوگیا ہے کہ طالبعلم کی جنس

عمر۔ ذات۔ قومیت کوئی شے ایسی نہیں جس کی وجہ سے اس کلیہ میں کسی استثنار کی حاجت ہو۔ پس۔ اگر تم اپنی آیندہ نسل کو شائستہ اور ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے، اپنے گھروں کی چار دیواری سے جہالت اور اسکے لازمی نتائج پستی خیالات۔ تنگی نظر اور باطل پرستی کو نکالنے کی کوشش کرو۔

دوسری اصلاح جو میں تجویز کرتا ہوں یہ ہے کہ جسقدر مذہبی فریضے یا معاشرت کے امور ہیں اُنہیں تقریب کی اہمیت پیدا کرنا ضروری نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اُن کو معمولی اور ضروری کام سمجھ کے ادا کر دینا چاہیے اور جس قدر لوازمات اُسکے بڑھا دیے گئے ہیں اُن کو رفتہ رفتہ گھٹا دینا چاہیئے۔ مثلاً علی العموم بڑی سی بڑی تقریب یا مجموعہ تقاریب ہم لوگوں میں وہ ہے جسے غیر شرعی تکلفات سے مخلع نہ کریں تو شادی اور کردیں تو نکاح کہتے ہیں۔ ایسے موقع پر متعدد مراسم جسمیں مصارف کی بہت گنجایش ہے ادا کرنا پڑتی ہیں اور یہ موقع ہر قسم کے اظہار مسرت کے واسطے مخصوص کر لیا گیا ہے۔ کیوں؟ اسلیے کہ اُس وقت جبکہ نوع انسان عالم طفولیت میں تھی۔ اور اُس کے خیالات "کھاؤ پیو اور خوش رہو" کے دائرے سے آگے نہیں بڑھے تھے یہ انسانی تمدن کا پہلا زینہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب کہ تمدن نہایت وسیع پیمانہ پر ہو گیا ہے۔ شائستگی کے خیالات زمین سے آسمان کو پہونچ گئے ہیں اس رسم میں اتنی اہمیت باقی نہیں رہی ہے کہ صرف یہی ایک موقع اظہار مسرت کا قرار دے لیا جائے اور اس رسم کا ادا کرنا ایک بڑی مقدار دولت کے فراہم ہونے تک موقوف رکھا جاے۔ کم سے کم۔ اس بارہ میں ہم کو اپنی شرعی سادگی کی انتہا تک ترمیم کرنے کی پوری گنجایش ہے۔ اس لیے حتی المقدور اُس سادگی تک پہونچنے کی کوشش کا سلسلہ شروع کر دینا چاہیئے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نظام معاشرت اس وقت ہم میں قائم ہے وہ محض اسباب و حالات وقت کا قایم کیا ہوا ہے۔ قصداً کسی شخص نے اُسکو قائم نہیں کیا ہے۔ ہمارے اسلاف ایک

زمانہ سے اسکے عادی ہورہے تھے کہ وہ دور دست مقامات میں بغرض تحصیل معاش چلے جایا کرتے تھے۔ وسایل سفر کے آسان ہونے اور سفر میں ایک مدت صرف کرنے کی وجہ سے وہ لوگ جو باہر رہتے تھے انکا وطن میں آنا بدیر ہوتا تھا اس لیے طویل رخصت لے کے آتے تھے اور جب آتے تھے تو کچھ اندوختہ ساتھ لاتے تھے تاکہ چار چھ مہینے اطمینان سے اعزا سے وطن میں بسر ہوں اور اُسی زمانہ میں اپنی اولاد کے فرایض مذہبی ومعاشرتی سے انفراغ بھی پیش نظر ہوتا تھا جس کا سامان وہ ساتھ لاتے تھے۔ اس طور پر اظہار اولعزمی اور حوصلہ دعوت اعزا کے خیالات صرف کسی تقریب سے وابستہ کردیے گئے تھے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں یہ نظام قائم رکھا جائے۔

بہرکیف۔ اسمیں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ کس موقع کو تقریب کی اہمیت دیجاے۔ بحسب انقضاے حالت ہر شخص اپنے واسطے موقع کی تلاش کرسکتا ہے کہنا صرف یہ ہے کہ وہ فرایض مذہبی ومعاشرتی جو چار وناچار ادا کرنا پڑتی ہیں اُن کو اظہار حوصلہ وخیر خواہی کا تنہا موقع قرار دینا اکثر اُن فرایض کی ادائی میں غیر ضروری اور تکلیف دہ تاخیر کا سبب ہوا کرتا ہے اس لیے اس حد تک ترمیم کی ضرورت ہے کہ فرض فرض سمجھ کے کیا جائے اور اظہار حوصلہ صرف اُسوقت کیا جاے جب کہ اسکی استطاعت ہو اور کسی میں حوصلہ بھی ہو تاکہ ہر شخص اپنے فرایض سے بآسانی سبکدوش ہوسکے۔

آخر میں مجھے اپنے یہاں کے طریقہ دعوت کے متعلق صرف چند باتیں کہنا ضروری ہیں۔

(۱) جو مقصد اصلی دعوت کا ہے وہ ہمارے موجودہ طریقہ سے وصل نہیں ہوتا یعنی عزیزوں کا مل بیٹھنا اور کھوڑا وقت تفریح بود وبستگی سے گذرنا۔

(۲) ہم لوگ جو کھانا کھاتے ہیں - ہمارے واسطے قیمتی ہوتا ہے - اس قدر کہ اس کی فراہمی بارخاطر کا سبب ہوا کرتی ہے اور جس قدر قیمت ہم صرف کرتے ہیں اُسکا عشر عشیر بھی لطف کھانے والوں کو نہیں ملتا۔

(۳) یہ رسم جو درجہ مکروہ و ناشائستہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل برادری کے ہاتھوں میں حصہ دیا جاتا ہے - اس کو صرف تبرکات تک مخصوص کرنا چاہیے۔

(۴) مٹی کے برتنوں کا استعمال محض ناپسندیدہ ہے۔

(۵) کھانوں کے اقسام کا تعین بھی موجودہ خیالات کی رو سے قابل تبدیلی ہے

اسمیں حسب ذیل اصلاحات کی ضرورت ہے -

۱- کھانوں میں - متعدد اقسام کی بہ نسبت لطافت و نفاست کا خیال مقدم ہونا چاہیے۔

۲- سرد کھانے کے عوض گرم کھلانے کی کوشش کرنا چاہیے -

۳- مقصد اسمیں یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص آئے وہ کھائے نہ یہ کہ اُس کے خدم حشم کھائیں چاہے وہ خود نہ کھائے۔

۴- اگر زیادہ آدمیوں کے اجتماع سے بے لطفی کا اندیشہ ہو تو تھوڑے تھوڑے آدمیوں کا مجمع باوقات مختلف کیا جائے۔

۵- بجائے اس کے کہ حصے ہاتھ میں دیے جائیں مختصر خوانچہ میزوں پر چن دیے جائیں۔

۶- چینی کے برتن استعمال کیے جائیں۔

۷- کھانے کی مقدار صرف اسقدر ہو کہ ایک آدمی پیٹ بھر کے کھا سکے۔

احمد علی - بی - اے (مرحوم)

مسلم یونیورسٹی

کی تحریک سے مسلمان خواتین ہند کی دلچسپی ایک مبارک فال ہے۔ ہز ہائینس آغا خان بانی نے جب گذشتہ اجلاس کانفرنس کے موقع پر اس امر کا تہیہ کر لیا کہ حضور ملک معظم کے ہندوستان تشریف لانے کی قابل فخر و ناز خوشی قسمتی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی سال کے اندر اندر اس مہتم بالشان تجویز کو عملی صورت میں لے آئیں جس سے مسلمانان ہند کی قومی فلاح و بہبود وابستہ ہے۔ تو لبیک کا سب سے پہلا مؤثر نعرہ حضور عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال خلد اللہ ملکہا کی زبان دل سے نکلا تھا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد مسلمان خواتین کے تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ تحریک پھیلنے لگی اور اب خدا کے فضل سے جہاں کہیں تعلیم یافتہ خواتین کی کوششیں بارآور ہو سکتی تھیں وہاں مسلم یونیورسٹی کے لیے چندہ جمع ہونا شروع ہو گیا۔ بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن میں مسز خدیو جنگ کے عشرتکدہ پر اسی تحریک کے متعلق ایک جلسہ ہوا تھا جس میں حیدرآباد کی اکثر معزز خواتین شریک تھیں۔ معزز میزبان نے اس موقع پر جو مؤثر اور دلپذیر تقریر فرمائی تھی اسکی نقل ایک بزرگ کی وساطت سے ہمیں موصول ہوئی ہے اور درج ذیل کیجاتی ہے۔ ایڈیٹر

محمڈن یونیورسٹی کے قائم کرنے کی طرف آجکل کل رؤسائے اسلام کا رجحان ہے اور کل ہندوستان نے اس کار خیر میں حتی الامکان مدد دی ہے حیدرآباد جو مسلمانوں کا اصل مرکز اور دارالسلطنت ہے ضرور ہے کہ اس کام میں جو خاص مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہے سب سے بڑھ کر رہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کی کل قوموں میں مسلمان تعلیم کے لحاظ سے پیچھے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سب قوموں سے زیادہ ہی پریشان حال ہیں۔ مدرسہ علیگڈھ کے قائم ہونے کے بعد سے یہ پہلا مرتبہ ہے کہ کل مسلمان ایک اس طرح کے قومی کام پر متعد ہوئے ہیں۔ اس سے امید ہوتی ہے کہ آئندہ نتیجہ حسب خواہ ہوگا۔ اور اگر اس جنگ میں سے سرخرو ہو کر کل فرقہ مسلمانوں کے اپنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرینگے اور ایک دوسرے کی اور کل ان اقوام کی جنکے ساتھ ہم قرنوں سے بھائی بھائی کی طرح رہ رہے ہیں۔ مدد کرینگے۔ تو ہی تعلیم جو فی الحال قابل تشفی نہیں ہے

اسکا بھی قرار واقعی انتظام ہوجائے گا۔ پس ایسی حالت مین ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جو کچھ جس سے ہو سکے اس کار خیر مین مدد کرے اور سب سے بڑھکر ہماری قوم کی مان بہنون اور معزز خواتین کا یہ فرض ہے کہ اپنی قوم کی مدد کرنے مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھین۔

اس مہینہ کے شریف بی بی کے پرچہ مین مین نے دیکھا کہ اکثر غریب بی بیون نے جنھین اپنی قوم کا درد ہے اور جنکے پاس کچھ اور نقد نہ تھا اپنا اپنا زیور اُتار کر اس کار خیر کے لیے بھیج دیا۔ نہ کسی کی رہی ہے نہ رہجائے گی۔ دنیا ایک گذرگاہ ہے جسمین سوا خدا کے نام کے کچھ نہین رہے گا۔ انسان آج ہے کل نہین مگر جو نیک کام آدمی کرتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے رہ جاتا ہے اور ثواب دنیا و آخرت کا باعث ہوتا ہے انسان کی عزت بھی اسی پر موقوف ہے کہ وہ ایک ایسی قوم کا فرد ہو جو دنیا مین عزت کی نگاہون سے دیکھی جاتی ہو نہ ایسی قوم کا جو گر کر سنبھل نہ سکے بقول۔ حالی

کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا	مرض تیرے نزدیک مہلک ہین کیا کیا
کہا دُکھ جہان مین نہین کوئی ایسا	کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا

مگر وہ مرض جسکو آسان سمجھین۔ اور دل سے اُسکے معالجہ کی طرف متوجہ ہون تو کیا ہمارا مرض جہالت اور اسکی دوا تعلیم نہین ہے؟ پس اگر ہم اپنے لیے یونیورسٹی بناتے ہین تو گویا ہم اپنے واسطے ایک شفاخانہ قائم کر رہے ہین اور اگر ہماری رحم دل مائین اور شفیق بہنین ہماری تیمارداری کی طرف متوجہ ہون تو کیا امید ہے کہ صحت کی ہو سکتی ہے۔ پھر جاگنے کی امید اس قوم کی ہو سکتی ہے جسکی بی بیان اپنی ذمہ داری سے آگاہ ہون اور یہ سمجھین کہ مردہ قوم کی زندہ کرنیوالیان وہی ہین انہی کے نازک ہاتھ اور رقیق قلب جب اس کام کی طرف آمادہ ہونگے اور انہی کے نفس جب مسیحائی کرینگے تب کہین قم باذنی" کا اثر بیجان قوم کے جسم کو جنبش مین لائیگا۔

اے مادۂ بنو بیٹیو دنیا کی زینت تم سے ہے	ملکون کی بستی ہو تمھین قومون کی عزت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیان قصرون کی ہو آبادیان	غمگین دلون کی شادیان کہ سکھ مین راحت تم سے ہے

تم ہو تو غربت ہے وطن تم بن ہے ویرانہ چمن ہو دیس یا پردیس جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو عفت کی تم تدبیر ہو چودین کی تم پاسبان ایمان سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا طینت مین ہے مہر و وفا گھٹی مین ہے صبر و رضا انسان عبارت تم سے ہے
مردونمین ست والے تجھ سے بیٹھے اپنا کب کے کھو دنیا مین اے ستونتیو والے دیکھے اب ست تم سے ہے
مونس ہو خاوندون کی تم غمخوار فرزندون کی تم تم بن ہے گھر ویران سب گھر پھر مین برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی بڑھاپے کی تم بیکار کی دولت ہو تم نادار کی عسرت مین عشرت تم سے ہے

یون تو اس کام مین ہر کس و ناکس کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے جو محنت مزدوری کر نہیں سکتے ان مین وہ تک تمام اپنے دن کی اجرت قوم کی نذر کر رہی ہین مگر انکا یہ ہار دینا کیا چھوٹا منہ بڑی بات مدد قرار واقعی وہی معزز خواتین کر سکتی ہین، جنکو خدا نے اپنے فضل و کرم سے صاحب ثروت بنایا ہے، جیسے آپ لوگ ہین۔

گنجینۂ احسانش تنگ مایہ نہ گردد گر تا ابد انعام دہد صغر رقم را

عالیجناب نواب بیگم صاحبہ بھوپال نے زر کثیر اس کار خیر کے لیے دیا ہے اور بہ نفس نفیس بھی اس کام مین شریک ہین، یونیورسٹی کے ڈیپوٹیشن مین شامل ہین اور اپنی ہمت خداداد سے اپنی قوم کی مدد کر رہی ہین۔ اور مسلمانون کی ہمت کو بڑھا رہی ہین جس قوم مین ایسی پاک بی بیان ہون اس قوم کے پنپ جانے کی امید ہو سکتی ہے۔

کل خواتین حیدر آباد سے استدعا ہے کہ آپ اس کام مین مدد کرین تاکہ ہندوستان کو ہماری معزز مستورات کی سخاوت اور ہمدردی کا حال معلوم ہو جائے اور حیدر آباد ہندوستان کے کل ممالک مین اس کار خیر مین سب سے بڑھ چڑھ کر رہے۔

مسز خدیجہ بیگ

سودائے کریبان ہمہ دوست کہ میدان | گوہر عوض قطرہ زدریا نستاند

شیخ علی حزین

ہین وہ تمام مباحث داخل ہین جو دوسرے لیٹریری پرچون مین پائے جاتے ہین - ابھی تک صرف دو نمبر نکلے ہین اسلئے رسالہ کی ادبی اور علمی حیثیت پر کسی قسم کی رائے زنی قرین مصلحت نہین معلوم ہوتی - لیکن یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اوکو دلچسپ بنانے مین پوری کوشش کیجاتی ہے - قیمت قسم اول کی ہے اور قسم دوم کی چار کہی گئی ہے جو حیثیت مناسب ہے خیال کرین دفتر عصمت دلدن سے طلب کرین -

---

ہمارے دفتر مین مندرجۂ ذیل کتب لغرض ریویو موصول ہوی ہین :-

محبوب الاخلاق (مولوی سید محمد فاروق) بیاض ارشد (منشی رشید احمد ارشد قانونی) کلام فیروز (حکیم فیروز الدین احمد فیروز) آئینہ مشاعرہ (سرور قادری) جذبات نادر (منشی نادر علی خان نادر) محمڈن یونیورسٹی (منشی احمد علی شوق قدوائی) تذکرۂ حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی رحمۃ اللہ (مولانا شاہ حسن میان ابن مولانا شاہ محمد سلیمان) تاریخ ابو البشر (مفتی محمد ابو الفتح ایم اے مولوی فاضل) تحفۃ النساء (ڈاکٹر ح - س حسن) اساس الاخلاق (خان بہادر مرزا سلطان احمد) مبادی سائنس (مولوی عشوق حسین خان بی - اے) جنگ مذہب و سائنس (مولوی مظفر علی خان بی - اے -) نالۂ موزون و حیات زیب النسا (حکیم مظفر حسین اظہر) -

انمین سے اکثر کتابین عرصہ سے آئی ہوی رکھی ہین - لیکن ہماری علالت اور مطالعہ اور ریویو کی سدراہ رہی جسکی وجہ سے ہم اون حضرات کے شرمندہ ہین جنہون نے ریویو کے لئے کتابین ارسال فرمائی ہین - اب ہماری طبیعت سنبھل رہی ہے اور انشاء اللہ جلد ہی ہمارے سکدوشی حاصل کرنیکی فکر کیجائیگی - چونکہ کتابونکی تعداد زیادہ ہے اور اونمین سے ایسی بھی ہین جنپر مبسوط ریویو کی ضرورت ہے اسلئے ہمین حضرت مصنفین سے یہ التماس کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اونکو انتظار کی تھوڑی تکلیف اور گوارا کرنا پڑیگی کیونکہ اتنی بہت سی کتابون پر مختلف نمبرون مین ریویو کئے جا سکین گے -"

جنبرین

آہ! چمنستان اردو - وہ لوگ جو تیری آبیاری مین اپنا خون جگر صرف کرتے تھے ایک ایک کرکے اوٹھ گئے - داغ و امیر نے جب مسند ملک الشعرائی کو یکے بعد دیگرے خالی کیا تو دنیاے اُردو کا شیرازہ پراگندہ ہوگیا تہا اور قدیم شاعری کا دم لبون پر آگیا تہا لیکن جو چند نفوس اگلے وقتونکی یاد دلانیکے لئے باقی رہگئے تھے ادنکی ذات سے امید تھی کہ بوستان اُردو مین پھر بہار آجائیگی اور شاعری کی بیاض کہن کے اوراق پریشان پھر یکجا ہو جائینگے - مگر بعد کے سانحات نے ہماری رہی سہی امیدون کا خاتمہ کردیا -

ابہی حضرت جلال کی تربت کے پھول خشک نہوے تھے کہ خزان کا ایک اور جھونکا آیا اور یادگار نسیم جناب منشی امیر اللہ تسلیم بھی رحلت فرماے عالم جاودانی ہوے مرحوم بغرض علاج لکھنو تشریف لاے تھے اور یہین ۲۸ مئی کو انتقال فرمایا - انا للہ وانا الیہ راجعون

حال مین پنجاب یونیورسٹی نے شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کو ادنکی بسیط تالیف "شعر العجم" کے صلہ مین مبلغ پندرہ سو روپیہ - برادرم مسٹر ظفر علی خان بی - اے - ایڈیٹر زمیندار و پنجاب ریویو کو ادنکی قابل تعریف ترجمہ "رخنگ مذہب و سائنس" کے صلہ مین مبلغ پانچسو روپیہ اور خان بہادر مرزا سلطان احمد ممبر مال ریاست بہاولپور کو ادنکی دقیق تصنیف "اساس الاخلاق" کے صلہ مین مبلغ تین سو روپیہ کے گران قدر انعامات عطا کئے ہین جو اُردو زبان کی قدر دانی کا بین ثبوت اور اس دعوے کی نہایت قوی شہادت ہے کہ اُردو زبان روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے -

اگرچہ یاران طریقت کی عنایت سے آیندہ یہ انعامات مصنفین اُردو کے حصے مین کہین تین سال کے بعد پڑا کرینگے تاہم ہمین پوری امید ہے کہ علم دوست اصحاب محنت کا ثمرہ ملنے کے مواقع دیر مین آنیکی وجہ سے برداشتہ خاطر نہونگے اور اُردو علم ادب کو سال بسال اضافون سے مالا مال کرکے

بتقریب جشن تاجپوشی

نولکشور پریس لکھنؤ نے غیر مذہبی کتب مثل دیوان و کلیات و قصص و ناول و طب وغیرہ کی ایک فہرست ۱۸ صفحہ کی یکم جون سے آخر جولائی تک کے لیے یعنی دو ماہ کیواسطے شائع کی ہے جسمین کتب مندرجہ فہرست تخفیف قیمت سے فروخت ہونگی جن صاحبونکو فہرست شوقیہ دیکھنی ہو یا اپنی لائبریری وغیرہ کے لیے کتب کی ضرورت ہو وہ پتہ ذیل سے طلب فرمالین ایسا نہو کہ مدت گذر جائے اور بعد کو کف افسوس ملنا پڑے۔ اسکے بعد مذہبی کتب اہل ہنود و اہل اسلام کی فہرست تخفیف قیمت شائع ہوگی۔

المشتہر

منیجر مطبع منشی نولکشور لکھنؤ صیغہ بکڈپو

الناظر بک ایجنسی

فلاور ملز لکھنؤ

الناظر کے اکثر مہربان ہمارے ذریعہ سے کتابین منگوایا کرتے تھے چونکہ ہمارے ہان کتابونکی فراہمی و روانگی کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا اسلیے بعض اوقات عدم تعمیل سے شرمندگی اٹھانا پڑتی تھی۔ لہذا ہم نے ایک ایجنسی قائم کردی ہے جو حسب فرمایش ہر قسم کی اردو۔ فارسی عربی اور انگریزی کتابین مناسب قیمت پر روانہ کیا کرے گی جن حضرات کو ان زبانون کی کوئی کتاب درکار ہو وہ اس ایجنسی کے ذریعہ سے منگا لیں۔

خاکسار ظفر الملک ایڈیٹر الناظر

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلی والا کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت عدد بیضہ کیلیے باٹلیوالا کا لارل بہترین دوا ہے قیمت عدد باٹلیوالا کا خطرناک بیمارون کے لیے اکسیر ہوے ہین۔ بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آنا ہی قیمت سے باٹلیوالا کی مقوی گولیان۔ اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت فی شیشہ باٹلیوالا کا سفوف دندان دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے ماہاپھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند (سجزا) اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ..... ۴ باٹلیوالا کا کیٹرون کا مرہم ایکدمین اچھا کردیتا ہے قیمت ۴ یہ دوا یہ ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے بھی ملتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ ایل باٹلیوالا دارالبیور شیری دادار بمبئی

بتقریب جشن تاجپوشی

نولکشور پریس لکھنؤ نے غیر مذہبی کتب مثل دیوان و کلیات و قصص و ناول و طب وغیرہ کی ایک فہرست ۱۸ صفحہ کی یکم جون سے آخر جولائی تک کے لیے یعنی دو ماہ کیواسطے شائع کی ہے جسمین کتب مندرجہ فہرست تخفیف قیمت سے فروخت ہونگی جن صاحبونکو فہرست شوقیہ دیکھنی ہو یا اپنی لائبریری وغیرہ کے لیے کتب کی ضرورت ہو وہ پتہ ذیل سے طلب فرمائین ایسا نہو کہ مدت گذر جائے اور بعد کو کف افسوس ملنا پڑے۔ اسکے بعد مذہبی کتب اہل ہنود و اہل اسلام کی فہرست تخفیف قیمت شائع ہوگی۔

المشتہر

منیجر مطبع منشی نولکشور لکھنؤ صیغہ بکڈپو

الناظر بک ایجنسی

فلاور ملز لکھنؤ

الناظر کے اکثر مہربان ہمارے ذریعہ سے کتابین منگوایا کرتے تھے چونکہ ہمارے ہان کتابونکی فراہمی و روانگی کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا اسلیے بعض اوقات عدم تعمیل سے شرمندگی اٹھانا پڑتی تھی۔ لہذا ہم نے ایک ایجنسی قائم کردی ہے جو حسب فرمایش ہر قسم کی اردو۔ فارسی عربی اور انگریزی کتابین مناسب قیمت پر روانہ کیا کرے گی جن حضرات کو ان زبانون کی کوئی کتاب درکار ہو وہ اس ایجنسی کے ذریعہ سے منگا لین

خاکسار ظفر الملک ایڈیٹر الناظر

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلی والا کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت عد ہیضہ کیلیے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت عد باٹلیوالا کا خضاب جسمین کے اثنائی ہوے ہین۔ بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت سے باٹلیوالا کی مقوی گولیان۔ اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ہر باٹلیوالا کا سفوف دندان دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ..... ۴ باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم ایکدمین اچھا کردیتا ہے قیمت ہر ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے بھی ملتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ۔ ایل باٹلیوالا دادلی لیبوریٹری واوان بمبئی

تنباکوی خوردنی

کا

قدیم معتبر اور مشہور کارخانہ

جہاں

اقسام ذیل کا خوشبودار عمدہ نفیس تنباکو تیار ہوتا ہے۔

زردہ تنباکو

قسم اول مشکی فی سیر ..... ۱۰ر — قسم سوم مشکی فی سیر ۸ر

قسم دوم " " ۹ر — قسم چہارم " " ۶ر

قسم پنجم، زعفرانی فی سیر ۴ر

قوام تنباکو

قسم اول مشکی فی تولہ ۱ر

قسم دوم، " " ۱ر

قسم سوم، " " ۱ر

قسم چہارم، زعفرانی فی تولہ ۴ر

قسم پنجم، " " ۲ر

گولی تنباکو

قسم اول مشکی طلائی فی تولہ ۱ر

قسم دوم، " نقرئی " ۱۰ر

قسم سوم، " " ۸ر

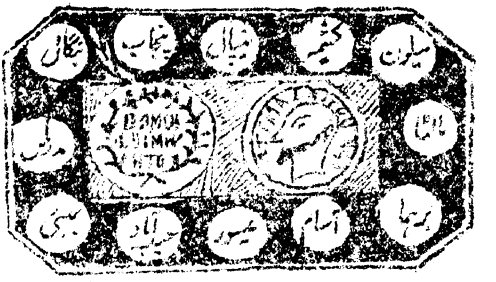
قسم چہارم، " " ۶ر

قسم پنجم " " ۴ر

المشتہر

احمد حسین دلدار حسین تاجر تنباکوے خوردنی چوک۔ لکھنؤ۔

کارخانہ چکن محمد عبدالرحمن و خلیل الرحمن مقام لکھنؤ گلی پارچہ



حضرات - ہماری مہربان گورنمنٹ نے اپنی	تمام کام مثل سابق ہوتا رہیگا	صفحہ سے صفحہ تک
خدمت دعدگی مال کارخانہ ہذا کو نمایش گاہ	جاں کرتا ہوں	صفحہ سے صفحہ تک
میں تحفہ اور سارٹیفکٹ عطا فرما کر ہماری	نمائش چکن سیمل لوٹدار	صفحہ سے صفحہ تک
حمایت اور دیسی تاجروں کی حوصلہ افزائی	دوپٹہ کامدانی بیل لوٹدار	صفحہ سے صفحہ تک
ہماری محنت اور دماغ کچھ بھی قدر نہیں	دوپٹہ چکن سیمل لوٹدار	صفحہ سے صفحہ تک
اگر آپکے دل میں کچھ بھی قومی درد ہے	ساری چکن سیمل لوٹدار	صفحہ سے صفحہ تک
پہلے ملکی اشیاء کی خریداری میں سعی فرما کر صنعت	کرتے چکن ہر قسم کے لانبے	صفحہ سے صفحہ تک
و حرفت کی ترقی میں مدد دیجئے صرف ملکی	علاوہ چکن دوپٹی و رومال و چادر	صفحہ سے صفحہ تک
اشیاء کی خریداری سے مستعد دستکار فائز	بلاؤز پوری آستین	صفحہ سے صفحہ تک
المآل ہو سکتا ہے مقرر فرمودہ نمونہ ملاحظہ ہے	غلاف چنے چھپے ہوئے	صفحہ سے صفحہ تک
	فرد رومال بغیر	صفحہ سے صفحہ تک

المشتہر محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن مقام لکھنؤ گلی پارچہ

پان میں کھانیوالی تمباکو کی مشکی گولیاں و قوام و زردہ

نہایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی دماغ مفرح طبیعت	گولیاں لکڑی جو ہر مصفا مثل مشک گولیاں	فی روپیہ دو تولہ فی روپیہ پانچ تولہ
جاذب رطوبات فضلیہ دافع	گولیاں سادی بلا ورق کے	فی روپیہ چار تولہ
دردِ دندان مصفی دہان	قوام مشکی جیکی گولیاں بنتی ہیں	فی روپیہ ۵ تولہ
وغیرہ وغیرہ ہیں اگر ہماری خریدہ کے خلاف یا کسی وجہ	زردہ خشک مشک امبر	فی سیر للعہ وعدہ
ناپسند ہوں تو بذریعہ پارسل واپس فرمائیے قیمت پیشتر دیا جائیگا		

المشتہر

محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن تاجران مقام لکھنؤ گلی پارچہ

مایۂ عیش آدمی شکم است

ہمارے شفاخانہ کی مشہور و معروف سنجیاسی گولیاں جنکے سریع التاثیر ہونیکا آوازہ مشرق سے مغرب تک بلند ہو رہا ہے۔ ہیضہ۔ قبض۔ سوداوی قسم کے دردِ سر۔ ہیضہ کھٹی۔ ڈکار۔ کمی اشتہا۔ نفخ۔ دردِ شکم۔ دردِ گردہ۔ قولنج۔ طحال۔ الفس بواسیر۔ استسقاء کثرت بول۔ ضعف گردہ و شانہ۔ فقیر وغیرہ وغیرہ دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں

خون صالح پیدا کرنا۔ بھوک بڑھانا۔ معدہ کو قوی کرنا انکا خاص فعل ہے ان گولیوں سے آجتک لاکھوں آدمی فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ انگریزی عہدہ داروں ڈاکٹروں حکیموں نے انکے پُر اثر اور جنیریز ہونے کی صرف تعریف ہی نہیں کی ہے بلکہ انکا استعمال دائمی صحت کے لیے ضروری قرار دیا ہے یہی وہ گولیاں ہیں جو اسوقت تمام دنیا میں اپنی آپ نظیر ہو رہی ہیں۔ اشتہار ہی کیا۔ جنکے تیز اور فوری اثر نے فرسودہ غذا کے ساتھ معدہ کی اصلی قوت کو بھی ہضم کر جاتے ہیں نہایت خوفناک ہیں سنجیاسی گولیاں ان خرابیوں کا پورا پورا علاج ہیں جو معدہ کی اصلی قوت کو بڑھاتی اور تمام خرابیوں کو بہت جلد زائل کر دیتی ہیں۔ کم عمر بچہ تک اسکا استعمال کر سکتے ہیں قیمت ۴۸ گولیوں کا بکس بکرہ پیہ علاوہ صرف ڈاک۔

نوٹ:۔ شفاخانہ کی ادویات جو فقراء و مریض مکمل کے مجربات سے سالہا سال کے تجربوں کے بعد انتخاب کیے گئے ہیں تمام ہندوستان میں بہر طبیعت کیسا تھ مشہور ہیں۔ لوکل علاج کیلئے دو ہفت ہزار ہا اسناد و تعریفات دواؤں کی فہرست و خواست آنے پر بلا قیمت پیڈ روانہ کی جائیگی۔

(ہزاروں میں سے چند تازہ سارٹیفکیٹ)

۱۔ حضرت جناب لالا امداد حسین صاحب سجادہ نشین کرسی شریف۔ اودھ

۲۔ حضرت جناب لالا امام بخش صاحب سجادہ نشین موضع [illegible] اودھ

۳۔ جناب لالا حیدر صاحب مہتمم مدرسہ فیض عمومی اسکول ڈاکہ۔

۴۔ جناب آنریبل سردار احمد محمد خاں صاحب بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی۔ اودھ۔

۵۔ جناب رئیس میاں شیخ محمد اصغر علیہ الرحمۃ صاحب رئیس بارہ ضلع بہرائچ

۶۔ جناب شیخ عبد الغفار صاحب پروپرائٹر رسالہ الناظر۔ نولکشور لکھنؤ

۷۔ جناب سید اشفاق حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس گونڈہ

۸۔ جناب ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بہرائچ

۹۔ جناب عطا جناب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی

۱۰۔ جناب خان بہادر حکیم مرزا نثار حسین خاں صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ پہر نٹنڈنٹ یونانی شاہی شفاخانہ لکھنؤ

۱۱۔ جناب حکیم مولوی خواجہ کمال الدین صاحب لکھنؤ

۱۲۔ جناب حکیم مولانا سید محمد مجدد علی صاحب رئیس مدرسہ الطب لکھنؤ

۱۳۔ جناب ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب اسسٹنٹ سرجن پولیس جبلپور

۱۴۔ جناب ڈاکٹر محمد سلیم صاحب اوبلے دانے اخلاص ضلع علی گڈھ

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد لطف کریم صاحب اسسٹنٹ سرجن ہسپتال کیمتوسط

۱۶۔ جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب خانصاحب اسسٹنٹ سرجن ہسپتال

۱۷۔ جناب منشی سجاد حسین صاحب فرسٹ کلاس ہیڈ کلرک لکھنؤ

منیجر۔ اودھ شفاخانہ۔ ایس۔ اے حکیم۔ لکھنؤ آباد

گولیان !! گولیان !! گولیان !!

لیجئے ! آپکو بقاء صحت وزندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نرہی

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیونکا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب وغریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکیٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیونکو نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین - عصبی کمزوری کہ جڑسے کھو دینا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن میں جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست وتوانا بنانا مردہ دلون مین تازی روح پھونکنا اس کا ادنی کرشمہ ہے - مرد ہون یا عورتین اونکے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانے مین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر انہین تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہے اونسے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عہ۱ر علاوہ محصول ڈاک ہے اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوالیجئے - جو اُردو ، انگریزی ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - ۱۵ صفحے پر چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصول ڈاک اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے - ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائین گی ملنے کا پتہ -

ویدشاستری منی شنکر گووندجی - آتنگ نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

مطبع کاٹھیاواڑ بمبئی نمبر ۲ میں چھپوا کر شائع کیا

عطر! عطر!! عطر!!!

کارخانۂ شیخ سخاوت حسین لکھنو

لکھنو ہندوستانی فیشن کا مرکز ہے۔ اور اس تباہی و بربادی کے زمانہ میں بھی اخلاق و طرز معاشرت میں سارے ہندوستان کی رہبری کر رہا ہے۔ اور تمام باتیں درکنار خاص عطر کے بارہ میں جو اعتدالی خرابی و لطافت و مذاق کا سب سے قوی اور بامزہ محافظ ہے اُسمیں بھی اسوقت تک کوئی شہر لکھنو کی ہمسری کا دعوے نہیں کر سکا۔ لکھنو اپنے عطر و عطریات پر آج تمام شہروں پر اپنا نمایاں فخر ظاہر کر رہا ہے۔ صرف دیکھنے کیلئے بلکہ امتحاناً اس کارخانہ کا جو کہ عرصہ سے جاری ہے طلب فرمائیے۔ ناپسند ہو واپس کر دیجئے۔ ہاں محصول ڈاک تو آپ سے لیا جائیگا۔ مگر پوری قیمت بعد دریافت فوراً روانہ ہوگی۔ روپیہ نقد نے پر بذریعہ ویلو پی ایبل بھیجا جا سکتا ہے۔

عطر

نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ
عطر حنا	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر گل حنا	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر خمیرہ	عمدہ سے عمدہ
عطر مرتیا	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر مشکی	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر سہاگ	۱۲ سے ۱۶ عمدہ
عطر چنبیلی	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر گلاب	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر اگر گھنہ	للوعمدہ
عطر کیوڑا	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر جوہی	۱۲ عمدہ	عطر اگر	عمدہ سے عمدہ
عطر خس	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر شگرا	۱۲ عمدہ	عطر غلوا صفی	عمدہ
عطر فتنہ	۱۲ سے ۱۶ عمدہ	عطر سیتی	۱۲ عمدہ	عطر جھکڑی	عمدہ سے عمدہ
عطر چمپا	۱۲ عمدہ	عطر تاہتاز	۱۲	روح خس اصلی	للو سے عمدہ
عطر کیسری	۱۲ عمدہ	عطر عودس	۱۲	روح بنرگی اصلی	عمدہ سے عمدہ
عطر بابونی	۱۲ عمدہ	عطر گلرخسا	۱۲	عطر کیسوری اصلی	عمدہ سے عمدہ
روغن گاؤ	۱۲ سے للو	عطر صدبرگ	۱۲	عطر راحت روح	عمدہ سے عمدہ

عمدہ اور خوشبودار تیل

غالباً آپکو بھی اسکی شکایت ہوگی کہ عمدہ اور خوشبودار تیل کم سے کم قیمت کا عام طور پر آپ نہیں پا سکتے، آپ کی شکایت رفع کرنے کے واسطے اس کارخانے نے کوشش کی ہے۔ آپ ضرور منگوا کر استعمال کیجئے۔

فہرست

روغن چنبیلی سے للو عمدہ	روغن حنا سے للو عمدہ	گولیان تمباکو در مقدار فی روپیہ ۲ تولہ
روغن بیلہ " " "	عرق گلاب فی بوتل عمدہ ۱۲	گولیان تمباکو بلا ورق فی روپیہ ۳ تولہ
روغن کیوڑہ عمدہ سے للو	عرق کیوڑہ فی بوتل سے عمدہ ۱۲	قوام تمباکو فی روپیہ ۱۲ تولہ

الشتہ

شیخ سخاوت حسین مالک کارخانہ عطر چوک لکھنو

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

بیماریان جو دواء کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہوجاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر ازالہ دکھ مین مسیحائی دکھلاتا ہے۔

آبحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہے جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔

آبحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیئے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہے جو کسی مہلک بیماری مین پھنسے دیگا نہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت **آبحیات** کی ایک شیشی عطارون کی دو کانون اور ڈسپنسریون سے مستغنی کردیتا ہے کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی **آب حیات** اگر آپ کے پاس ہے مرض بے وقت دن کو یا رات کو۔ سر نکالے اُسیوقت دبیجیے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا کہان گیا۔

فوائد مصدقہ

حکیمون ڈاکٹرون۔ عالمون۔ فاضلون کے ہزارہا سارٹیفکیٹ موجود ہین اور ہر روز نئے اسناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر دکھ کی دوا ہے۔ کھانسی خشک ضیق النفس دمہ۔ بخار۔ قے صفراوی۔ گھبراہٹ تشنگی۔ معدہ کا جلن۔ درد شکم۔ پیٹ مین ریاحی درد۔ نفخ۔ پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا۔ برسون کا بخار۔ طپش دل خفقان۔ مالیخولیا۔ مراق نیند کم آنا۔ سرسام خون کی قے آنا۔ خون تھوکنا۔ ہیجیش۔ اسہال صفراوی۔ طاعون۔ ہیضہ کا کوئی علاج ہو آبحیات ہے درد دانت۔ درد کان۔ درد پہلو۔ درد سینہ۔ درد کمر۔ درد گردہ۔ درد سر۔ آدھیسر کا درد۔ درد اٹیری۔ ریح کا درد۔ بواسیر کا درد۔ مُنہ کے زخمون کا درد۔ بھگندر۔ مقعد کا نکلنا۔ مسوڑون سے خون جانا۔ ورم گوش۔ خارش۔ خنازیر پڑوال۔ زخم آتشک۔ نکسیر۔ کرم شکم۔ فوطہ کا ورم۔ آگ سے جلنا۔ بدبوناک سے آنا۔ گلو مین گلٹیان بڑھکر خناق ہونا۔ نلون کا درد۔ اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانہ نکلتے ہین وہ اُسکے لگانے اور کھانے سے دور ہوجاتے ہین۔ بچھو۔ بھڑ۔ سانپ کاٹنے پر لگانے سے فی الفور درد دور ہوجاتا ہے ورم نہین ہونے پاتا۔ مرگ مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے پس ہر ایک عیالدار و حکیم کے پاس اسکا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

چونکہ یہ دوا زہریلی ادویہ سے مبرا و پاک ہے اسلیے ہر ایک عمر کا بچہ۔ جوان۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد بلا کسی اندیشہ کے استعمال کرسکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہوجاتے ہین۔

چند قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہوسکتے ہین۔ سونگا۔ سکھیا۔ ہرتال۔ پارہ۔ گھوڑ دنتی۔ چاندی وغیرہ مفلسون۔ مسافرون۔ عیالدارون کا ہمدرد اور خزانچی کا کام دیتا ہے بہت بچاؤ فوائد عدا دور روپیہ رکھی جائے تو کم ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ کی شیشی۔

آدھی درجن صہ،

درجن لعہ

اس پتہ پر درخواست کرو جو موجد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

حاجی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور۔ موچی دروازہ۔

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیوموس ہیرابل (یعنے) روغن نایاب

تمام اعضا مین دماغ باوشاہ مانا گیا ہے۔ اگر زکام۔ بالونکا سفید ہونا۔ دماغی کمزوری۔ زنگ رہ اور ضعف بصارت معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ دماغ مین کمزوری اور کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ہے۔ ہمارا تیل۔ جسمین کیمیاوی اجزاسے ترکیب پایا گیا ہے جو بالون کے گرنے سر کے چکرانے۔ درد سر کے دور کرنے۔ کم خوابی خفقان اور دیگر امراض دماغی کیلئے بیحد مفید ہے۔ اسکے استعمال سے بالونکی جڑین مضبوط اور بالیدگی زیادہ ہوتی ہے۔ ہسٹریس ڈاکٹر طاسلعمل ویل۔ ہسٹریا اور ضعف دماغ کے شاکی لوگون اور خصوصاً عورتون کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیے۔ یہ تیل بالون کو خوشبودار کرتا ہے خود تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہے۔ اسکے استعمال سے سر مین جوئین وغیرہ مطلق نہین پڑتی۔ ہمین قیمت فی شیشی ۱۲ر محصول ایک شیشی ۳ر اور تین شیشیون کے لئے ۶ر

قیوموس سالٹ (یعنے) نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ۔ درد شکم۔ درد قولنج۔ قراقر۔ نفخ۔ بواسیر ریاحی۔ بدہضمی۔ ہیضہ۔ درد مثانہ۔ درد گردہ۔ کھٹی ڈکار اور قبض کے دور کرنے مین ازحد مفید ہے۔ اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ نمک بھوک بہت لگاتا ہے معدہ کی جملہ خرابیون کو دور کرکے ہاضمہ کو قوت دیتا ہے ہر شخص کو لازم ہے کہ ہمارے اس ایجاد کردہ نمک کو اپنے گھر مین رکھے اور اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھائے قیمت فی شیشی ۴ر

قیوموس ہیرڈائی (یعنے) خضاب قیومی

آجکل اشتہاری دنیا مین خضابونکی بھرمار ہے۔ مگر تسلی آمیز الفاظون سے اطمینان ہونا غیر ممکن ہے جب تک یہ تجربہ نہو لیوے۔ ہمارے دواخانہ مین جو خضاب تیار ہوتا ہے وہ ایک شیشی کا ہے۔ اسکی خوبیون کو بیان کرنا بیکار ہے تاوقتیکہ خود شائقین اسکی تعریف نہ کرین خضاب کا کام ہے کہ بالون کو سیاہ کرے۔ جلد پر داغ دھبہ نہو۔ بالون کی رنگت کوئی نہ رکھے۔ جسمین کرختگی نہ پیدا ہو۔ بدبو نہ دے۔ سوزش نہ کرے۔ ہمارے خضاب مین یہ تمام باتین موجود ہین۔ اور تمام برائیون سے پاک ہے اگر بال سیاہ نہون یا جلد پر داغ آوے۔ تو قیمت واپس کر دیجائے گی۔ ایکبار ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کرین قیمت فی شیشی ۲ر محصول ڈاک ۳ر ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶ر

قیوموس ریگولیٹر (یعنے) حب شفاء النسا

یہ گولیان مستورات کے امراض رحم کے دور کرنے مین اکسیر کا حکم رکھتی ہین۔ اگر رحم مین یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ یا ماہواری ایام ٹھیک طور سے نہوتے ہون۔ یا بند ہو گئے ہون تلوون یا پیٹھلی مین آگ سی لگی رہتی ہو۔ یا اور ایام سے تین چار روز قبل رحم مین یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ کبھی کبھی رطوبت بھی جاری رہتی ہو۔ علاوہ ازین حمل نہ قائم رہتا ہو۔ یا حمل ضائع ہو جاتا ہو ان سب شکایتون کے دور کرنے مین ہماری یہ گولیان تیر بہدف کا کام کرتی ہین۔ ایکماہ دونون وقت استعمال کرنا چاہیے گو قیمتی ہے لیکن قیمت عنقا محصول الگ

المشتہر
شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبدالقیوم۔ تالتلا لین نمبر ۱ کلکتہ

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD

ڈاکٹر لاہور کا فاسفوڈائن

حیرت انگیز

دماغی کمزوری، اعصابی کمزوری، ڈراؤنے خواب دیکھنا، قولنج کا قبل از وقت انحطاط نظام جسمانی کی تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہونے سے لاحق ہوں، ان امراض کے بمقرر اور قابل اعتماد علاج میں اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم کر رکھی ہے۔



فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسی ذیل کی دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہو جاتے ہیں۔

کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے، ہاضمہ میں قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی ہے اور قبض رفع ہو جاتا ہے، نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے، لب سرخ کہنیں روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہو جاتی ہے، بالوں میں مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضائے تغذیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔

! خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے، اس لئے اسکی نقل و رنگ میں یا کسی دوسری حیثیت سے، فروخت کرنیوالوں سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی صرف بھی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء میں اعلیٰ سند ملی تھی

دنیا کے تمام حصوں کے بانشندوں اور فن طبابت کے اعلےٰ ماہروں کی ہزاروں مستند شہادتوں سے یہ عالمگیر

اسکی قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہیں، عصبی اور دماغی قوتوں میں زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل میں عادت

فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے، کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا میں فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی تنا وصحت اور مقررین کی قدردانی حاصل نہیں ہوئی

ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) ہے (کلاں) ہم فروخت کرتے ہیں۔

صرف ڈاکٹر لاہور کی

فاسفوڈائن لیبوریٹری" ہیمپ اسٹیڈ۔ لندن۔ انگلستان میں بنایا جاتا ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

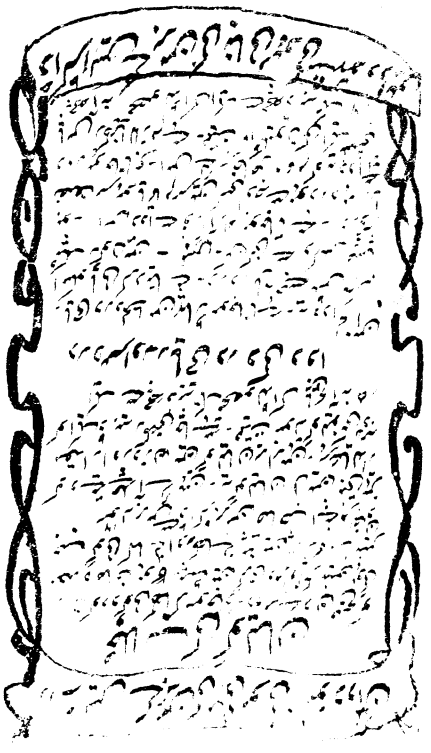
اصل عرق کافور

گرمی کا موسم آیا۔ جہاں جہاں ہیضہ کا آنا بھی
اس کے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر
اصل عرق کافور ہے۔ یہ دوا
دیر سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔
عرق گرمی کے
اور ہیضہ کیلئے
ماس

عرق پودینہ

ولایتی پانی کی بڑی بوتلوں سے یہ عرق بنا کر
اب بھی کے رنگ کا ہوتا ہے۔ اور خوشبو عمدہ تازی
نہایت مفید دوا ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی حال
ولایت نے نامی دوافروش نے بنایا ہے۔ ہیضہ کے
لیئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ پھولنا ڈکار آنا
پیٹ میں درد بدہضمی متلی سر تھا کم ہونا غرغرہ
سیاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔
قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸ر)
محصول ڈاک پانچ آنہ (۵ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۔ ۲ بازار چوک کلکتہ



Address:—

Doctor S. K. Burman

No. 2, Bazar Chauk Calcutta

بیچ کا ڈاکٹر ایس کے برمن کلکتہ

جامعیت جہان نمائے ہر صفحہ دریں
۱۳۲۷ھ

الناظر

۱۹۱۱ء

نمبر ۲۶ — یکم اگست سنہ ۱۹۱۱ء — جلد ۵

فہرست مضامین

		صفحہ
قصیدۂ نعتیہ	منشی احسان علی فصیح	۱
تقدیم عالم۔ نقد آدم	ابو العلا سعید احمد ناطق لکھنوی۔	۷
حق معرفت	سید علی اصغر بلگرامی ایم۔آر۔اے۔ایس	۱۳
رباعیات شاکر	منشی پیارے لال شاکر میرٹھی ایڈیٹر ادیب	۲۷
غزل	منشی برج بھوکن لعل محب دریابادی	۲۹
اسپین اور اسلام	مسٹر ابرار حسین	۳۰
رباعی	مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی	۳۹
استاد الملک مولوی شیخ احمد عرف ملا جیون		
اسپینوزا رحمۃ اللہ علیہ	قاضی خادم حسین علوی	۴۰
غزل		
فراق شوہر (نظم)	مولوی سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۴۶
کلام آزاد	منشی ارتضیٰ علی شرر کاکوروی	۴۷
اسلام اور مستورات	منشی اظہر علی آزاد	۴۸
ہموم یعنی گھر	منشی وصی حسن	۴۹
غزل	مسز خدیو جنگ	۵۵
	مولوی شیخ محمد عالم علی شوخی سندیلوی	۶۰

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت سالانہ ۱۲ — قیمت فی پرچہ ۱ر

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلی والا

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ... عہ
ہیضہ کے لیے **باٹلیوالا کا کارل** بہترین دوا ہی قیمت عہ
باٹلیوالا کا خضاب جینھون نئے اضافے ہوے ہین بھورے
بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت .... ے
باٹلیوالا کی مقوی گولیان - اعصاب کی کمزوری اور
جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ..... ہ
باٹلیوالا کا سفوف دندان - دیسی اور ولایتی دواؤن
سے تیار ہوا ہے ماہاپھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا
اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ .....
باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم - ایکدن مین اچھا کر دیتا ہے قیمت عہ
یہ دوا ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے بھی ملتی ہین -
ڈاکٹر ایچ - ایل باٹلیوالا - ماری لیبوریٹری واد ارمبئی

شہاب الدین اینڈ سنز حضرتگنج - لکھنؤ

الناس بالباس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ، زنانہ، انگریزی ہندوستانی
فیشن کی اعلےٰ سے اعلیٰ پوشاک نہایت خوشنما اور موزون
تیار کرتا ہے ۱۸۸۶ء سے یہ کارخانہ پبلک کی خدمت انجام دیتا ہے
کاشی سلک - جاپان سلک - آسام سلک - جامہ وار سلک اور
علاوہ انکے جاپانی اور ولایتی طلسین صوفیانے دخوشنما
الپکے ڈریس اور گون وغیرہ بھی بافراط مہیا رہتے ہین، ایکبار
ہمین آرڈر دیجیے پھر کہین اور فرمایش دینے کو آپ کا
جی نہ چاہے گا، پیمایش کا فارم اور کیٹرون کے نمونے طلب کیجیے

قطب الدین مینجنگ پروپرائٹر

قابل قدر کتابین

تاریخ تمدن - بکل کی ہسٹری آف سویلیزیشن کے ایک
حصہ کا ترجمہ جو حسب فرمایش انجمن ترقی اُردو کیا گیا -
اعلےٰ قسم کے کاغذ پر اور مجلد نسخہ کی قیمت عہ
اوسط درجہ " عہ
غیر مجلد عہ

تاریخ البوالبشر - امریکہ کے پروفیسر رڈپاتھ کی تاریخ عالم
حصہ اول کا ترجمہ جسمین آغاز نوع انسانی کی کیفیت حسب
تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ مین لکھی گئی ہے عبارت
اصل مین لکھی ہے - قابل دید کتاب ہے -
قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ

قوت خیال - ملقب بہ تہذیب الخیال - کیریکٹر کی درستی
اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم نوجوانون اور مستورات

اثبات واجب الوجود - فلسفہ اور سائنس جدید
نے متشککین اور منکرین کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا
یہ کتاب اُنکے خیالات کی تردید اور اصلاح کی
غرض سے لکھی گئی -
عبارت کی روانی اور دلائل کا زور دیکھنے کے
لائق ہے قیمت صرف عہ
ان کے سوا ہر قسم کی علمی اور ادبی کتابین
ہمارے ذریعہ سے بکفایت مل سکتی ہین -

(محصول ڈاک ہر صورت مین ذمہ خریدار ہوگا)

منیجر الناظر بک ڈپو
فلاور ملز - لکھنؤ -

الناظر

نمبر ۲۶ یکم اگست ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ نعتیہ

فصل زمستان نیمہ شب تاریک از تاریک تر
مانند قلب کافران اے الحذر ثم الحذر

کیا رات ہیبت ناک تھی جان آفرین باک تھی
وحشت کی ہفت افلاک تھی ظلمت کے تھے صد بوم و بر

دفتر سیہ کاری کی تھی کسکی کسی عفریت کی
وہ کون عفریت شقی ابلیس نام و خیرہ سر

یا دودۂ نار غضب یا کیفر کفران رب
پیرایہ پیرائے تعب آفت گہر ظلمت ہنر

تیرہ مکان تیرہ وطن تیرہ جہان تیرہ زمن
تیرہ درون تیرہ بدن تیرہ دل و تیرہ جگر

پھر اسپہ طرہ وہ گھٹا دل پر ستم جان پر بلا
سفاک چشم پر ضیا جلاد ہر نور بصر

اک دیو مردم خوار تھا گویا کہ غصہ مین بھرا
لیکن سیہ پوش و بلا کوش و روان نوش جگر

یا خوف تیغ نالۂ مظلوم سینہ چاک سے
اس چرخ تیرہ کار نے منھ پر تھی لی کالی سپر

یا آبنوسی تخت تھا جسپر تھی کوئی ساحرہ
کھولے ہوے سر کی جٹا گرم فسون خوانی مگر

جو دیکھتا جاتا جھجکتا اسکی سیاہی کی جھلک چکر مین تھا دیو فلک جس کا سیاہہ دیکھکر
نالہ فشان نالہ کنان کھلی بدن کھلی روان اے الامان صد الامان فریاد رب دادگر
بارش سی وہ بارش نہ تھی تھا ایک قہر ایزدی بالکل قیامت تھی کھڑی ہر بوند تھی یم سر بسر
چارون بسا لمحہ سے یہان بس ایک کہرہ تھا نشان پانی ہی پانی تھا عیان اٹھتی نگاہین تھین جدہر
بادل گرج مین یہ بدل تھا امن عالم مین خلل جاتے کلیجے تھے دہل ظالم کی ہر آواز پر
آفت کا تھا نعرہ کنان ہل چل مین تھے دونون جہان کرو بیون کے بے گمان کرتا تھا بس وہ گوش کر
قالب مین شور رعد کے روح خروس صور تھی گویا خدا نے پھونکدی عالم تھا سب زیر و زبر
کانون کے اور آنکھون کے یان گوشون مین موہ کہکر نہان کرتی تھین کچھ سرگوشیان بیتاب تھین سمع و بصر
تندر نہین تن ور تھا وہ تن ور نہین جان ور کہو جان ور بھی کسکی جان کو بہر جمال و دشت و در
سمجھے تھے یوم کو رت جانا تھا روز رستخیز توبہ بلب ذی معصیت ہم گنہ تھا جان شکر
تھی اس بلا پر اک بلا جانسوز بجلی کی ادا غار تگر دل دردزا لذت بہ ذوق نظر
لپکی رکی دوڑی گری بیٹھی اوٹھی آئی گئی چمکی جمی تڑپی تھمی بگڑی بنی بیداد گر
سوزش فزا تابش گرا پیکر گداز و جان گزا آتش بدن آتش ادا آتش قدم آتش اثر
بل بے تری دوزخ فری مشکل تھی اس سے جانبری کرتی غضب غارتگری ہان خیر تھی اتنی مگر
ساتھ اسکے چلتی تیز یا اک زمہریری تھی ہوا گو سرد تھی پر خوف زا جوش ضریر زور خطر
موج اسکی اور بجلی کی لو تھین کم نہ خو مین ایک سے وہ تند دو یہ تیز رو یہ سرد تر وہ گرم تر
وہ برق آتش تیز تھی یہ باد سرما خیز تھی وہ تاب سوز انگیز تھی یہ موجۂ طوفان اثر
تابش تھی برفستان نشان بارش تھی وہ ژالفشان دونون قیامت تو امان درکار تھا جن سے حذر
غل تھا کہ قصر و در گئے جاتے ہین کوہستان سے بسمل سے باغ و زاغ کے تھے لوٹنے گر کر شجر
سردی کا آفت تھا لعب اہل جہان کہتے تھے سب دیکھین ہین کرتے کیا غضب یہ ابر و باد تیز تر
وحش و طیور و دام و دد تھے دیکھکر یہ وقت بد لغزیدہ جان لرزان جسد آزردہ دل آسیمہ سر

عالم تھا بیخ کا یہ جہان درماندہ تھے سب اہل جہان
نقود تھی امن وامان مجبور تھے جن و بشر

اُٹھے تو اوٹھ کر تھم گئے بیٹھے جہان پر جم گئے
جاتے سرک جہدم گئے پلنے لگے دل اور جگر

یہ سرد دل بار دنفس یعنی فصیح بے ہوس
بیٹھا تھا چپ بے پیش و پس بیت الحزن کا بند در

ناگہ نگار شعلہ رو یک تازہ جان آرزو
صرصر خرام و تند خو سر پہ تھا چتر ابر فر

سرتا بپا آرام دل دیبرین مراد و کام دل
غدار تنگ و نام دل جان نظر روح بصر

رخ پر وہ زلف مشک سا یک عنبر زبان ادا
لیکن پئے عاشق بلا جو لٹ تھی وہ افعی ہنر

زاہد کش و عابد فگن ایمان فریب و دین شکن
تیور سے پیدا بانکپن مژگان پئے دل نیشتر

یا لا بلائے آسمان آنکھین قضا سے ناگہان
پر لب حیات جاودان شیرین دہان تنگ شکر

گلگون بدن گلگون قبا باصد کرشمہ عشوہ ز
اسپین جبین شیرین ادا نازک بر و نازک کمر

مخمور مے لیکن وہ مے راحت بر جمشید و کے
در پے پچارا کوئی ہے ہان کھولدے زنجیر در

مین نے کہا ہے کون تو کیسی ہے آفت روبرو
پھرتا ہے تو دیوانہ خو ہے یہ دم سیر و سفر

برق طپان ابر گران باد زیان شب تیرہ جان
اسوقت تھا ممکن کہان جائے کسی کے کوئی گھر

بولا کہ خامش بے ادب اُٹھ کھول دروازہ جلد سے اب
کوئی تو ہے ایسا سبب آیا ہون جی پر کھیل کر

لاچار سنکر یہ سخن کھولا در بیت الحزن
دیکھا تو اک سرو چمن نو خیز نورس تازہ تر

بولا یہ مین کا سے جان من تو اور یہ رنج و محن
ہے گردش چرخ کہن پھرنا یہ تیرا در بدر

یک شمع شب افروز تو یک ماہ نو را اندوز تو
یہ شب ہے شب اور روز تو بیوقت یان کیسا گذر

تو اختر برج ضیا یہ خانہ تار و پر بلا
راحت برو وحشت فزا تیرا گزر اور پھر ادہر

صد یاری قسمت ہے تو صد گوہر زینت ہے تو
صد مہر خوش طلعت ہے تو تجھپر فدا جان و جگر

تو نے غضب پیدا کیا دکھلا کے مُنھ شیدا کیا
اس دل کو ہے صید آگیا ہون کشتۂ تیر نظر

آ گرم کر پہلو مرا اے دل پہ ہو قربا ترا
اب مین ترا ہون تو مرا کر حال سے اپنے خبر

یہ سنکے وہ اک جوش مین آیا مری آغوش مین
مین کچھ نہ اجو ہوش مین بس مونڈھ رکھکر مونڈھ پر

بوسے کئی پیہم لیے گو بھر دفع غم لیے
لیکن ہوس سے کم لیے تہذیب تھی مدِ نظر

کہنے لگا پھر مجھ سے یوں ہاں تم ذرا ای پرجنون
سمجھا مجھے میں کون ہون تجکو نہین میری خبر

مین ہون وہی درد نہان جسکی دوا تھی ترک جان
مین ہون وہی شوق گران جسکے سبب تھی چشم تر

مین بیقراری ہون تری فریاد زاری ہون تری
مین انتظاری ہون تری مین ہون ترا سوز جگر

مین ہون وہی رنج و تعب تھے تیرے پان جسکے سبب
وہ نالہائے نیمہ شب وہ آہ ہنگام سحر

مین ہون ترا وہ مدعا جسکی تھی حق سے التجا
میری جدائی مین سدا سویا نہین تو رات بھر

مین شاہد مقصود ہون مین سامنے موجود ہون
مرسولۂ معبود ہون مشکل سے آیا ہون ادہر

اُس لعنت کا مین ہون صلہ سُنکر جسے شاہ ہدیٰ
خوش خوش ترا شافع ہوا پیش خدائے دادگر

مقصد بھی ہون حاصل بھی ہون آرام جان دل بھی ہون
وہ خواہش کامل بھی ہون جسکے لیے تھا منتشر

حق نے دکھایا ہے یہ دن مجھسے ہوا تو مطمئن
اب لعنت شاہ انس و جن کر دل سے آٹھون پر

مین تو سنون اے نکتہ دان وہ مدح شاہ انس و جان
رکھتا ہے تو کیسی زبان بلبل صفت ہو بذلہ گر

مین نے کہا اے دلربا صد آفرین صد مرحبا
مطلع ہے یہ مطلع مرا سُن لعنت شاہ بحر و بر

مطلع

ذات محمدؐ مین مگر ہے نور باری مستتر
یہ جس جگہ ہو جلوہ گر شان خدا آئے نظر

یہ حق مین حق اسمین نہان یہ نام ہے تو وہ نشان
رہتے ہین مثل جسم و جان باہم مگر شیر و شکر

یہ نامہ ہے حق مدعا وہ متن ہے شرح خدا
یہ لفظ معنی کبریا یہ حرف وہ کاک قدر

حق دست قدرت ہے توان یہ جسم رحمت حق روان
حق مہر ہے وہ مہربان حق چشم غفران یہ نظر

حق ذات ہے یہ پرتو ا پر تو بھی وہ ذی مرتبہ
حق مظہر و حق آشنا حق دان حق رس حق نگر

کھلتا نہین یہ راز رب ہے اس دوئی کا کیا سبب
ظاہر مین جو کرتے ہین سب اطلاق فرق یکدگر

محبوب مہ پارہ ہے یہ ہر آنکھ کا تارا ہے یہ
خلاق کا پیارا ہے یہ مخلوق کا ہے مفتخر

ہے کنت کنزاً پر نہان یہ لی مع اللہ بالنشان
امر ہی بعبدہ اسکی شان یہ صاحب شق القمر

شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ نور الہدیٰ کہف الوریٰ — کا مے ختم الانبیا ممدوح رب دادگر
افلاک ہین طاعت گزین لولاک وصف برترین — املاک اُسکی کل زمین از خاوران تا باختر
والیل سے ہے مدعا پرچم درفش جیش کا — انا فتحنا سے کھلا ہے خسرو فیروز فر
یک سرور انجم سپہ یک وارث تیغ و کلہ — شاہنشۂ عالم پناہ خورشید اقبال وظفر
تھا مرد میدان غزا کافر کش کفرت ربا — شیر نیستان وغا دشمن فگن اعداشکر
رب جسپہ صرصر عون ہو اُسکا معارز کون ہو — گر سامنے فرعون ہو اُسکو بھی ہو مشکل مفر
رہوار کی اُسکی ڈپٹ شیر اجل کی تھی جھپٹ — دل دشت کا جاتا تھا پھٹ چلتا تھا وہ جس دشت پر
کہکوب صحرا نعل تھا اک شوخ سنبل یال تھا — خوش خوب و خوش افعال تھا تند صدائے برق فر
دیکھیو اُسکا آؤ جاؤ اندازِ رم لاکھون بناؤ — کرتا تھا دم مین بے لگاؤ از ارض تا گردون گزر
وقت ادب یک حور عین روز غضب ہنگام کین — تھا دیو ہیبت آفرین آتش قدم روئین جگر
سمٹا تو شوخ دل نشین چمکا تو دلکش مہ جبین — اُٹھا تو رزم خشمگین بیباک و سرخوش بے خبر
آزاد رو بے بیم و غم مست شراب حبت دم — گاہے گریزان چون صنم گاہے خرامان کبک در
ہر دشت پر وقت وغا چلتا تھا طوفان سیل سا — تھی اُسکے پانؤن کی صدا یا ورد ربی لا تذر
چلنے مین آفت خیز تھا ہم پائے تیغ تیز تھا — خونخوار تھا خونریز تھا یہ جان رہا وہ جان شکر
تلوار تھی یا قہر حق خلاق صد درد و قلق — جو قتل کا تھا مستحق اُسکے لیے تھی داد گر
دیو و نکی چشم خشمگین شیرون کی تھی چین جبین — عاشق کی آہ آتشین محبوب کی دلکش نظر
اُٹھی چلی خونمین بھری چھم چھم پھری مثل پری — ممکن نہ تھا دم لے ذری جھپٹی ادھر پہونچی اودھر
تیزی یہ آئی جس گھڑی فوجین گھٹین جس وہ بڑھی — سر پر کسی کے گر چڑھی چھم سے گئی دل پر اوتر
گردونکی گھوئی آبرو ٹکڑے پڑے تھے چار سو — قلب و جگر فرق و گلو دوش و بر و صدر و کمر
دشمن پہ جسدم آبنی تھا بیم رنج جان کنی — قد قال ربی بجنی من شرہ این المفر
ہستی سے رکھتی تھی خلش جان بقا تھی مرتعش — یہ تھی عدو ہی سے روش اہل ولا کی تھی سیر

تھی یک خدیو جانزبا جسکی سپہبہ تھی قضا — اُسکے رفیق باوفا خنجر سنان تیر و تبر
گا ہے جگر خوار عدو گا ہے دل آزار عدو — گا ہے اجل بار عدو گا ہے ز سر تا سینہ در
جلاد تھی سفاک تھی لیکن گسستہ سے پاک تھی — خون کر رہی بیباک تھی کیون ہو حذر جب ہو مدد
خود بنتی تھی جنگ اجل جمتا تھا کیا رنگ اجل — تھی ایک سرہنگ اجل جو ہو حریف صد حشر
آتش روش آہن جسد ہر دم دمان شکل اسد — ژدر سے دعوائی صمد سیف دودم تیغ دوسر
اے مرحبا شاد ام صل علےٰ یا محتشم — تو صاحب سیف و قلم اللہ کا پیغامبر
تیرِ غضب دوزخ فرا تیرا کرم جنت عطا — فرمان تیرا جانفزا ارمان ترا حکم قدر
تو عدل کی یک مملکت تو حلم کی یک سلطنت — تو خلق کی ہر شش جہت افضال کا ہے بحر و بر
تو افتخار اولین تو انتظار آخرین — محبوب رب العالمین خیر الرسل خیر البشر
بخشش مین تو اے باسخا ہے دست انعام خدا — مالک ہے تو بس ہے ترا جو کچھ کہ ہے خالق کے گھر
ہان دے مجھے سائل ہون اب محتاج ہون بیدل ہون اب — اس فیض کے قابل ہون اب مین مفتقر تو مفتقر
مین بے رحم کا ہون مستحق حاجت روا یا بہر حق — کر حال پر میرے شفق ہون عاجز و بے بال و پر
یا مصطفےٰ بہر خدا اللہ سے کر التجا — جلدی ترے مداح کا پورا وقت بدعا سے گزرے
تا اب بقلب مطمئن وصف ترا ہو رات دن — عزلت گزینی کا ہے سن اب کھو لکر بیٹھے کمر
فکر معیشت اب نہو یہ سعی و محنت اب نہو — تا ترک و حست اب نہو اے شاہ قصہ مختصر

احسان علی فصیح

طازی ز پے شہادت اندر تگ و پوست — غافل کہ شہید عشق فاضل تر از دوست
در روز قیامت این بآن کے ماند — این کشتۂ دشمن ست و آن کشتۂ دوست

ابو سعید اشرف

تقدیم عالم

تعدد آدم

وفات حضرت آدمؑ سے طوفان نوحؑ تک ۲۲۴۲ سال گذرے ہین اور طوفان سے ولادت حضرت ابراہیمؑ تک ۲۹۷ برس اور حضرت ابراہیمؑ سے حضرت عیسیٰ تک ۲۲۳۵ برس اور حضرت عیسیٰ سے اب تک ۱۹۱۱ سال۔ اس حساب مین کچھ دہائیون کا فرق ہوگا کیونکہ ابن خلدون طبری اور ابن اثیر اور بعض معتبر انگریزی تاریخون سے یہ سنین دریافت کیے گئے ہین لہذا حضرت آدم کی وفات کو ۶۶۸۵ برس ہوے اور اگر اُنکی ولادت سے حساب لگایا جائے تو ایکہزار برس اور اضافہ کردیے جائین۔ اگر اعداد کے شمار مین کمی ہوگئی ہے اور تمام مورخون نے غلطی کی ہے تو یہ غلطی چار پانچسو برس سے زیادہ نہوگی۔ لہذا حضرت آدمؑ کی پیدائش کو جو شخص آٹھ ہزار برس سے پہلے بتائے وہ تمام دنیا کے مورخون کے خلاف ہے اور عقل اس امر کی متقاضی نہین ہے کہ تمام عالم کی مستند تاریخین چھوڑکر کسی کا قول مانا جائے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت آدمؑ جنکی پیدائش کو ۸ ہزار برس سے زیادہ گزرے دنیا کے پہلے آدمی ہین اور کیا انسے پہلے کوئی انسان کبھی نہ تھا۔ اس کے جواب مین یہ کہدینا تو آسان ہے کہ "ہان نتھا" مگر یہ مشکل ہے کہ علم طبقات الارض اور آثار قدیمہ کے علوم اور تمام نشانات بالکل غلط کالعدم اور ناقابل التفات سمجھ لیے جائین۔ ایک طرح سے فن تاریخ غلط ہوسکتا ہے مگر علوم غلط نہین ہوسکتے۔ کیونکہ جسطرح دھوپ کو دیکھکر آفتاب کا علی یقینی ہوتا ہے اُسی طرح آثار قدیمہ کے مطالعہ سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی آبادی دنیا مین ہزارون نہین بلکہ لاکھون برس سے ہے۔

طبقات الارض کے نشان آبادی نے صاف بتا دیا ہے کہ کم ازکم ۱۷ مرتبہ دنیا آباد ہوئی اور خاک مین ملگئی۔ جبال ہند کے کتبے اور مصر کے آثار قدیمہ شاہد حال ہین کہ

دنیا مین آبادی کا وہ زمانہ قدیم تھا جہان تک تاریخ کا دسترس غیر ممکن ہے - کوہ بند یا جبل کے جو بعض کتبہ مرور زمانہ اور روانی آب دریا سے مٹ گئے ہین وہ بھی زبان حال سے یہ کہتے ہین کہ سخت سے سخت پہاڑون کے نقوش پانی ایسی نرم چیز کیا دس یا پنجزار برس مین مٹا سکتی ہے ہرگز نہین اُنکی قدامت دلو پذیر نقش کا لحجر ہونے کے قابل ہے - اور بعض ایسے کتبے جو ندیون کی گزرگاہ مین نہین واقع ہین بلکہ عمیق غارون مین ہین اُنکو مین نے بچشم خود دیکھا ہے اور یہ محسوس کیا ہے کہ انمین سے بعض تحریرین موجودہ اولاد آدم کی علم و عقل سے باہر ہین اور بعض جو کہ اُنکے مقابل مین بالکل تازہ معلوم ہوتی ہین - ممکن ہے کہ بُودھ کے زمانہ کی ہون کیونکہ اُسی زمانہ کے کتبے ایسی شان خط رکھتے ہین -

قدیم کتبے مٹے تو کم ہین مگر اُنکے نقوش کے اندر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جمادات کی قوت نامیہ جو کہ نہایت بطی ہے رفتہ رفتہ اُن نقوش کو پُر کردیگی - علاوہ اسکے مصر کا اہرام (مینار) کوئی تاریخ نہین بتاتی کہ وہ کس زمانہ مین تعمیر ہوا تھا اور کس قوت کے لوگون نے بنایا تھا کیونکہ وہ مینار اس قطع کا ہے کہ چبوترون پر چبوترے بنتے چلے گئے ہین اور ہر چبوترہ تیس تیس گز لانبا اور دو دو گز مساوی العرض سنگی سلون سے مرکب ہے - اس کثرت سے اتنے پتھرون کا جو چار سو گز تک بلند ہوتے جائین پہاڑون سے تراشنا اور اُنکو لانا اسوقت بھی جر ثقیل کی قوت سے باہر معلوم ہوتا ہے جنات کے ماننے والے یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ جنون کی کارگزاری ہے کیونکہ اُنکو سوائے ہوا پر اُڑنے کے زمین پر چلنے کی ضرورت نہین حالانکہ یہ تحقیق ہوگیا ہے کہ اسکے پتھرون کے لانے کے لیے ایک سڑک بنائی گئی تھی جو کہ دس برس مین بنی تھی تو یہ سوائے انسان کے اور کسی مخلوق کا کام نہین - اسکی تعمیر اور اسکے اہندام دونون کو مشکل اور اہم ثابت کرنے کے لیے ایک اور چھوٹا سا مینار بھی اُسی کے قریب موجود ہے - غالباً یہ اسی غرض سے بنایا گیا تھا کہ جو کوئی اہرام کو منہدم کرنے کا ارادہ کرے گا وہ پہلے چھوٹے مینار سے شروع کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا - مامون رشید کے زمانہ مین چھوٹا مینار کھودا گیا حالانکہ اُس سے بہت پہلے

اُسکے کھودنے کا ٹکا لگایا گیا تھا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اُسکا صرف ایک رخ جو کہ ایک دروازہ کے برابر تھا ۶۰ برس مین کھل سکا اُسکے اندر (جو کہ سب سے نیچے کا درجہ تھا) کچھ سونا اور ایک کتبہ نکلا جسمین مصری زبان کے الفاظ یہ معنی ظاہر کر رہے تھے کہ "ہمکو بذریعہ نجوم یہ معلوم ہوگیا تھا کہ تم اسکے ایک پہلو کو ساٹھ برس مین کھود دوگے لہذا جسقدر مال تمہارا خرچ ہوا ہی اُتنی قیمت کا سونا ہم نے اس درجہ مین رکھدیا ہے یہ تمکو ملیگا اور اسے اپنے حال پر چھوڑدو اپنی محنت دولت اور وقت ضائع نہ کرو" یہ دونون مینار ہر طرف سے بند ہین مگر اسکے اندر کیا ہے یہ کسی کو نہین معلوم بڑے مینار کی چوٹی پر ایک طائر کیکڑے کو منقار مین دبائے ہوئے مصنوعی بنا دیا گیا ہے۔ ایسے عقلمندون کا یہ فعل عبث نہین ہوسکتا جنھون نے اتنے بڑے مینار کو بنایا ہے محققون نے اس امر کو طے کرلیا ہے کہ اس مینار کی بنا اُسوقت ہوئی تھی جبکہ نسر طائر برج سرطان مین تھا۔ اور یہ بطی السیر کوکب ایک برج کو ۳۰ ہزار برس مین طے کرتا ہے اور یہ بھی تحقیق ہوگیا ہے کہ اب نسر طائر برج دلو مین ہے۔ سرطان سے دلو تک آٹھ بروج ہوے۔ اگر یہ صغریٰ کبریٰ صحیح مانا جائے تو دو لاکھ چالیس[۲۴۰۰۰] ہزار برس کا زمانہ گزرا طوفان نوح اور طوفان عاد سے اس کا بچ جانا کوئی تعجب خیز واقعہ نہین کیونکہ یہ پہاڑون سے زیادہ مضبوط ہے۔ اسکی تردید مین صرف یہ کہنا کافی نہین ہے کہ مصر بعد طوفان نوح عالم وجود مین آیا ہے یعنے یہ کہ مصرایم بن حام بن نوح اس کا بانی ہے یہ اعتراض صرف ایک معمولی بات سے رفع ہوسکتا ہے وہ یہ کہ لفظ مصر بیشک نوح کے پوتے یا بیٹے نے وضع کیا مگر کیا یہ ممکن نہین کہ حضرت نوح سے پہلے یہ مقام کسی اور نام سے آباد ہو اور اُسوقت سے یہ مینار موجود ہو یا یہ کہ صحرا مین بنایا گیا ہو اور آبادی بعد کو ہوئی ہو۔ اور اگر کوئی ایک عمارت بلکہ تمام آثار قدیمہ پے در پے اعتراضات سے نیست و نابود کردیے جائین تو علم طبقات الارض کا کیا جواب ہے؟ یہ کسی علم سے کالعدم نہین ہوسکتا طبقات زمین کی ۱۷ تہین آنکھ سے دیکھی گئین ہین۔ اور ہر تہ یہ صاف بتاتی ہے کہ پہلے یہان آبادی تھی

گویا ۱۷ مرتبہ دنیا کا آباد ہو کر بالکل مٹ جانا اقل مدت قدامت ہے۔

تاریخ تو ایک ایسا معمولی فن ہے کہ سوائے دلچسپی کے اور کوئی خاص روحانی قوت اسمین نہین یہانتک کہ تواریخ عالم کا کل مجموعہ صرف اُسی زمانہ کے واقعات نہین بتا سکتا جو ۶ ہزار برس کے اندر گزرے۔ بلکہ اسمین بھی تمام علامہ مورخین نے مذہبی کتابون سے مدد لی ہے۔ اہل یورپ نے انجیل کی مدد سے مصر کی تاریخ لکھی ہے اور اہل عرب نے توریت سے جب تمام مشکل مسائل آخر مین مذہب کی طرف رجوع کیے جاتے ہین تو پھر ہم اس مشکل مسئلہ کو جس مین علم و عقل عاجز ہے کیون نہ مذہب کی طرف رجوع کرین مگر اس سے پہلے کہ ہم مذاہب سے اس مسئلہ مین مدد لین علم نجوم بھی ایک اہم اور نتیجہ خیز علم ہے اور اسکو فروگذاشت کرنا تحقیق کے خلاف ہے۔

اسوقت دور قمر ہے اور یہ ساتوان یعنے آخری نیّر ہے سبعہ سیارہ مین پہلا زحل ہے اُسکے بعد یہ ترتیب ہے مشتری۔ مریخ۔ شمس۔ زہرہ۔ عطارد۔ قمر۔ آخری سیارہ یعنے قمر سب مین سریع السیر ہے اور اسکا دور حضرت آدم یا اُنکے قریب زمانہ سے شروع ہوا ہے جنکو پونے سات ہزار برس گزرے تو اس سے پہلے چھ سیارون کا دور ہو چکا ہے اور اُنکے دور بھی اُسی حساب سے ہونگے جس طرح اُنکی رفتار ہے مثلاً قمر سے آفتاب بارہ گنا زیادہ بطی ہے۔ اور آفتاب سے زحل ۳۰ گنا تو اس حساب سے اگر قمر کی مدت دوری ۸ ہزار برس ہے تو آفتاب ۹۶ ہزار برس اپنا عمل کر چکا ہے اور اُس سے پہلے مشتری جو کہ قمر سے ۱۳ گنا بطی ہے یعنے اسکا دور ۱۰ ایک لاکھ چار ہزار برس ہے اور مشتری سے پہلے زحل جسکی مدت دور حساب سے ۱۲ لاکھ چالیس ہزار ہے ان سب کو جوڑیے اور پھر زہرہ۔ مریخ۔ اور عطارد کو بھی نہ بھولیے تو تخلیق عالم کو کتنا زمانہ گزرا۔ اُسکی اقل مدت ظاہر ہوگی کیونکہ یہ لازم نہین کہ زحل کے دور سے پہلے کوئی اور دور ان سبعہ سیارہ کا نہین گذرا اب رہا یہ امر کہ آفرینش عالم کے لیے انسانی آبادی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سچ ہے مگر اتنے عرصہ دراز تک اشرف المخلوقات کا دنیا مین نہونا نقص عالم

اور خلاف حکمت ہے۔ اب ہمکو سواے مذہب کے اور کسی سے رجوع نہیں کرنا ہے۔ کیونکہ اس تحقیق مین ہر ایک علم پسپا ہوتا ہے۔

ہندوؤن کا مذہب صاف طور پر یہ کہتا ہے کہ دنیا تو دنیا انسانی آبادی لاکھون برس سے کم نہین اور دنیا کو تو اتنا زمانہ گزرا کہ بعض سادہ لوح اُسکو قدیم کہنے لگے۔ قاعدہ ہے کہ جب انسان سادہ لوح کسی حساب سے گھبرا جاتا ہے تو یہی کہدیتا ہے کہ بے حساب ہی۔ اگر پیشوایان ہنود نے نجوم سے مدد لی ہے تو ہمارا کوئی حرج نہین۔ اب رہے اہل مذہب عیسائی ان لوگون کے خصائص مین سے ایک خاص امر یہ بھی ہے کہ ہمیشہ سطحی امور پر غور کرتے ہین اس سے زیادہ قوت روحانی نہین رکھتے۔ اور چونکہ انہین سے بعض قومین سواے منفعت مال دنیا کے اور کوئی غرض نہین رکھتین۔ اسوجہ سے انکے خیالات کا احاطہ صرف صنعت اور تجارت سے محدود ہے۔ اگر اس قوم مین سے کسی نے اپنی قومی خصوصیت کی خلاف باوجود عدم مناسبت کوئی مسئلہ دماغ مین لیا تو اُس سے عجیب وغریب نتیجے اخذ کیے جاتے ہین۔ غرض یہ کہ انجیل بھی اُٹھی کی مناسبت سے اُتری۔ جس مین ایسے مسائل مطلق نہین۔ البتہ توریت نے قدامت کا اسقدر پتہ دیا ہے کہ اگر وہ نہوتا تو ابن اثیر کی تاریخ کامل ناقص رہتی اور طبری اور ابن خلدون شائد تاریخ لکھنے کا ارادہ ہی نہ کرتے۔ یا اگر لکھتے تو اسکی چوتھائی بھی نہوتی کیونکہ حضرت آدم سے حضرت موسیٰ تک جسقدر واقعات کا پتہ ان مورخون کو چلا ہے اور خود یونانیون کو بھی وہ سب توریت سے (اور ان عربی ویونانی و رومی تاریخون کا ترجمہ اہل یورپ نے کرلیا ہے۔)

ہمارا مذہب سب سے زیادہ پتہ اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے دیتا ہے۔ ۱۳ سو برس ہوے جبکہ کلام مجید مین قیامت کی نسبت فرمایا گیا تھا اقترب الساعۃ حالانکہ اتنا زمانہ گزر گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی لاکھ برس سے انسان ہے۔ اوس حساب سے اگر دو ہزار برس کے بعد قیامت آئے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ زمانہ قیامت قریب تھا۔

حدیث مین ہے کہ خدا نے دو لاکھ آدم پیدا کیے۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکہ کے ساتوین باب مین تحریر فرمایا ہے۔ کہ جب دنیا کو ۷۰ ہزار برس گزر گئے تو اول آدم کی مٹی خمیر کی گئی۔ اور اس کتاب کے باب ۳۹۰ مین فرماتے ہین کہ اکثر ستارے فلک اطلس مین اسقدر بطی السیر ہین کہ ایک درجہ سو برس مین طے کرتے ہین (یعنے ایک برج ۳ ہزار برس مین) اور عبدالکریم جیلی صاحب انسان کامل نے لکھا ہے کہ نسر نے منارۂ مصر کی بنا کے زمانہ سے اب تک دس برج طے کیے ہین۔ اس حساب سے ۳ لاکھ برس اسکی تعمیر کو ہوئے۔ حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ ایکبار مین بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا چند اشخاص میرے ہمراہ طواف مین مشغول تھے اُنمین سے ایک نے دو شعر اُنکی طرف مخاطب ہو کے پڑھے اُنمین سے ایک یاد رہگیا۔ وہو ہذا۔ لقد طفتکما طفتم بنینا بھذا البیت طرا اجمعینا + (ترجمہ۔ مین نے بھی برسون تمھاری طرح اس گھر کا طواف کیا ہے) پھر اُنھین صاحب نے ان سے پوچھا کہ تم مجکو پہچانتے ہو مین نے کہا نہین۔ بولے ہم تمھارے اول اجداد سے ہین۔ انھون نے کہا آپ کے انتقال کو کتنا زمانہ گزرا اونھون نے جواب دیا کچھ اوپر چالیس ہزار سال۔ انھون نے کہا کہ ہمارے جد اعلی آدم کو تو اتنا زمانہ نہین گزرا اسپر اُنھون نے جواب دیا کہ تم کس آدم کا ذکر کر رہے ہو اس قریب کے آدم کا یا ان سے پہلے جو آدم گزر گئے ہین۔

اور حضرت علی نے بھی منارۂ مصر کی بابت ایسا ہی کچھ فرمایا ہے کہ اس حساب سے تقریباً دو لاکھ برس ہوتے ہین۔ یہ حدیث کہ ان اللہ تعالے خلق مائۃ الف آدم حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

الناطق

جہان بگشتم و آفاق سر بسر دیدم — نہ مردمی اگر از مردمی اثر دیدم
برین رواق زبرجد نگارہ کہ خورشید — نگاشتہ سخن خوش بآب زر دیدم

حقّ معرفت

کاش ہم اس منظر کا معائنہ کر لیتے جسے ہم مین سے مرجانے والے دیکھ چکے ہین مگر جو کچھ ان مرنے والون نے دیکھا ہے ابھی ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے اور وہ وقت بالکل قریب ہے کہ یہ پردۂ حجاب سرتاسر اُٹھا دیا جائے گا لیکن اگر ہم چشم بینا رکھتے ہین، اگر سامعۂ باطنی سے بہرہ مند ہین تو ہمین وہ تمام منظر دکھا دیے گئے ہین، ایک ایک واقعہ سُنا دیا گیا ہے، اگر ہم مین قبول ہدایت کی استعداد موجود ہے، اگر ہم ہدایت کے طلبگار ہین تو سبیل ہدایت ہم پر نہایت ہی شرح طریقہ سے ظاہر کر دی گئی ہے۔ دنیا کی عبرتون نے احوال رفتگان کو ہم پر بالکل آشکارا کر دیا ہے قوم نوح کی حالت کا اندازہ کرو، قوم عاد پر نظر ڈالو قوم ثمود کی عبرتناک حالت دیکھو، غرض ہمارے سامنے عبرت کے دفتر کھلے ہوے ہین، دنیا اور اُسکی لذتین دنیا والون کے ساتھ نہایت سرعت کے ساتھ روگردانی کر رہی ہین، یہ وہ سرائے ہے جو عنقریب فانی ہونے والی ہے اور اُسکے ساکن اس سے باہر ہونے والے ہین، ہم مین سے غائب ہو جانے والا جسے لیل و نہار کی نت نئی گردشون نے منزل تک پہنچا دیا ہے اسی قابل تھا کہ بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جائے کیونکہ اہلق لیل و نہار نہایت تیزروی کے ساتھ جا رہا ہے، دنیا گزر رہی ہے اور اپنے گزرنے کا اعلان کر رہی ہے، وہ کسی کے ساتھ احسان و نیکی کے ساتھ پیش نہین آتی اور نہایت ہی سرعت کے ساتھ پشت پھیر رہی ہے، اہل دنیا کے نزدیک یہ ایک خوشرنگ و سرسبز چیز ہے مگر ناظر اور صاحب بصیرت کے نزدیک اسکی طراوتین اور نزہتین مشتبہ ہین۔ آہ یہ دنیا اپنے باشندون کے لیے فنا کی قبرین تیار کرتی ہوئی اپنے ہمسایون کو بھی جو اسکے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہین کھینچ رہی ہے، اس دنیا کی لذتین آخرت مین نہایت ہی تلخ ہین اور اسکی صاف و شفاف نہرین بالکل دُرد آمیز اور مکدر سمجھی جاتی ہین، اس دنیا کی کوئی شے باقی نہین رہے گی مگر اُس جرعہ کے مثل جو حالت سفر مین پانی کم ہو جانے کے وقت پانی تقسیم کرنے والے پیمانے مین باقی رہجاتا ہے، اگر کوئی پیاس کا مارا اُس چیز کو چوسے

تو اپنی پیاس نہین بجھا سکتا بس اب اس گھر سے کوچ اور رحلت کا ارادہ کرنا ہی بہتر ہے جسکے مکینون کے لیے نیستی اور زوال مقدر ہو چکے ہین اسکا سایہ ہم پر چھایا ہوا ہے اور حکم خدا ہماری فطرت ہی ہمین یہ رحلت پر آمادہ کر رہی ہے کہین دنیا کی خواہشین اور آرزوئین ہم پر غالب نہ آجائین اور اپنی مدت عمر کو ہم طویل اور دراز نہ سمجھ بیٹھین۔

اے ان بجھی ہوئی زمینون کے بچھانے والے اے آسمان بلند و مرفوع کے بحالت خود رکھنے والے اور ہر ایک نفس کو اُسکی جبلت و فطرت پر پیدا کرنے والے ہمین اُن شخصون مین سے بنا دے جو قول حق کو سن کر اُسمین غور و تعمق کرتے ہین حوادث روزگار پر گہری نظر ڈالتے اور بصیرت حاصل کرتے ہین ہلاکت کے مقامات مین گرنے سے اجتناب کرتے ہین ضلالت کی گھاٹیون مین گم ہو جانے سے بچتے ہین جنکی نعمتین اُنھین تکبر مین مبتلا نہین کرتین اور زیبا کو موت کے بعد پشیمانی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے مکان کی کیا توصیف کیجائے جسکے اول مین تو رنج و تعب ہے اور آخر مین فنا اسکی حلال چیزون مین تصرف کرنے سے حساب کا سامنا ہوتا ہے اور اسکے محرمات مین مبتلا ہونے سے عذاب کا جو اس مین رہکر غنی اور مستغنی ہو گیا وہ مفتون اور دیوانہ ہے اور جو اسمین فقیر ہے وہ حزن و الم مین گرفتار ہے جسنے اسکے حاصل کرنے مین سعی اور کوشش کی اُسی کے پاس سے فوت ہو گئی اور جو اسکی طرف سے منھ پھیر کر بیٹھا اُسی کی طرف متوجہ ہو گئی جس نے اس دنیا کو گہری نگاہ سے دیکھا دنیا نے اُسے بینا اور آگاہ کر دیا اور جسکی نگاہین اسکی زینتون اور آرائشون ہی مین الجھ کر رہگئین اُسے اس دنیا نے اندھا کر چھوڑا، یہ دار العمل ہے وہ شے جو اسی کے لیے حاصل کیجاے کبھی نجات نہین دیسکتی یہ دنیا دار الامتحان ہے اسی مین اچھی طرح گرفتار کر کے لوگون کا امتحان لیا جا رہا ہے، اب جن لوگون نے دنیا مین سے اسی کی آرائشون کو حاصل کیا وہ اسنے خارج کر دیے جائین گے ان آسایشون سے علیحدہ ہو جائین گے اور انکے حاصل کرنے پر اُنسے حساب لیا جائے گا اور جنھون نے دنیا مین سے اُسکے غیر یعنی آخرت کے لیے کچھ کما لیا وہ کمائی دنیا سے علیحدہ ہو جانے کے بعد اُنھین پہونچا دیجائے گی بیشک یہ دنیا عقلمندون کے نزدیک

شاخص کے سایے سے زیادہ وقعت نہین رکھتی جیسے ابھی پھیلا ہوا دیکھا تھا اور ابھی بالکل فنا ہے
آہ یہ دنیا! اس دنیا کے چشمے نہایت تاریک و مکدر ہین اسکے آبشار نہایت ہی گندے اور
غبار آلود ہین اسکے منظر بنظر ظاہر نہایت خوش آیند اور فرحت بخش ہین مگر انجام کار ہلاک کرنیوالے
یہ دنیا مکار ہے فریب دینے والی ہے اسکی روشنی بہت جلد اوجھل ہوجائے گی اسکا سایہ زوال ہے
اور اسکی تکیہ گاہین خراب و برباد ہوجانے والی ہین اسے بلاؤن نے گھیر لیا ہے مکر و حیلہ کے ساتھ
مشہور ہے اسکا عیش ناپسندیدہ ہے امان اس گھر مین معدوم ہے ہم اس دنیا مین ایسے رستے پر
ٹھہرے ہین جس پر سے ہمارے قبل بہت سے لوگ گذر گئے اب وہ وقت قریب ہے کہ آرزوئین
حسرتین اور امیدین قطع ہوجائینگی دل اپنی حالتون کا اندازہ کرتے ہوے حرص و ہوا سے
گذر جائین گے آوازین پستی کے عالم مین لرز جائینگی چہرون پر جاری ہونے والا پسینہ لگام
کیطرح منھ تک آئیگا اور لوگون کے کان اس بلانے والے کی سخت و درشت آواز کیطرف مضطرب
ہونگے جو انھین جزا و عقوبت کی طرف بلائیگا اور بخشش و ثواب کے لیے طلب کریگا
ہمین تاریکیٔ جہالت سے نکلنے کی مہلت دیجا چکی ہے واضح اور روشن راستے دکھا دیے گئے ہین
خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لیے ہمین مدت عمر عطا ہوچکی ہے شک و شبہہ کی تاریکیون مین مشعل
ہدایت روشن کردیگئی ہے کاش ہمارے قلوب صحیح و صائب مثالون اور شفا بخش مواعظ سے
متاثر ہون گوش شنوا انھین سُنین محتاط عقلین انپر کاربند ہون طاعت و عبادت کی طرف اقدام
کرین موت کا یقین حاصل کرلین حق کو پہچانین اپنی فطرت اصلی کی طرف راجع ہون اپنے
مطلوب کے طالب ہوکر گمناہون سے بھاگین اپنے باطن کو پاک اپنی روح کو مطہر بناتے ہوے
آخرت مین اپنے مکان تعمیر کرلین اپنے راستے اور اپنے کوچ کرنے کے دن کے واسطے توشہ اور
زاد راہ کو ذخیرہ کرین اسکے وعدون کی حقیقت کی سچائی کا یقین کرین اور اس چیز کے مستحق ہوجائین
جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کاش ہم صحت بدن کی حالت مین کوئی سامان آخرت مہیا کرلین
اس لیے کہ شباب کی طراوتون کے مالک سوا سے جھکا دینے والے بڑھاپے کے اور کسی چیز کے

منتظر نہین اور صحت و تندرستی کی مسرتون کے اہل دشوار اور شدید امراض کے سوائے اور کسی چیز کا انتظار نہین کرتے، بیشک حالت بقا مین زندگی بسر کرنے والون کو اوقات فنا کے سوائے اور کسی چیز کا انتظار نہین ہے، ہی عزیز و اقارب، ہی دوست احباب عنقریب ہمکو اموات کے مکانون مین تنہا چھوڑ دینگے، ایک تنگ و تاریک خوابگاہ کے حوالے کر دینگے، ہمین ایسی غربت کے مکان مین لیجا ئینگے جہان سے پھر ہماری زیارت کسی کو نصیب نہوگی، حوادثات زمانہ ہمارے نشانات کو مٹا دین گے برباد کر دین گے، یہ تر و تازہ بدن متغیر ہو جائینگے، زوردار اور قوت والی ہڈیان بوسیدہ اور بوسیدہ ہو جائین گی۔ بہتر ہے کہ ہم اپنے دلی تفکرات کو امر آخرت مین مشغول کر دین، زہد و تقوی ہماری خواہشات کو روکدے ہم اپنے نفوس کو اس بقیہ وقت کے لیے طاعت خداوندی مین وقف کر دین، تقوی و پرہیزگاری مین تساہل نکرین، خوف و خطر دنیا و دین سے اسمین رہنے کے لیے خوف خدا کو ہم اپنا پیشوا بنا لین، ہم اپنی لذتون کے سرور اور حاجتون کے ظہور مین مست و گمراہ نہو جائین تاکہ قبر مین ہماری نیند نہایت خوشتر نیند ہو اور روز حساب ہمارے لیے نہایت ماموں دن ہو، اسلیے کہ آرزوے دنیا عقل کو سہو مین گرفتار کرتی ہوئی ذکر آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

پروردگار عالم مجھے اپنے نفس پر مسلط ہونے کی توفیق عطا فرما تاکہ مین خوف خدا کو اپنا لباس بنا لون اور شدائد دنیا کو بامید ثواب آخرت آسان سمجھ لون، حقیقت امر کو دیکھ لون، اپنے انجام کو یاد کر لون، آب خوشگوار معرفت سے سیراب ہو جاؤن، دنیا کو اختیار کر کے آخرت کو نہ چھوڑ دون، شراب صافی کو ترک کر کے دُرد آشام نہ جون، میں شہوات نفسانیہ کے پیرہن کو اوتار ڈالون، ہواہشون اور ہوا و ہوس کو اپنے دل سے دور کر دون، مین اپنے نفس سے خود محاسبہ کرون قبل اسکے کہ مجھ سے حساب لیا جاے، مین اپنے گناہون سے توبہ کر لون قبل اسکے کہ میری سانس کے رستہ کو موت کا پھندا تنگ اور ضیق نہ کر دے، مین اپنی فارغ البالی کے دنون مین اور مہلت کے ایام مین عمل خیر مین مشغول ہون قبل اسکے کہ میرا مجرا نفس گرفت کر لیا جاے، اس لیے کہ جس شخص نے موت سے پہلے ایام آرزو و زندگی مین کوئی نیک کام

بیشک وہ عمل نیک اُسے فائدہ پہونچائے گا اور مرگ ناگہانی اُسے کچھ نقصان نہ پہونچا سکے گی۔
دنیا کی خوشحالیاں رنج واندوہ کے ساتھ ملی ہوئی ہین، اب ہی چاہیے کہ دنیا کی وہ آرائشین جو
دلون کو لبھا لیتی ہین ہمین فریب ندین، ہم ادہر مفتون نہو جائین، یہ دنیا مکر وفریب کے ساتھ
مزین ہو رہی ہے، اسکی شادیان اور مصیبتین ہمیشہ نہین رہینگی، یہ اسکا لہ ہے، اپنے شکارون کو
کھا جانے والی ہے، اپنے گرفتارون کو ہلاک کرنے والی ہے، بعینہ دنیا کا یہی عالم ہے کہ ابھی سرسبزی
ابھی خشک پڑی ہے اور خرمن ہستی کو فنا کی ہوائین اُڑائے لیے جاتی ہین کوئی ایسا
شخص نہین جسنے دنیا مین کوئی ساعت خوشی کے ساتھ گذاری ہو اور اسکے بعد ہی آنسوون کا
تار نہ بندہ گیا ہو کوئی متنفس ایسا نہین جسکے ساتھ دنیا نے اپنی مسرتون کے ساتھ ملاقات کی ہو
اور پھر اُسنے اپنی مضرتون اور سختیون کے مزے نہ چکھائے ہون اس دنیا کا یہی وطیرہ ہے، اسکی
خوشی کا بالکل اعتبار نکرنا چاہیے، یہ دنیا سخت دھوکے دینے والی ہے، یہ سراسر فریب ہے،
یہ رنج ونصب کا مکان ہے، یہ عبور کیجانے کی جگہ ہے، یہ متغیر ہو جانے والا مقام ہے، اسکی
بلاؤن کے تیر خطا نہین ہوتے، اسکی جراحتون کا اندمال نہین ہو سکتا، یہ زندہ کو موت کے
گڑھے مین پھینک دیتی ہے، تندرست کو مریض بنا دیتی ہے، اس دنیا مین سوائے زہد و
پرہیزگاری کے کسی چیز مین بہتری نہین، جو شخص دنیا مین مطمئن بنا وہی راہ رسیدہ بنگیا۔ دانا
دنیا کے عیش مکدر ہین، اسکی شیرینیان ناگوار ہین، اسکی حلاوتین تلخ ہین، اسکے اسباب
ٹوٹنے والے ہین، اسکی زندگی موت ہے اور اسکا ہمسایہ آوارہ و پریشان ہے عمر رفتہ کے
واپس آنے کی اتنی بھی امید نہین جتنی کہ رجعت برزق کی امید ہے، وہ رزق جسے زمانہ نے
فوت اور گم کر دیا ہے، امید ہے کہ وہ کل کو زیادہ ہو جائے مگر عمر کا وہ حصہ جو کل گذر گیا آج
اُس کے واپس آجانے کی آس نہین، آیندہ کے لیے امید ہے مگر گذشتہ کے لیے بالکل
ناامیدی ہے، اسکی حالت یہ ہے کہ جب نفرت کرنے والا اس سے مانوس ہوا اور اس کا
انکار کرنے والا اسکی طرف سے مطمئن ہوا تو اس دنیا نے اُسے لات ماردی، اپنے دام مین

اسیر کرلیا اور اپنے تیروں سے اسے ہلاک کرڈالا اس دنیا نے انسان کی گردن میں موت کی رسی باندھکر ایک تنگ و تاریک خوابگاہ اور وحشت ناک منزل و مکان کی طرف کھینچ لیا جہاں وہ اپنے اعمال کا معائنہ کرے گا اور عمل نیک کا ثواب اور اعمال بد کی سزا پائے گا۔

کیا ہم اُن لوگوں کے مساکن میں سکونت پذیر نہیں ہیں جنکی عمریں ہم سے بہت زیادہ طویل تھیں جنکے مکانات ہم سے زیادہ آباد تھے جنکی آرزوئیں حد سے زیادہ تھیں اُنھوں نے کن کن طریقوں سے دنیا کو اختیار نہ کیا مگر آخرکار دنیا سے کوچ کرگئے حوادث زمانہ اُنپر مسلط ہوگئے، اب تو انکی قبریں پتھروں کے ڈھیر ہیں مٹی انکے لیے کفن کا کام دے رہی ہے اب انمیں ذرا بھی ناہمواری باقی نہیں ہے ایسا سے کیسا ہی سلوک کیا جائے مگر منع نہیں کرسکتے اب کینہ اُنکے دلوں سے نکل چکا ہے حسد ان سے بالکل ضائع ہوگیا ہے اب ان لوگوں نے روئے زمین کو تہ زمین سے مبدل کرلیا ہے وسعت کے عوض تنگی قبول کرلی ہے، اپنی روشنیاں تاریکیوں سے مبدل کرلی ہیں عبرتہائے دنیا بھی نہایت قابل غور ہیں ہم نے اکثر دیکھا ہے، بارہا معائنہ کیا ہے کہ ایک شخص اپنی آرزوؤں پر فائز ہوا چاہتا ہے اور اپنی تمناؤں کے بالکل قریب ہے ناگاہ موت آئی اور اُسکی آرزوؤں کو قطع کردیا۔ اب کوئی آرزو ہی نہیں جس تک پہونچنے کی تمنا کیجائے۔ اس دنیا کی نوشحالیاں کسقدر فریب دینے والی ہیں اُس کی سرہوں میں کسقدر تنگیاں مضمر ہیں اسکا سایہ کتنی جلد وعوب سے مبدل ہوجائیگا دنیا میں جو شئے ناقص ہے اور اُسکے سبب سے آخرت میں زیادتی ہوگئی وہ اس سے بہتر ہے کہ آخرت میں نقص آئے اور دنیا میں زیادتی ہو۔ بیشک حلال اشیاء ان سے کہیں زیادہ ہیں جو ہم پر حرام کی گئیں ہیں پس ہم اب زیادہ چیزوں کے سبب سے کم کو ترک کردیں ہم اس دنیا میں وہ نشانہ ہیں جنپر موت تیراندازی کررہی ہے اسکے ہر ایک گھونٹ میں کدورت ہے اور اسکے ہر ایک لقمہ میں رنج ہے، یہ دنیا لذت زندگانی کی ایک کلی ہے جس کا ذائقہ تھوڑی دیر تک چکھنے کے بعد پھر تمام کو پھینک دیتے ہیں۔

ہمارے اصول (؟ باواجداد) گذر گئے، ہم انکی فرع موجود ہین تو کیا اصل کے زائل ہونے پر فرع باقی رہسکتی ہے؟ ہر شخص اُس شئے سے ملاقات کرنے والا ہے جس سے اسباب دنیا جمع کرتے وقت کراہت ظاہر کیجاتی ہے، انجام کار یہ بدن روح سے خالی ہوجائے گا، یہ متحرک شئے ساکن ہوجائے گی، یہ گویا زبان بالکل بستہ ہوجائے گی: خداوندا! ہم تیرے انعام و افضال کے امیدوار ہین، تیرے عذاب وعقوبت سے خائف ہین، ہمین ناامید ہوجانے والون کی حالت مین اپنے مکانات کو نہ بھیج، اپنی رحمت کی بارشین ہم پر برسادے، ہماری عقلین ہدایت کے چراغون سے روشن ہوجائین، ہماری آنکھین پرہیزگاری کی علامتون کی دیکھنے والی ہون، ہمارے قلوب تیری معرفت کے لیے وقف ہوجائین، ہمارے عزم تیری اطاعت کے لیے کمربستہ ہوجائین، ہماری رات کی خوابگاہین اور دن کو آرام کرنے کے کمرے دنیا طلبی سے خالی ہون، ہم نہایت ہی عمدہ توشہ اور زاد آخرت لیتے ہوے اس دنیا سے گذر جائین، اس سے بقدر کفاف ہی سوال کرین اور اپنی منزل پر پہونچنے سے زیادہ اس سے طلب ہی نہ کرین۔

باقی رہنے والون کے ساتھ زمانہ کی وہی رفتار چلی جاتی ہے جو گذشتگان کے ساتھ تھی، جس شخص نے اس سے منھ پھیرلیا وہ پھر واپس نہین آئے گا اور جو شئے اسمین باقی ہی وہ ہمیشہ نہ رہے گی، ایک ہنکانے والا ہم کو اس طرح ہنکا رہا ہے جیسے ساربان اُن اونٹون کو ہنکایا کرتا ہے جن کا دودھ خشک ہوگیا ہو، ہم دنیا سے کوچ کرنے پر مامور ہوے ہین، ہم اُن ٹھہرے ہوے سوارون کے مانند ہین جنھین کچھ معلوم نہین کہ کب کوچ کا حکم مل جائے گا، کل کا دن بہت ہی قریب ہے، آج کا دن مع اُس چیز کے جو اس مین موجود ہے گذر جائے گا اور کل کا دن آجائیگا جو اس سے بالکل ملحق ہے، ہم مین سے ہر ایک شخص تن تنہا اپنی اس منزل تک پہونچ جائے گا جو زمین مین موجود ہے۔ آہ! وہ تنہا مکان، وہ وحشتناک منزل، وہ غربت مین اکیلا مکان، وہ قبرون کی تنگی، وہ کسر و انکسار

سختی، یہ رستہ کی درازی، یہ زادراہ کی قلت، یہ دور دراز کا سفر اور یہ منزل کی بزرگی!
بارالہا! میرے وہ گناہ بخش دے جنھیں لوگ نہیں جانتے تجھے اُس چیز سے پرہیز کرنے کی
توفیق عطا فرما جو باقی نہیں رہے گی، مین اپنے قول کو فعل کے ساتھ مرکب کردون میری لغزشین
قلیل ہون، میرا قلب خاشع، میرا نفس قانع ہو میری خواہشین بہت تھوڑی ہون میری روزی
آسان ہو، میرا دین محفوظ ہو لوگ مجھ سے خیر کے ہی امیدوار رہین، میرے شر سے امین ہو جائین
بیشک تو انسان بیابانون مین حیوانات وحشی کی آوازون کو سُنتا ہے، تو خلوتون مین بندون کے
گناہون سے واقف ہے، تجھے بڑے بڑے اور ذخار دریاؤن مین مچھلیون کی مختلف حالتین
معلوم ہین، ہمارے مطالب کی برکت و فیروزی تیرے ہی ساتھ ہے اور تو ہی ہماری خواہشات کا
منتہا ہے، ہمارے خوف و خطر کے لیے باعث امن ہے، تیرا تقوی، تیرا خوف ہمارے قلوب کے
درد کی دوا ہے، ہمارے دلون کے اندھے پن کے لیے بصیرت ہے، ہمارے جسمون کے امراض کی
شفاء ہے، ہمارے سینون کے فساد کی اصلاح کرنے والا ہے، ہماری آنکھون کے پردون کو
جلا دینے والا ہے، ہماری ضلالت کی سیاہی کی ضیا رہے، ہماری قبرون کی تاریکیون کے لیے
ایک روشن چراغ ہے، اب ہم اپنے نفسون کو اُسکی عبادت کے لیے رام کرلین اور اُسکے
حق اطاعت کو ادا کرنے کی حالت مین اُسکے روبرو حاضر ہو جائین اسلیے کہ کسی اصل کی صل
جو تقوی و پرہیزگاری پر ہو کبھی برباد اور ہلاک نہین ہو سکتی اور جس قوم کی کھیتیان زمین نہاد
و تقوی پر لہرا رہی ہون وہ ہمیشہ شاداب رہے گی۔

افسوس جب کوئی شخص مرتا ہے تو لوگ کہتے ہین کہ اس نے کیا ترکہ چھوڑا اور فرشتے دریافت
کرتے ہین کہ یہ کونسا ذخیرۂ آخرت اپنے ہمراہ لایا ہم کو لازم ہے کہ اپنے اموال کے بعض حصے کو
آگے روانہ کردین تاکہ ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت ہو جائے اور اپنے تمام مال کو دنیا ہی مین
نہ چھوڑ جائین اس لیے کہ قریب ہے وہ وقت جبکہ ہم موت کا پیالہ پی کر گویائی کو گونگے پن سے
قوت سامعہ کو بہرے پن سے اور حرکت کو سکون سے بدل لینگے ہماری خبرین منقطع ہو جائینگی،

یہ رنگ و روغن والی صورتین مکروہ ہوجائینگی یہ نرم و نازک بدن مٹی مین ملجائینگے ہماری خاموش منزلین ہم پر منہدم ہوجائینگی ہم ان تنگیون سے نکلکر وسعت مین نہین آسکینگے آہ! اس زمین نے کسقدر تازہ بتازہ جسمون اور رنگ و روغن والی صورتون کو کھالیا جو عزتون مین پلے تھے جنھون نے نعمتون مین پرورش پائی تھی رنج کی گھڑی بھی خوشی مین گذرتی تھی اپنے عیش و طرب کا ترک گوارا نہ تھا وہ اپنی دنیوی ترپائشون کو دیکھ دیکھ کر ہنستے تھے ناگاہ زمانے نے انھین اپنے خس و خاشاک کی طرح دھنک ڈالا امراض نیستی کے کمانداروں نے انپر موت کے تیر چلائے گردش ایام نے انکی قوتین توڑ ڈالین انھین ایسے رنج و غم کا ہمراز بنادیا جسے وہ اپنے پاس بھی نہ آنے دیتے تھے ہم اپنے ایسے جسم کو آرام پہونچانے کے لیے کیون کسی پر ظلم کرین جو کہنہ اور بوسیدہ ہونے کے لیے عجلت کررہا ہے اور جو چند تون تک ہزارون من مٹی کے نیچے پڑا رہے گا۔

پروردگارا! مجھکو توفیق عمل دے توفیق تو بہ عنایت فرما قبل اسکے کہ کراماً کاتبین کے قلم میرے نامہ عمل کی تحریر سے فارغ ہوجائین پیشتر اس سے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو اور ملائکہ نامہ عمل کو لے کر اوپر کو صعود کر جائین آخر وہ کون سی چیز ہے جسنے مجھے پروردگار کی اطاعت سے مغرور کردیا کس چیز نے مجھے گناہون پر جری اور دلیر بنادیا کس شے نے مجھے اپنے نفس کی ہلاکت پر مانوس کیا ہے؟ کیا میرے درد کے لیے دوا نہین؟ کیا میرے خواب کے لیے بیداری نہوگی؟ کیا مین اپنے نفس پر اتنا بھی رحم نہین کرتا جتنا کہ کسی غیر پر کرتا ہون کیونکہ بسا اوقات مین کسی شخص کو آفتاب کی حرارت مین بیٹھے ہوئے دیکھتا ہون تو اسپر سایہ کرلیتا ہون کسی کو درد مین مبتلا پاتا ہون ایسا درد جو اسکے بدن کو اذیت پہونچاتا ہے تو اسپر رحم کرکے آنسو بہانے لگتا ہون پھر کس چیز نے مجھے اپنے دردکے واسطے صبر عنایت کردیا مجھے اپنے نفس پر رونے دھونے سے مفرور کردیا حالانکہ اپنا نفس مجھے نہایت ہی عزیز ہونا چاہیے مگر قوت احساس نہین رہی افسوس ہے اس کا خوف عذاب خداوندی کو میرے سامنے پیش کرکے مجھے کیون بیدار نہین کرتا اب مین مستقل ارادے اور عمل کی [illegible]

دل مین قائم ہو جانے والے ضعف کی بیماری کا علاج کرکے خداوند عالم کا مطیع ہو جاؤن اُسکی یاد سے مانوس ہون، اپنے ذہن مین اس حالت کا تصور کرون کہ مین اس سے روگردانی کر رہا ہون اور وہ میری طرف رخ کر رہا ہے، مجھے اپنی معافی کی طرف بُلا رہا ہے، میرے گناہون کو اپنے فضل و کرم کی چادر مین ڈھانک رہا ہے اور مین اُسکی طرف سے مُنھ پھیراتے ہوے اُس کے غیر کی طرف متوجہ ہو رہا ہون، بلند و برتر ہے وہ خدا جو قوی و قادر ہے، وہ مجھپر اور میری فروتنی پر جو شفیق ہے، کسقدر رحم و کرم کرتا ہے اور میری دلیری گناہون پر کسقدر بڑھی ہوئی ہے حالانکہ مین اُسکی چادر رحمت کی پناہ مین مقیم ہون، اُسکے وسیع و فراخ فضل و کرم کے دامن مین پلنے والا ہون اُسنے اپنے فضل و کرم کو مجھسے روک نہین لیا، مجھسے اپنے پردہ پوشش کو علیحدہ نہین کیا، مین ایک لمحہ بھر کے لیے بھی اُسکے لطف و کرم کے سبب سے نعمتون سے خالی نہین جنھین وہ میرے واسطے ظاہر کرتا رہتا ہے یا میرے بہت سے گناہون کی پردہ پوشی کرتا ہے یا بہت سی بلاؤن کو مجھسے روکتا ہے، قسم خدا کی اگر دو برابر کی قوت والون مین اور برابر کی قدرت رکھنے والون مین یہ صفت قدرت و قوت ہوتی تو بیشک مین پہلا حاکم ہوتا جو اپنے نفس کو اخلاق ذمیمہ اور اعمال بد پر حکم کرتا کیونکہ حالت موجودہ مین مجھکو مین اپنے پروردگار کا کسی طاقت مین ہم پلہ نہین مگر پھر بھی اُسکی نافرمانی کیے جاتا ہون، دنیا نے مجھے مغرور نہین کیا بلکہ مین ہی دنیا پر فریفتہ ہو رہا ہون کیونکہ اس دنیا نے میری آنکھون کے سامنے سے پردے اُٹھا دیے ہین طرح طرح کی نصیحتین میرے لیے ظاہر کر رکھی ہین، وہ کمی جو میرے رزق مین ہونے والی ہے، وہ بلائین جو میرے جسم پر نازل ہونے والی ہین جنکا مجھسے اس دنیا نے وعدہ کرلیا ہے وہ بالکل سچی ہین اُنھین ضرور وفا کرے گی، ان وعدون مین اُسنے بالکل دروغ گوئی سے کام نہین لیا، مجھے کسی قسم کا فریب نہین دیا، اگر مین ویران شہرون اور سنسان مکانون سے اس دنیا کی معرفت حاصل کرون تو مین انھین خدا کی یاد دلانے، مواعظ و نصائح تک پہونچانے اور برائیون سے منع کرنے مین نہایت ہی اعلیٰ پاؤنگا، واہ کیا اچھا ہے اُس شخص کا مکان جو اس دنیا مین گھر بنانے پر راضی نہین ہوتا

کیا خوب ہے اُس شخص کا محل جو اس دنیا کو اپنی منزل سمجھ کر اسمین متوطن نہین ہوتا بیشک کل کے دن نیک بختان دنیا وہی لوگ ہین جو آج اس دنیا سے فرار کر رہے ہین جسوقت ایک ہوا کے آواز دنیا کو متزلزل کردیگی ہر ایک عبادت گاہ کے ساتھ اُسکا اہل ملحق ہو جائیگا ہر ایک معبود کے ساتھ اُسکا عبادت کرنیوالا ملاقات کریگا ہر اطاعت کے جانے والے کے ساتھ اسکا اطاعت کیے جانے والا قائم ہوگا، افوہ! اوس روز کسقدر حجتین ہین جو باطل ہونگی کسقدر [illegible] رشتے ہین جو منقطع ہونگے اب مجھے لازم ہے کہ مین اُس کام کو اختیار کرون جسکے سبب سے میرا عذر قائم رہے، میری حجتین ثابت رہین اس ناپائدار دنیا سے وہ چیز حاصل کرون جو میرے واسطے باقی رہجاے، اپنے سفر کے لیے تیار ہوجاؤن، برق نجات کی روشنی پر نظر کرون اور اپنے بوجھ اُٹھانے والے اونٹون کے تنگ کس لون۔

بیشک موت لذات کو قطع کرنیوالی اور خواہشات کو مکدر کرنیوالی ہے، وہ ایسی قاتل ہے جسکے خون بہا نہین لیا جا سکتا قریب ہے کہ اسکے ابر چشم کی تاریکیان، اسکے آتش مرض کے شعلے، اسکی سختیون کی ظلمتین، اسکی عالم جانکنی کی بے ہوشیان، اسکی روح کو باہر نکالنے والے آلام، اسکی گھیرنے والی تاریکیان ہمین گھیر لین، ہمارے پکارنے والون کو متفرق، ہمارے انس کو خاموش کردے، ہمارے آثار مٹادے اور ہمارے آباد گھروں کو ویران کردے۔ یا رب خدایا۔ مجھے دنیا سے بیزاری اور عذر کی توفیق عطا فرما اسلیے کہ یہ بڑی مکارہ ہے، یہ سخت نسیان دینے والی ہے دیدیتی ہے اور پھر چھین لیتی ہے بھلاتی ہے اور پھر اوسکو دلاتی ہے، اسکی آسایشون پر ہمیشگی نہین اور اسکا رنج و تعب منقضی نہین ہوتا، علی کو اس نعمت سے کیا کام جو زوال ہونیوالی ہے اس لذت سے کیا غرض جو باقی نہین رہنے کی؟ ہم لغزشون کی برائی اور عقل کی بیہوشی سے تجھ ہی سے پناہ مانگتے ہین۔ خدایا تو ہماری پوشیدگیون کو مشاہدہ کرتا ہے تو ہماری ضمیرون اور دلی باتون سے واقف ہے، ہمارے اسرار اور بھید تجھپر ظاہر ہین خدایا اگر مین اپنے سوال کرنیسے عاجز اور درماندہ ہوجاؤن یا اپنی حاجت کے سبب سے حیران ہوجاؤن تو تو مجھے میری مصلحتون پر

رہنمائی فرما اسلیے کہ تجھے ہمارے اعمال کا علم ہے اور ہماری غایتین تجھپر ظاہر ہین -
اے بلند و بالا گھرون کے آفریدگار اور ایسے بام کے مالک جسے تو نے شب و روز کے ظاہر
ہونے اور غائب ہونے کا مقام شمس و قمر کی سیرگاہ اور سیارون کے لیے آمد و شد کا مکان
بنا دیا ہے اور اے وسیع و فراخ زمین کے پیدا کرنے والے جسے تو نے لوگون کے لیے قرار
حشرات الارض چوپاے اور وہ حیوان جو نظر آتے ہین یا نظر نہین آتے ہین اُن سب کے لیے
آرامگاہ بنا دیا ہے تو کسی صاحب مال سے روزی طلب کرنے کا محتاج نہین بلکہ اپنی قدرت
کاملہ سے ہر ایک شئے کو رزق پہونچاتا ہے کوئی شئے تیری سلطنت سے نکلکر تیرے غیر کی طرف
قرار نہین کر سکتی کوئی ہمسر نہین جو تیری ہمسری کر سکے کوئی نظیر اور مثال نہین جو تیرے مساوی
بیشک تو ہی موجد عالم ہے اور سواے تیرے کوئی نہین چنانچہ اگر مخلوقات مین تمام حیوانات
و پرندو چرند زندہ و مردہ جمع ہو جائین اُنکے مختلف اصلون اور علیحدہ علیحدہ جنسون کے اقسام
حاضر کیے جائین اُنکے گروہ کے عقلمند جمع ہو جائین اور سب کے سب ملکر ایک پشہ کو پیدا کرنا چاہین
تو اُسکی خلقت پر قادر نہو سکینگے وہ کبھی نہ جان سکینگے کہ اسکی پیدائش کا کیا طریقہ ہے وہ اسکی
ایجاد سے عجز کا اقرار کرینگے اور اُسکے فنا کر دینے پر اپنی مجبوری کا اظہار کرینگے اور بے شک
خداوند تعالی دنیا کو فنا کر دینے کے بعد پھر اُسی حالت تنہائی کی طرف عود کریگا جیسا کہ وہ
خلقت دنیا سے پہلے تھا ویسا ہی اُسکی فنا کے بعد ہو جائیگا اور فنا سے دنیا کے ساتھ
مدتین اوقات و ساعات سب فنا و معدوم ہو جائینگی سواے اُس واحد و اول کے
کوئی چیز باقی نہین رہے گی جسکی طرف سب کی بازگشت ہے -
اے پاک و پاکیزہ خدا تو مثال کے ذریعہ سے نہین پہچانا جا سکتا تجھے از روے مشاہدہ نہین
دیکھ سکتے نفس موجودات کے سواے تیرے لیے کوئی حجاب نہین قواے باطنی تیرا تصور نہین
کر سکتے حواس ظاہری تیرے ادراک سے عاجز ہین لیل و نہار کی گردشین تجھے کہنہ نہین کر سکتین
کوئی مکان تجھپر حاوی نہین ہو سکتا اور نہ کوئی زبان تیری کما حقہ توصیف کر سکتی ہے - نہ تو
تجھسے پانی کے قطرون کا شمار چھپا ہوا ہے نہ آسمان کے تارے تجھسے پوشیدہ ہین ہوا کا

کرۂ ہوا مین تموّج، مورچہ کی سنگِ سخت پر جنبش، اندھیری رات مین چھوٹی چھوٹی چیونٹیون کی خوابگاہ مین، ان مین سے ایک چیز بھی تیری نگاہون سے اوجھل نہین، تو گوشۂ چشم کے خفی سے خفی اشارے کو بھی جانتا ہے، تجھ پر ہموار زمین کے قطعات اور ایک دوسرے سے متصل ہونے والی رات اور حد سے بڑھی ہوئی تاریکی مخفی نہین رہسکتی، وہ شئے جسکے سبب سے بادلون کی بجلیان پھیل جاتی ہین، وہ پتے جو زمین پر گرتے ہین، جنھین ابر کے گرنے کے مقام سے تند و تیز ہوائین اور آسمان کی متواتر بارشین کھین سے کھین اڑائے لیے جاتی ہین، انمین سے کوئی بات ایسی نہین جو تجھپر پوشیدہ ہو۔ ہم تیرے سامنے اپنی برائیون کو ظاہر کر رہے ہین اور تو ہمارے عیوب کو ڈھانک رہا ہے، ہم تیرے عذاب سے کنارہ کش ہو رہے ہین اور تو ہمین مہلت دیے جا رہا ہے، جو لوگ اس دنیا مین متوطن تھے انجام کار انکو انھین مقامات (قبور) کو وطن بنانا پڑا جن سے وحشت کرتے تھے، اسی شغل کی طرف رُخ کیا جس سے جدا ہوتے تھے، آخرکار اُن مشاغل دنیا کو چھوڑا جنکی طرف کار آخرت کو ترک کرکے متوجہ ہوتے تھے، اُنھون نے دنیا سے محبت کی اس دنیا نے اُنھین دھوکا دیا، اُنھون نے اُسپر اعتماد کیا اور اُس نے اُنھین خاک مین ملا دیا اب ہم کو لازم ہے کہ پروردگار کی طاعت پر صابر رہکر اُسکی مصیبتون سے پرہیز کرتے ہوے اُسکی نعمتون کے اتمام کے منتظر رہین کیونکہ کل کا دن آج کے دن سے بالکل قریب ہے، ساعتین آج کے دن کو گذارنے کے لیے عجلت کر رہی ہین، مہینے کے ختم کرنے مین ایام مستعجل ہین اور سال کے ختم کر دینے کی مہینون کو جلدی پڑی ہوئی ہے اور عمر کے گذار دینے کے لیے برسون کو کسقدر عجلت ہے، اب بتاؤ اس مکان مین کونسی خوبی ہے جسکی بنیادین خراب ہوکر شکستہ ہو جائین، اس زمانہ مین کیا بہتری ہے جو مسافر کی مسافت کی طرح منقطع ہو جائے اور اس عمر مین کونسی بھلائی ہے جو آہستہ آہستہ توشۂ راہ کی طرح فنا ہو جائے۔

ہم تقواے الٰہی کے سبب سے اپنے آپ کو گناہون سے محفوظ رکھین اور دنیا مین نہایت پاکیزہ رہین، آخرت کے مشتاق و شیفتہ ہو جائین، دولت دنیا کی چمکدار بجلیون کی طرف رُخ نکرین

اسکی نقاستون پر فریفتہ نہون، اس دنیا کی باتون کو نہ سنین، اسکی آواز کا جواب نہ دین، اس کا حال انتقال وزوال ہے، اسکی عزت ذلت ہے اسکی کوششین فضول اور بیفائدہ ہین، یہ فسق و فساد کا گھر اور غارتگری کی جگہ ہے، یہ ہلاکت کی منزل ہے۔ دنیا والون کو انھین نیرنگیون مین صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے، کہین مردہ پڑا ہوا ہے، عزیز و اقارب رو رہے ہین، اپنے بیگانے ماتم پرسی مین مصروف ہین، کہین مریض کراہ رہا ہے، لوگ عیادت کو چلے آرہے ہین، ایک دوسرا شخص ہے جو ہزار ہزار حسرتون کو سینے مین چھپائے دم توڑ رہا ہے، ایک انسان ہے کہ دنیا کو طلب کر رہا ہے اور موت اُسکی طالب ہے، وہ موت سے غافل ہے مگر موت اُس سے غافل نہین، بعض لوگ تاسف کے ساتھ اپنے ہاتھون کو کاٹ رہے ہین، کوئی کف افسوس مل رہا ہے، کوئی بحر تفکر و الم مین غرق ہے، مگر جب ناگہانی موت سامنے آگئی تو وہ وقت حیلہ گری اور چارہ سازی کا نہین۔ ہیہات ہیہات! اب گریز کہان! جو اسباب عیادت کہ فوت ہوے ہوگئے، جو زمانہ اطاعت گذر گیا گذر گیا!!

الٰہا قادرا پروردگارا! کریما منعما آمرزگارا! بے شک تو اسی قابل ہے کہ تیرے احسان و نعمت کا شکر ادا کیا جائے اگر تیری طمع کیجاے تو یہ بہترین طمع ہے، اگر تجھسے امید رکھی جاوے تو یہ عمدہ ترین امید ہے۔ خداوندا! مجھے تیری طرف حاجت ہے مین تیرا محتاج ہون اور تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی چیز اس احتیاج کا سدباب نہین کرسکتی اسکی ضروریات رفع نہین ہوسکتین مگر تیری بخشش بے اندازہ سے تیرے جود و کرم سے، خداوندا مجھے اس دار العمل مین اپنی خوشنودی و رضا کا جامہ پہنادے مجھے اپنے سوائے دوسرون کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز کردے، بیشک تو اپنی مشیتون پر قادر اور بڑا قدرت رکھنے والا ہے۔

سید علی اصغر بلگرامی

پیش دانا مسند جم خاک یا گہوارہ است بادشاہی عالم طفلی ست یا دیوانگی

ملا اوجی

رباعیات شاکر

۱

تزئین لباس کی ضرورت نہ رہی — اس قالب خاکی سے محبت نہ رہی
دل قبر ہے اور داغ دل چادر گل — اب گور و کفن کی ہم کو حاجت نہ رہی

۲

رحلت پہلو سے ہے شکیبائی کی — رخصت ہے زبان سے آہ و گویائی کی
اُکتا گیا بزم دہر سے دل شاکر — اب دُلہن ہے لحد کے کنج تنہائی کی

۳

ظالم! عہد شباب کھویا تو نے — وہ سن تھا جو لاجواب کھویا تو نے
دن عیش کے کر دیے حرام اے پیری — راتوں کا لطف خواب کھویا تو نے

۴

سانسیں کبھی سینے میں اُلٹ جائیں گی — دندان کی صفیں صاف پلٹ جائیں گی
کیوں قید حیات کا ہے غم اے شاکر — اک دن یہ بیڑیاں بھی کٹ جائیں گی

۵

دنیا کے عذاب جان شکن سے چھوٹے — اور کشمکش روح و بدن سے چھوٹے
یاروں کو غم مفارقت ہے شاکر — ہم خوش ہیں کہ اس دار محن سے چھوٹے

۶

اس دار فنا میں عمر جاوید نہیں! — یہ شام الم ہے صبح امید نہیں
وہ جام نشاط ہے نہ وہ محفل عیش! — ملتا کہیں اب نشان جمشید نہیں

۷

آوارہ مزاج تھے یہان آ نکلے
روتے ہوے گھر سے نوحہ خوان آ نکلے
ویرانۂ دہر مین عدم سے شاکر
ہم خاک اُڑانے کو کہان آ نکلے

۸

بجلی کوئی چھپکے آسمان سے آئی
بُو عشق کی سوزش نہان سے آئی
دل روز ازل تھا ایک آنسو غم کا
اس قطرہ مین آگ یہ کہان سے آئی

۹

دنیا کی نہ رہگذر مین پھیرا ہوگا
اک دن زیر زمین بسیرا ہوگا
بالین پہ نہوگی شمع تک اے شاکر
ہم ہونگے لحد کا گپ اندھیرا ہوگا

۱۰

احباب مین دیرینہ محبت نہ رہی
وہ صدق و صفا کی آہ عادت نہ رہی
یارون مین نہین بوے وفا اے شاکر
اگلی سی وہ ان گلون مین نکہت نہ رہی

۱۱

آنسو نہ اُتر کے دل مین خونناب ہوے
آنکھون مین نہ آکے دُرِّ نایاب ہوے
نظرون مین سبک تھے جیتے جی ہم شاکر
مرنے پہ بھی بارِ دوشِ احباب ہوے

۱۲

پیری مین بھی نہ فکر آرام گئی!
دل سے نہ ہوا ے شاہد و جام گئی
پک بھی گئے بال آہ! سر کے شاکر
دُنیا کی نہ سر سے ہوس خام گئی

۳

آنکھون سے ہین اشک گرم ڈھلنے کے لئے
سوز دروں سے ہے پگھلنے کے لیے
ہم انجمن دہر مین آئے تھے مگر
رو رو کے بزنگ شمع جلنے کے لیے

۱۴

محفل مین رہین سنتِ شمع نہین — داغ جگری کو حسرت شمع نہین
ہم جلتے ہین اپنی آگ مین خود شاکر — پروانے کی طرح حاجت شمع نہین

۱۵

کاٹی غفلت مین عمر اچھا نہ کیا — مرنے کا خیال دل مین اصلا نہ کیا
جاتے ہین عدم کو آہ! اب خالی ہاتھ — کچھ توشۂ آخرت مہیا نہ کیا

۱۶

اس میکدہ مین ہے ہوشیاری لازم — یعنی ہے خرد کی پردہ داری لازم
ناچیز یہ خاک کا ہے پُتلا شاکر — انسان کو ہے عجز و خاکساری لازم

شاکر میرٹھی

ہمیشہ رہتے ہیں ہم عاشقِ ناکام گردش میں — نہ ہوا ایسا کسی کا بختِ نافرجام گردش میں
کسی کی آنکھ کی پُتلی کا رقصِ نازدیکھا ہے — رہیگا تا قیامت چرخِ نیلی فام گردش میں
طوافِ شمع سے ہوتا ہے پروانوں کا دل ٹھنڈا — نظر آتی ہے انکو صورتِ آرام گردش میں
کیا تھا قیس کو محرومیِ وصلت نے آوارہ — عجب کیا گر رہیں ہم عاشقِ ناکام گردش میں
جو عالی ظرف ہیں اُن کو نہیں فکرِ تن آسانی — کہ غیروں کے مزے کے واسطے ہی جام گردش میں
زمانے میں بہارِ زندگانی چند روزہ ہے — رہے پیمانہ کچھ دن ساقیِ گلفام گردش میں
رہِ اُلفت میں کوشش کرتے کرتے بن گئی دم پر — غضب ہے ہوگئے ہم موردِ آلام گردش میں
سرِ محفل رقیبِ روسیہ آرام سے بیٹھے — رہے ہر دم تمھارا بندۂ بے دام گردش میں

محبؔ اک بات رہ جائیگی بس کہنے کو دنیا میں
نہ ہم یوں ہی رہینگے اور نہ یہ ایام گردش میں

برج بھوکن لعل محبؔ دریابادی

اسپین اور اسلام

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو الناظر نمبر ۲۳ بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء)

اسپین کی حالت میرے نزدیک اس مقام پر اسپین کی خوبصورتی اور تعلیمی حیثیت کا کچھ ذکر کر دینا بیموقع نہوگا۔ ایک عرب مورخ نے قرطبہ کو دُلھن سے تشبیہ دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

" وہ تمام جواہرات جو آنکھو نکو خوش اور نظر کو خیرہ کرتے ہین یہان پائے جاتے ہین قرطبہ کے ایوانات شاہی کا طول طویل سلسلہ اُسکے واسطے عزت اور شان کا تاج ہے۔

اُسکی پچلڑی اُن بیش بہا موتیون سے بنی ہوئی ہے جو اُسکے شعرا نے علم اور زبان کے سمندر سے نکالکر جمع کیے ہین، خوبصورتی سے بُنے ہوے علم کے جھنڈے اُسکی پوشاک ہین، اور دستکار لوگ اور مبصرین فن اُسکی پوشاک کی گوٹ ہین "

عمارت اسمیں شک نہیں کہ قرطبہ مثل بغداد، دمشق، غرناطہ، اور بیشمار دیگر شہروں کے جو اسلامی حکومت مین تھے بہت ہی خوبصورت شہر تھا۔

اُسکے باغات، محلات شاہی، مساجد، حمام، کتب خانہ، مدارس، بیشمار اور لاثانی تھے بیان کیا جاتا ہے کہ صرف شہر قرطبہ میں پانچ سو سے زیادہ حمام اور تین سو سے زائد مساجد اور اسی اوسط سے اور تمام عمارتیں موجود تھیں، اسپین کی عمدہ عمارات میں سے ایک مسجد ہے جو اُس زمانہ میں تمام دنیا سے اعلیٰ ترین تھی، اُسکے بیش بہا پتھر اب تک اپنی اپنی جگہوں پر موجود ہیں، اُس مسجد کی پچی کاری اور منبت کاری کا کام جو اسپین ہی کے کاریگروں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اب تک مثل جواہرات کے چمک رہا ہے اور اسکی جلا میں یہ صفت ہے کہ اب تک اُسیطرح چمکتی ہے۔ جیسے کہ یا ابھی بنکر تیار ہوئی ہے۔

دوسری عمارت جو نہایت تعجب خیز ہے مدینۃ الزہرا ہے، اس عمارت کے دیوان خاص کی دیواریں اور چھت سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھیں جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا، اس دیوان کے بیچ میں ایک پتھر کا منقش فوارہ تھا، اسی شاہی عمارت کے ایک اور کمرے میں جسکے تمام دروازے ہاتھی دانت اور آبنوس کے بنے ہوئے تھے ایک طشت پائے کا رکھا ہوا تھا، اور جب سورج کی کرنیں اُن چمکدار دروازوں سے ہو کر اُس طباق پر پڑتی تھیں تو تمام کمرہ بجلی کی طرح چمکنے لگتا تھا، اور حاضرین کی نگاہوں کو خیرہ کرتا تھا۔

مسلمانوں کی طہارت مسلمان لوگ اُس زمانے میں پاکی اور طہارت کے اتنے پابند تھے کہ بغیر غسل یا وضو کیے ہوئے کوئی کام نہیں کرتے تھے جس زمانے میں کہ اور مذاہب والے طہارت کو بُرا سمجھتے تھے اور غسل وغیرہ سے منع کرتے تھے، چنانچہ ایک گوشہ نشین درویش عورت نے اپنے حالات میں یہ بات نہایت فخریہ لکھی ہے کہ اُسنے ساٹھ برس کی عمر تک اپنے بدن کا کوئی حصہ سوائے اُنگلیوں کے کناروں تک نہیں دھویا۔

حکما اور اطبا اسپین کے علما وغیرہ نے اسپین کو تعلیمی مرکز بنا رکھا تھا اور تمام یورپ کے طلبا بغرض حصول تعلیم آتے تھے اور حسب خواہ کامیابی حاصل کرتے تھے اُس زمانہ میں اسپین میں ہر قسم کا علم مثلاً نجوم، کیمیاگری، جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ سکھائے جاتے تھے، اسپین کے مشہور اور لائق اطبا اور حکما نے ادویات میں بہت ترقیاں اور تبدیلیاں کیں، ابوالقاسم، ابن زہر، ابن بیطار اسپین کے مشہور حکما میں سے تھے۔

دستکاری اسپین نے مسلمانوں کے زمانہ میں دستکاری میں بھی کمال دکھا دیا چنانچہ بنت یہ اسی وجہ سے اسپین "شہر خوباں" کہا جاتا ہے، ریشمی کپڑا بُننا، اسپین کا بہت ہی نفع بخش پیشہ تھا

ے دیکھو تاریخ اسپین انگریزی مصنفہ مسٹر لین پول۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ صرف قرطبہ میں دس لاکھ تیس ہزار ایسے پیشہ ور تھے جو ریشمی کپڑا بنتے تھے۔ مگر اس کام کے واسطے المیریا[۱] سب سے زیادہ مشہور تھا، برتن بنانے میں یہ لوگ اتنے شاق اور ہوشیار ہوگئے تھے کہ وہ سونے سے چمکتے ہوئے مٹی کے برتن بنا لیتے تھے۔ ٹولیڈو[۲] میں تلوار وغیرہ کے دستے ایسے خوبصورت اور عمدہ بنتے تھے کہ اب تک مشہور ہیں۔ المیریا، سوائل[۳]، مرسیا[۴] اور غرناطہ ہتھیار اور اوزار بنانے کیواسطے بھی مشہور تھے۔ اسپین نے اسلامی عہد سلطنت میں درحقیقت دنیا بھر سے زیادہ شان و شوکت اور عظمت و جلال دکھایا۔

زوال اسلام لیکن افسوس صد افسوس یہ سب شان و شوکت۔ عزت و حمیت اور تعلیم و تہذیب تھوڑے ہی عرصہ میں نیست و نابود ہوگئیں۔ کیونکہ سلطان عبدالرحمٰن ثالث کے بعد تمام جانشین نہایت کمزور اور ضرورت سے زیادہ تعلیم کے شایق تھے، پس جیسا کہ عام قاعدہ ہے سلطنت کو کمزور دیکھ کر مخالفین ٹوٹ پڑے اور مسلمان لوگ اُس ملک سے جسکو انھوں نے زرخیز اور مہذب بنایا تھا نہایت ظلم اور تعدی کے ساتھ نکال دیے گئے۔

۱۴۹۲ء میں بادشاہ فرڈیننڈ[۵] شاہی جلوس کے ساتھ دارالسلطنت اسپین میں داخل ہوا تھوڑی دور پر اس شاہی جلوس کو اسپین کا آخری بادشاہ تن تنہا اور بے یارومددگار کھڑا نظر آیا، جب یہ لوگ اُسکے قریب پہنچے تو اُس بیکس نے شہر کی کنجیاں نو فاتح لوگوں کو دیدیں اور پل کھڑا ہوا، یہ بیچارہ جلاوطن سلطان تھوڑی دیر تک اپنی سلطنت کا آخری نظارہ کرتا رہا اور آخرکار جب اُسکا دل بھر آیا تو بے اختیار رونے لگا اور اللہ اکبر پکار اُٹھا۔

اتفاقاً اُسکی ماں جو قریب ہی کھڑی ہوئی تھی جواب میں یہ کہنے لگی کہ "اب تم اُس ملک کے واسطے مثل عورتوں کے خوب روجسکو تم مرد ہوکر مردانگی کے ساتھ نہ بچا سکے" بالآخر وہ وہاں سے

۱ Almeria ۲ Toledo ۳ Seville
۴ Mercia ۵ Ferdinand

روانہ ہوکر افریقہ میں پہنچا جہاں اُسکو اور اُسکی اولاد کو بسر اوقات کے واسطے بھیک مانگنے کا طریقہ اختیار کرنا پڑا،

افسوس صد ہزار افسوس کہ اسا بڑا سلطان عالیشان اس ذلیل اور رذیل حالت پر پہنچے، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تھوڑے عرصہ تک اسلامی شان و شوکت اور جاہ و جلال کا عکس چاندکی عاریتی روشنی اسپین کی سرزمین پر ڈالتا رہا مگر بعد ازاں چاند بھی گہن میں آگیا اور تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا، اور اُسوقت سے ابتک اسپین اُسی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے جسمیں کہ اسلامی حکومت کے زوال کے کچھ دنوں بعد سے آگیا تھا۔

فوفاتح قوم کے برتاؤ عیسائی فوج نے جب اسپین پر فتح پائی اور اچھی طرح سے قبضہ ہوگیا تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنی آبائی وضع و قطع چھوڑ کر عیسائیوں کا کوٹ پتلون اختیار کریں، پاکی اور طہارت کو ترک کرکے اپنے فاتحوں کی گندگی اختیار کریں، اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر انگریزی کو مادری زبان سمجھیں، اور اپنی رسومات مذہبی اور عادات و اطوار کو ترک کریں۔ حتی کہ اپنے نام کو تبدیل کریں اور عیسائیوں کے نام رکھیں، فوفاتح لوگوں نے صرف ایک عنایت مسلمانوں پر کی جسکے وہ اب تک شکور ہیں اور ہمیشہ رہینگے وہ یہ کہ اُنکو اجازت دیدی کہ یا تو اپنا مذہب آبائی تبدیل کرکے عیسائی ہوجائیں یا سلطنت اسپین کے باہر نکلجائیں۔ چنانچہ اس شاہی فرمان کے بموجب ہزارہا مسلمان جنھوں نے اپنی جان دیدینا یا اپنے اوپر سخت سے سخت مصیبت برداشت کرنا آسان سمجھا بہ نسبت اسکے کہ مذہب اسلام تبدیل کریں ملک اسپین سے ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نکل گئے، اور اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا، گو اسمیں شک نہیں کہ ایک ایسے مقام سے جہاں ہر قسم کی آرام و آسائش اُنکے واسطے مہیا ہوا اور جہاں وہی حکومت

کرنے کے عادی ہوں نکل کر ایسے مقام پر جانا جہاں انکو یہ نہ معلوم ہو کہ کہاں جائینگے، کیا کھائینگے، کیونکر زندگی بسر کرینگے؟ بہت دشوار اور ناقابل برداشت امر ہے، مگر ان جلاوطنوں نے اپنے مذہب کے جوش میں ان سب باتوں کو نہایت صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور اپنے سچے مذہب پر قائم رہے۔

تمام مساجد گرادی گئیں اور تمام کتابیں جو مسلمانوں کی کئی صدیوں کی تعلیم اور تہذیب کا نتیجہ تھیں جلا کر خاک سیاہ کر دی گئیں، تمام سلطنت کے حمام صرف اسی وجہ سے منہدم کر دیئے گئے کہ وہ ناپاکی کا ذریعہ تھے[1]

افسوس صد افسوس کہ ان نو فاتح لوگوں نے یہ نہ خیال کیا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کس کے ساتھ کس طریقہ سے پیش آتے ہیں، افسوس کہ انھوں نے سونے کی چڑیا کو خود اپنے ہاتھ سے مار ڈالا اور اُس پر ذرا بھی رحم نہ کھایا، ان لوگوں نے اپنے نو مفتوحوں کے ساتھ ایسے ظلم و تعدی کا برتاؤ کیا کہ جس وقت وہ لوگ فاتح تھے تو اپنے مفتوحوں کے ساتھ اتنی ہی آزادی اور کشادہ دلی سے پیش آئے تھے۔

القصہ اس نو فاتح قوم نے اتنی بڑی سلطنت کو اسطرح برباد کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اتنی ہی بدنام ہو گئی جتنی کہ کبھی مسلمانوں کے زمانہ میں نیکنام اور مشہور تھی، جہاں کہ سائنس اور فلسفہ کا شہرہ تھا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس سرزمین میں کوڑ جلیم تر ہا اور اگر تھا بھی تو وہ اپنی نالائقی کے واسطے مشہور تھا، جس ملک میں کبھی ستر کتب خانے اور پانچ لاکھ سے زائد کتابیں تمام دنیا کے فائدے اور تحصیل علم کیلئے شہر قرطبہ ہی میں جمع تھیں، اُسکی اب یہ حالت ہو گئی کہ اٹھارویں صدی میں کوئی کتب خانہ پبلک کیواسطے باقی نہ رہا جبیں اسلامی حکومت کے زمانہ میں صرف ۱۶ ہزار کارخانے کپڑا بننے کے تھے اُس ملک کی یہ حالت پہنچی کہ سپانی

[1] دیکھو تاریخ انگریزی مصنفہ لین پول۔

بادشاہت کے زمانہ میں تمام سلطنت میں صرف تین ہزار گھرانوں کے باقی رہ گئے تھے، وہ زمینیں جو مسلمانوں کے زمانہ میں نہایت زرخیز اور فرحت بخش تھیں تموڑے ہی عرصہ میں اسکا کوئی نام ونشان باقی نہ رہا اور اس قسم کے تمام مکانات [illegible] کر بنجر ہوگئے وہ زرخیز اور پُرفضا وادیاں جو مسلمانوں کے زمانہ میں مشہور تھیں ایسی حالت ہوگئی کہ سب یکلخت خشک ہوگئیں وہ ملک جو کسی زمانہ میں تاجروں سے طوطی اور بہادر جنگیوں سے بھرا رہتا تھا، اب اُسمیں فقیر، اور [illegible] نظر آتے ہیں اسی کا شاعر نے

از روے یار خرگہی ایواں ہمی ہیثم تہی — وز تنداں سرو سہی فالی ہمی بینم چمن
بر جاے رطل وجام مے گوراں نماد ستنبے — بر جاے بانگ نای ونے آواز زاغ وزغن

اسلامی زمانہ کی سچی یادگار اُن ویران مقامات میں جہاں کبھی فرحت افزا باغات اور نہریں تھیں اور اُس بیوقوف خلقت میں جو کبھی علم میں مشہور اور لاثانی سی ایک پالی جاتی ہے اسپین کی گذشتہ حالت کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے مگر اب بھی اُسکے کچھ نشان پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کا ثبوت دے رہے ہیں اور جسکو مولانا حالی نے خوب ادا کیا ہے

وہ سنگیں محل اور وہ اُنکی صفائی — جمی جنکے کھنڈر پہ ہے آج کائی
وہ مرقد کہ گنبد تھے جنکے طلائی — وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی
زمانہ نے گو اُنکی برکت اُٹھالی
نہیں کوئی ویرانہ پر اُن سے خالی

ہوا اندلس اُن سے گلزار یکسر — جہاں اُنکے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جاکر — یہ ہے بیت حمرا کی گویا زباں پر
کہ تھے آل عدنان سے میرے بانی

عرب کی ہوں میں اُن میں پر نشانی

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جاکے دیکھے مساجد کے محراب و در جاکے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جاکے دیکھے وہ اُجڑا ہوا کر و فر جاکے دیکھے

جلال اُنکا کھنڈر و نمیں ہی یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

یہ اسپین کی ترقی اور تنزل کا سچا اور دردناک واقعہ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے زیر حکومت اسپین کی کیا حالت تھی اور اُنکے جلا وطن ہو جانیکے بعد اُسی عظیم الشان سلطنت کی کیا حالت ہو گئی،

معزز ناظرین میں نے آپ کو ثابت کر دیا کہ وہ مسلمان جو کسی زمانہ میں نہایت مشہور و معروف تھے اب اُنکا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے، اور اگر مورخین اُنکے حالات نہ لکھتے تو ہمکو اُنکے ناموں سے بھی واقفیت نہوتی اُنکے کارناموں کا کیا تذکرہ۔

اسمیں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اور کسی جگہہ اتنی ذلت اور خواری نہیں اُٹھائی جتنی کہ اسپین میں اُنکو اُٹھانا پڑی مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہر جگہہ مشہور و معروف ہو کر اخیر میں اتنے کم حیثیت ہوے کہ بیان سے باہر، اُنھوں نے صرف اپنی سلطنتیں ہی نہیں کھوئیں، بلکہ اُسکے ساتھ ہی اپنے اخلاقی اور مذہبی دبدبہ کو بھی ہاتھ سے دیدیا، اُنکی عیش پسندی کیوجہ سے صرف اُنکے قوے ہی نہیں کمزور ہو گئے بلکہ اُنکی عقل اور اخلاق بھی خراب ہو گئے، مذہب اسلام جسکو لوگ اُسکے عمدہ اور پسندیدہ اصولوں کی وجہ سے پسند کرتے تھے اور جسپر لاکھوں اپنی جانیں تک فدا کرتے تھے اور فدا کرنیکو تیار رہتے تھے اُسکی اب یہ حالت ہو گئی کہ ہماری عیش پسندی کی وجہ سے بدنام ہو گیا اب آجکل کے مسلمانوں کی جو ردی حالت ہے اُس سے ہر شخص خوب

آگاہ ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ وہ اور قوموں کے مقابلہ میں کس درجہ سمجھے جاتے ہیں، مگر افسوس کہ ہم جانتے ہیں اور لاعلمی کرتے ہیں، اپنی حالت سے خوب واقف ہیں اور پھر آرام سے پڑے سو رہے ہیں۔

مسلمانوں کی ردی حالت دیکھکر بیساختہ حالی کے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں جنہیں اُنھوں نے اسلام کی سچی حالت کا نہایت عمدگی کے ساتھ نقشہ کھینچا ہے۔

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے — کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہمسے گہن ہے — ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں قعت — نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت — خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں دوستی آشکارا
غرض کی تواضع غرض کی مدارا

نہ اہل حکومت نہ ہمراز ہیں ہم — نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایانِ اعزاز ہیں ہم — نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بُری گت ہماری — بہت دُور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری — نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری

پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے
توقع بہ جنت کی جیتے ہیں سارے

واقعی حالی نے نہایت سچا اور پُر درد نقشہ کھینچا ہے اور اس سے مسلمانوں کو اپنی پستی اور ذلت کا حال اچھی طرح سے معلوم ہو سکتا ہے۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب کچھ تبدیلی ہوتی نظر آتی ہے اور ہر جگہ لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے اخلاق کو درست کریں، مگر ان لوگوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ اگر یہی حالت اور یہی رفتار رہی تو تھوڑے عرصہ میں مسلمان لوگ پھر کچھ کر دکھائیں گے ہندوستان میں بھی مسلمانوں کو اچھا موقع ہے کہ وہ اپنی سرپرست اور رحمدل گورنمنٹ کی زیر حکومت اپنے آپ کو درست کر لیں کیونکہ یہ سرکار ایسی ہے کہ ہمیشہ حاجتمندوں کی ضرورت پوری کرتی ہے اور اپنی رعایا میں سے کسیکو ذلت کی حالت میں نہیں دیکھ سکتی، پس اے مسلمانوں خواب غفلت سے بیدار ہو اور دیکھو کہ تم کسقدر نازک حالت میں ہو، لیکن اب بھی ممکن ہے کہ اگر تم چاہو کہ عزت سے دیکھے جاؤ تو ہوشیار ہو جاؤ اور اتفاق کے ساتھ کوشش کرو تب ہی تمکو وہ عزت حاصل ہو سکے گی جسکا تمہارا نام مستحق ہے، سب سے پہلی اور ضروری بات جو تمکو کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ خود تعلیم حاصل کرو اور اپنی اولاد کی تعلیم میں دل و جان سے کوشش کرو، اور ہمیشہ زمانہ کے موافق کام کرو، خواہ زمانہ تمہارے موافق ہو یا نہ ہو، جیسا کہ اس مقولہ کا منشاء ہے۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

تعلیم صرف اس غرض سے حاصل نہیں کرنا چاہیئے کہ نوکری ملے بلکہ اس غرض سے حاصل کرو کہ اُسمیں کمال پیدا کر کے قوم کی مدد کی جاوے۔

اے مسلمانوں دیکھو کہ اور قومیں کیسی ترقیاں کر رہی ہیں اور تم ہو کہ ابھی تک بیخبر ہو

اور گہری نیند میں سو رہے ہو، بس اب سو چکے، اٹھو، اور کچھ کام کرو، موقع اچھا ہے اسکو ہاتھ سے کھو دینا عقلمندی کے خلاف ہے۔

لہذا اب خبردار ہو جاؤ اور کمر ہمت مضبوط باندھو اور مردانہ وار اپنی قوم کی حالت درست کرو تب ہی تم اس قابل ہوگے کہ اپنے قابل فخر آباؤ اجداد کی اولاد کہے جاسکو۔

میں نے آپ لوگوں کا بہت سا وقت ضائع کیا، اب اپنے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

الٰہی بحق رسول تہامی ہر اک فرد انساں کا تھا جو کہ حامی
جسے دور و نزدیک تھے سب گرامی برابر تھے ملکی و زنگی و شامی

شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نباہا
بروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا

انھیں کل کی فکر آج کرنا سکھا دے ذرا انکی آنکھوں سے پردہ اٹھا دے
کمیں گاہ بازی دوراں دکھا دے جو ہونا ہے کل آج انکو سجھا دے

چھتیں پاٹ لیں تاکہ باراں سے پہلے
سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے

ابرار حسین

جو کوئی آتا ہے وہ روتا ہوا ساتھ میرے جان کو کھوتا ہوا
مر کے کیا راحت ملی تابوت میں جا رہا ہوں چین سے سوتا ہوا

عزیز لکھنوی

استاد الملک
مولوی شیخ احمد عرف ملا جیون
امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپکا شمار ہندوستان کے اُن جید علما مین ہو جنھون نے تمام دنیاے اسلام پر اپنی فضیلت کا سکہ بٹھا دیا۔ اور جنکی یاد اب بھی باوجود صدیان گذر جانے کے اسی تعظیم و توقیر سے کی جاتی ہے جیسے کہ اُنکے زمانہ مین انکی عزت کیجاتی تھی۔ عام طور سے اُنکی شہرت بحیثیت مصنف کتاب نور الانوار و تفسیر احمدی کے ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین جو آپ کے پورے حالات سے واقف ہون۔ چونکہ راقم کے خاندان کو حضرت ملا صاحب سے خاص نسبی تعلق ہو اسلئے مین اپنا فرض سمجھتا ہون کہ اس سرآمد روزگار بزرگ و عالم کی سوانح عمری اسلامی پبلک کے سامنے پیش کرون۔ ملا صاحب نے ایک کتاب تمام مناقب الاولیا لکھی تھی جسمین اپنے اجداد کے حالات لکھے ہین۔ اسی کتاب کے آخرین اپنی عمر کے دنشتہ ترین سال تک کے اپنے حالات بھی درج کر دیے ہین۔ اسکے بعد پھر آپکو لکھنے کا شوق نہین ہوا لیکن آپکی وفات کے بعد حسب وصیت آپکے بڑے صاحبزادے ملا محمد عبدالقادری نے بقیہ حالات لکھکر اوسکو پورا کر دیا۔ اس کتاب کا موجودہ نسخہ سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین لکھا گیا تھا۔ اس سے قبل کا کوئی نسخہ دستیاب نہین ہوا لہذا مضمون ہذا مین مین اسی کو راہنما بناتا ہون۔

پیدائش و سلسلہ نسب باپ کا نام ملا ابوسعید تھا۔ آپ بتاریخ ۲۵ شعبان سنہ ۱۰۴۷ ہجری روز سہ شنبہ وقت صبح صادق بمقام قصبہ امیٹھی (حال ضلع لکھنؤ) پیدا ہوے۔ آپ مخدوم شیخ غلام الحق رح کے اولاد مین تھے جنکا سلسلہ نسب عبداللہ علمبردار کی رح واسطہ کش جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

تعلیم آپ کی ابتدائی تعلیم آپکے والد بزرگوار ملا ابوسعید صاحب نے کی اور جب اُنکا انتقال

ہوگیا تو اپنے بقیہ علم ظاہری وعلم باطنی کو حضرت شیخ محمد صادق ... کہی سے حاصل کیا چنانچہ خود فرماتے ہین جسکا ترجمہ درج ذیل ہے۔

وہوندا

بچپن سے والد بزرگوار کی خدمت مین رہنے کا اتفاق ہوا اور انکی محبت کی برکت سے ۷ سال کی عمر مین حفظ کلام اللہ کا شرف حاصل ہوا اور گو کہ قواعد تجوید واعراب وضبط ومنقوط کا کچھ علم نہ تہا لیکن بفضل خدائے تعالیٰ کلام مجید شروع سے آخر تک صحیح پڑہتا تہا اور بعض وقت بلا وسیلہ علم صرف ونحو معنی بھی سمجھ مین آجاتے تھے اسکے بعد علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی اور گو کہ پڑہنے مین کتابون کی تقدیم وتاخیر کی کچھ بھی رعایت نہین کی جاتی تھی لیکن بفضل خدا کمال قوت علمی حاصل ہوتی جاتی تھی جب میری عمر ۱۲ سال کی ہوی اسوقت والد صاحب نے انتقال فرمایا اسوقت سے علم ظاہری کی تحصیل قطب الوقت استادی شیخ محمد صادق ستہرکہی سے کرنے لگا بعدہ اون ہی سے سلسلہ چشتیہ کی سند بھی حاصل کی اور اکثر مشایخ وقت سے تہذیب باطن اوراذکار سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ حاصل کئے۔ ۲۲ سال کی عمر مین تحصیل علوم سے فراغت کلی حاصل ہوی اسوقت سے پڑہانا شروع کیا اور صدہا طالب علم فائض المرام ہونے لگے۔

شاہی دربار مین رسائی

آپ کے ماموں سید عبداللہ اسٹہوی معروف بہ نواب عزت خان شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مین میر آتش تھے یعنی کل شاہی توپخانہ انکی سپردگی مین تہا اور دربار مین انکو بہت رسوخ حاصل تہا اس لئے آپکو بیحد اصرار سے دہلی بلایا اور بادشاہ سے متعارف کرایا۔ ذیلیم شہنشاہ کی قدرشناسی نے آپکو دہلی سے والپس نہ ہونے دیا اور درباری علما مین داخل ہوگئے اور تہوڑے عرصہ کے بعد بادشاہ نے آپکو خطاب (استاد الملک) کا عطا کیا اور ایک لاکہ ساٹہ ہزار روپیہ کی جاگیر مدرسہ کے لئے معاف کی۔

نوٹ: حالات مذکورہ بالا ہمکو آپکی اس کتاب سے جسکا ہم ذکر کر آئے ہین دستیاب نہین ہوی بلکہ اُن کاغذات وقرائن سے اخذ کئے گئے ہین جو حضرت ملا صاحب اور انکے مدرسہ سے متعلق ہین

اور جو راقم کے قبضہ مین موجود ہین، اصل معافی نواب سعادت علیخان نے اپنے عہد مین ضبط کر لی اور مدرسہ کی عمارت اس سے پہلے نواب آصف الدولہ کے عہد مین کہدوا ڈالی گئی تھی اور امینبن لکھنو پہونچکر شاہی امام باڑہ کی تعمیر مین صرف ہوین

تصانیف ملا صاحب خود اپنی تصنیفات کے بارہ مین تحریر فرماتے ہین۔

۱۳ سال کی عمر مین والد صاحب کے انتقال کے بعد نسخہ ادب احمدی جو علم سیلوک سے متعلق ہے تالیف کیا اکثر خطبات جمعہ وعیدین اور کئی کتابین زبان عربی مین بکمال بلاغت ترتیب دین اور اسکے بعد ہدی حضرت شیخ عبداللہ وہدی شیخ علیم اللہ کی بعض تصنیفات کو ترتیب دیکر تمام کیا۔ ۱۶ سال کی عمر مین جب شرح جامی پڑہتا تہا اُسوقت کتاب تفسیر احمدی لکھی اور تہوڑی مدت مین اسکی تصحیح سے فارغ ہوا۔ دوران سفر دہلی واجمیر مین دوبار حال طاری ہوا۔ اور بحالت غلبہ محبت ایک مثنوی بطرز مثنوی مولانا روم جسمین ۶ دفتر اور پچیس ہزار اشعار تھے اور ایک دیوان بطرز دیوان خواجہ حافظ جسمین پانچہزار اشعار تھے تیار ہوے۔ جب مین زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوا تو عربی زبان مین ایک قصیدہ ۲۲۰ اشعار کا بروزن قصیدہ بردہ تصنیف کیا اور اسے وسیلۂ خوشنودی روح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گردانکر مدینہ طیبہ کو راہی ہوا بندرگاہ ینبع مین پہونچکر اسکی شرح لکھی اور اسمین کچھ تغیر وتبدل بھی کیا۔ اثنائے سفر دریا مین دوبارہ پھر بلائے محبت مین گرفتار ہوا اور اس حالت مین ۲۹ قصائد بہ زبان عربی تیار ہوئے جنکی بلاغت کی تعریف اکثر علماے عرب نے بہی کی۔ مدینہ منورہ پہونچکر بعض دوستون کے اصرار سے کتاب نور الانوار شرح منار دو ماہ یعنے ربیع الاول وربیع الثانی مین بحضوری مزار اطہر تصنیف کی چنانچہ بہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہوڑی ہی مدت مین یہ کتاب مقبول عرب وعجم ہوگئی۔

۶۶ سال کی عمر مین جب فقیر دوبارہ وارد حرمین شریفین ہوا تو ایک رسالہ سوانح برمجازات سوانح ملا جامی علم تصوف مین تصنیف کیا۔

بیان مذکورہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسقدر بلند پایہ عالم تھے اور علاوہ علم ظاہری کے علم باطن مین بھی کسقدر دستگاہ کامل رکھتے تھے اگر یہ ممکن ہے کہ بہت سے لوگ اسمین ایک حصہ کو مبالغہ تصور کرین لیکن ایسا سمجھنے کی کوئی وجہ کافی موجود نہین ہے کیونکہ وہ کتاب جسمین یہ جزو اخذ کیا گیا خود آپکی تصنیف ہے نہ کسی عقیدت مند شاگرد کی یا مرید کی اور یہ کسی طرح بادر نہین ہو سکتا کہ ایسے فخر روزگار بزرگ نے اپنی فضیلت جتانے کو تعلی سے کام لیا ہو انکی کل تصنیفات سوائے تفسیر احمدی و نورالانوار کے جو پہلے سے نصف سے زائد دنیائے اسلام مین رائج ہو چکی تھین اور کتاب مناقب الاولیا جس سے یہ حالات اخذ کئے گئے ہین ہنگامہ غدر مین موآپکی دستار و پیرہن و دیگر تبرکات کے ضائع ہو گئین ورنہ ہم اسے کب کا پبلک کے سامنے پیش کر چکے ہوتے بہرحال جو لوگ ان کتب مذکورہ موجودہ کی خوبیون سے واقف ہین وہ خود سمجھ سکتے ہین کہ اور تصنیفات کا کیا حال ہوگا اور جس شخص نے ۱۶ سال کی عمر مین بحالت خواندگی شرح جامی و تفسیر احمدی لکھی ہو وہ کیا کچھ نہین کر سکتا تھا

سفر آپنے اپنے اسفار کا بھی حال لکھا ہے جسے ہم حسب معمول ہو بہو درج کرتے ہین۔

۲۴ سال کی عمر مین مجھے اتفاق سفر حضرت دہلی و اجمیر کا ہوا اور بہت مدت تک قیام رہا۔ ہزارہا آدمی علوم ظاہری و باطنی سے مستفید ہوئے۔ جب فقیر کی عمر ۵۵ سال کی ہوی تو بقصد زیارت حرمین شریفین روانہ ہوا اور ملک دکھن کی سیر کرتا ہوا براہ بندرگاہ سورت عرب پہونچا جب فقیر کی عمر ۶۰ سال کی ہوی تو حرمین شریفین سے واپس ہو کر ملک دکھن پہونچا اور چھ سال تک لشکر معلی عالمگیری مین مقیم رہا۔ بادشاہ دین پناہ حضرت عالمگیر سے ملاقات و دشت برخاست کا اتفاق ہوتا رہا اور سیکڑون بندگان خدا کی دنیوی مراد ین حاصل ہوئین۔

چونکہ برائے نذر نواب والدین دوبارہ حج کا مدت سے خیال تھا اور اثنائے قیام دکھن مین مین نے والدہ کو دو بار خواب مین دیکھا کہ مجھسے اسی کی طلب فرماتی ہین پس سنہ ۱۱۲۱ ہجری مین کہ عمر اس فقیر کی ۶۶ سال کی تھی باونٹ سے جست ہو کر بہ حرمین شریفین پہونچا اور دو

سال وہان قیام کیا - ایک حج بہ نیت ثواب والد صاحب اور ایک برائے ثواب والدہ صاحبہ ادا کیا اور وہاں سے واپس ہوکر بہ دکھن پہونچا - اس طرح تین سال ختم ہوئے - ۱۱۱۶ ہجری مین کہ فقیر کی عمر کا ستروان برس تھا دکھن سے واپس ہوکر وطن یعنی اٹیٹھی پہونچا -

نوٹ اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ آپ چالیسوین سال وطن سے نکلے اور انتیسوین سال مراجعت فرمائے وطن ہوے - آپنے اپنا حال بدست خاص اسی وقت تک یعنی اپنی عمر کے ستروین سال تک کا لکھا تھا - اسکے بعد آپ پر اکثر حالت استغراق طاری رہتی تھی سوائے ذکر و شغل و درس کے کسی کام مین مطلق معروف نہوتے تھے - انہین وجوہات سے پھر کچھ نہ لکھا - لیکن آپکے انتقال پر آپکے بڑے بیٹے شیخ محمد عبدالقادری نے بقیہ حالات لکھکر آپکی سوانح عمری ختم کردی اور بطور تتمہ کتاب مناقب الاولیا شامل کردیا جسکا ترجمہ ہم درج کرتے ہین

وہو ہذا

حضرت ملا صاحب اپنی عمر کے ستروین سال اکہترویں سال اٹیٹھی ہی مین مقیم رہے - اسی سال شاہنشاہ عالمگیر نے رحلت کی اپنی عمر کے بہترویں سال کہ یکم سنہ جلوس محمد معظم بادشاہ خلد منزل اپنا تاریخ ۲۵ محرم طلبا کی جماعت کثیر لیکر شاہجہان آباد کو روانہ ہوے اور ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو دہلی پہونچگئے اور تھوڑے دن تک وہین مقیم رہے - جب محمد معظم بادشاہ دکھن سے واپس ہوکر اجمیر کے قریب پہونچے تو حضرت ملا صاحب نے انسے ملاقات کی اور انہین کے ساتھ ساتھ لاہور گئے - اور وہان مقیم ہوے جب بادشاہ نے انتقال کیا تو پھر شاہجہان آباد لوٹ آئے اور اسوقت سے اپنی عمر کے تراسوین سال یعنے آخر تک وہین قیام کیا - اسی اثنا مین بہ سال یکم سنہ جلوس فائض الجود والسخا صاحب السیف واللوا - المنصور والناصر باللہ والمجاہد فی سبیل اللہ ابوالمظفر معین الدین محمد عالمگیر ثانی شاہ فتح سیر بادشاہ غازی سے ملاقات فرمائی - اسوقت سے آخر تک زنکی توجہات سے ہزارہا آدمیونکی حاجت روائی ہوی اور کثیر التعداد لوگ اٹیٹھی و دیگر مقامات کے کامیاب

دمرفع الحال ہوگئی۔ شروع ماہ ذیقعدہ سال ہفتم جلوس والا مطابق ۱۲۳۷ ہجری مقدس سے آپنے اپنی رحلت کی بار بار خبر دینا شروع کی۔ اس سے چند ماہ پیشتر امیٹھی جانے کا قصد ظاہر فرمایا تھا اور اکثر روانگی کے لئے اضطراب فرمایا کرتے تھے لیکن چونکہ والپسی نصیب میں نہ تھی نہ تشریف لا سکے۔ آخر کار بتاریخ ہشتم ماہ ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ روز شنبہ کا دن آیا اوسدن بھی آپنے شام تک حسب معمول درس تمام کیا۔ بعد مغرب لوگوں نے دیکھا کہ ایک نہایت بڑا اور روشن ستارہ مغرب سے ٹوٹ کر مشرق کی طرف گیا لوگوں نے پوچھا تو آپنے اسکی تعبیر یوں فرمائی کہ آج کوئی عالم اکمل دنیا سے رحلت ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپنے نماز مغرب ادا کی بعدہ نماز ادا بن واورا دو وظائف سے فراغت کی پھر بدستور سابق شام کا کھانا نوش فرمایا بعد نماز عشا معمول نوافل ادا کی اور حسب معمول وعظ و نصائح فرماتے رہے جب ڈیڑھ پہر رات گذری تو سینہ مبارک میں سوزش پیدا ہوئی اور تھوڑی تھوڑی بڑھنے لگی یہانتک کہ پہلو میں بھی سوزش شروع ہوئی۔ اسوقت بندہ (یعنے شیخ محمد عبدالقادری) حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ وقت آخر ہے یہ فرما کر اٹھے اور جامع مسجد کے بڑے دروازے کے بالاخانہ پر جو مولوی ذوالفقار کی کوٹھری میں لیٹ گئے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے ڈیڑھ پہر رات باقی تھی کہ زبان مبارک پر کلمہ شہادت جاری ہوا اور روح مبارک قفس عنصری سے جنت الماوی کو راہی ہوئی۔ روز شنبہ تاریخ ۹ ذیقعدہ کو کہ اسی دن آپکی ولادت کا بھی تھا وقت ظہر آپکا نعش میر محمد شفیع کے تکیہ میں سپرد دفن کیا گیا اور پیچھان دن کے بعد بتاریخ ۱۲ ماہ مذکور روز چہار شنبہ نعش قصبہ امیٹھی میں پہونچا اور وقت عصر مقبرہ مدرسہ میں دفن ہوا۔ فضائل پناہ شیخ مانع محمد صفی لکھنوی نے کہ شاگرد اور استاد نامدار حضرت کے تھے آپکی تاریخ وصال نظم کر کے شاہجہان آباد بھیجی تھی جو حسب ذیل ہے۔

محیط علم آن مولائے اعظم — بہ احمد عرف جیون شد معلم
جہانرا روشنی زان شمع دین بود — بعلم ظاہر و باطن مسلم
چو جلت کرد در ذیقعدہ تا مع — بوصل دوست خود گشتہ کرم
بتاریخش خرد دادہ بگوشم — ندا او کامل و فیاض عالم

نوٹ مسجد شاہی حکم سے تعمیر ہوئی تھی جو اب تک باقی ہے اسی کے شمال جانب روضہ شریف جسکو اُنکے بڑے بیٹے نے ذاتی سے معمار بلوا کر تعمیر کیا تھا موجود ہے۔ بالین مزار شریف پر سنگ خارا کی لوح نصب ہے جسپر یہ عبارت کندہ ہے ویلم لختا علیہ سنہ ۱۱۳۰ ہجری

خادم حسین علوی

صبا کی طرح پھیرا کوچۂ ہستی کا کرتے ہین
کہ آزادانہ آجاتے ہین مستانہ گزرتے ہین

گزرتے ہین تو مثل سیل عالم سے گزرتے ہین
ٹھہرتے ہین تو جیسے نقش پانی پر ٹھہرتے ہین

رہین منت ہستی کیا تونے۔ مگر یارب
لگا دیتے ہین تہمت جیسے چھد اجیسے دھرتے ہین

وہ کیا جانین جو ہین محروم لذت سے قناعت کی
کہ یہ سوکھے نوالے حلق سے کیونکر اوترتے ہین

بڑی مشکل سے ٹوٹی پھر بھی ٹوٹی توبہ زاہد
شکست سنگ کا الزام ہم شیشہ پہ دھرتے ہین

یہ کیا عادت نگین سے سیکھی ہے عیب بینون نے
کہ جسپر آنکھ پڑجاتی ہے اُسکو نام دھرتے ہین

نہین ڈرتے۔ زمانہ جتنا چاہے امتحان کرلے
کھرے ہوتے ہین جو وہ آگ مین گرکر نکھرتے ہین

نظر سرمایۂ حسرت۔ نفس آبستنِ تہمت
کوئی مرنے سے ڈرتا ہوگا ہم جینے سے ڈرتے ہین

تمھارے گیسوون کی برہمی کچھ ہم نے دیکھی ہے
بگڑنے سے یہ بنتے ہین بکھرنے سے سنورتے ہین

مروت تو یہ کہتی ہے کہ بیدردی نہین اچھی
ادا سمجھا جاتی ہے کہ مرنے دے جو مرتے ہین

کسی کا عکس آئینہ مین آکر کے یہ کہتا ہے
کہ آنکھون مین سماکر اسطرح دل مین اُترتے ہین

صدا طبل تہی کی ہے یہ شہرت اور یہ آوازہ
ہوا مین بھر کے ارباب ہوس ناحق اچھلتے ہین

دیے ہون دل نے جب چرکے صفائی پھر بھلا کیسی
کہین یہ داغ مٹتے ہین کہین یہ زخم بھرتے ہین

عنادل جل چکے ہین خاک مین جو کیا خبر اُن کو
کہ شاخین جھومتی ہین پھول ترمت پر بکھرتے ہین

حباب اوٹھ کر قرار بحر سے تا سطح آب آیا
اوبھرنے والے جو ہین ناتوان ہوکر اُبھرتے ہین

قلم سے سجدہ ریزی جادۂ تسلیم مین سیکھو
جو ہین اہل وفا یون سر پہ شمشیر دھرتے ہین

وہ لاکھ خود رمیدہ ہون وہ اس وادی مین چرتے ہین
کہ جو از خود رمیدہ ہین

علی حیدر طباطبائی

فراق شوہر

(ترجمہ نظم انگریزی "دی ہسبنڈس ایکسیس")

چھوٹا سا مکان سر راہ — نیچے کا برآمدہ ہے کوتاہ — اُسمیں بیٹھی ہے ایک عورت — نو عمر حسین ماہ طلعت

ہے فسر فوجکی یہ بی بی — بیٹی مشہور پادری کی — چہرے پنجاب کی ہے رنگت — لیکن ہے اُس کی صورت

شاید ہے کوئی ملال دلمیں — بیچین کوئی خیال دلمیں — سینے آتی ہے صاف آواز — کہتی ہے "وہ آہ آہ مسافر"

دو سال سے تو جدا ہے ہمسے — آتا نہیں کیا خفا ہی ہمسے؟ — دنیا کے تمام عیش و عشرت — ہیں کلفت رنج فی الحقیقت

پھیلا تھا ابھی ضیاء کا اکیا — تھا شام فراق کا سویدا — نکلا کئی دن کے بعد خورشید — ہمکو تو نہیں تھی اسکی امید

خوش ہوں سورج سے اہل لندن — محبوب ہوا ان کو ورد روشن — ہے میری نظر میں تیرہ و تار — ہے چوپ زرد رنگ بیمار

یہ تیز شعاعیں میرے نزدیک — بے نور ہیں اور سخت تاریک — منظر روشن ہوا مجھے کیا — ہے اور ہی حال میرے دلکا

ہو دل کو سکون تو ہو وحشت — لیکن ایسی کہاں ہے قسمت — محبوب مجھے ہے میرا شوہر — اُس سے نہیں کوئی چیز بڑھکر

آئیگا وہ ایک سال کے بعد — پھر ہوگی خوشی ملال کے بعد — باقی ہیں مگر ابھی بہت روز — آتش ہے مفارقت کی جانسوز

اُس کی سچی دلی محبت — ظاہر جو ہوئی تھی وقت رخصت — آجاتی ہے یاد دن میں سو بار — آنکھیں ہوئی ہیں میری خونبار

وہ لطف وہ اسکی گرمجوشی — اب تک مجھکو نہیں ہے بھولی — صدمہ ہے ملال ہے تعب ہے — اُسکا ہی خیال روز و شب ہے

کرتی ہوں میں کاروبار گھر کا — ہے میرے سپرد سب علاقہ — بہلاتی ہوں روز کام سے دل — خوش ہوتا ہے اُسکے نام سے دل

اسکے کمرے میں آکے ہر روز — آہیں بھرتی ہوں میں جگر سوز — اُسکی کرسی کو پاکے خالی — کلفت ہوتی ہے انتہا کی

آتی ہے نظر جو اُسکی تصویر — پھر دل کرتی ہوں اس سے تقریر — ہوتی ہے معاملات پر بحث — دنیا کی ہر ایک بات پر بحث

سنکر اُسکی دلیل کمزور — کمرے بھر میں مچاتی ہوں شور — اُسکی ہر شے ہے مجکو محبوب — اُسکا مطلوب میرا مطلوب

پڑھتی ہوں وہی کتاب میں بھی — جو اُسنے بشوق دل پڑھی تھی — تھے اُسکو پسند جو رسالے — پڑھتی ہوں وہی کلب سے منگا کے

آتے ہیں جب اُسکے خاص احباب — کرتے ہیں دلاکے یاد بیتاب — کرتی ہوں میں دلسے اُنکی عزت — فرحت فزا ہے اُنکی صحبت

خوش رہتی ہوں لیکن کے جا رکھدیتی ہوں بھر اٹھاکے جا گنتا نہیں ایک کام میں دل دن کاٹ رہی ہوں بیمشکل
رہتی ہے عجب طرح کی وحشت ہے قابل دیدمیری حالت جاتی ہوں جو سیر باغ کو میں تازہ کرتے دماغ کو میں
کرتی ہوں میں ہر شجر سے باتیں گل سے برگ و ثمر سے باتیں ہوتے ہیں طیور جب نوا سنج بڑھ جاتا ہے درد میں رنج
آجاتی ہیں یاد گلی باتیں گاگشت و گریہ کی راتیں چلتی ہے جو سرد باد مشرق آجاتی ہے لیس یاد مشرق
یعنی مشرق میں میرا شوہر بنگال کی فوج میں ہے لوکر دلکو ہے بڑا یہ لفظ نام مشرق ہے محبت
لے کر مجھ کو اور اکیلے بنگال میں محلو چلکے پہونچا کرتی ہوں میں ختم سیر گلشن آتی ہوں پلٹ کے سونے مسکن
مغموم و اداس گھر کے اندر رہتی ہوں میں شکستہ و مضطر پھرتی ہوں میں مثل مرغ بسمل رہنا ہے ناگوار گھر میں
گھنٹوں متی ہوں زار و نالاں لوکر جاکر ہیں سب پریشاں ہوجاتی ہوں پھر عالم بیخود دل ہے یاد خدا میں مصروف
کہتی ہوں میں رکھے یا الٰہی کر دور یہ فرقت و تباہی یارب ہے یہی لکی خواہش ہو ختم یہ وقت آزمایش
شوہر سے ہمارا گھر ہو آباد پھر شاد ہوں و خندہ دلشاد پھر گھر میں بہار باغ آئے گردش میں پھر ایام نہ آئے
کلفت فرحت سے پھر بدل جائے دل میں ہو نہ کچھ ملال باقی ہو ہنسی خوشی کا حال باقی احباب ہوں اور دل لگی ہو

اے شرر۔ کاکہ روی

کلام آزاد

ہمارے ہموطن کرم فرما مسٹر اظہر علی آزاد کی طبع رسا نے ناظرین مخزن کے دلون کو بارہا لبھایا ہے۔ اب افسوس ہے کہ جناب موصوف عرصے سے خاموش رہنے کے عادی ہو گئے ہین۔ چند روز ہوئے ہمنے ان تعلقات کی بنا پر جو ہموطنی کی وجہ سے ہمارے اُنکے درمیان قائم ہین تحریک کی تھی کہ الناظر کی تعلیم اعانت فرمائین اُسکے جواب مین ایک غزل فارسی اور پرانی غزلیات مین سے حنا کا مضمون جہان جہان آیا ہے وہ اشعار مرحمت ہوے۔ اشعار متفرق شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہین جنمین پہلا شعر اُنکی سب سے پہلی غزل کا ہے جسکو وہ مذاق مین تعزیرات ہند کے خلاصہ کے نام سے یاد فرمایا کرتے ہین۔ ایڈیٹر

چھوٹے کرو ست حنائی سے پھنسا زلف مین دل — دائم الحبس ہوا خون سے رہائی پائی!
آج مسدی کا جلانے سے ترکیں — دوسرا رنگ کوئی لائیے گا
گل کیین دیدہ حسنا کی باتین — ہاتھ والله دو پھول لیجے گا
حسرتون کو مری کرتے پامال — خون سے وہ رنگ حنا چاہتے ہین
ستم کے بعد کیا آج سامان مرا ہے — حنائی تھیلی وہ کھلا رہے ہین

اسلام
اور
مستورات

کے عنوان سے ایک مضمون ۲۷ مئی کے کامریڈ (Comrade) مین "انتخابات" کے ذیل مین شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون (Contemporary Review) کے اُس مضمون کا اقتباس تھا جو اُسکے مئی نمبر مین۔ ای۔ ایس۔ اسٹیونسن کے نام سے ایک خاتون نے "جوان ٹرکی کا طبقۂ اناث" کی سرخی سے تحریر کیا تھا۔ ہمین امید ہے کہ ناظرین اور ناظرات الناظر اسکے مطالعہ سے محظوظ ہونگے۔ اس لیے اُسکا ترجمہ درج ذیل کرتے ہین"۔

جبتک مین اُس یادداشت کو جو میری خاطر ایک ایسی اعلیٰ مرتبت ترکی خاتون نے تحریر کی تھی کہ پاس مرتبت اُنکے نام نامی کو مخفی رکھنے کے لیے مجھے مجبور کرتا ہے لفظ بلفظ نہ لکھ لون اس مضمون کو تمام نہین کرسکتی۔ یہ کہنا کافی ہے کہ خاتون موصوفہ نہایت ہی اعلیٰ خاندان کی رکن اور ٹرکی کے طبقۂ حامیان آزادی کی ایک پرجوش ممبر ہین۔

ہم دونون اُن محلات کی جو دریاے باسفورس کے کنارے کنارے چلے گئے ہین ایک خوب صورت چھوٹی سی محلسرا مین نہایت ہی جوش و مسرت کے ساتھ عرصہ تک گفتگو کرتے رہے دوران ملاقات مین وہ عجائب و غرائب اشیا جو قسطنطنیہ مین ہر شخص کو محظوظ و مسرور کرنے کا باعث ہین بکثرت نظر سے گذرین۔ مثلاً وہ وسیع محلسرا وہ کالاخواجہ سرا جو مجھے اُن دور دراز راستون مین لیگیا جہان جاکر سرمین رومال باندھے اور بغیر ایڑیون کی جوتیان پہنے ہوے کنیزون کی عجیب و غریب حالتین پیش نظر ہوجاتی ہین۔ وہ شاداں و فرحان لبشرے۔ وہ گھیتلے جوتے اور وہ خاندانی مساوات جو شرقی ممالک مین پائی جاتی ہے دیکھتی ہوئی بالآخر اُس نشست کے کمرہ مین داخل ہوئی جو مغربی وضع و قطع سے نہایت ہی مشابہ ہو اور جسکی

کھڑکیون کے نیچے دریاے باسفورس موج زن ہے اور بالکل Venetian Palazzo (اٹلی کی ایک محلسرا) کے کمرون کے مانند ہے۔ یہان میری میزبانہ نے بلا پابندی رسوم میرا استقبال کیا اور اُسکے بعد حالات مستورات قسطنطنیہ کے مضمون پر گفتگو ہوتی رہی۔ اُنھون نے کہا کہ "بلحاظ اپنی حیثیت کے مین ان باتون کے متعلق کچھ خامہ فرسائی تو کرنہین سکتی البتہ اگر آپ پسند فرمائین تو مین آپ کو ایک یادداشت بھیجدونگی جسکو آپ اپنے مضمون مین درج کرسکتی ہین آپ جتنی مغربی مستورات ہین یہ امر مخفی نہین سمجھتی ہین کہ ہم مشرقی عورات کسی جدید استحقاق کے لیے نہین کوشان ہین بلکہ محض اُس حق کے لیے جو بیشتر بھی ہمارا تھا اور جسکو ہم کھو بیٹھے ہین"۔ چنانچہ اُنھون نے مسلمان ترکی مستورات کی نئی تحریک کی تائید مین حسب ذیل مضمون ارسال فرمایا ہے۔

"اگرچہ مسلمانون مین ہزارون فقیہا گذری ہین لیکن ہم منجملہ اُنکے صرف چند کا ذکر کرین گے جنھون نے تاریخ اسلام مین شہرت حاصل کی ہے۔ اگلے زمانے مین اسکے بالکل برخلاف جو آجکل مغربی و مشرقی ممالک مین سمجھا جاتا ہے مسلمان مرد اور عورتین بغیر کسی امتیاز کے ایک ہی مرکز علوم مین تعلیم پاتی اور ایک ہی علم حاصل کرتی تھین۔ اور باہم اُن ہدایات سے جو اُنکے معلم اور معلمہ بلا تعصب کرتی تھین یکسان مستفید ہوتی تھین۔ فقیہ اور فقیہا مردون اور عورتون کو وعظ سُنایا کرتی تھین اور مرد اور عورتین دونون مساوی توجہ سے سنا کرتی تھین علاوہ برین مستورات باعتبار اپنے علم و فضل کے اسقدر علما کے ہم پلہ تھین کہ اکثر اُنمین کی فتوی دینے کی مجاز تھین۔ کیا وہ علما جو عورت کے اُس رتبہ سے جسپر وہ ممتاز ہوئی اور اس بات سے کہ کس حد تک وہ اسلامی دنیا مین اعلم و افضل تھی واقف ہین۔ اور آجکل جو اُسپر دندان شکن اعتراضات ہوتے ہین اور اس بارہ مین جو بے پایان مباحث ہوتے ہین کہ کیونکر اُسکی تعلیم محدود کیجاے اور کیا اُسکے تمدنی فرائض کی حقیقت سمجھی جاے اُنکو سنکر متاثر نہون گے۔

اسلامی دنیا مین عورت کہان تک ترقی کرسکتی ہے اور کہانتک اُسے اپنی تعلیم مین وسعت

دینا چاہیے ؟۔ یہ ایسے سوالات ہین جو فی زمانہ ہمارے گوش زد ہوا کرتے ہین ۔ اسلام نے عورت کو اپنے ارادون کے مطابق انتہائی درجہ تک ترقی کرنے کا مجاز کیا ہے ۔ اس زمانہ مین باوجودیکہ یورپ اور امریکہ مین اس درجہ ترقی تہذیب ہے تاہم مستورات ہنوز اوس حدتک تحصیل علم نہین کرسکین جسقدر کہ زمانہ گزشتہ کی مسلمان عورتین کرسکتی تھین لہذا آج جبکہ ہم اُن لوگون کو اپنے مذہبی قواعد اور تاریخ سے بالکل بے بہرہ ہونے کے باوجود اس بات کا فیصلہ کرنا اپنے ذمہ لیتے ہوے سُنتے ہین کہ مستورات کی سوسائٹی مین کیا منزلت ہونی چاہیے تو کیا اُن لوگون پر ہمارا تعجب کرنا حق بجانب نہین ہے ۔ ؟

کلام مجید ہمارے لیے نازل ہوا ہے ۔ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہماری معاشرتی منزلت قرار دیچکے ہین ۔ ہم مسلمان ہین ۔ ہمین اپنے سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی نبی کا انتظار نہین ۔ اور ہمارے لیے اُنکی ہدایتین اتنی اور ایسے متبرک لوگون کے ذریعہ سے متواتر وصول ہوئی ہین کہ اس مسئلہ مین چون وچرا کی گنجایش ہی باقی نہین رہی ۔ اسلامی دنیا کو جو مستورات کی اُس اہم منزلت سے واقف ہے جواز روے قواعد مذہبی اُنکو حاصل تھی اُن لوگون کی کمال ناقابلیتی کا ضرور معترف ہونا چاہیے جو عورتونکی اس موجودہ تنزل پذیر حالت کے سوا اور سب باتون سے لاعلم ہونے کے باوجود اب بھی اُس آزادی کی وسعت کو جو مستورات کو دی جانا چاہیے محدود کرتے اور اُسپر اُنکے جھگڑنے کے حق کو غصب کرنے کی جرأت کرتے ہین ۔ کیا وہ لوگ نہین سمجھ سکتے کہ اُنکی اس مزاحمت سے نتیجتاً کون متاثر ہوتا ہے ۔

اُس زمانے کی مستورات نے اسقدر عالیشان منزلت جس سے ہمین کماحقہ واقفیت ہے کچھ کسی ذاتی قابلیت سے نہین حاصل کی بلکہ اُنکو وہ محض اُس استحقاق سے حاصل ہوئی تھی جو اُنھین اسلام نے عطا کیا تھا ۔ اگر اُن اشخاص کو جو یہ کہتے ہین کہ عورتون کو مردون کے پہلو بہ پہلو جنگ مین نہین لڑنا چاہیے یہ معلوم ہوجائے کہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت سی مشہور و معروف عورتین علے الاتصال لڑائیون مین لڑتی رہین اور جسکے باعث وہ مورد

دعا بھی قرار پائین تو ہرگز ہرگز وہ اپنے دعوے کو پیش کرنے کی جرأت نہین کر سکتے اور وہ لوگ جو مستورات کو تجارت سے محروم رکھنا چاہتے ہین کیا اس واقعہ سے مُنکر ہو جائینگے کہ بی بی آسیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی تھین ایک عطاری کی دوکان رکھتی تھین - اون لوگون کی نسبت کیا خیال کیا جاے جو یہ عذر پیش کرتے ہین کہ عورتین مردون کو نہین پڑھا سکتین درآنحالیکہ ہم جانتے ہین کہ بہت سے متبعین کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و کمال کی طرف رجوع کرین -

وہ اشخاص جنھون نے حال مین مستورات پر نافرمانی آیات کلام مجید کا اس وجہ سے اتہام رکھا ہے کہ وہ اپنے مرد اعزا کے ساتھ گھر سے باہر چلی جاتی ہین اور یہ کہ وہ اپنے چہرہ و پنجہ سے نقاب اُٹھا دیتی ہین قرآن پاک سے بالکل لاعلم ثابت ہوتے ہین - کیا وہ جلیل القدر عورات جنکا ابھی ذکر ہو چکا ہے اور جو اپنے افعال کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرون مین نہایت ہی ستودہ و پسندیدہ تھین نقاب پوش رہا کرتی تھین ؟ کیا جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چچی صاحبہ حضرت خدیجۃ ہمراہی حسان بن ثابت اپنے بچون عورتون اور قصبہ کی حفاظت کے لیے جہان کی وہ رہنے والی تھین آمادہ جنگ و جدال نہین ہوئین - اور درآنحالیکہ عورت قانونی معاملات مین شہادت دینے کی - مختاری کرنے کی اور عدالت مین ایسے اوقات مین جب اُسکی معاملات مین نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو حاضر ہونے کی مجاز تھی تو کیا قاضی اُسکی شکل دیکھنے پر مجبور نہ تھا -

اگر خداوند عزوجل نے مستورات کو یہ حکم دیا ہوتا کہ آنکھین جسسے دیکھتی ہین - ناک جس سے سانس لیتی ہین - مُنھ جس سے بات کرتی ہین - سب چھپالین تو کیا وہ اپنے چہرے کو پوشیدہ نہ کرتین اور پھر وہ عورات جو اس رتبہ کی تھین کہ جنھون نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر معاملہ مین فرمانبرداری کی اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ممانعت فرماتے تو یقینی وہ مکانون سے باہر نہ نکلتین - برخلاف اسکے اسکا تو کہین ذکر ہی نہ تھا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

باہر کی خدمات انجام دینے پر اُنکے لیے دعائین فرمائین۔

جو لوگ نہایت ہی شد و مد کے ساتھ اس بات کا دعویٰ کرتے ہین کہ عورت کو مرد کی سوسائٹی سے بالکل الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ اُنکی گفتگو بالکل بے سر و پا ہے۔ کیونکہ یہی عورت ہے جسکو ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے انتخاب مین حصہ لینے کا مجاز کیا جسکو آنحضرت نے اپنی سپاہ کے گروہ مین شامل کیا اور جسکو خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلون مین مدد دینے اور فقہ و عدالت کے قضیات مین حصہ لینے کے لیے طلب فرمایا نقاب جو اُس زمانے مین ڈالی جاتی تھی نہ اُس سے مُنھ چھپانا ہی مراد ہوتا تھا اور نہ عورتون کی ترقی اور تحصیل علم مین مزاحمت ہی متصور ہوتی تھی۔ ہزارہون مستورات نے فقہ اور قانون مین بہت بڑی شہرت حاصل کی جس سے ہمارے قوانین کی اندک خلاف ورزی نہین ہوئی۔

ہم اس موقع پر منجملہ اُن مستورات کے جو تاریخ مین سب سے زیادہ مشہور و معروف گزری ہین صرف قریب قریب پندرہ کا ذکر کرینگے۔

ام عیسیٰ۔ حمدہ سیطل فقہا۔ عامرہ بنت عبدالرحمن۔ فاطمہ بنت الاحمد السامانی۔ فاطمہ بنت عباس فاطمۃ الفقیہا۔ مریم بنت احمد۔ زمرود۔ اخت المیرانی۔ ام الوحید۔ خدیجہ بنت احمد۔ زلیخا زین الدار وغیہا۔

حضرت ام عیسیٰ امام ابراہیم بن اسحٰق حربی کی صاحبزادی تھین آپ فتویٰ دیتی تھین اور آپ نے ۳۲۸ھ مین انتقال فرمایا۔

حمدہ ابوبکر احمد بن علی کی شاگردہ تھین۔ آپ کا وطن بغداد تھا وعظ جو آپ کیا کرتی تھین اُنکو اُس زمانے کے بڑے بڑے عالم سنتے تھے۔ اور ابن سیمانی آپکے شاگردون مین سے تھے

سیطل فقہا بنت ابراہیم نے ۵۶۰ھ مین رحلت فرمائی آپ کے شاگردون مین بارہ معروف و مشہور آدمی تھے مثلاً غفر الحمدانی۔ احمد بن المعز۔ عبدالرحمن بن سلیمان۔ عبداللطیف بن القبیطی وغیرہ ان سبھون نے آپ سے سند قابلیت حاصل کی۔

شیدا بنت عمر نے فاضل کاشغر سے تحصیل علم کی آپ نے سند دینیات ثمامت شریف حاصل کی۔ حلب مین آپ کے بہت کثرت سے شاگرد تھے۔ زین الدین جو منجملہ اُنکے سب سے مشہور و معروف آدمی تھے خود صلاح الدین صفدیہ کے اوستاد تھے۔ جناب مدوحہ کے متعلق معین الدین کا مقولہ ہے کہ صرف شیدا ہی ایک ایسی تھین کہ جنہین وہ احادیث جو محدث شیخ حافظ ضیاء الدین سے منقول ہین پڑھا سکتی تھین۔

فاطمہ بنت عباس۔ عباس ابوالفتح البغدادی کی صاحبزادی تھین آپ قوانین تعریفیہ کی عالمہ اور سربرآوردگان جماعت مذہبی مین سے تھین۔ آپ وعظ کیا کرتی تھین جنکی نہایت قدر و منزلت کیجاتی تھی اور اس حد تک علم و فضل مین کامل ہوگئین تھین کہ بسا اوقات بڑے بڑے علما کے مباحث مین آپ ہی غالب آتی تھین آپ نے سنہ ۶۸۰ھ مین انتقال فرمایا۔

فاطمہ الفقیہا۔ علاء الدین الکاشانی کی صاحبزادی تھین اور جناب موصوفہ کے والد ماجد اور شوہر دونون علمائے فقہ اسلام مین سے نہایت ہی جلیل القدر بزرگ گزرے ہین۔ اور دونون اہم مسائل مین آپ سے رائے لیتے تھے۔ آپ فتوی دیتی تھین جسپر یہ دونون حضرات بحیثیت ایک شاہد کے دستخط کردیتے تھے۔

زین الدار وغیہا اُندلس کے قاضی صاحب کی زوجہ تھین اور بذات خود بھی قاضی تھین اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھکر عدل و انصاف کرتی تھین۔

یہ منجملہ نہایت ہی بلند مرتبت مستورات اسلام کے چند ہین اگر یہ عورات فتوی دینے کی مجاز تھین اور پھر ایسا فتوی جسکو اُس زمانہ کے بڑے بڑے مشہور و معروف علما فقہ معتبر سمجھتے تھے تو ضرور ہے کہ وہ بہت بڑی سند رکھتی ہونگی۔ شاگردان سیوطی مین قریب قریب ایکسو بیس تھین جو احادیث بیان کرتی تھین۔ اس سے ہمین اس جماعت کی تعداد کا اندازہ ہوتا ہے جس نے تحصیل علم کے لیے خود کو وقف کردیا اور کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین فرمایا ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ تحصیل علم

ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے۔)"

باوجودیکہ مصنفۂ مضمون ہذا نے جو بہ نسبت انگریزی زبان کے فرانسیسی زبان کی زیادہ عادی ہین کہا تھا کہ اُنکی انگریزی نہایت ہی خراب ہوگی اور مجھے حسب پسند اس مضمون کو تبدیل کرنا پڑے گا تاہم مین نے اس مضمون مختصر کو بحالت اصلی تحریر کردیا ہے۔ چونکہ یہ مضمون اُن حقوق کا جو آجکل کی مستورات طلب کرتی ہین اور نیز اُن واقعات کا جنپر اُنکے حقوق کا دارومدار ہے ایک صاف و سچا بیان ہے جسے ایک ترکی خاتون نے تحریر کیا ہے۔ لہذا میرے لیے اور مین امید کرتی ہون کہ دوسرون کے لیے بھی خالی از دلچسپی نہوگا۔

(ترجمہ از کامریڈ) وصی حسن

ہوم یعنی گھر

لڑکون کی تعلیم کے لیے سب سے بہتر جگہ ہے

مسز خدیو جنگ صاحبہ جن کا یہ مضمون ہے اُن چند بیگمات مین سے ہین جنپر مسلمانان ہند بجا طور پر فخر و ناز کر سکتے ہین۔ باوجود اُن اہم ذمہ داریون کے جو ایک معزز شوہر کی بی بی کے دامن سے وابستہ ہوتی ہین قومی کامون مین اتنی دلچسپی لینا اور علمی مشاغل مین اسقدر منہمک رہنا کوئی آسان کام نہین ہے آپ کے علمی ذوق و شغف کی اس سے زیادہ اور دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ آپ نے حال ہی مین ایف اے کا امتحان پاس کیا ہے اور اب بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہین۔

آپ کی یہ کامیابی حامیان تعلیم نسوان کے لیے عموماً اور ہمارے لیے خصوصاً نہایت ہمت افزا اور مسرت انگیز ہے اور ہم آپ کی خدمت مین تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہوے یہ امید ظاہر کیے بغیر نہین رہ سکتے کہ اس رہنشن مثال سے ہماری دوسری بہنین پورا سبق حاصل کرینگی۔

ہم افسوس کرتے ہین کہ جو لائی کے الناظر مین جو خاص اتفاقات اور اسباب کی وجہ سے معذرت مجسم کی صورت مین شایع ہوا ہے اس فرض کے ادا کرنے سے سہواً قاصر رہے ورنہ شاید عرض مبارکباد مین ہم اپنے تمام معاصرین سے ایک قدم آگے ہوتے۔ ایڈیٹر

مجھ سے ایک بی بی نے جو میری عنایت فرما ہین فرمایش کی کہ مین اس مبحث پر ایک مضمون لکھون کہ 'ہوم' یعنی گھر لڑکون کی تعلیم کے لیے سب سے بہتر جگہ ہے۔ اول تو مجھے یہ خیال آیا کہ گھر سب سے بہتر جگہ ہے لڑکون کی تعلیم کے لیے کیا معنی؟ ہونا یون چاہیے تھا کہ گھر سب سے اچھی جگہ ہے لڑکون اور لڑکیون کی تعلیم کے لیے اس لیے کہ لڑکی ہی بڑی ہو کر بی بی بنتی ہے اور وہی در اصل بانی مبانی گھر کی ہوتی ہے اسکا نام تعلیم کے زمرے سے خارج کرنا چہ معنی دارد؟ رہا دوسرا لفظ یعنی 'ہوم' تو مین پوچھتی ہون کہ یہ ہے کس جانور کا نام؟ ہماری زبان مین تو کوئی لفظ اسکے لیے نہین ہے اور ہو کیونکر؟ جہان دو بی بیون کا رواج ہو وہان 'ہوم' کہان؟ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ آپس کے لڑائی جھگڑے۔ کشمکش طعن و تشنیع۔ دلی کدورتین تمام ہوم لائف پر پانی پھیر دیتی ہین۔ میان کی بی بیون کی بیچ بچاؤ مین کٹتی ہے اور وہ مثل ہوتی ہے کہ "دو ملامین مرغی حرام" بی بیان جدا نالان ہین لڑکے جون تون پلگئے انکی تعلیم کچھ مدرسہ وغیرہ مین ہو گئی۔ گھر کا اثر تو انپر بھی پڑا کہ کدورت۔ بغض۔ حسد۔ جھوٹ سیکھا۔ 'ہوم' کا مزا تو کچھ انگریزی ہی لوگ خوب جانتے ہین کہ وہ میان بی بی ایک دوسرے کے شیدا۔ ہم دل و ہمزبان ہوتے ہین اور ہر طرح اپنے بچون کی تعلیم و تربیت مین نگران رہتے ہین اگر بدنصیبی سے باپ کا سایہ بچون پر سے اٹھ گیا تو ماں نے بچون کو ہر طرح سنبھال لیا اور انکی تعلیم کو اپنا فرض سمجھا۔ مگر ہم بیچارے اس نعمت عظمیٰ سے بے بہرہ ہین۔ بہرحال ان بچون کے جنکا بچپن ماں باپ کی نا اتفاقیان اور آپس کی خانہ جنگیان دیکھنے مین کٹتا ہے۔ جبتک باپ کا سایہ ہے خدا کا فضل ہے کسی طرح تعلیم بھی ہو ہی رہی اگر خدانکرے ایسا تفرقہ پڑا کہ کسی خاندان کا وارث اٹھ گیا تو وہ گھر تباہ ہو گیا۔ بی بی کو کہان اتنی لیاقت کہ بچون کی برائی بھلائی کی تمیز کر سکے۔

غرض "ہوم" کے لیے ایک لائق عورت کا ہونا ضرور ہے جو بلا کسی اور شریک کے اپنے گھر کی ملکہ ہو اور اپنے خاوند کی سچی خیرخواہ ہمدم اور مونس اور اپنے بچون کی سچی شفیق۔ جہان تعدد ازدواج کا دستور ہو وہان یہ ہونا کہان ممکن اسپر بھی جو کہین کوئی نامی شخص ہم مین ہو گزرتا ہے اور اُسکے حالات دریافت کیے جاتے ہین تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی مان غیر معمولی بی بی تھی کسی کو اگر مقصود ہو کہ سچی "ہوم لائف" کی تلاش مسلمانون مین کرے تو اُسکو خاندان نبوت کے حالات پر غور کرنا چاہیے اس خاندان مین بہائی بہائی (حقیقی ہون یا سوتیلے) باپ بیٹے نانا نواسے ایک دوسرے کے عاشق تھے محبوقت نواسے نے کہا اور بچون کے پاس اونٹ ہین ہمارے پاس اونٹ نہین تو حضرت خود اونٹ بنگئے پھر نواسے نے کہا سب کا اونٹ بولتا ہے نانا جان ہمارا اونٹ نہین بولتا اُسوقت حضرتؐ نے اونٹ کی بولی کی نقل کرکے فرمایا عف عف اُسوقت باری تعالی کا حکم جبرئیل کو ہوا کہ جاؤ اور محمدؐ سے کہو کہ اگر پھر عف کہوگے تو جہنم کی آگ بجھ جائے گی۔ بیشک کیون نہ جہنم کی آگ بجھ جاتی۔ یہ ایسا ہی واقعہ تھا۔ اس چھوٹی سی بات کی عظمت کو غور کرو کہ اس مین کون سے رموز پوشیدہ ہین۔

کتنے نانا ہمارے یہان ہین جو ایسا اپنے نواسے کے لیے کرینگے۔ اور اس سے بانی اسلام کی خوبیان کسقدر ظاہر ہوتی ہین اور وہ "ہوم" کیا تھا جسکی روح آپ تھے اور اُسکے ممبرون کا ایک دوسرے سے کیا برتاو تھا ؎ دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق مین یہ پیار + بلبل کو بھی پھول کی محبت نہین زنہار۔ اس گھر کے لونڈی غلام بھی گھر کے آقاؤن کے اخلاق سے کسقدر متاثر تھے شیرین۔ ہندہ۔ فضہ کو دیکھو اور قنبر اور سلمان کو جنکے بارے مین حضرت نے خود فرمایا تھا (سلمان منا اہل البیت)

اگر ہم لوگ اس بات کی عادت کرین کہ اپنی زندگی مین بانی اسلام کی زندگی کے ساتھ کچھ بھی مشابہت پیدا کرین یا اُنکے حالات کو ہمیشہ پیش نظر رکھین تو بیشک ہمارے لیے بڑی امید ہین اگر مذہب کو رام رام جپنے ہی پر منحصر کردین تو پھر کیا ہو سکتا ہے جب تک ہم اپنے مذہب کو

نہ جگا ئینگے ہم بھی نہ جاگینگے۔

غرض میرا مطلب یہ ہی کہ ہم پہلے سوم کو قائم کرلین پھر اُسکا جو کچھ اثر لڑکون لڑکیون پر ہوتا ہی اُس سے بحث کر سکتے ہین اسکی بنا کے لیے بی بیون کی تعلیم ضروری ہے جبتک گھر کی بی بی مین یہ سلیقہ نہو کہ اپنے شوہر اور متعلقین کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرے۔ اُسوقت تک اس مدعا کو حاصل کرنا دشوار ہے۔ اسمین شک نہین کہ کوئی اسکول یا کالج ایک مہذب اور شائستہ گھر سے تعلیم کے لیے بہتر نہین ہوسکتا۔ اخلاق جو اصل اصول تعلیم کا ہے آدمی گھر ہی مین سیکھتا ہی۔ وہی بیج جو بچپن مین بوے جاتے ہین آیندہ چلکر بار آور ہوتے ہین سان ہی کی گ بچے کے لیے پہلا اسکول ہے بلکہ بعض لوگون کا قول ہے کہ اسکے قبل تعلیم شروع ہوسکتی ہے جس زمانہ مین روس اور جاپان سے لڑائی ہورہی تھی اور روس کی ناکامیابی ایک ادنی خبر رہ کے مقابل مین زار کے ذمہ لگائی جاتی تھی اُسوقت زار روس کی نرسری کی وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ ایکبار جبکہ وہ پیدا ہی ہوا تھا اُسکی ماں ایک جنگی جہاز کو دیکھنے گئی تھی اور وہان سے دہشت زدہ ہوکر بھاگ آئی جو بچے بچپن سے بورڈنگ اسکول بھیجے جاتے ہین وہ ماں باپ سے اسقدر مانوس نہین ہوتے جیسے کہ ہر وقت پاس رہتے تھے بورڈنگ اسکول کے نگران کار کو انکی بہبودی کے ساتھ وہ دلچسپی نہین ہوسکتی ہے جو انکے ماں آپ کو ہوتی ہے اکثر لڑکے ایک دوسرے کی صحبت سے عادت بد سیکھتے ہین اور بہانہ کرنے کے عادی ہوجاتے ہین جو دروغ گوئی کی پہلی بنیاد ہے۔ بیج کی عفت اگر بچپن سے طبیعت مین راسخ ہوجاے تو آیندہ بھی جاگزین نہین ہوسکتی۔ ایک شائستہ گھر کی تعلیم پاے ہوے لڑکے اور ایک معمولی اسکول یا بورڈنگ کے تعلیم پاے ہوے لڑکے مین یہ بڑا فرق ہوتا ہے کہ پہلا سچ کا بالطبع عادی ہوجاتا ہی اور دوسرا اُسے ضروری نہین خیال کرتا۔ قول الزور سے پرہیز وہی مائین سکھا سکتی ہین جنھون نے خود اُسکو سمجھا ہو معمولی طور سے ہمارے یہان کی مائین اسکو ادنی سی بات سمجھتی ہین اور بچون کی غلط گوئی کو ناز سمجھ کر ہنسی مین اوڑا دیتی ہین۔ سب سے بڑی بات جو گھر کی تعلیم سے حاصل ہوتی ہی وہ مذہبی تعلیم ہی۔

اخلاق اسطرح پر سکھائے جائیں اور بچے کی طبیعت ۔ یہ پاک آیتیں نقش کی جائیں۔

یا ایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من

اے ایمان والو کوئی کسی پر ہنسے نہیں شاید جنپر ہنستے ہیں وہ ہنسنے والوں سے اچھے ہوں اور نہ کوئی عورت

نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب

کسی پر ہنسے کیا معلوم جسپر ہنستی ہیں وہ ہنسنے والیوں سے اچھی ہوں اور ایک دوسرے پر طعنہ زو اور ایک دوسرے کو نام نہ دھرو

یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا

اے ایمان والو بد گمانیوں سے بچو بعض بدگمانی گناہ کی حد تک پہونچا دیتی ہے اور کسی کی عیب کی کھوج میں نہ لگو اور نہ

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ

کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم سے کوئی پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اور تم سب اسکے نفرت کرتے ہو

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال

لوگوں سے کج رخی کرو اور زمین میں اترا کر نہ چلو اللہ اترانے والے اور شیخی کرنے والے کو

فخور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر

پسند نہیں کرتا چال میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز پست کرو سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے

یا ایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی ان اشکر لی ولوالدیک

اے مسلمانو اپنے خیرات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دیکر اکارت نہ کرو ۔ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا اللہ تعالیٰ

وصاحبھما معروفا وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین

اور ماں باپ کی سعادت مندانہ رفاقت کرو اور تمھارے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے میرے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ

احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف

احسان اُن دونوں میں سے ایک یا دونوں تمھارے سامنے بوڑھے ہو جائینگے تو ان کو اُف مت کہو

ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ

اور انکو جھڑکو اور باتیں ایسی کرو جس سے وہ خوش ہوں اور مہربانی سے عاجزی کا پہلو انکے لیے جھکاؤ

وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا ولا تمش فی الارض

اور کہو اے میرے رب اُن دونوں پر ویسا ہی رحم کر جیسا کہ اُنھوں نے بچپن مین میری پرورش کی ہو اور زمین پر اترا کر

مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا ۲۶

یا اکڑ کر مت چلو نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑ کے برابر اونچے ہو سکتے ہو۔

اخلاق کو مذہب کے ذریعہ سے سکھلانا۔ اخوت و یکدلی کے جذبات پیدا کرنا حب وطن واہل کا بیج کم سنی سے دل مین ڈالنا نخوت۔ حسد و کذب کو دل سے دور کرنا اور اسکے نالپسندیدہ نتایج سے متنبہ کرنا نہ اس طرح کہ تمام دن بچے سے کہا جاے یہ مکروہ نہ کر بلکہ حکمت عملی سے ایک عمدہ اثر بچہ کے دل پر ڈالنا تعلیم یافتہ ماں باپ کا کام ہے جو کسی مدرس یا معلم سے نہین ہو سکتا۔ گھر کی تعلیم مین ایک چھوٹی سی بات یہ ہے کہ بچونکو اپنے پالنے والے اور قدیم ملازمین کے ساتھ ایک خاص قسم کا انس دل مین پیدا ہو جاتا ہے یہ اگرچہ دیکھنے مین ایک چھوٹا سا امر ہے مگر اسکا اثر قابل غور ہے۔ کہ پھر تمام عمر بچونکو وہ خصوصیت کسی کے ساتھ نہین پیدا ہوتی جو اپنے بچپن کے شفیق کے ساتھ ہوتی ہے۔

مسز خدیو جنگ

جوش بہار گل است بادہ کشان بیدرنگ — بادہ گلگون کشید از کف ساقی شنگ

دل کہ نہ شد دردمند از خلش خار عشق — ہست بہ پیش خدا خشک ترازچوب وسنگ

عشق دژم اژدریست گر بکشاید دہان — ہر دو جہان را یکے لقمہ کند چون نہنگ

صورت حق جلوہ گر صاف بہ بیند دران — ہر کہ زداید بہ زہد زآئینہ قلب زنگ

دل بنداکن گرہ بندہ عشقش بشو — راہ ملامت برو دست کش از نام و ننگ

نرگس بیمار سنج باش مرنجان مرنج — نے بکسے صلح جوے نے بکسے جوے جنگ

موسم گل شوخیا تو بہ شکن بر ملا — مے خور و مستی نما دور بشو از ہوش و ننگ

محمد عالم — علی شوق

اطلاع

بھارت یو پار جنتری سنہ ۱۲ اُردو پترہ سمت ۱۹۶۹ کے زیر طبع ہین جن صاحبون کو اپنے اشتہار جنتری اور پتروں مین چھپوانا منظور ہو وہ اپنا اشتہار مطبع ہذا مین عنایت فرمائین مناسب اجرت سے درج کیا جائیگا۔ نمونہ اور اجرت کی شرح مطبع سے طلب کر لیجیے۔

المشتہر منیجر نولکشور پریس لکھنؤ یو پی

نولکشور پریس لکھنؤ مین

آج کل ہندو مسلمانون کی مذہبی کتب رعایت کے ساتھ فروخت ہو رہی ہین فہرست پتہ ذیل سے مفت طلب کیجیے

المشتہر

منیجر نولکشور پریس لکھنؤ

کارخانہ چکن محمد عبدالرحمن و خلیل الرحمن مقام لکھنؤ گلی پارچہ

حضرات ہماری مہربان گورنمنٹ نے بسلسلہ حسن خدمات وعمدگی مال کارخانہ ذرا کو توجہ گاہ ۱۸۵۸ء مین تمغہ اور سارٹیفکٹ عنایت فرما کر سوداشی اشیاء کی حمایت اور دیسی تاجرون کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا اور رؤسا کچھ بھی توجہ نہین فرماتے لہذا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیاء کی خریداری مین سعی فرما کر صنعت و حرفت کی ترقی مین مدد دیجیے صرف ملکی اشیاء کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال ہو سکتا ہے۔ مختصر فہرست ہدیہ ناظرین ہے۔

تھان کامدانی سچی بیل بوٹی کے	عـ۵ـ سے عـ۵ـ تک
تھان کامدانی وچکن	عـ۵ـ سے عـ۵ـ تک
تھان چکن بیل بوٹہ دار	عـ۵ـ سے عـ۵ـ تک
دوپٹہ کامدانی بیل بوٹے کے	عـ۵ـ سے عـ۵ـ تک
دوپٹہ چکن بیل بوٹہ دار	عـ۴ـ سے صـ۰ـ تک
ساری چکن بیل بوٹہ دار	عـ۱۰ـ سے عـ۵ـ تک
کرتے چکن ہر جسم کے لائق	۱۲ـ سے لـ۰ـ تک
کلاہ چکن و پٹڑی و گلوبند و چوگوشیہ	۲ـ سے عـ۵ـ تک
پلنگ پوش بخمہ	عـ۱۰ـ سے صـ۰ـ تک
کاغذ بختہ چھپے ہوئے	عـ۱۰ـ سے صـ۰ـ تک
فرد رضائی بختہ	عـ۴ـ سے صـ۰ـ تک

المشتہر

محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن تاجران مقام لکھنؤ گلی پارچہ

مایۂ عیش آدمی شکم است

ہمارے شفاخانہ کی مشہور و معروف **سنیاسی گولیاں** جنکے سریع التاثیر ہونے کا آوازہ مشرق سے مغرب تک بلند ہو رہا ہے۔ بدہضمی۔ قبض۔ ریاح۔ تخمہ۔ ہیضہ۔ کھٹی ڈکار۔ کمی اشتہا۔ نفخ۔ درد شکم۔ درد گردہ۔ قولنج۔ طحال۔ تاکش۔ بیچش۔ اسہال۔ نشت بول۔ ضعف گردہ و مثانہ۔ تبخیر وغیرہ وغیرہ دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

خون صالح پیدا کرنا۔ بھوک بڑھانا۔ معدہ کو قوی کرنا ان کا خاص فعل ہے ان گولیوں سے آجتک لاکھوں آدمی فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ انگریزی عہدہ داروں ڈاکٹروں حکیموں نے انکے بیانڈر اور بے ضرر ہونے کی صرف تقریظ ہی نہیں لکھ دی بلکہ انکا استعمال دائمی صحت کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ یہی وہ گولیاں ہیں جو اسوقت تمام دنیا میں اپنی آپ نظیر ہو رہی ہیں۔ اشتہاری نمک جنکے تیزابی اجزا رفتہ رفتہ غذا کے ساتھ معدہ کی اصلی قوت کو بھی ہضم کر جاتے ہیں نہایت خطرناک ہیں سنیاسی گولیاں اُن خطرات سے پاک اور بے ضرر ہیں جو معدہ کی اصلی قوت کو بڑھاتی اور تمام خرابیوں کو بہت جلد زائل کر دیتی ہیں کم عمر بچہ تک اسکا استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت ۵ھ گولیوں کا بکس ایک روپیہ علاوہ صرف ڈاک

نوٹ:- ہمارے شفاخانہ کی ادویات جو فقط رویدگی کے مجربات سے سالہا سال کے تجربوں کے بعد انتخاب کیے گئے ہیں تمام ہندوستان میں مقبولیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ لوکل غربا کے لیے دوا نصف ہزار ہا اسناد تعریف دواؤں کی موجود ہیں درخواست آنے پر بلا قیمت پیڈ روانہ کی جائے گی۔

(ہزاروں میں سے چند تازہ سارٹیفکیٹ)

۱- عالیحضرت جناب مولانا حافظ محمد سراج الیقین صاحب سجادہ نشین کرسی شریف۔ اودھ

۲- علیحضرت جناب مولانا محمد ابراہیم شاہ صاحب وارثی سجادہ نشین

۳- جناب مولانا حفیظ اللہ صاحب پروفیسر عربی اسکول ڈھاکہ۔

۴- جناب آنریبل سر راجہ محمد تصدق رسول خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ اودھ

۵- جناب راجہ میاں شیخ محمد منعم علیصاحب ریاست گنڈارہ ضلع بہرائچ

۶- جناب منشی سخاوت علیصاحب پروپرائٹر رسالۂ الناظر فلاد یلس لکھنؤ

۷- جناب سید اشفاق حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس گونڈہ

۸- جناب منشی سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ۔

۹- طبیب اعظم جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب دہلی

۱۰- جناب خان بہادر حکیم سید ظفر حسن خان صاحب رئیس اعظمی محبسٹریٹ سپرنٹنڈنٹ ایونانی شفاخانہ لکھنؤ۔

۱۱- جناب حکیم مولوی خواجہ کمال الدین صاحب۔ لکھنؤ

۱۲- جناب حکیم مولانا سید محمد عبدالحی صاحب رئیس بریلی ناظم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔

۱۳- جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب اسسٹنٹ پریشر کانسل جدہ۔

۱۴- جناب ڈاکٹر محمد سلیم صاحب قدوائی اگلاس ضلع علی گڈھ۔

۱۵- جناب ڈاکٹر محمد لطف کریم صاحب اسسٹنٹ سرجن ملک متوسط

۱۶- جناب ڈاکٹر محمد عبدالعزیز خانصاحب سابق ہاسپٹل اسسٹنٹ میانہ

المشتہر

منیجر۔ اودھ شفاخانہ۔ ایس۔ کے حکیم لکھنؤ ایمین آباد

تنباکوی خوردنی

کا

قدیم معتبر اور مشہور کارخانہ

جہان

اقسام ذیل کا خوشبودار عمدہ نفیس تنباکو تیار ہوتا ہے

زردہ تنباکو

قسم اول مشکی فی سیر ..... عہ، قسم سوم، مشکی فی سیر ..... ہے،

قسم دوم " " عہ قسم چہارم " " للعہ

قسم پنجم۔ عفرانی فی سیر ..... عا،

قوام تنباکو	گولی تنباکو
قسم اول مشکی فی تولہ ..... صہ	قسم اول، مشکی طلائی، فی تولہ ۱۲ر
قسم دوم، " ۸ر	قسم دوم، " نقرئی " ۱۰ر
قسم سوم، " ۶ر	قسم سوم، " " " ۸ر
قسم چہارم، عفرانی فی تولہ ... ۴ر	قسم چہارم، " " " ۶ر
قسم پنجم، " ... ۲ر	قسم پنجم، " " " ۴ر

انشہ

احمد حسین ولد ارحسین تاجر تنباکوئے خوردنی چوک لکھنؤ

اشتہار کا حوالہ دیجیے۔

ورما کا منجن

جسکی تصدیق کیمیادی ترکیب کی مشہور و معروف ڈاکٹر ولیم آر رسٹن کریسپ آف سی ایس بی ایم آر ایس ایم فیلو آف دی رائل انسٹیٹیوشن کیمسٹری لندن نے کی اسکے استعمال سے فائدے

دانتوں میں سردی سے یا کسی کیمیادی درد سے جو فوراً کافور کر دیتا ہے دانتوں اور مسوڑھوں کی گرمی بیماریوں کو اور ضعف بھی مسوڑھوں کو مٹ جاتا ہے۔ منہ کی بدبو اور مسوڑھوں کی تعفن کو دور کر دیتا ہے گندہ دہنی کا نام و نشان نہیں رہنے دیتا دانتوں کے عمود کیطرف مواد کو کھینچ کر ماتھ سے دانت سیاہ نہیں ہونے دیتا زردی جاتی رہتی ہے دانتوں کو مثل موتی کے چمکیلا اور خوبصورت کر دیتا ہے کسی دانے خواہ کسی بیماری کی وجہ سے ہوں اسکے لگانے سے زبان کی گندگی کو فائدہ بخشتا ہے۔ رال اور مادہ فاسد کو خشک کر دیتا ہے دانتوں کی کیڑوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ منہ کو خوشبودار معطر بناتا ہے پان سے زیادہ کام دیتا ہے مسوڑھے کو مضبوط کر دیتا ہے۔ دانتوں میں پانی نہیں لگنے دیتا اور دانتوں کے گرنے سے محفوظ رکھتا ہے مسوڑھے کے کیڑے کو ہلاک کر دیتا ہے اور صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ دانت کی جڑ دن سے کیڑوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور دانت کو بیحد امین ہونے دیتا ہے ہر روز کے استعمال سے مسوڑھے کی بیماریں رہنے دیتا ہے۔

ملنے کا پتہ۔ جمادو پرشاد ورما فرم اجنا بنہ دستانی محلہ فقیر آباد شہر لکھنؤ۔

ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے سستی ناول کوئی نہیں فروخت کر سکتا۔

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجئے! آبکو بقاء صحت وزندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نرہی

ہماری ایجاد کردہ آتنگ نگرہ گولیوں کا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیاں عجیب وغریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - وبدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکیٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہنچتی رہتی ہین - یہ سبی کمزوری کو جڑسے کھودیتا - مایوسی کو مٹاکر امید بناتا - مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرتا - ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرتا حافظہ کو قوت دیتا - جسم کو تندرست وتوانا بناتا مردہ دلون مین تازگی روح پھونکتا اس کا ادنی کرشمہ ہے - مرد ہون یا عورتین اونکے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھاتے ہین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر نہین تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہے اونسے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عہ۱ علاوہ محصول ڈاک ہے اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوالیجئے - جو اردو - انگریزی - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - ۱۵ صفحے پر چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم مفت روانہ اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے - ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائین گی ملنے کا پتہ:-

وید شاستری منی شنکر گووندجی - آتنگ نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

عطر!!!　　عطر!!　　عطر!

کارخانۂ شیخ سخاوت حسین لکھنو

لکھنو ہندوستان فیشن کا مرکز ہے - اور اس تباہی و بربادی کے زمانہ میں بھی اخلاق و طرز معاشرت میں سارے ہندوستان کی رہبری کر رہا ہے - اور تمام باتین درکنار خاص عطر کے بارے میں جو اعتدالی خرابی و لطافت و مانوسی کا سب سے قوی اور بامزہ محافظ ہے اسمیں بھی اسوقت تک کوئی شہر لکھنو کی ہمسری کا دعوے نہیں کر سکا لکھنو اپنے عطر وں کی اعتبار آج تمام شہر و بیرا اپنا نمایان فخر ظاہر کر رہا ہے صرف دیکھنے کیلئے بلکہ امتحاناً اس کارخانہ سے جو کہ عرصہ سے جاری ہے طلب فرمائیے - ناپسند ہو واپس کر دیجئے - ہان محصول ڈاک تو آپ سے لیا جائیگا - مگر پوری قیمت بعد تو اسی فوراً روانہ ہوگی روپیہ نقد آنے پر یا بذریعہ ویلیو ایبل تعمیل ہو سکتی ہے -

عطر

نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ
عطر حنا	صرف ۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر گلاجنا	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر محمودہ	عدد
عطر نرگسیا	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر مشکی	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر بیلا	عدد ۱۲ عدد
عطر چنبیلی	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر گلاب	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر گل کیوڑہ	۱۲ عدد ۱۲ عدد
عطر کیوڑا	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر جوہی	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر گل	عدد ۱۲ عدد
عطر خس	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر شگوفہ	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر عنبر اصلی	۱۲ عدد ۱۲ عدد
عطر فتنہ	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر سوہاگ	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر مہکنا	۱۲ عدد ۱۲ عدد
عطر حنا	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر تاجمہاز	۱۲ عدد ۱۲ عدد	روح خس اصلی	۱۲ عدد ۱۲ عدد
عطر کیتکی	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر بیدمشک	۱۲ عدد ۱۲ عدد	روح بیلا اصلی	۱۲ عدد ۱۲ عدد
عطر بنفشہ	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر گل رعنا	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر کیوڑا اصلی	۱۲ عدد ۱۲ عدد
روح گلاب	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر صندل سرخ	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عطر راحت جان	۱۲ عدد ۱۲ عدد

عمدہ اور خوشبو دار تیل

امید ہے کہ ہمارے اس اشتہار کے دیکھنے سے آپ کو یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ عمدہ اور خوشبو دار تیل کم سے کم قیمت کا عام طور پر آپ کہیں نہیں پا سکتے - آپ کی شکایت رفع کرنے کے واسطے ہم نے اس کارخانہ کے قائم کرنے کی کوشش کی ہے - آپ ضرور منگوا کر استعمال کیجئے -

فہرست

روغن چنبیلی	عدد ۱۲ عدد	روغن حنا	عدد ۱۲ عدد
روغن بیلا	۱۲ عدد ۱۲ عدد	عرق گلاب فی بوتل	عدد ۱۲ عدد
روغن کیوڑہ	عدد ۱۲ عدد	عرق کیوڑہ فی بوتل	عدد ۱۲ عدد

گولیان تمباکو ورقدار فی روپیہ ۲ تولہ
گولیان تمباکو بلا ورق فی روپیہ ۲ تولہ
قوام تمباکو فی روپیہ ۳ تولہ

شیخ سخاوت حسین مالک کارخانہ عطر چوک لکھنو

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

بیماریان جو دوا کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہو جاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر ازالہ دکھ مین مسیحائی دکھلاتا ہے۔

آبحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہے جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔

آبحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہے جو کسی مہلک بیماری مین پھنسے دیگانہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت **آبحیات** کی ایک شیشی عطارون کی دو کانون اور ڈسپنسریون سے مستغنی کر دیتا ہے کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی **آب حیات** اگر آپ کے پاس ہے مرض بے وقت دن کو یا رات کو۔ سر نکالے اُسیوقت دیدیجیے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا گمان گیا۔

فوائد مصدقہ

حکیمون ڈاکٹرون۔ عالمون۔ فاضلون کے ہزارہا سارٹیفکٹ موجود ہین اور ہر روز نئے اسناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر درد کی دوا ہے۔ کھانسی خشک ضیق النفس دمہ۔ بخار۔ تپ صفراوی۔ گھبراہٹ تشنگی۔ معدہ کا جلن۔ درد شکم۔ پیٹ مین ریاحی درد۔ نفخ۔ پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا۔ برسون کا بخار۔ طپش دل خفقان۔ مالیخولیا۔ ہراق نیند کم آنا۔ سرسام خون کی قے آنا۔ خون تھوکنا۔ پیچش۔ اسہال صفراوی۔ طاعون ہیضہ کا کوئی علاج ہو تو آبحیات ہے درد دانت۔ درد کان۔ درد پہلو۔ درد سینہ۔ درد مکر۔ درد گردہ۔ درد مثانہ۔ آدھ سیسی کا درد۔ درد اٹیری۔ رسچ کا درد۔ بواسیر کا درد۔ منہ کے زخمون کا درد۔ بھگندر۔ مقعد کا نکلنا۔ مسوڑون سے خون جانا۔ ورم گوش۔ خارش۔ خنازیر پیڑوال۔ زخم آتشک۔ نکسیر۔ کرم شکم۔ فوطہ کا ورم۔ آگ سے جلنا۔ بدبو ناک سے آنا۔ گلہ مین گلٹیان بڑھکر خناق ہونا۔ نلون کا درد۔ اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانہ نکلتے ہین وہ اسکے لگانے اور کھانے سے دور ہو جاتے ہین۔ بچھو۔ مہڑ۔ سانپ کا ڈنک پر لگانے سے فی الفور درد دور ہو جاتا ہے ورم نہین ہونے پاتا۔ مرگ مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے بس ہر ایک عیالدار حکیم کے پاس اسکا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

چونکہ یہ دوا زہریلی ادویہ سے مبرا و پاک ہے اسلیے ہر ایک عمر کا بچہ۔ جوان۔ بوڑھا۔ عورت مرد بلا کسی اندیشہ کے استعمال کر سکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہو جاتے ہین۔

چند قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہو سکتے ہین۔ مونگا۔ سنکھ۔ قلعی۔ پارہ۔ ہرتال گھوڑنتی۔ چاندی وغیرہ مفلسون۔ مسافرون۔ عیالدارون کا ہمدرد اور خزانچی کا کام دیتا ہے قیمت لحاظ فوائد ھذا دو روپیہ رکھی جائے تو کم ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ فی شیشی۔

آدھی درجن صہ

درجن لعہ

اس پتہ پر درخواست کرو جو موجد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

حاجی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور۔ موچی دروازہ۔

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیومس اسرائیل (یعنے) روغن نایاب

تمام اعضا میں دماغ بادشاہ اعضا کیا ہے اگر دماغ - زکام - بالونکا سفید ہونا - دماغی کمزوری - زنانہ روا اور ضعف بصارت معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دماغ میں کمزوری اور خرابی ضرور ہے - ہمارا تیل جو کیمیاوی اجزا سے ترکیب پایا ہے جو بالوں کے گرنے سر کے چکرانے - درد سر کے دور کرنے - کمزوری حفظان اور دیگر امراض دماغی کیواسطے بیحد مفید ہے - اسکی استعمال سے بالونکی جڑیں مضبوط اور بالیدگی زیادہ ہوتی ہے - مدرس ڈاکٹر طالبعلم ملیل - پیرسٹر اور ضعف دماغ کے شاکی لوگوں اور خصوصاً مورتوں کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیئے - یہ تیل بالوں کو خوشبودار کرتا ہے - خود تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہے - اسکا استعمال سے دماغ جو ہیضہ وغیرہ مطلق نہیں پڑتی ہیں قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ایک شیشی ۳ اور تین شیشیوں کے لئے ۸

قیومس سالٹ (یعنے) نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ - درد شکم - درد قولنج - قراقر - نفخ - بواسیر - بادھمی - ہیضہ - درد مثانہ - درد گردہ - کھٹی ڈکار اور قبض کے دور کرنے میں مفید ہے - اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہے - یہ نمک بھوک بہت لگاتا ہے معدہ کی جملہ خرابیوں کو دور کرکے بلغمہ کو قوت دیتا ہے - ہر شخص کو لازم ہے کہ ہمیشہ اس نمک کو اپنے گھر میں رکھے اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھائے قیمت فی شیشی ۲

قیومس ہیر ڈائی (یعنے) خضاب قیومی

جعل استعماری دنیا میں خضاب کی بھرمار ہے - مگر تسلی آمیز الفاظوں سے اطمینان ہونا غیر ممکن ہے جب تک یہ تجربہ نہ کیا جائے - ہمارے دواخانہ میں جو خضاب تیار ہوتا ہے وہ ایک شیشی کا ہے - اسکی خوبیوں کو بیان کرنا بیکار ہے تاوقتیکہ خود شائقین اسکی تعریف نہ کریں خضاب کا کام ہے کہ بالوں کو سیاہ کرے - جلد پر ذرا بھی نہ لگے - بالوں کی جڑ کو قائم رکھے - آنکھ کمزور نہ ہو - بدبودار نہ ہو - سوزش نہ کرے - ہمارے خضاب میں یہ تمام باتیں موجود ہیں - اور تمام برائیوں سے پاک ہے اگر بال سیاہ نہ ہوں یا جلد پر لگ جائے - تو قیمت واپس کر دیجائے گی - ایکبار ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کریں قیمت فی شیشی عدہ محصول ڈاک ۳ ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۸

قیومس ریگولیٹر (یعنے) حب شفا لمسا

ریگولیٹر استعمال سے تمام امراض رحم کے دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں - اگر رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو - یا ماہواری ایام میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو - یا بند ہو گئے ہوں حملوں یا تھیلی میں آگ سی لگی رہتی ہو - یا ادرایام سے تین چار روز قبل رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو - کبھی بھی رطوبت بھی جاری رہتی ہو - علاوہ ازیں حمل نہ قائم رہتا ہو - یا حمل ضائع ہو جاتا ہو ان سب شکایتوں کو دور کرنے میں ہماری یہ گولیاں تیر بہدف کا کام کرتی ہیں - ایکماہ دونوں وقت استعمال کرنا چاہیئے گولیوں کی قیمت عدہ محصول ڈاک

المشتہر
شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبدالقیوم - تالتلا لین نمبر ۱۷ کلکتہ

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD

ڈاکٹر لالہ کا فاسفوڈائن



خبردار!

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے، اس لیے اس کی نقل (رنگ مین یا کسی دوسری حیثیت سی) فروخت کرنیوالون سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہی جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء مین اعلیٰ سند ملی تھی

دماغی کمزوری، فالج، لکوا بی، آرا ور نے خواب دیکھنا، قوے کا قبل از وقت انحطاط نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت تناسیہ کے کم ہوجانیسے لاحق ہون، ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج مین اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم کر رکھی ہے۔

فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسی ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہوجاتے ہین،

کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہوجاتی ہے، ہاضمہ مین قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہوجاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی۔ چہرہ بھر جاتا ہے، لب سرخ آنکھین پرروشن اور جلد صاف اور صحت مند ہوجاتی ہے۔ بالون مین مضبوطی آجاتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضاے تغذیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔

دنیا کے تمام حصون کے باشندون اور فن طبابت کے اعلیٰ ماہرون کی ہزارون مستند شہادتون سے یہ عالمگیر

اسکی قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہوجاتی ہین، عصبی اور دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت

فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے، کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی ثنا وصفت اور معززین کی قدردانی نصیب نہین ہوئی

ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحسابِ بوتل (خورد) پیکر (کلان) مہر فروخت کرتے ہین

صرف ڈاکٹر لالہ لور کی

فاسفوڈائن لیبوریٹری، ہیمپ اسٹیڈ۔ لندن، انگلستان مین بنایا جاتا ہی

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائین

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہان جہان ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کا اصل عرق کافور ہے۔ یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان مین مشہور ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک چار تنک ۵ر

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیون سے یہ عرق بنا ہے۔ اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہی اور خوشبو بھی تازی پتیون کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے۔ ریاح کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ پھولنا ڈکار آنا۔ پیٹ مین درد۔ بدہضمی۔ متلی۔ اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔

قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸ر)

محصول ڈاک پانچ آنہ (۵ر)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۔ ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Address:—

Doctor S. K. Burman

No. 5, Tara Chand Dutt Street

Calcutta

مطبع کارونیشن پریس گنج لکھنؤ

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں

۱۳۲۷ھ

الناظر

۱۹۱۱ء

نمبر ۲۷ — یکم ستمبر ۱۹۱۱ء — جلد ۵

فہرست مضامین

		صفحہ
برجیس فلک	پروفیسر مفتی محمد انوار الحق ایم۔ اے	۱
خیر الامور اوسطہا (نظم)	مرزا محمد بہادر یاور	۷
کیا اور کیون	خان بہادر مرزا سلطان احمد	۱۲
ہندوستان کے نوشتہ ہائے اسلامی	حکیم سید شمس اللہ قادری	۲۰
نظم قومی	مولوی تقی حیدر نوری	۲۵
غزل آزاد	مسٹر اظہر علی آزاد ایم۔ آر۔ اے۔ ایس	۲۷
شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	عبد اللہ	۲۸
درد دل (نظم)	منشی رشید احمد ارشد تھانوی	۳۳
ماہیت شکر	[illegible]	۳۴
کہلونہ	ف ب ک	۴۰
فاعتبروا یا اولی الابصار (نظم)	مولوی فضل احمد ارہر شیار پوری	۴۷
فخر نسب	ا۔ ع شرر کاکوروی	۴۹
غزلیات	مولوی ظہور الدین احمد ظہور۔ مولوی محی الدین تمنا عمادی شیخ محمد عالیجاہ فضا	۵۱
عورتون کے حقوق	مولوی سید احمد دہلوی	۵۳
عالم حال	مولوی سید امین الحسن مسبل	۶۰
ریویو		۶۱

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شائع ہوا

قیمت سالانہ قسم اول ۱۲ عدد ۴ روپیہ — قیمت فی پرچہ ۸ر — قیمت سالانہ قسم دوم ۱۲ عدد ۲ روپیہ — قیمت فی پرچہ ۲ر

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت میں باٹلی والا

کی بخار کی دوائی یا گولیاں استعمال کیجیے قیمت ..... عہ
ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت... عہ
باٹلیوالا کا خضاب جبیین نئے اضافے ہوے ہین بھورے
بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ..... عہ
باٹلیوالا کی مقوی گولیان - اعصاب کی کمزوری اور
جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ..... عہ
باٹلیوالا کا سفوف دندان - دیسی اور ولایتی دواؤن
سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا
اس مین شامل ہین قیمت فی پیکیٹ ..... عہ
باٹلی والا کا کیڑون کا مرہم - ایکدن مین اچھا کر دیتا ہے
قیمت عہ یہ ادویہ گہ ملتی ہین اور مفصر سے بھی ملتی ہین -
ڈاکٹر ایچ - ایا باٹلیوالا - دارلی لیبوریٹری دادا بمبئی

شہاب الدین اینڈ سنز حضرت گنج - لکھنؤ

الناس باللباس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ، زنانہ، انگریزی ہندوستانی
فیشن کی اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک نہایت خوشنما اور موزون تیار
کرتا ہے ۱۸۷۶ء سے یہ کارخانہ پبلک کی خدمت انجام دیرہا ہے
کاشی سلک - جاپان سلک - جامہ وار سلک اور علاوہ انکے
جاپانی اور ولایتی طلسین صوفیانے و خوشنما لیکے ڈریسر
اور گون وغیرہ بھی بافراط مہیا رہتے ہین، ایکبار ہمین آزما
دیجیے پھر کہین اور فرمایش دینے کو آپکا جی نہ چاہے گا
پیمائش کا فارم اور کپڑون کے نمونے طلب کیجیے -

قطب الدین مینجنگ پروپرائٹر

شعرا کو مژدہ

مولانا شفق عماد پوری تلمیذ حضرت آسیر مینائی نے تحقیق سخن نام ایک مفید و کارآمد رسالہ شاعری کی ضروری بحثون پر ایسا جامع و مختصر و دلچسپ مطبع مفید عام آگرہ مین چھپوا کر شائع کیا ہے جس کی ضرورت ہر مذاق سخن رکھنے والے کو ہے -

(فہرست مضامین و مباحث حسب ذیل)

عیوب سخن :- تعقید - حشو زوائد - مقدرات - شتر گربہ - ذم کا پہلو - تبذل -

قیود سخن :- متروکات - محاورات - تذکیر تانیث - واحد جمع - عطف و اضافت - قوافی

اصناف سخن :- قصیدہ گوئی - غزلسرائی - مرثیہ گوئی - مثنوی - رباعی - قطعہ - تاریخ گوئی

ان ضروری عنوان پر جس خوبی سے مختصر و جامع مضامین لکھے گئے ہین مبتدیون کے کارآمد ہونے کے علاوہ ہر اہل مذاق کی دلچسپی کو کافی ہین قیمت ۸ر آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک

الناظر بک ایجنسی فلاور ملز - لکھنؤ

النظر

نمبر ۲۷ یکم ستمبر ۱۹۱۱ء جلد ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برجیس فلک

اپریل مین اکثر شام کے بعد جانب جنوب ایک بہت روشن ستارہ نظر آیا کرتا ہے۔ یہ ستارہ مغرب کے ستارۂ شام یعنی زہرہ کے سوا باقی تمام تارون سے زیادہ بڑا اور چمکدار معلوم ہوتا ہے مشتری یہی ہے جسکی صدہا سال تک حکمائے یونان اور قبیاصرۂ روم نے پرستش کی ہے۔ اور جو مدتون تک تمام دیبی دیوتاؤن کا سردار مانا جاتا رہا ہے۔ یہ ستارہ یون ہی دیکھا جاے تو کچھ بڑا معلوم نہین ہوتا۔ مثلاً چاند کے مقابلے مین اسکی وقعت ایک نقطۂ نور سے زیادہ نہین نظر آتی۔ رفتار بھی اسکی ایسی سست ہے کہ خالی آنکھ ایک رات بھر مین بظاہر اسمین سواے اسکے اور کوئی حرکت نہین پاتی کہ یہ بھی اور ساری فوج انجم کے ساتھ مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہم اچھی طرح جانتے ہین کہ یہ ظاہری حرکت صرف زمین کی گردش محوری کی وجہ سے ہے۔ حقیقت مین اسکا کچھ وجود نہین ہے۔ غرض چشم ظاہر بین اس عجیب و شاندار شہزادۂ سیارگان مین کوئی خاص دلچسپی کی بات نہین پاتی۔

ہان جسوقت دونون کی سمتین مختلف ہوجاتی ہین۔ اُسوقت البتہ اس چاند کی رفتار صرف ۳ میل فی سیکنڈ یعنی ۱۰۸۰۰ میل فی گھنٹہ رہجاتی ہے۔ اسیطرح باقی تین چاند بھی اپنی اپنی مختلف رفتارین اور جداگانہ سمتین رکھتے ہین۔ ہماری آنکھ انکی گوناگون رفتارون اور انکی سمتون کو توکیا دیکھے گی۔ سرے سے ان چاندون ہی کو نہین دیکھ سکتی۔ جو حقیقت مین ہمارے چاند سے بھی بڑے ہین۔

مگر مشتری کے اس عظم وشان اور اسکے ایسے عجیب وغریب نظام کا تصور کرتے ہی دل مین یہ خیال بھی آجاتا ہے کہ ضرور اس تمام انتظام کا کچھ منشاؤ مآل بھی ہوگا۔ آخر یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ یہ سب چیزین بیکار ہی پیدا کی گئین ہین اور انکی کوئی غایت وغرض ہی نہین۔ اور جہانتک ہمارا وہم وقیاس کام دیتا ہے ہم تو کسی عالم کا اسکے سوا اور کوئی مدعا نہین سمجھ سکتے کہ اسمین ذی حیات اشیا کا سکن ہو۔ یہ سچ ہے کہ انسان ضعیف البنیان اکثر صانع حقیقی کے منشار کو اپنے فہم ناقص کے مطابق سمجھنا چاہتا ہے اور اسمین عموماً غلطی کرتا ہے۔ اور حقیقت مین یہ بجا نہین۔ کہ چونکہ زمین آباد ہے۔ اس لیے صرف اسی بنا پر مشتری کو بھی خواہ نخواہ قابل رہایش تسلیم کرلیا جاے۔ تاہم اکثر لوگون کے نزدیک مشتری کا اتنا بڑا ہونا ہی اسکے آباد ہونے کے لیے کافی دلیل ہوگی۔ بہتر ہمکو دیکھنا چاہیے کہ تحقیقات ہیئت کے مطابق مشتری مین قیام حیات کی قابلیت بھی ہے یا نہین۔ اور اگر نہین ہے تو پھر اس شاندار کُرے کے وجود سے کیا فائدہ ہے؟

مشتری کے آباد ہونے پر سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ یہ سیارہ آفتاب عالمتاب سے اتنے فاصلے پر ہے کہ اسکو اسکی جان بخش روشنی اور حرارت کا بہت کم حصہ ملتا ہوگا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ہماری زمین کی نسبت مشتری کو پچیسوین حصے سے بھی کم روشنی اور گرمی نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس نمایان کمی سے وہان کی آب وہوا پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ آب وہوا اور موسم زیادہ تر خود اس ستارے کے کرۂ باد کی حالت پر موقوف ہوتے ہین۔ چنانچہ خود ہماری ہی زمین پر منطقہ حارہ کے بھی اونچے اونچے پہاڑ ہمیشہ برف پوش رہتے ہین۔ لیکن پھر بھی کرۂ باد خود گرمی یا سردی پیدا نہین کرسکتا۔ صرف اسے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور اسکی یہ قوت حفاظت بھی اسکے بخارات آبی کی وجہ سے ہے کیونکہ پانی کو خدا نے یہ صفت دی ہے کہ حرارت کی بہت بڑی مقدار کو اپنے اندر رکھ سکتا ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ آیا مشتری کے کرۂ باد مین

ہان جسوقت دونون کی سمتین مختلف ہوجاتی ہین - اُسوقت البتہ اس چاند کی رفتار صرف ۳ میل فی سیکنڈ یعنی ۱۰۸۰۰ میل فی گھنٹہ رہجاتی ہے - اسیطرح باقی تین چاند بھی اپنی اپنی مختلف رفتارین اور جداگانہ سمتین رکھتے ہین - ہماری آنکھ انکی گوناگون رفتارون اور انکی سمتون کو تو کیا دیکھے گی - سرے سے ان چاندون ہی کو نہین دیکھ سکتی - جو حقیقت مین ہمارے چاند سے بھی بڑے ہین -

مگر مشتری کے اس عظم و شان اور اسکے ایسے عجیب و غریب نظام کا تصور کرتے ہی دل مین یہ خیال بھی آجاتا ہے کہ ضرور اس تمام انتظام کا کچھ منشاء و مآل بھی ہوگا - آخر یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ یہ سب چیزین بیکار ہی پیدا کی گئین ہین اور انکی کوئی غایت و غرض ہی نہین - اور جہانتک ہمارا وہم و قیاس کام دیتا ہے ہم تو کسی عالم کا اسکے سوا اور کوئی مدعا نہین سمجھ سکتے کہ اسمین ذی حیات اشیا کا سکن ہو - یہ سچ ہے کہ انسان ضعیف البنیان اکثر صانع حقیقی کے منشاء کو اپنے فہم ناقص کے مطابق سمجھنا چاہتا ہے اور اسمین عموماً غلطی کرتا ہے - اور حقیقت مین یہ بجا نہین - کہ چونکہ زمین آباد ہے - اس لیے صرف اسی بنا پر مشتری کو بھی خواہ نخواہ قابل رہایش تسلیم کرلیا جاے - تاہم اکثر لوگون کے نزدیک مشتری کا اتنا بڑا ہونا ہی اسکے آباد ہونے کے لیے کافی دلیل ہوگی - بہتر ہمکو دیکھنا چاہیے کہ تحقیقات ہیئت کے مطابق مشتری مین قیام حیات کی قابلیت بھی ہے یا نہین - اور اگر نہین ہے تو پھر اس شاندار کُرے کے وجود سے کیا فائدہ ہے ؟

مشتری کے آباد ہونے پر سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ یہ سیارہ آفتاب عالمتاب سے اتنے فاصلے پر ہے کہ اسکو اسکی جان بخش روشنی اور حرارت کا بہت کم حصہ ملتا ہوگا - اندازہ کیا گیا ہے کہ ہماری زمین کی نسبت مشتری کو پچیسوین حصے سے بھی کم روشنی اور گرمی نصیب ہوتی ہے - اور یہ ظاہر ہے کہ اس نمایان کمی سے وہان کی آب و ہوا پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہوگا - یہ سچ ہے کہ آب و ہوا اور موسم زیادہ تر خود اس ستارے کے کرۂ باد کی حالت پر موقوف ہوتے ہین - چنانچہ خود ہماری ہی زمین پر منطقہ حارہ کے بھی اونچے اونچے پہاڑ ہمیشہ برف پوش رہتے ہین - لیکن پھر بھی کرۂ باد خود گرمی یا سردی پیدا نہین کرسکتا - صرف اسے محفوظ رکھ سکتا ہے - اور اسکی یہ قوت حفاظت بھی اسکے بخارات آبی کی وجہ سے ہے کیونکہ پانی کو خدا نے یہ صفت دی ہے کہ حرارت کی بہت بڑی مقدار کو اپنے اندر رکھ سکتا ہے - اب یہ سوال ہے کہ آیا مشتری کے کرۂ باد مین

بخارات آبی کی اتنی مقدار موجود ہی جو وہان کا نی حرارت کو جمع رکھ سکین - ہم سب جانتے ہین کہ پانی سورج کی گرمی سے بھاپ بنکر ہوا مین مل جاتا ہی - اور ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے کرۂ ہوا مین نسبتہً بھاپ کی مقدار کچھ بہت زیادہ نہین ہے - پھر کیونکر ممکن ہی کہ مشتری کے کرۂ باد مین بخارات آبی کی کا فی مقدار ہو کیونکہ وہان تو پانی کو بھاپ بنانے والی طاقت یعنی حرارت آفتاب زمین کی نسبت ۲۵ حصہ کم ہے اور اسقدر گرمی شاید بحالات معمولی کسی طرح پانی کی قلب ماہیت نہین کر سکتی -

آیئے اب یہ دیکھین کہ دوربین سے مشتری کے کرۂ باد مین کیا کیا تماشے نظر آتے ہین - قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ مشتری کا سا کمزور سورج وہان کی ہوا کو بھی تحریک نہ دے سکتا ہوگا کیونکہ ہوا کی بھی تمام لہرین - ساری حرکتین - آندھیان - طوفان - بادل - مینھ - اولے غرض سب کچھ سورج کی ہی تپش کے نتیجے ہین - اسلیے جہان جسقدر سورج کی تپش کم ہوگی - وہان اُسیقدر سکون زیادہ ہوگا مگر مشتری کی اصلی حالت کچھ اور ہی ہے - طاقتور دوربینون کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان نہایت ہی سخت طوفان آتے رہتے ہین - مشتری کے آس پاس ہر طرف ہر وقت گہرے بادلون کی گھنگھور گھٹائین چھائی رہتی ہین - اور انکی ترتیب سے معلوم ہوتا ہی کہ وہان ہمیشہ بہت تیز ہوائین چلتی رہتی ہین - کبھی کبھی ان بادلون کے بہت بڑے بڑے قطعے (جو کسیطرح ہماری تمام روے زمین سے کم نہوتے ہونگے - ورنہ نظر بھی نہ آتے) ایسی جلدی اپنی صورت اور اپنا مقام بدلتے نظر آتے ہین کہ تعجب ہوتا ہے - اس تغیر و تبدل کی دو ہی وجہین ہو سکتی ہین - یا تو یہ کہ یکایک بادل مینھ بنکر برس گیا ہو - اور اسکی جگہ دوسرا بادل آگیا ہو - یا وہ بادل نہایت تیز اور طاقتور ہوا کے جھونکون سے بہت سُرعت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا ہو - بعض موقعون پر تو یہ نہین کہا جا سکتا کہ اسکا اصل کیا ہے - مگر کبھی کبھی اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ انتقال مقام صرف ہوا ہی کی وجہ سے ہے - لیکن ہمکو اس سے چندان بحث نہین ہے کیونکہ ان دونون مین سے کوئی وجہ ہو - بارش ہو یا آندھی اس سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ مشتری کے اندر ایسی زبردست قوتین کام کر رہی ہین جو صرف حرارت آفتاب پر مبنی نہین سمجھی جا سکتین - خیر - بہرکیف مشتری کے کرۂ باد مین دونون حالتین پائی جاتی ہین - اور گو بارش کی شدت کا اندازہ نہین کیا جا سکتا - مگر ہوا کی رفتار کا تخمینہ کیا گیا ہی - اور ایسی ہی صحت کے ساتھ جیسے کوئی آدمی میدان کے بادلون کے

سارے کو دوڑتے ہوے دیکھ کر انکی رفتار کا قیاس کر سکتا ہے۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ مشتری کی آندھیون کی رفتار کسیطرح ۲۰۰ میل فی گھنٹہ سے کم نہو گی۔

ان آندھیون کی بابت ایک عجیب بات اور بھی قابل ذکر ہے۔ ہمارے جہان کی آندھیان اکثر چند گھنٹون سے زیادہ نہین رہتین۔ اور اگر بہت ہی زیادہ رہین تو تین چار دن۔ اور کسی طوفان کا ایک ہفتے تک رہنا تو نہایت ہی عجیب اور شاذ ہے۔ مگر مشتری کی آندھیان چھ چھ سات سات ہفتے تک برابر یکسان چلتی ہوئی دیکھی گئی ہین۔ جب ہم اس مدت کے ساتھ انکی سرعت رفتار کا تصور کرتے ہین تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین۔ اور خیال آتا ہے کہ کچھ ہی ہو۔ کم از کم ہم تو ایسے بیہودہ ملک مین زندگی بسر نہین کر سکتے۔

ہمارے کرۂ زمین کی آندھیون کی نسبت سر جان ہرشل لکھتا ہے کہ جو طوفان ۹۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے وہ مضبوط مکانون کو گرا دیتا ہے۔ اور جو مکان نہایت ہی پائدار اور مستحکم ہو۔ وہ اسکا مقابلہ نہین کر سکتا۔ اور جنگل کے تو بڑے سے بڑے اور پرانے سے پرانے درخت بھی اس طوفان کے سامنے ٹھہر نہین سکتے۔ اور اس رفتار سے ایک ایک میل فی گھنٹہ کی ترقی بھی اس کی قوت انہدام کو دوبالا کرتی جاتی ہے۔ زمین پر اول تو ایسے طوفان آتے ہی بہت کم ہین اور آتے بھی ہین تو زیادہ دیر رہتے نہین۔ پھر خیال کرنے کی بات ہے کہ اگر کوئی طوفان اس سے دوگنے بھی زیادہ تیز رفتار ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہفتے تک برابر چلتا رہے اور ہو بھی اتنا وسیع کہ روے زمین کا کوئی گوشہ اس سے محفوظ نہ رہے تو اسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ یقیناً کوئی جانور۔ کوئی درخت۔ مضبوط مضبوط مینار اور پائدار سے پائدار قلعے اسکے سامنے پر کاہ سے زیادہ نہین ہین۔ اور منٹون سے زیادہ اسکا مقابلہ نہین کر سکتے۔ لیکن مشتری پر ایسے طوفان عام ہین اور آے دن آتے رہتے ہین گر اسکے جواب مین کہا جا سکتا ہے کہ خیر۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مشتری ہم جیسے آدمیون کا مسکن نہین ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ وہان کے رہنے والے بھی ہم سے اسیقدر بڑے ہون۔ جسقدر مشتری زمین سے بڑا ہے۔ اور جسقدر وہان کے طوفان یہانکی آندھیون سے زیادہ سخت ہین یہ درست ہے۔ مگر ہماری اصلی دلیل ان طوفانون پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ یہ دیکھنا مطلوب تھا کہ خود ان طوفانون کے وجود کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو باور نہین ہو سکتا کہ مشتری کا کرۂ زرد رو آفتاب

ان طوفانون کا محرک ہو پھر؟ - ہوا مین تموج تو حرارت ہی سے پیدا ہوتا ہے - اور جسقدر زیادہ زور کی ہوا ہوگی - اسیقدر اسکے لیے زیادہ اختلاف حرارت کی بھی ضرورت ہوگی - پھر مشتری مین یہ اختلاف حرارت کہان سے پیدا ہوتا ہے؟ - لیکن اگر سورج کو اسکا سبب نہین ٹھہرا سکتے تو پھر یقیناً اسکی وجہ خود سیارہ ہی مین موجود ہوگی - اس لیے قیاس ہے کہ غالباً مشتری مین ابھی تک بہت زیادہ حرارت باقی ہے - اور وہی حرارت ان طوفانون کی بھی نہین بلکہ ان بادلون کی بھی وجہ ہے جو مشرق کے گرد لپٹے ہوے نظر آتے ہین یعنی مشتری کی سطح ابھی تک اسقدر تپ رہی ہے کہ اسکا وہ تمام پانی جو ٹھنڈا ہوکر سمندر بن جاتا - ابھی تک بھاپ کی صورت مین اسکے کرۂ ہوا ہی مین لٹکا ہوا ہے - ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ وہان کسی قسم کی زندگی کا وجود بھی ممکن نہین معلوم ہوتا - یہ تو بے شک کہا جا سکتا ہے کہ شاید وہان اسی قسم کی مخلوق رہتی ہو جو ان تمام مخالف حالتون مین رہنے کے قابل ہو لیکن اگر بفرض کوئی ایسی ذیحیات اشیا ہون - جنکو دکھتی ہوئی آگ سے کوئی نقصان نہو تو گو ہم عقلاً انکی تردید نہ کرسکین - مگر کم سے کم ہمارا قیاس اور تصور تو انکے وجود کو تسلیم نہین کرسکتا - اور یہ ہم دیکھ ہی چکے ہین کہ مشتری کی غالباً ابھی تک یہی حالت ہے - صرف یہ خوفناک طوفان ہی مشتری کی اس آتشین حالت کے گواہ نہین ہین - بلکہ جب کبھی ذرا دیر کے لیے کہین سے بادلون کی تہ پھٹ جاتی ہے اور ہماری دوربین نظر سیارے کی اصلی سطح تک پہونچتی ہے تو وہ ہمکو سرخ انگارے کی طرح دکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے - جس سے خیال ہوتا ہے کہ یقیناً یہ کرہ ابھی تک آگ ہو رہا ہے - اسکے علاوہ اسکی اندرونی روشنی اور حرارت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مشتری کی روشنی ناپی گئی ہے تو وہ اس مقدار سے زیادہ ثابت ہوئی ہے جو یہ ستارہ سورج سے لیکر منعکس کرتا ہے - ان سب باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کرہ ابھی تک فی الواقع کرۂ نار ہی ہے -

مشتری کی نسبت یون یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ ابھی تک یہ شہزادہ سیارگان - جو باقی تمام سیارون کے مجموعے سے بھی وزن اور حجم مین بڑھا ہوا ہے - یون ہی پڑا ہے - ابھی تک اسکی غیر محدود سطح خالی اور اسکی بے استعمال مت بیکار ہے - یہ تو قیاس مین نہین آتا کہ یہ اتنا بڑا ستارہ صرف زمین کو روشنی پہنچانے کے لیے ہی بنایا گیا ہوگا یا اسکا عجیب و غریب نظام صرف کرۂ خاک کے مجہول اور پیچیدہ طوفانون کا حل بتلانے اور عقل آزما ئیان کرنے کے واسطے ہی پیدا کیا گیا ہو - گو ہم اتنے ہین کہ یہ خود ہی بہت

شاندار ہے۔ اور اسکا نظام بھی بے مثال ہے۔ اچھا تو اسکا مصرف کیا ہے۔ آپ کہتے ہین کہ اس مین آبادی ہو نہین سکتی۔ اور اور کوئی فائدہ نظر نہین آتا تو پھر ؟۔

کیا یہ ممکن نہین کہ یہ سیارہ خود اپنے چاروں چاندون کے نظام مین بمنزلۂ آفتاب ہو۔ اور ان چاندون مین آبادی ہو ؟۔

اس دلچسپ مسئلہ پر ہم آیندہ بحث کرینگے۔

انوار الحق

خیر الامور اوسطہا

بہترین شئے زمانہ مین ہے یا اعتدال — اسکی خوبی مین کبھی پایا نہین ہم نے زوال

ہے یہ فضل کبریا

ہون تو ہون اوصاف اچھے قابلِ تحسین مگر — اپنی حد سے جب تجاوز کر گئے ہین پُرخطر

شک نہین اسمین ذرا

یہ عناصر زیست کا انسان کی ہے جس پر مدار — وہ یہی ہین چار یعنے خاک و باد و آب و نار

اور نہین اسکے سوا

معتدل ہونے پہ تھی انسان کی خلقت منحصر — جسکی آمد کے تھے سب جن و ملائک منتظر

سمجھے تھے شان خدا

اعتدال انگیز جب رنگ عناصر ہو گیا — اور ہیولیٰ صورت انسان مین ظاہر ہو گیا

اسکا پھر کیا پوچھنا

اشرف کونین انسان ہے نہین اسمین کلام — دنگ ہین جس سے فرشتے یہ وہ کر جاتا ہے کام

لائق مدح و ثنا

توڑ ہی لاتے ہین تارے جاکے یہ افلاک کے — موم کر دیتے ہین آہن کو یہ پتلے خاک کے

ہے عجب ذہن رسا

کھینچ لیتے ہین ملنا ہین زمین کی سر بسر — انکی مٹھی مین سمٹ آتے ہین دونون بحر و بر

جیسے کاہ و کہربا

وہ سمندر جسکا ملتا تھا نہ ہرگز اور چھور وہ بیابان جنکی پیمائش مین چلتا تھا نہ زور

ناپ ڈالا جا بجا

خاک ہی ہے جس سے بنتی ہین عمارات بلند جنمین رہنے سے پہونچ سکتا نہین کوئی گزند

ابر ہو یا ہو ہوا

پھر یہی وہ خاک ہے جب اسکی کثرت ہوگئی قافلے دب دب گئے گویا قیامت ہوگئی

ہوگیا محشر بپا

آگئی اٹلی مین آفت جب ہوا طوفان خاک خاک مین اور راکھ مین دب کر ہوا عالم ہلاک

آگئی سر پر قضا

اس ہوا سے زیست ہر ذی روح کی ہے لاکلام اور اسی کے دم سے ہے دوران خون کا انتظام

اور چلنا سانس کا

ابر کو کہسار سے باغون مین لاتی ہے ہوا اور تماشا رحمتِ حق کا دکھاتی ہے ہوا

ہوتی ہے نشو نما

ابر کے تکڑون کو اک جا جمع کرتی ہے یہی دشت و در مین لیکے ساتھ اپنے گزرتی ہے یہی

ہوتا ہے جنگل ہرا

ہے ہوا کی وجہ سے آپس مین یہ گفت و شنید ورنہ تصویر خیالی بن کے رہتے بہرِ دید

حرف ہوتا بے صدا

مثل گونگون کے اشارے کرکے جیتے ہم اگر ہر جگہ شہر خموشان ہی ہمین آتا نظر

ہوتی پھر وحشت سوا

ہے ہوا کے فیض سے مسرور ہر اک کاشتکار اس سے کھیتون مین طراوت اس سے باغون مین بہار

اس سے صحرا مین فضا

ہین ہوا مین خوبیان لیکن ہے جبتک اعتدال جب بڑھی حد سے تو آجاتا ہے ہر شئے مین زوال

ہے نمونہ قہر کا

جب یہ آندھی بن کے آئے پھر قیامت خیز ہے　　اسکی آمد کی صدا بھی کیسی ہول انگیز ہے۔
اور کیسی جانگزا

وہ شجر تھین چوٹیان جنکی نہایت ہی بلند　　وہ محل جو عرش سے کرتے تھے باتین بے گزند
تھا فلک سے سرملا

بیخ و بن سے اسطرح اوکھڑے نہین اُنکا نشان　　گھر سے گھر سے غار اب اُنکی جگہ پر ہین عیان
اور ہین عبرت فزا

بحر مین آجاے تو طوفان یہ برپا کرے　　ایک جھونکے مین جہازون کو تہ و بالا کرے
مضطرب ہونا خدا

آپ بھی ہے ایک عنصر جو کہ ہے اصل حیات　　اسکا ہے محتاج ہر ذی روح ساری کائنات
ہے یہی آب بقا

یہ نہو تو زندگی انسان کی دشوار ہے　　کشت و پالیز و گلستان کے لیے درکار ہے
جھوم کر آئی گھٹا

یہ نہو تو پھر گہر کی آبرو کچھ بھی نہین　　یہ نہو تو پھر گلون مین رنگ و بو کچھ بھی نہین
ہے بہار جانفزا

یہ نہو تو تیغ ہر ساونت کی بیکار ہے　　یہ نہو تو منھ شریفون کو دکھانا عار ہے
ہے عجب اسمین صفا

یہ نہو تو آئینہ مین شکل کیا آئے نظر　　یہ نہو تو چشمۂ خور بھی ہے مانند حجر
اسمین ایسی ہے جلا

یہ نہو تو دامن کہسار کیا شاداب ہو　　یہ نہو گر تو جڑی بوٹی ہر اک نایاب ہو
ہاتھ کیا آئے دوا

ہے یہ رحمت کبریا کی جب تلک ہے اعتدال　　اپنی حد سے بڑھ گیا تو پھر ہے زحمت اور وبال
بلکہ ہے قہر خدا

اُسکی کثرت سے تلاطم پڑ گیا طوفان ہوا　　اُسکی شدت سے ہر اک انگشت دردندان ہوا

اور کف حسرت ملا

دشت سے بستی مین آیا اور قیامت آگئی جس طرف کو رخ کیا بس ایک آفت آگئی

کر دیا سب کو فنا

یاد رکھینگے قیامت تک دکن کے خاص و عام تیرہ سو چھبیس ہجری غرۂ ماہِ صیام

اور دن تھا پیر کا

کر دیا دریا کو مالا مال لوٹا اس نے شہر دو برس پہلے اسی پانی نے کیا ڈہایا تھا قہر

اک قیامت تھی بپا

ایک عنصر نار ہے ظاہر مین جسکی خوبیان جو کہ ہر اک چشم خشک و تر مین رہتی ہی نہان

ہے عجب شانِ خدا

پختہ و پز کیونکر غذا کی ہو۔ نہو آتش اگر خون مین ذی روح کے اسکا نہو تا گر۔ اثر

کب رگون مین دوڑتا

کارخانون مین اسی آتش سے سب چلتا ہی کام سب کلین بیکار ہون اس کا نہو اگر انتظام

ہے یہی تو جا بجا

ہے اسی کا سب کرشمہ ریل ہو یا ہو جہاز اور تجارت کو اسی نے کیا دیا ہے امتیاز

اُسکا جھنڈا اگڑ گیا

ہو گئی ہین نازنینین سیکڑون اسمین ستی اسکے آگے سجدہ مین جھکتے ہین لاکھون لکھ پتی

اُٹھتے ہین دست دعا

ہے زراعت جسکی باعث وہ حرارت ہی تو ہے ناز و نعمت جسکے باعث وہ حرارت ہی تو ہے

فیض جاری ہی سوا

ہے خوراک اور میوؤن کو اسی سے نمود ہے گلون کی بوٹیون کی پتیون کی ہست و بود

سب کی اس سے ہے بقا

حد سے بڑھ کر پھر کسی کی آشنا ہوتی نہین غیظ مین یہ دوست کی بھی آشنا ہوتی نہین

کھینچ کر تیغ جفا

جنگلون کو اور شہرون کو یہ کرتی ہین تباہ بھاگ جانے کی بھی انسان کو نہین دیتی راہ
صورتِ پیکِ قضا

الغرض دنیا مین بہتر ہے ہر اک شے معتدل جو ہے اوسط اُسکی خوبی کا ہے قائل سب کا دل
ہے یہ قولِ رہنما

چال چلتا ہے وسط کی جو ہے مردِ ہوشیار اُسکے خوش حالی مین ہوتے ہین بسر لیل و نہار
خوش وہ رہتا ہے سدا

کوئی حد جنگل بر پہونچا تو وہ منحوس ہے لوگ کہتے ہین اُسے کنجوس کبھی چوس ہے
نام لینا نارو ا

ہو عبادت یا ریاضت یا سخاوت یا کہ حلم حد اوسط تک مناسب جانتے ہین اہلِ علم
اس سے بڑھنا ہے خطا

ہو جو موسم معتدل ہر طرح کا آرام ہے کچھ تجاوز کر گیا تو موجبِ آلام ہے
جینا دوبھر ہو گیا

خوبیان ہین خوبیان لیکن بحدّ اعتدال اپنی حد سے جب بڑہین پھر آگیا اُنپر زوال
ہے مساجب تل بڑہا

مرزا محمد بہادر یاور وکیل ہائیکورٹ

جوشِ شباب یار کبھی ہے کبھی نہین اس پھول پر بہار کبھی ہے کبھی نہین
رکھ رکھ کے ہاتھ سینہ پہ کیا دیکھتے ہین آپ دل کو مرے قرار کبھی ہے کبھی نہین
یکسان نہین ہے چشمِ عنایت حضور کی یہ لطف یہ پیار کبھی ہے کبھی نہین
دو دن کی چاندنی ہے نہ اتنا غرور کر اس حُسن پر بہار کبھی ہے کبھی نہین
مہمانِ خانۂ دلِ پر درد و بے قرار تیرِ نگاہِ یار کبھی ہے کبھی نہین
کوچہ مین تیرے یار کبھی مین ہون گاہ غیر یان خواہش مزار کبھی ہے کبھی نہین
اے طالبانِ دید لڑی ہے عبث نظر کوٹھے پہ وہ نگار کبھی ہے کبھی نہین
ہر شب شبِ وصال ہو کسطرح اے نجیب قابو مین اپنے یار کبھی ہے کبھی نہین

محمد نجیب اللہ نجیب لکھنوی

کیا اور کیون

بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی گو منھ سے بولتا نہین لیکن فطرت یا قدرت نے اُسکے ضمیر مین طلاقت کی جو طاقت ودیعت کی ہوتی ہے وہ اُسے اس دنیا مین آنے کے ساتھ ہی اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ جو کچھ اُسکی ننھی ننھی سی نگاہون مین سے گذرے یا جو کچھ اُسکے سامنے پیش آئے یا جو کچھ وہ سُنے یا جس جس چیز کا وہ احساس کرے اُسکی بابت وہ سوال کرے پوچھے جبکہ کوئی ایسی کیفیت اُسے ایک گھبراہٹ یا ایک تعجب مین ڈالے۔

یہ صرف انسانی نسلون ہی سے مخصوص نہین دیگر حیوانات کی نسل اور بچون پر بھی حاوی ہے حیوانات تک ہی نہین نباتات اور جمادات بھی اسکے آثار سے متاثر ہین۔

نئی نسلون یا ابھی ابھی پیدا ہونے والے بچون اور خلقتون کی خوش آیند پیاری پیاری حرکات و سکنات سے یہ تماشا بآسانی ہو سکتا ہے کہ اُنکے ضمائر اُنکی آنکھون اور اُنکے کانون کی قوتین پیدا ہونے یا نشو و نما کے شروع مین ہی کن کن امور کے مشتاق اور دلدادہ ہوتی ہین۔ گو ایسی نسلین بول نہین سکتین لیکن اُنکی آنکھین اُنکے کان اُنکی حرکات و سکنات اپنے رنگ مین ایک مسلسل آواز سے کہے دیتی ہین کہ اُنکا منشا کیا ہے اور وہ زبان حال سے کیا کچھ بول رہی ہین اور کیا کچھ اپنے اردگرد والون سے دریافت کرتی ہین۔

زبان حال سے تصویر کہتی ہے
نگار و نقش کی تفسیر کر دیجیے

اگر یہ اردگرد کے لوگ یا نوکر چاکر اور والدین بہن بھائی بچون کی ان حرکات ان سکنات لگاتار نگاہون یہ ٹھہرنے والی نظرون اور متجسس چہرون سے معمولی حالات مین یہ نہین جان سکتے کہ یہ ننھی ننھی جانین اس ننھی سی عمر مین کیون اسے گھور گھور تکتی اور دیکھتی ہین انکے معصوم دلون مین ایسا کیا کچھ بھرا ہوا اور کیا کچھ ودیعت کیا گیا ہے جسکی لے مین وہ اسطرح بیتاب اور بیقرار ہین اور ان حیرت بھری نگاہون سے نئی دنیا نئی مخلوق کو تاڑتی ہین۔

کون کہہ سکتا ہے کہ انکے دل انکی نگاہین ان کے دماغ ایک نئی چیز دیکھکر کیا کچھ سوچتے اور کن کن اٹھرخیالات کے گرویدہ ہوتے ہین۔

ان کا دیکھنا انکا گھورنا۔ انکا تاڑنا اور انکا تکنا بے مطلب بے مصرف اور فضول نہین انھین قدرت نے جو ضمیر دیا اور جو دماغ بخشا ہے اور جو مادہ تجسس اور سرمایہ تفتیش انکے ضمیر مین ودیعت کیا گیا ہے وہ انھین چین نہین لینے دیتا۔ پیدا ہوتے ہی کسی خلقت کسی شئے اور کسی منظر کو دیکھتے ہی انکی آنکھون مین تجسس کی روح حلول کرجاتی ہے اگر یہ زبان سے بول سکتے یا انکی طلاقت کا مواد مکمل ہوتا تو ویسے ہی بولتے اور بحث کرتے جیسے کہ ایک دانا و بینا انسان ایسے مواقع مین کرتا ہے۔

اگر امعان نظر سے انکے چہرے کی کیفیت کا مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے تو کہا جا سکے گا کہ یہ تماشائے قدرت کی بابت حیران ہوکر سوال کرتے اور گھبراکر پوچھتے ہین یہ کیا ہے اور کیون ہے۔

گو انکی زبان چلتی نہین اور گو انکی طلاقت عرض نکنت مین ہوتی ہے اور گو وہ لاعلمی کے طرز اظہار سے محض ناآشنا ہوتے ہین لیکن انکی حیرانی انکی بیچینی کہے دیتی ہے کہ وہ ایک شئے ایک منظر کو دیکھتے ہوے یا دیکھکر اضطرار سے یا شوق سے یہ دریافت کرتے ہین کہ انکی سمجھ مین یہ راز نہین آتا اور وہ اس عقدہ پیش آمدہ کے حل سے موجودہ حالات مین عاری اور قاصر ہین وہ چاہتے ہین کہ اس کیفیت سے آشنا ہون اس حقیقت سے اطلاع پائین اس عقدہ کو ناخن تفحص سے کھولین لیکن انکی نئی نئی اٹھرتوت اور یہ سرمایہ احساسیہ باوجود اس شوق اور اس اضطرار کے انھین آسانی سے اس منزل پر پہونچانے سے قاصر رہتا ہے اور انکی حیرت اور اضطرار رفتہ رفتہ بڑھتا جاتا ہے۔

ایک پیارا بچہ کبھی لیمپ کو دیدہ تنگا ہی سے دیکھتا اور کبھی اسکی خوش آئند شعاعون سے آنکھین بند کرلیتا ہے۔ کبھی ٹکٹکی باندھے ہوے گھڑیون یا منٹون دیوانہ وار

دیکھتا اور تکتا رہتا ہے اور کبھی اور طرف دیکھ کر اپنے اضطرار اپنی حیرت کی تلافی کرتا ہے کبھی ایک اُڑتی چڑیا کی طرف دیکھ کر اس لے مین ہنستا اور روتا ہے کہ وہ اُسکے قابو مین آجائے تاکہ وہ اُسے جی بھر کے دیکھے کہ وہ ہے کیا۔

یہ تمام حرکتین اور یہ تمام آثار کس بات کا مقدمہ اور کس قضیہ اور کس حجت کا ثبوت اور پیش خیمہ ہین اور اسنے قدرت کی کس ودیعت کا ثبوت ملتا اور کس امر پر روشنی پڑتی ہے! انھین کھیل نہ سمجھو انھین شوق اور امعان کی نظرون سے تماشا کرو ان حرکات سکنات مین وہ خصوصیتین وہ آثار مخفی اور مستتر ہین کہ جن سے صدہا علوم اور صدہا فنون کا بنیادی پتھر رکھا جاتا اور ادراکات متنوعہ کی داغ بیل پڑتی ہے یہ اضطراری حالت یہ حیرانی صرف بچون سے ہی مخصوص نہین ننھی ننھی جانین ہی اسکی گرویدہ نہین ہین ننھے ننھے دل ہی اسکے مشتاق نہین الھڑ آنکھین ہی اس نظارے کی دیوانہ نہین ہین بڑے بڑے فلاسفر بڑے بڑے حکیم نوجوان متوسط العمر بوڑھے بینا و نابینا امیر و غریب دانا و نادان سب کے سب اس کوچہ مین سے گذرے اور انھین راہون مین سے گذرنے والے ہین ہر نفس ہر انسانی خلقت کا ضمیر اسکا شیدائی اور ہر انسانکی آنکھین اسکی گرویدہ اور مشتاق ہین۔

گو بدقسمتی سے کوئی شخص زبان نہ کھولے کسی کی طلاقت اسطرف متوجہ نہ ہو کوئی آنکھین نیچی کیے ہوے ہی گذر جائے کسی کی مردمک مین یہ نور حرارت پیدا نہو لیکن ضمیر ہر ایک کا ان ضروریات سے واقف اور ان امورات سے آشنا ہے ہر ہستی مین یہ جوہر اور ہر خلقت انسانی مین یہ مادہ ودیعت کیا گیا ہے

خلقتے نیست کہ محروم شود زین جوہر

ہر انسانی خلقت کی سرشت مین۔ کیا اور کیون۔ کی ہستی یا وجود ودیعت کیا گیا ہے گویا ایک ہستی کے اندر ایک دوسری ہستی اور ایک ضمیر کے اندر دوسرا ضمیر

رکھا گیا ہے گو یہ دوسری ہستی ظاہر مین نظر نہین آتی لیکن عملی رنگ مین اسکی کیفیت اسکے آثار نمایان ہین اور ہر انسان رات دن اس سے کام لے رہا ہے گو بعض لوگ یہ نہ جان سکین یا نہ جانین لیکن جسطرح کانشنس یا ضمیر کی گھڑی وقت پر خبر دینے اور ٹک ٹک سے باز نہین رہتی اور ہر انسانی ضمیر اپنا فرض ہر حالت مین پورا کرتا ہے اسی طرح یہ ہستی بھی اپنے فرائض کے پورا کرنے سے کبھی نہین چوکتی۔

تندرستی۔ بیماری۔ سفر۔ حضر۔ امیری۔ غریبی وغیرہ وغیرہ سب حالتون مین یہ طاقت کام دیتی ہے چاہے کوئی اُسکی دلکش آوازون پر خیال کرے اور چاہے نکرے اُسکی طرف سے کوئی دریغ اور قصور نہین جب ہم کوئی نئی شے کوئی جدید منظر دیکھتے اور کوئی نیا سمان پاتے یا کوئی نئی آواز نیا واقعہ سُنتے یا کوئی نئی صورت احساس کرتے ہین تو فوراً ہمارا ضمیر زبان حال سے بول اُٹھتا ہے۔

(الف) یہ کیا ہے۔

(ب) یہ کیون ہے۔

اپنی ہر روز کی زندگی ہر روز کی سرگذشت کا مطالعہ کرکے دیکھو اور پھر کہو کہ کیا تمہارا ضمیر تمہاری زبان کبھی بھی ان سوالات سے ناآشنا رہتی ہے اگرچہ تم کیسے ہی خلجان مین ہو پھر بھی تمہارا ضمیر تمہاری زبان ان سوالات کے اُٹھانے سے غافل اور قاصر نہین رہے گی چاروناچار یہ الفاظ نکل ہی جائینگے۔

نہ کیون اطلاق ہو کیا اور کیون کا
یہی تفسیر دو عالم کے گر ہین

نظر لڑتے ہی آنکھین چار ہوتے ہی کیا اور کیون کی صدائین آنے لگتی ہین۔ طبیعت مین ایک گدگدی سی پیدا ہوکر انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ فوراً ہی پوچھے دریافت کرے۔ "یہ کیا ہے" "یہ کیون ہے" چاہے کوئی سُنے یا نہ سُنے کوئی بتلائے

جواب دے یا نہ دے کوئی مخاطب ہو یا نہو یہ سوالات ضرور ہونگے چاہے زبان سے ان دونون لفظون کا لفظی رنگ مین اطلاق ہو یا نہو ضمیر کی زبان ضرور ان کا اطلاق کرے گی ضرور ان سے کام لے گی۔

ان وجوہ سے ان دونون لفظون کی قیمت ہستی اور شان اور تمام الفاظ سے یقیناً کہین زیادہ ہے اور الفاظ قالب ہین اور یہ اُنکی جان ہین انھین دو لفظون پر ہمارے تمام علوم اور تمام فنون کا مدار اور انحصار ہے اور یہی دو لفظ تفسیر دو گیتی ہین۔

ایک ایک علم اور ایک ایک فن کو جدا جدا پڑتا لیتے جاؤ اور دیکھتے جاؤ اُنکا بنیادی پتھر اُنکی علت یہی دو لفظ یہی دو گُر نکلین گے۔ اُنکا شروع یہی دو لفظ ثابت ہونگے یہی سب کی بنیاد اور یہی سب کا سرمایہ نکلے گا انھین پر سب کا مدار اور انھین پر سب کا انحصار ہوگا طبعیات۔ منطق فلسفہ۔ علم الارض۔ علم السماء۔ علم الہوا۔ علم النار علم المعادن شاعری فصاحت بلاغت تمام فنون لطیفہ و فنون عجیبہ کا شروع انھین دو الفاظ سے ہوا اور انھین کی بدولت ان تمام کا نشو و نما ہوا اور انکی بنیاد پڑتی گئی۔

سقراط کے مُنھ سے۔ ارسطو کی زبان سے۔ افلاطون اور ملٹن ہملٹن ہربرٹ اسپنسر بوعلی سینا ابن الرشد کے ضمیر سے پہلے پہل یہی دو لفظ نکلے تھے اور انھین سے اُنکی صدائین اُنکا استقراء اُنکی دریافت مرکب تھی یہی اُنکا شروع تھا یہی اُنکی ابتدا۔

سقراط کی شہرت۔ ارسطو کی فضیلت افلاطون کی عظمت۔ ہومر۔ کانٹ۔ شوپن ہار۔ ملٹن۔ ہربرٹ اسپنسر۔ بوعلی۔ فارابی۔ ابن الرشد۔ منو۔ شکسپیر کی مکرمت کا موجب یہی دو لفظ تھے نہ صرف فلاسفرون اور حکیمون کی شہرت ہی ان دو لفظون کی محتاج رہی ہے بلکہ روحانی فلاسفرون کی روحانیت کا شروع بھی انھین دو لفظون سے ہوا ہے اور انھین پر تمام شرائع اور قوانین مذہبی کا انحصار رہا ہے۔

ہر نبی ہر اوتار کی زبان سے فطرت نے یہی دو لفظ نکلوائے اور انھین سے اُنکی روحانیت کا

دور شروع ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے انھین دو لفظون سے ذات صمدی کی شناسائی اور تحقیقات کی بنیاد رکھی اور انھین کے بدولت ابراہیمؑ کے ضمیر نے خدا کی وحدت اور عظمت پر شہادت دی اور یہین سے دنیا مین از سر نو توحید کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ ابراہیم نے آسمان پر آفتاب دیکھکر جب پہلا سوال کیا تو اُسکے الفاظ یہی تھے۔

(۱) یہ کیا ہے؟ (۲) یہ کیون ہے؟ انھین دو لفظون نے اُسکے دل و دماغ مین وہ گھبراہٹ پیدا کی اور یہی دو لفظ اُسکی ہدایت اور اُسکے رشد کا باعث ہوے۔ ان سوالات کے اُٹھانے مین اُسکی فطرت زبردست اور جامع تھی۔ اور یہ دونون مقدس لفظ اُسکے صفحۂ فطرت پر کندہ اور منقوش تھے۔

یہ دونون لفظ اپنے مفہوم مین ایسے وسیع اور جامع واقع ہوے ہین کہ اسکے اطلاق کے بعد اصولی رنگ مین کسی اور سوال کی ضرورت باقی نہین رہتی جب انسان یہ سوال کرتا ہے کہ "یہ کیا ہے" اور "کیون ہے" تو وہ یہ چاہتا ہے کہ جس شئے جس منظر کی بابت سوال کیا گیا ہے اُسکی کیفیت اور اُسکی حقیقت سے اُسے حتی الامکان واقف اور شناسا کیا جائے گو کوئی اُسے آگاہ نہ کر سکے یا پوری پوری حقیقت اور کیفیت کا انکشاف نہ ہو اور چند در چند ابہام ہی رہین لیکن پھر بھی انسانی کشش کی روح کچھ نہ کچھ تگ و دو کرتی ہی ہے۔ اور دامن تحقیق جواہر علوم اور مقاصد فنون سے بھر پور ہوکر ہمیشہ کے واسطے انسانی نسلون کے لیے ایک علمی ذخیرہ وسعت کے ساتھ قائم کرتا ہے۔ اب یہ پوچھو کہ

"بجاے خود کیا اور کیون کی حقیقت یا کیفیت کیا ہے"

"اور کیون انکی ہستی وجود مین آتی ہے"

"اور ان کا مستقر کیا ہے"

سب سے پہلے تیسرے سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔

کیا اور کیون کا مستقر یا تو دماغ ہے اور یا ضمیر اور دل ہے اگرچہ ضمنی طور پر کسی قوت سے ہی

ان کا تعلق اور انکی وابستگی ہو لیکن مجموعی رنگ مین یا تو انکی وابستگی دماغ سے ہے یا دل سے اور یا دونون سے۔ جب ہم کوئی شئے یا کوئی منظر دیکھتے یا کوئی واقعہ سُنتے یا کسی صورت کا احساس کرتے ہین تو ایک دفع ہمارے دماغ اور دل مین ایک کیفیت اضطرار یہ پیدا ہوتی اور ہمین رفتہ رفتہ اسطرف لیجاتی ہے کہ یہ کیسا سمان ہے یہ کیا ہے اور کیون ہے۔ یہ اضطراری حالت کسی اور قوت کی تحریک سے نہین پیدا ہوتی بلکہ دماغ اور دل کی تحریک سے ہی اسکا نشو و نما ہوتا ہے سو دماغ اور دل کا ایسا نازک تعلق اور وابستگی ہے کہ ہم ایسی کیفیتون کے پیدا ہونے سے خود ہی دنگ ہین یہ نہین کہہ سکتے کہ اسکا شروع دماغ سے ہوا ہے یا دل اور ضمیر سے بعض دفعہ دماغ اور دل دونون کی آواز یا حرکت ایسی کیفیتون کے متعلق بالکل یکسان صورت مین واقع ہوتی ہے۔ جو رشتہ اور جو نسبت دماغ اور دل مین قدرت نے رکھی ہے وہ ثابت کر رہی ہے کہ ایسی کیفیتون کا نشو و نما دماغ اور دل دونون کی شرکت سے ہوتا ہے لیکن مستقر "کیا اور کیون" کا باین ہمہ حالات دماغ ہی کہا جائے گا۔

"کیا اور کیون" کی حقیقت فلسفی رنگ مین یہ ہے کہ انسان اس جذبہ کے ذریعہ سے اُن چیزون اور مناظر سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے جو اُسکے ارد گرد پائی جاتی ہین اور جنھین وہ ہر ساعت ہر لحہ تماشا کرتا ہے اور اس جذبہ پر اُسکی زندگی اور ہستی کی عمدگی اور خوبی کا مدار رکھا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے اُسے اور مخلوق کے مقابلہ مین اشرف المخلوق کا ممتاز لقب دیا گیا ہے اگر یہ جذبہ اُسمین نہوتا تو اُسمین اور ایک طوطہ مین کوئی فرق نہوتا اصل فرق اور اصل امتیاز اسی جذبہ کی بدولت ہے رہا یہ سوال کہ "کیا اور کیون" کی ہستی وجود پذیر کیون ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ

(الف) مناظر اور کیفیات مناظر انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہین اور اپنا تماشائی کرتی ہین۔

(ب) انسان کا ضمیر ہمیشہ پیش آمدہ مناظر کے دریافت کے واسطے ساعی رہتا ہے۔

(ج) یہ دونون اندرونی اور بیرونی صورتین یا جذبات اجتماعی صورت مین اس کیفیت کے نشو و نما کے

باعث ہوتے ہین۔

ان جذبات کی ودیعت اور موجودگی سے یہ ثابت ہو کہ قدرت نے انسان کو بمقابلہ سب دیگر مخلوق کے زیادہ تر اس لیے یہ سواد دیا ہے کہ انسان اپنی محدود زندگی مین ان جذبات سے کام لے اور خدا کی خدائی اور نظام قدرت کے دریافت سے اپنی دماغی قوتون اور روحانی طاقتون کی استواری اور وسعت کا باعث ہو۔ ایک حکیم نے کہا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایک لڑکے یا بچہ کے مانند مشتاق مناظر و کیفیات مناظر ہونا چاہیے جسطرح ایک بچہ ہر چیز کے دیکھنے اور ہر منظر کے نظارہ سے حیران ہوتا اور اُسکی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح ہر انسان کا فرض ہے۔ بعض لوگ اس رفتار سے اس واسطے نفرت کرتے ہین کہ اُنکے خیال مین اس سے کوئی فائدہ نہین۔ اور یہ رفتار صرف اسی زندگی تک ہے۔ یہ دونون خدشات غلط ہین افائدہ ہی ہے اور یہ سلسلہ صرف اسی زندگی تک ختم اور بس نہین ہوجاتا بلکہ اسی زندگی مین بھی یہ جاری رہتا ہی۔ اور انسان ان مدارج مین لگاتار ترقی کرتا جاتا ہے۔

ایک ہندو حکیم کا قول ہو کہ انسان اپنی سفلی زندگی مین جس سلسلہ مین لگا رہتا ہے وہی سلسلہ دوسری علوی زندگی تک چلا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس سفلی زندگی کا سلسلہ علی رنگ سے رنگا جائے۔ تاکہ دوسری علوی زندگی مین بھی وہی حالت اور وہی کیفیت رہے۔ جب انسان "کیا اور کیون" کی منزلین طے کرنے مین مشتاق ہوجاتا ہے تو پھر کیا اور کیون کی دیگر ذریات کیسے۔ کسطرح۔ کن وجوہ۔ کن دلائل وغیرہ وغیرہ سے بھی رفتہ رفتہ آشنا ہوتا جاتا ہے۔ اور ان منازل مین اُسکا ذہن اُسکی عقل اُسکی دانش اُسکا تجربہ لگاتار ترقی کرتا جاتا ہے بقول ایک حکیم کے "کیا اور کیون" کی منزلون تک عام لوگ ہی جاتے ہین اور اُس سے اوپر کی منزلون تک وہ لوگ جاتے ہین جنھین حکیم اور فلاسفر کہا جاتا ہے۔ یا یہ کہ "کیا اور کیون" علم کا ایک پہلا زینہ ہے اور اُسکی دیگر ذریات ایک آخری زینہ۔

سلطان احمد

ہندوستان کے نوشتہ ہائے اسلامی

علوم جدیدہ مین آثار قدیمہ کی جو منزلت ہی اُسکا اندازہ اُن واقعات کے تجزیہ سے ہو سکتا ہے جو کچھ عرصہ سے اسلامی دنیا کے توجہ کا مرکز بنے ہوے ہین یعنی بیت المقدس کے تبرکات کے چوری جانے اور مسجد عمر مین انگریزی متحققین کے داخل ہونیکے حالات جنکی تفصیل کی یہان حاجت نہین -

ہندوستان مین علوم جدیدہ کا چرچا نہین ہے اور مسلمانون مین بلحاظ اُس تناسب کے جو میدان علم مین ہمسایہ اقوام کے ساتھ اُنکو حاصل ہے اُنکی اشاعت بہت ہی کم ہوئی ہے - مگر اب زمانہ کی رفتار سے متاثر ہوکر ہم عالم خواب سے بیداری مین آگئے ہین اور اپنی بے مائیگی و بے بساطی کا کم و بیش احساس ہونے لگا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف سے طرح طرح کی تحریکات کی صدائین آرہی ہین -

ہمارے مکرم حکیم سید شمس اللہ قادری نے جنکی علمی قابلیت کسی تعارف کی محتاج نہین چند روز ہوے آثار قدیمہ کی تحقیقات کے لیے ایک سفر کیا تھا جو بلحاظ نتائج نہایت کامیاب ہوا - برہان پور - مانڈو (شادی آباد) اورنگ آباد گلبرگہ دولت آباد - خلد آباد ورنگل - بیجاپور - بیدر وغیرہ مقامات سے وہ بیش بہا سرمایہ معلومات حاصل کرکے لائے ہین آثار قدیمہ کی تفتیش - عمارات کی پیائش اور کتبون کا تجزیہ یہ سب کام ایسے ہین کہ ذوق و شوق تحقیق کے سوا اُنکے لیے بڑی محنت جگر سوزی اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے - ہم حکیم صاحب کو اس علمی کوشش کے لیے قابل مبارکباد سمجھتے ہین اور امید کرتے ہین کہ گورنمنٹ - اہل ملک اور اعیان قوم کی جانب سے علی قدر مراتب اُنکی ہمت مردانہ کی پوری داد دیجائیگی -

مسرت کا مقام ہے کہ صاحب موصوف اپنے سفر اور کتبات و عمارات اسلامی کے متعلق مبسوط سلسلہ تالیف قلمبند کرنا چاہتے ہین اور ہم نہایت شکر گزار ہین کہ ازراہ ہمدردی اسلامی والطاف کریمانہ اُنھون نے الناظرین مین اس دلچسپ اور سبق آموز سلسلہ کی تدریج اشاعت کا وعدہ فرمایا ہے جو یقیناً ناظرین و ناظرات کی ضیافت طبع کا باعث ہوگا -

سفر - کتبات اور عمارات کے متعلق علیحدہ علیحدہ مضامین ہونگے مگر بعض اسباب کی وجہ سے اشاعت مین یہ ترتیب قائم نہ رہیگی اور سردست کتبات کے سلسلہ کا پہلا مضمون ہمارے پاس آیا ہے جو ہدیہ

الف

پرچه طیار تھا—اوھوقت اپنے دونوں تحریرین ھمارے پاس آئین—ھم اونکو معه ترجمه درج ذیل کرتے ھین

INDIAN

MUSLIM INSCRIPTIONS

I am dedicating this Insignificant work of mine

TO THE

Well known orientalist,

DR. J. PH. VOGEL PH. D.

ffg. Director General of Archaeological Survey of India.

In token of my gratitude for his kind appreciation of my work.

Hakim Sayyid Shamsullah Quadiri.

هندوستان

کے

کوشنه هاي اسلامي

مین اپني اس ناچیز کوشش کومشهور مستشرق

ڈاکٹر جي پي ایچ وو گل پي ایچ ڈي

قایم مقام ڈائرکٹر جنرل محکمه آثار قدیمه

هندوستان کے نام نامي پر

اونکي غایت آمیز قدر دانی کے شکریه مین

معنون کرتا هون

OFFICE OF THE DIRECTOR GENERAL
OF
ARCHAEOLOGY IN INDIA.

Simla the 15th August 1911.

DEAR SIR,

I am much interested to hear of your proposed publication of a series of Moslem inscriptions from the Deccan in "The An-nazar".

I much appreciate your kind thought of dedicating your series to me, and shall consider it a great honour which you are bestowing on me.

I will regard it as a recognition of the endeavours made by the Archaeological Department to preserve and study the many monumental and epigraphical remains which are of so utmost importance for the history of this country.

It is a matter of great satisfaction to us, that Indian scholars are taking more and more interest in these remains, for it is only with their co-operation that we may hope to achieve lasting results.

.....

.....

Believe me,
yours sincerely,
J. PH. VOGEL.

To

Hakim Sayyed Shamsullah Qadiri,
Kotlah Akbarjah,
Hyderabad Dn.

نقر ڈائرکٹو جنرل محکمہ آثار قدیمہ ہندوستان

شملہ مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۱۱ ع

جناب من—یہہ خبر میری دلچسپی کا باعث ہوی کہ آپ دکن کے نوشتہ ہاے اسلامی کا ایک سلسلہ رسالہ النظر میں شایع کرنے والے ہیں

میں آپ کے اس کریمانہ خیال کی قدر کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلہ کو میرے نام سے معنون کرنا چاہتے ہیں اور جو عزت افزائی آپ میری فرمارہے ہیں اوسپر مجھی نہایت فخر ہوگا

میں آپ کی اس توجہ کو محکمہ آثار قدیمہ کی اون کوششوں کا اعتراف سمجھونگا جو اوس نے ایسی بہت سی عمارات اور کتبات کو محفوظ رکھنے اور پڑھنے میں کی ہیں جو ملک کی تاریخ کے لئے نہایت اہم ہیں

میری لئے یہہ امر نہایت طمانیت بخش ہے کہ ہندوستان کے اہل علم ان آثارات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں کیونکہ یہہ محض اونکی مدد پر منحصر ہے کہ ہم کسی پائدار نتیجہ پر پہونچنے کی امید کر سکتے.....

اپکا مخلص

جے-ایچ ووگل

بخدمت جناب سید شمس اللہ قادری
کوٹلہ اکبر جاہ
حیدرا باد دکن

ناظرین ہوتا ہے آئندہ انشاء اللہ ماہ بماہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ایڈیٹر

برہان پور

نصیر خان نے خاندیس کے مشہور قلعہ اسیر کو فتح کیا تو شیخ زین الدین رح دولت آباد سے مبارکباد کے لیے تشریف لائے۔ اور دریائے تاپتی کے کنارے قیام فرمایا۔ اور جب واپسی کا قصد ہوا تو نصیر خان نے اخراجات خانقاہ کے لیے چند قصبات دینا چاہے۔ لیکن شیخ نے نامنظور کیا اور جب نصیر خان کا بیحد اصرار ہوا تو فرمایا کہ جہاں اب لشکر اسلام فروکش ہے وہاں ایک شہر ہے پیر شیخ برہان الدین غریب رح کے نام پر آباد کرا اور اُسے اپنا دارالحکومت بنا اور اس کے گرد ایک قصبہ اور مسجد تعمیر کرکے اُسکا نام زین آباد رکھ۔ نصیر خان نے شیخ کے اس ارشاد سے بہت خوش ہو کر اُسی وقت ان مقامات کی آبادی کا حکم دیا شیخ نے حسن انجام کی دعا کی اور [illegible] اسکے بعد دولت آباد کو واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ ۸۰۳ ہجری مطابق ۱۴۰۰ عیسوی کا ہے۔

جامع مسجد کے کتبے

اس عالیشان اور خوبصورت مسجد کو سلطان عادل شاہ بن میاں [illegible] فاروقی نے ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۸ء مین تعمیر کرایا تھا۔

کتبہ نمبر (۱)

مسجد کے اندر وسطی محراب پر محمد مصطفےٰ خطاط کا لکھا ہوا خط نسخ مین حسب ذیل کتبہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم، وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا الحمد للہ [illegible] للطاعات، المعین لفضلہ علی العبادات، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الخلق محمد الذی حرض العباد علی العبادۃ وعلی آلہ وصحابہ الذی قاموا بواجبھا وزیادۃ [illegible] اولی ما ینفق فیہ شرائف الاحوال القربات التی یعود نفعھا فی المال، ومن اجل ذالک

الصدقات الجاریۃ، فان بوابھا مدی الازمان ساریۃ، وقد وردت السنۃ بان یصرف الیھا الاعنہ ولا نہ امر ببنیان المساجد من شعائر الدین وقمع الملحدین لما یترتب من بنائھا مزید الثواب، وان بانیھما ملھم الصواب، حیث ورد عنہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من بنی اللہ مسجدا ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ بیتاً فی الجنۃ، فذلک امر مولانا السلطان الاعظم والخاقان المکرم الفائق بفضلہ علی سلاطین العرب والعجم، عادل شاہ بن مبارکشاہ الفاروقی خلد ملکہ، ھذا المسجد الذی ھو بالوصف جدید، لانہ قل ان یوجد لہ نظیر، خالصا لوجہ الکریم ولھا لبا لمرضاتہ الجسیم، تقبل اللہ ذلک منہ بفضلہ ومزید کرمہ وطولہ، وکان ابتداءہ سنۃ سبع وتسعین وتسعمائۃ، واتمامہ سنۃ خدم بکتابتہ اقل عبید الداعی الدولۃ مصطفیٰ بن نور محمد خطاط عفی اللہ عنہ۔

کتبہ نمبر (۲)

جنوبی مینار کے نیچے میر معصوم نامی کے ہاتھ کا کندہ کیا ہوا حسب ذیل کتبہ ہے جسمیں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے خاندیس مین تشریف لاکر قلعہ آسیر کو فتح کرنے اور پھر ۲۶ شوال ۱۰۰۹ھ (مطابق ۱۶۰۰ء) کو لاہور واپس جانے کا ذکر ہے۔

تاریخ الٰہی عبارت ست از زمان جلوس حضرت شاہنشاہ ظل الہ اکبر بادشاہ غازی کہ از تائید جوان بخت قلعہ آسیر کشاد۔

گشت آباد اسیر ازان نامی — سنہ بیشش بگفت ا لہ آباد

تاریخ ۱۱ غرہ دین ماہ الٰہی ۴۵ سنہ موافق ۵ رمضان ۱۰۰۹ھ حضرت شاہنشاہ فلک بارگاہ ظل الٰہ برہانپور را مستقر رایات ظفر آیات ساختند وبہادر خان آمدہ بپابوس مشرف شد۔ واورا باتباع جان بخشی کردند وقلعہ آسیر فتح شد۔

شاہ غازی جلال دین اکبر — آن تائید بخت قلعہ کشا

کرد فتح اسیر ازان نامے — گفت بگرفت قلعۂ اعلاء

فقط کتبہ وکاتبہ محمد معصوم المتخلص بہ نامی بن سید صفا الترمذی اصلاً والبھکری سکناً ومذھباً والمنتسب

امالی سید شیر قلندر ابن باحسین ابدال البسطواری مولداً والقندہاری موطناً ومرقداً بتاریخ روز ماہ دوازدہم اردی بہشت سنہ موافق ۲۶ شوال ۹۱۰ھ بندگان حضرت عازم لاہور شد۔

فتح خاندیس ودکن چون کرد شاہ — عازم ہندوستان فی الفور شد
یک عدد نامی فرود آنگاہ گفت — شاہ والا عازم لاہور شد

نوٹ

نصیر خان خاندیس کی مشہور سلطنت فاروقیہ کا پہلا خود مختار بادشاہ ہے ۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء سے ۸۴۱ھ/۱۴۳۷ء تک حکمران رہا۔ بعد ازاں ۲۰۸ برس تک حکومت اسکے خاندان مین رہی اور یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہ ہوے جنکے حالات مورخ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ کے مقالہ ششم مین تفصیل کے ساتھ لکھے ہین۔

شیخ برہان الدین غریبرض۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے نہایت مشہور اور باکمال خلفا مین سے ہین۔ چار سو فقرا کو ہمراہ لیکر دہلی سے دولت آباد مین تشریف لائے اور ۷ حضر ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء کو چہارشنبہ کے دن آپ نے وصال فرمایا۔ روضۃ الاولیا از آزاد بلگرامی صفحہ ۱۴

شیخ زین الدین اولیا وخواجہ برہان الدین غریب کے خلیفہ تھے۔ محمد شاہ بہمنی کے زمانہ مین گزرے ہین۔ ۲۵ ربیع الاول ۷۶۹ھ/۱۳۶۷ء کو آپنے وفات فرمائی۔ روضۃ الاولیا صفحہ ۴۰

عادل شاہ بن مبارک شاہ فاروقی المشہور براجے علیخان۔ خاندان فاروقیہ کا بارھوان بادشاہ ہے۔ اپنے بھائی میران محمد شاہ کے مرنے پر ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء مین تخت نشین ہوا اور اکیس سال سے کچھ عرصہ زائد حکومت کرکے ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء کو ایک معرکہ مین مارا گیا۔ اسکے بعد اسکے بیٹے بہادر خان کو بادشاہت ملی۔ جسپر ۱۰۰۹ھ مین سلطنت فاروقیہ کا خاتمہ ہوگیا۔

شہنشاہ اکبر کا خاندیس کو فتح کرنا۔ ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء مین اکبر تسخیر دکن کے ارادہ سے مانڈو مین آکر فروکش ہوا تو بہادر خان جنگ وجدل کا سامان درست کرکے قلعہ آسیر مین متحصن ہوگیا۔ اکبر نے سفیر بھیجے اور نصیحت کی کہ اپنے باپ راجے علیخان کی طرح وہ بھی بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار رہے۔ مگر جب اسکا کچھ اثر نہوا تو خود برہان پور مین آکر قلعہ آسیر کا محاصرہ کیا۔ اسیطرح دس مہینے گزر گئے اور محصورین پر بھوک پیاس کی تکلیف گزرنے لگی تو بہادر خان نے گھبراکر جان

نمبل کی امان چاہی اور ۵ رمضان ۱۰۱۶ھ کو قلعہ چھوڑکر اکبر کی خدمت مین حاضر ہوگیا۔ اسی اثناء
الدین احمد نگر بھی فتح ہوگیا اور شاہان بیجاپور اور گولکنڈہ نے بھی اطاعت قبول کرلی تو اکبر نے واپس
بادو[illegible] ارادہ کیا۔ ۲۶ شوال ۱۰۱۳ھ کو برہان پور سے نکلکر لاہور کی جانب کوچ ہونے لگے
ملا اکبر[illegible] درخان اور اُسکے دونون بیٹون کو اپنے ہمراہ لاہور لیگیا اور وہان اُنکے لیے وظیفے مقرر
[illegible] اسکے بعد بہادر خان نے اور ۲۴ برس زندہ رہکر ۱۰۳۲ھ مین جب کہ جہانگیر برسرحکومت تھا
انجام آگرہ انتقال کیا۔

میر معصوم نامی۔ اصلش از سادات عظام شہر ترمذ است، والدش میر سید صفا از وطن
اول برکندہ در بھکر اقامت گزید و میر معصوم ہمین جا متولد شد۔ و بعد تحصیل علوم رسمیہ و علم طب و مہارت
شعر و سخن ورد[illegible] رسیدہ بزمرۂ امراء اکبر بادشاہ منتظم یافت و در ۱۰۱۲ سنہ دوازدہم از حضور شاہی بسفارت
ایران مامور شت و مورد تفضلات شاہ عباس ماضی گردیدہ ہمراہ موکب شاہی بہ تبریز رفت و ہنگام
مراجعت در اصفہان با حکیم شفائی و تقی اوحدی در مشاعرات ہم طرح ماند و بعد ورود ہندوستان انداز آداب
معاشرت او پسندیدہ محمد اکبر بادشاہ افتاد و بحضور شاہی قبول عظیم یافت۔ و در عہد جہانگیر شاہ نیز
مطرح انظار اطفاء خسروانی بودہ و در ۱۰۱۹ھ تسع عشر والف رخصت حاصل کردہ بوطن رفت و
[illegible] سال در آنجا بجوار رحمت ایزدی پیوست و از مولفاتش تاریخ معصومی در بیان حالات
[illegible] نامی و مثنوی و دیوان یادگار است (ماخوذ از تذکرہ روز روشن مطبوعہ
[illegible] ۶۷۹)

ریمارک

[illegible] کہا ہے کہ اکبر کے لحاظ سے راجے علیخان نے شاہ کا لفظ اپنے نام کے
ساتھ [illegible] مگر کتبہ نمبر (۱) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے اپنا لقب عادل شاہ رکھا تھا
[illegible] ہے کہ اکبر نے ۱۰۰۸ھ مین قلعہ اسیر کو فتح کیا۔ لیکن کتبہ نمبر (۲) مین
[illegible] فتح کی تاریخ مندرج ہے۔

حکیم سید شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن

نظم قومی

مشرق سے جب طلوع ہوا آفتاب دین — چمکا بہ آب و تاب رخ بے نقاب دین
پہونچی جو جا بجا ملون مین عرب کے کتاب دین — وا ہو گیا نصیب سے اُن سب کے باب دین
ظلمت کا نام سارے جہان سے مٹا دیا
اُس روشنی نے راستہ سیدھا بتا دیا

اہل عرب جو حق سے کبھی آشنا نہ تھے — اور مانتے نبی کو رسول خدا نہ تھے
وحشی تھے اور قائل روز جزا نہ تھے — گویا ملامتون کا جہان کی نشانہ تھے
علم و کمال و فضل مین سب طاق ہو گئے
ایسے بڑھے کہ شہرۂ آفاق ہو گئے

ہر قسم کے علوم پہ اُنکو عبور تھا — جو شخص تھا وہ علم کے نشہ مین چور تھا
سینون مین اُنکے عشق الٰہی کا نور تھا — اسوا سوائے خدا بھی نہین اُنسے دور تھا
حیوان تھے پہلے صاحب ادراک ہو گئے
ایسے بنے کہ خاک سے سب پاک ہو گئے

تھی ضرب اُنکی تیغ کی مشہور روزگار — یہ جانتے تھے سب کہ بڑے ہین وہ شہسوار
جب چھوڑتے کمان سے تھے وہ تیر ذوالفقار — ممکن نہ تھا کہ سینۂ دشمن کے ہو نہ پار
لرزان تھے اُنکے خوف سے کفار جتنے تھے
ترسان تھے اُنکی تیغ سے اشرار جتنے تھے

فتح و ظفر تھی ساتھ وہ جاتے جہان جہان — اقبال ہم رکاب حکومت تھی ہم عنان
کیسا ہی دلیری کرتے تھے کیا پیر کیا جوان — پورے اُترتے جنگ مین یہ وقت امتحان
پامال اُنسے سلطنت شام و روم تھی
اُنکی بہادری کی زمانہ مین دھوم تھی

پابند تھے یہ صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ کے — ذاکر تھے دن کے جاگنے والے تھے رات کے

سچے تھے قول کے تھے دھنی اپنی بات کے مختصر یہ لوگ تھے عمدہ صفات کے
فرصت نہیں نہ ملتی تھی گو مدافعت سے
غافل نہ رہتے پر وہ کبھی حق کی یاد سے

اسلام کی وہ شان وہ شوکت کدھر گئی جبروت وہ کہان ہے وہ سطوت کدھر گئی
وہ جوش وہ خروش وہ طاقت کدھر گئی ہمت وہ کیا ہوئی وہ شجاعت کدھر گئی
وہ کون تھے کہ صفحۂ عالم الٹ دیا
تختہ جنھوں نے کفر کا سارا پلٹ دیا

وہ علم کیا ہوا وہ لیاقت کدھر گئی وہ تیزیان کہان وہ ذہانت کدھر گئی
طبا عیان کہان گئیں جودت کدھر گئی وہ فلسفہ کہان ہے وہ حکمت کدھر گئی
کچھ جانتے نہیں وہ سبھی علم و فن سے
ویرانہ رہگیا ہے وہ سارے چمن سے

ہم مین وہ انس اور وہ محبت نہین رہی وہ اتفاق اور اخوت نہین رہی
دولت وہ اپنے پاس وہ ثروت نہین رہی دنیا کی اور قومون مین عزت نہین رہی
کس کس کو کیجے پاے کہ کیا کیا بگڑ گیا
قسمت کچھ ایسی بگڑی کہ جو تھا بگڑ گیا

جو قوم اور قومون کی پشت و پناہ ہو اور جسکی عدل داد پہ ہر دم نگاہ ہو
عالم مین جسکی دھوم ہو اور واہ واہ ہو صد حیف ہے کہ چشم زدن مین تباہ ہو
ایسی گرے کہ پھر نہ سنبھلنے کا نام لے
گو لاکھ اپنی کوشش و طاقت سے کام لے

اس باغ قوم مین کبھی دور خزان نہ تھا عالم کے گرم و سرد سے اسکو زیان نہ تھا
لالہ کے دل مین یان کوئی داغ نہان نہ تھا اسکے اجڑنے کا تو کسی کو گمان نہ تھا
پھر کیا ہوا کہ باغ سے ویرانہ رہگیا
بلبل رہی نہ گل فقط افسانہ رہگیا

سوچا ذرا جو سر کو گریبان مین ڈال کے — کیا مین وجوہ اپنی تباہی حال کے
جانا یہ ہم نے بعد بہت قیل و قال کے — باعث ہم آپ ہی ہوے اپنے زوال کے
موڑا جو مُنھ کو قافلہ سے ہم نے ساتھ سے
ماری کلہاڑی پیر مین خود اپنے ہاتھ سے

ہے شکر کی جگہ کہ ہوا ہم کو انفعال — اللہ نے بچایا مصیبت سے بال بال
کانٹے جو راہ مین تھے دیے کچھ نہ کچھ نکال — سیکھی ترقی یافتہ قومون کی چال ڈھال
پھیرا لجلاز یان سے خود سود کی طرف
ہم جا رہے ہین منزل مقصود کی طرف

دنیا تو مل ہی جائے گی اُسکا خیال کیا — جب علم ہاتھ آیا تو مال و منال کیا
ہم سے وہ جاے بھاگ کے اُسکی مجال کیا — حاصل نہوگا پھر ہمین علم و کمال کیا
لیکن یہ چاہیے کہ خدا کو نہ بھول جائین
جسنے دیا ہے اُسکی عطا کو نہ بھول جائین

محمد تقی حیدر رانوری

غزل آزاد

اگست کے پرچہ مین جس فارسی غزل کا ہم نے تذکرہ کیا تھا وہ ماہ صیام مین لکھی گئی تھی اُسکی اشاعت کا یہ موقع ہاتھ سے نہین دیا جا سکتا۔ لہذا ہدیۂ ناظرین ہے۔

بہار آمد جنون آورد بیخا مے بعریانی — زقبلہ رو کشیدا بر سیہ بر دیر و ویرانی
بہار آمد بہار آمد چہ باد خوشگوار آمد — ہواے بادہ کرد افشا مبن اسرار پنہانی
طوافِ کعبۂ دل میکند عشق بتِ کافر — برہمن سان خیال یار شد مصروف دربانی
زشق قرآن و چشم و ابروش آیاتِ قرآنی — تلاوت خوش بود در صوم این آیات قرآنی
جنون آرد امن تار نفس را تار تار آرد — ننالد تار و پود ہستیم از درست عریانی
شبیہ آن بتِ کافر بپا در قبلۂ دل شد — چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
بقا جستم فنا گشتم۔ فنا ہم رفت از دستم — فنا ہم چون نمی یابم بدانم کان نمی دانی
حلاوت بخش لبہایم زلالِ انگبین لب — طراوت بخش نظارہ بود چاہ زنخدانی
الا یا جامِ سرمستی بیا بے خود پلیے وہ — نمی بینی کہ شد آزاد معروف غزلخوانی

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

شیخ کا سلسلہ نسب اسد قریشی تک پہنچتا ہے اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپکے جد امادری ہین - آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم تھی اور بعد وفات حضرت شیخ الشیوخ مرتبہ غوثی پر فائز ہوے - صاحب مراۃ الاسرار آپ کی شان مین تحریر فرماتے ہین کہ "وے را دریں طریق شانے عظیم و حالے قوی بود در ریاضات و مجاہدات نظیر نداشت و در کشف و کرامات میان مشائخ کبار ممتاز بود" آپ دربار ملتان کے صاحب ولایت تھے اور آپ ہی کے وجود باجود سے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کی اشاعت ہوئی آپ کے بہ کثرت مریدان صادق الحال وخلفاے صاحب کمال تھے -

سیر العارفین مین مذکور ہے کہ آپ کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ مبارکہ سے خوارزم مین آئے وہان سے ملتان پہونچے - ایک مدت تک یہان سکونت اختیار فرمائی - یہان شیخ وجیہ الدین محمد آپکے صاحبزادے پیدا ہوے جنکا عقد مولانا حسام الدین کی صاحبزادی سے ہوا - مولانا حسام الدین کا حال یہ ہے کہ چنگیز خان کے ساتھ ہندوستان تشریف لاے تھے اور قلعہ کوٹ کرور مین جسے سلطان محمود غزنوی نے ضبط ہندوستان سے پہلے ملتان کے قریب بنایا تھا اقامت گزین ہوے تھے - چونکہ مولانا وجیہ الدین محمد آپکے داماد تھے وہ بھی یہین آپ کے ہمراہ کوٹ کرور مین رہنے لگے - اسی قلعہ مین حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوے - جب آپ کی دس سال کی عمر ہوئی تو آپکے والد ماجد نے اس عالم فانی سے انتقال فرمایا - شیخ نے حفظ قرآن فرماکر خراسان کا رخ کیا اور سات سال تدریس علوم مین مشغول رہے - بعد ازان بخارا کا ارادہ فرمایا - وہان سے مکہ معظمہ تشریف لیگئے - اسکے بعد پانچ سال حرم مدینۃ الرسول اللہ صلعم مین مجاور رہے اور شیخ کمال الدین محمد یمنی کے حضور مین سماع حدیث فرمائی - اسکے بعد بیت المقدس تشریف لیگئے اور انبیا علیہم السلام کے مزارات کی

زیارت فرماکر وہان سے بغداد شریف روانہ ہوئے اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت مین پہونچے حضرت شیخ الشیوخ کے وابستہ دامانون مین شریک ہوکر تربیت پذیر رہے اور خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہین کہ حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت مین آپ صرف سترہ دن رہے تھے اور انھین معدودے چند ایام مین یہ سب دولت جاودانی اور معارف دوجہانی حاصل فرمائے بعض درویش ایسے بھی تھے جو حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت مین مدتون سے تھے اور بڑی بڑی ریاضتین کرچکے تھے انھین اس حالت پر تعجب ہوا کہ ایک مرد ہندی آیا اور صرف چند دن رہا اور یہ تمام نعماے عظمیٰ اوسے حاصل ہوگئین اور ہم سب ویسے کے ویسے ہی رہے حضرت شیخ الشیوخ نے فراست باطن سے دریافت فرماکر جواب دیا کہ مشوش مت ہو تمھارے پاس ہیزم تر تھی جسمین یکبارگی آگ نہین لگ سکتی اور زکریا ہیزم خشک لایا تھا جسمین فوراً آگ لگ اٹھی۔ بعدازان شیخ بہاءالدین کو رخصت فرماکر ارشاد کیا کہ ملتان مین بود و باش رکھو اور وہان کے لوگون کو فیض پہونچاؤ۔

اخبار الاخیار مین ہے کہ جب شیخ بہاءالدین زکریا اس نعمت و کرامت کے ساتھ ملتان تشریف لائے تو اکابر دیار کو آپ پر حسد ہوا اور کنایہ کے طور پر ایک پیالے مین دودھ بھر کر آپکے پاس بھیجا یعنی اس بات کے اظہار کے لیے کہ اس شہر مین کسی دوسرے کی اب گنجائش نہین ہے۔ شیخ نے فوراً یہ مطلب سمجھ کر ایک پھول اس پیالہ پر رکھکر واپس کردیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مین یہان اس طرح رہون گا جس طرح دودھ پر یہ گلاب کا پھول ہے۔ کسی پر بار نہون گا۔ وہ لوگ آپ کی حسن لطافت سے حیران رہگئے اور آپ کے مطیع و منقاد ہوئے آپ کی کشش باطنی نے یہ غلبہ کیا کہ تمام اکابر و عوام الناس یکبارگی آپ کی جانب جھک پڑے اور بہت سے خلفاے صاحب کمال آپ کے رشد و ارشاد سے مرتبہ تکمیل پر فائز ہوئے اور ہزارہا دین دیندار صادق الاعتقاد مرید زمرۂ حلقہ بگوشان مین شامل ہوے فتوحات کے دروازے کھل گئے اور بے انتہا تصرف آپ کی ذات پاک سے ظاہر ہونے لگا اسکے بعد حضرت شیخ متاہل ہوے اور شیخ صدرالدین عارف رح کے مانند صاحب حال صاحب زادے متولد ہوے۔

آپ ہین اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ مین باہم مودت عظیم تھی اور اکثر دونون مین محرمانہ صحبتین ہوتی تھین۔ یہ بھی بعض کہتے ہین کہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے متعلق کوئی ناخوش کلمہ حضرت شیخ گنج شکر کی سماع مبارک تک پہونچایا جو حضرت گنج شکر کی مجلس کے موافق نہ تھا۔ آپ نے یہ معلوم کرکے فوراً حضرت گنج شکر کی خدمت مین ایک رقعہ بھیجا کہ "درمیان ما و شما عشق بازی است سخن دیگر گنجائش نہ دارد" حضرت گنج شکر نے جواب تحریر فرمایا کہ "درمیان ما و شما عشق است بازی نیست" حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہین کہ حضرت گنج شکر بہت کم افطار فرماتے تھے اگرچہ تپ ہی کیون نہو یا فصد ہی کیون نہ لی ہو اور شیخ بہاءالدین زکریاؒ روزے کم رکھتے لیکن طاعت و عبادت بہت فرماتے اور اکثر اوقات دو رکعت نماز مین ختم قرآن پاک فرماتے۔

سیر العارفین مین ہے کہ ایک روز حضرت شیخ بہاءالدینؒ خانقاہ مین تشریف فرما تھے کہ خادم نے آکر عرض کی کہ فلان صندوق مین پانچ ہزار اشرفیان کم معلوم ہوتی ہین۔ آپنے تھوڑا تامل فرمایا اور کہا الحمدللہ۔ اسکے کچھ دن بعد خادم نے التماس کیا کہ وہ اشرفیان جو گم ہوگئی تھین اب مل گئین۔ آپ نے پھر تھوڑا تامل فرمایا اور کہا الحمدللہ۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ان دونون موقعون پر الحمدللہ کہنے کے کیا معنے ہین آپ نے فرمایا کہ اہل اللہ کے نزدیک دنیا کا عدم وجود برابر ہے نہ جانے سے انھین فکر ہوتی ہے اور نہ آنے سے خوشی۔ دونون محل شکرگزاری کے تھے۔ پھر اُن پانچہزار اشرفیون کو منگاکر اُسیوقت فقرا کو تقسیم کردیا۔

آپ کی ہمت بے انتہا بلند تھی اور عجیب حالت تھی کہ معرض تحریر مین نہین آسکتی آپ بے اندازہ بخشش فرماتے۔ مجلس مین نہایت لطیف طعام خرچ ہوتا۔ جو مہمان آتا اُسکے برابر بٹھاکر خود تناول طعام فرماتے اور ہر طرح اُسکی خاطرداری کرتے۔

حضرت سلطان المشائخ سے ایک نقل مروی ہے کہ عبداللہ نام ایک قوال تھا بغداد شریف سے اجودہن حضرت گنج شکرؒ کی خدمت مین حاضر ہوا اور چند روز آپ کی خدمت مین رہکر عازم ملتان ہوا اور رخصت ہونے کے لیے حضرت گنج شکرؒ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ فاتحہ خیر فرمائین کیونکہ ملتان کے راستے مین قطاع الطریق بہت تھے۔ حضرت

گنجشکر رح نے ارشاد فرمایا کہ یہان سے فلان حوض تک کہ ملتان کی سرحد ہے مجھ سے متعلق ہے انشاء اللہ تعالی تیری نگہبانی کرونگا۔ اس حوض سے ملتان کی سرحد ہے اور برادرم شیخ بہاء الدین کی عملداری ہے اُنسے مدد طلب کرنا۔ عبد اللہ مذکور اس حوض تک سلامتی کے ساتھ پہونچا۔ جیون کے آگے قدم بڑہایا ایک طرف سے سوار تلوارین علم کیے ہوے نظر آئے۔ عین پریشانی مین اسے حضرت شیخ گنجشکر رح کا ارشاد مبارک یاد آیا اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح کی طرف اس نے توجہ کی نے الفور سوار خود بخود متفرق ہو گئے اور عبد اللہ قوال منزل بمنزل حضرت شیخ کی خدمت مین ملتان پہونچا۔ اُسوقت عبد اللہ سرخ گلیم اوڑھے ہوے تھا شیخ نے فرمایا سرخ شیطان کا لباس ہے کیون پہنا ہے۔ عبد اللہ کے دل مین یہ خطرہ گزرا کہ خود حضرت شیخ کے پاس اس قدر نامحصور مال منال ہے اُسپر نظر نہین کرتے میری پُرانی گدڑی کو ٹوکتے ہین۔ شیخ نے فراست سے دریافت فرمایا کہ وہ دائرہ ادب سے قدم باہر رکھتا ہے فرمایا کہ اے عبد اللہ ہوش مین آ۔ حوض کے کنارے زکریا کی کوشش سے جوروں کے ہاتھ سے نجات پائی ورنہ تو تماشہ دیکھتا۔ عبد اللہ نے شرمندہ ہوکر سر قدم پر رکھدیا اور اپنے فعل سے تائب ہوا

آپ سے اتنی کرامتین ظہور مین آئین کہ شمار مین نہین آسکتین اور بکثرت خلفاے صاحب حال فیضان صحبت سے مراتب جلیلہ کو پہونچے۔ انمین سے ایک حضرت مخدوم جہانیان میر سید جلال بخاری رح کے دادا حضرت میر سید جلال سرخ بزرگ تھے جو بخارا سے آکر آپ کی خدمت مین رہے اور خرقہ خلافت و اجازت حاصل کرکے اُوچ مین سکونت پذیر ہوے۔

انکے علاوہ آپکے خلفا مین حضرت شیخ فخر الدین عراقی رح۔ میر سید حسین رح صاحب نزہت الارواح اور حسن افغان رح تھے۔ حضرت حسن افغان رح کی شان مین حضرت شیخ بہاء الدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے روز حقتعالی مجھ سے سوال کریگا کہ زکریا ہماری درگاہ مین کیا لایا ہے تو مین عرض کرونگا کہ حسن افغان کو لایا ہون۔ یہ اُسی تھے اسقدر کہ حق تک نہین پہچانتے تھے لیکن بقول صاحب مراۃ الاسرار "اما گویا یا لوح محفوظ در آئینۂ دلش عکس انداختہ بود ہیچ علم او را مشکل نمی شد" پیرگانون قدس سرہ جنکا مزار اودھ مین ہے آپ ہی کے خلفا مین سے تھے اور حضرت شاہ عالم المشہور بہ پیر مٹیہ قدس سرہ جنکا مزار ٹھٹھہ مین ہے اور جو کشف و کرامات مین

اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے آپ ہی کے خلفا مین سے تھے۔ اُنکے علاوہ میر سید عثمان المشہور بہ لال شہباز قدس سرہ جنکا طریقہ ملامتیہ تھا آپ ہی کے خلفا مین سے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ رح فرماتے ہین کہ آخر حیات مین حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح حجرہ مین برابر مشغول بحق رہتے تھے۔ ایک دن شیخ صدر الدین عارف آپکے صاحبزادے اور سجادہ نشین در حجرہ پر کھڑے تھے کہ ایک مرد نورانی ایک نامہ سربمہر ہاتھ مین لیے آیا اور شیخ صدر الدین عارف رح کے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ حضرت شیخ کو جاکر دیدو۔ شیخ صدر الدین عارف کا رنگ یہ دیکھکر متغیر ہوگیا مجبوراً خط حضرت شیخ کے پاس لیگئے۔ جیون ہی حضرت شیخ بہاء الدین رح نے خط کو مطالعہ کیا جان بحق تسلیم ہوے اور حجرے کے ہر طرف سے آواز آنے لگی کہ "دوست بدوست رسید"۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ یہ چند بزرگ ایک دوسرے کے ہمعصر تھے اور ایکبارگی چند ہی دنون مین یکے بعد دیگرے سب نے انتقال فرمایا۔ اول شیخ سعد الدین حموی رح نے وفات فرمائی اسکے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی نے انتقال فرمایا۔ اسکے تین سال بعد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رح نے وصال فرمایا اسکے تین سال بعد حضرت فرید الدین گنجشکر رح نے رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح بن شیخ وجیہ الدین قریشی رح بمقام قلعہ کوٹ کروڑ ملتان سے متصل ۵۶۸ھ مین پیدا ہوے اور سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین بتاریخ ہفتم ماہ صفر ۶۶۶ھ سو سال کی عمر مین انتقال فرمایا اور ملتان مین مدفون ہوے آجتک آپکا مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔ اور حیات جاوید کا پتہ دیتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

"عبد اللہ"

تاریخ ابو الفدا
امریکہ کے پروفیسر فلپ ہٹی کی
تاریخ عالم خصوصاً دول کا تمدن
جسمین آغاز نوع انسانی کی
کیفیت حسب تحقیقات
جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ
مین لکھی گئی ہے عبارت اس
مین ملکی گئی ہے قابل مدرسہ کتاب
قیمت مجلد ۸ عدد
ملنے کا پتہ مکتبہ

دردِ دل

مین بھی جہان مین ارشد تصویرِ رنج و غم ہون
مرہون نا امیدی منت کشِ الم ہون

مایوسیون کے نقشے اور عالمِ تمنا
میرا دل حزین ہے اور ماتمِ تمنا

اندوہ گینیان ہین افسردگی دل ہے
حرمان نصیبیان ہین پژمردگیٔ دل ہے

حسرت سے مٹ چکا ہی ارمان دل کے اندر
سب یاس کے بھرے ہین سامان دل کے اندر

مایوسیون مین میری پنہان ہین آرزوئین
ناکامیا ہیو نیر قربان ہین آرزوئین

کوئی سکونِ دل کی اب آس ہی نہین ہے
مجھ کو مسرتون کا احساس ہی نہین ہے

ناکامیان سلامت ناشادیان مبارک
ان نامرادیون سے برباد یان مبارک

میرے لیے نہین ہے لطفِ بہار ہستی
دامان آرزو ہے اور خار زار ہستی

اس این و آن سے مجھکو کچھ واسطہ نہین ہے
دنیا کی کوئی شے اب تسکین نما نہین ہے

گو دلفریبیان ہین لطف آفرینیان ہین
محروم ذوق لیکن نظارہ چینیان ہین

لطف خلش نہین ہی اب اس چمن مین مجھکو
ذوق تپش نہین ہے اس انجمن مین مجھکو

میری حیات کا گل کاش اب چراغ ہوتا
ان کاہشون سے حاصل مجھکو فراغ ہوتا

ممنون بے نشانی گر ہست و بود ہوتی
گمنامیون سے ارشد میری نمود ہوتی

ارشد تھانوی

قاسم دزمرہ
یہ مثنوی نعت و مدح در اکثر مشاعرہ
احمد علی شوق مقدوری کی تازہ
ترین تصنیف ہی اور بلحاظ لطافت
شاعری و پاکیزگی زبان اس
قابل ہے کہ دوق سخن رکھنے
والے حضرات مین سے کسی
کی نیز اس کتاب کی زبانی جانچ
قیمت قسم اول ۱۲ قسم دوم ۸
پتہ الناظر پریس
فلاور ملز لکھنو

ماہیت شکر

(سلسلہ کے لیے الناظر نمبر ۲۳ بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء ملاحظہ ہو)

خدا کی نعمتون کا نہ کسی سے انحصار ہوا ہی اور نہ کوئی کر سکتا ہی، ہم قدرت کے جس منظر کو بغور دیکھتے ہین وہ بجاے خود ایک نعمت عظمیٰ ہی، مثلاً تمازت آفتاب ہمارے لیے بظاہر جانکاہ ہی لیکن اگر وہ دنیا سے معدوم ہوجائے تو ہماری زیست دشوار ہی، درختون کا سرسبز ہونا بلبلون کا چہچہانا، پھولون کی خوشگوار مہک الغرض ذلیل ترین اشیا بھی ہمارے لیے نعمت یزدانی ہین صرف قلب منصف اور دیدۂ حقیقت بین کا کام ہی۔

ہم چیونٹی، کھٹمل، مچھر وغیرہ کو تکلیف دہ اور ذلیل خیال کرتے ہین لیکن اگر یہ نہون تو اجزاے حیات مین خلل عظیم واقع ہو، مکھی سے ہوا ے متعفن مین لطافت آتی ہے، کھٹمل خون فاسد پیتے ہین، اس سے قطع نظر کر لیجیے شیخ سعدی نے فلسفیانہ طریق سے انفاس کو نعمت ثابت کرکے ہر نفس کے لیے شکر واجب کیا ہی وہ گلستان کے دیباچہ مین فرماتے ہین۔

"منت خداے را عزوجل کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت ہر نفسیکہ فرو میرود ممد حیات است و چون برمی آید مفرح ذات پس در ہر نفسی دو نعمت موجود است و در ہر نعمتے شکرے واجب ؎

از دست و زبانیکہ برآید کز عہدۂ شکرش بدر آید"

حکیم قاآنی نے "پریشان" کی حمد لکھکر جنبش زدن مین شکر واجب کیا ہے وہ لکھتے ہین۔

"تو انا خدائے کہ بیخود آن بزم محبت گاہے مست قدرت اوینداگاہے مست رحمت او چہ ہر جنبش بے خود برہم زند برہان قدرت اوست، و چون باز کند دلیل رحمت او نہیں در جہان ہر نظرے دو شکر آورند و در ہر شکرے چندین ہزار شکر ؎

جنبش مژگان دلیل جنبش جانست جنبش جان چیست پیک قدرت یزدان

کے بودش آگہی ز جذبۂ قدرت آنکہ ندارد خبر ز جنبش مژگان

ہر نعمت را شکرے درخورست و باز ہر شکرش نعمتے، پس شکر ہر نعمت نعمتے دیگر درپے دارد تا بحدیکہ در شکر ہر نعمتے ہزار نعمت شکر نہفتہ آید و ہنوز شکر نعمت نخستین ناگفتہ، وچون بخشیم تامل درنگری ہر شکرے کفرانے ست و در ہر کفرانے غفرانے،،

گو چشم زدن نہ مفرح ذات ہے نہ ممد حیات جسکے لئے شکر واجب ہو۔ مگر ہان اس قدرت و حکمت الٰہی کا تماشا ہوتا ہی جسکے لئے شکر کو واجب ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ شکر منعم کے صلے کی عوض مین ہونا چاہیے لیکن یہ کہہ سکتے ہین کہ کسی تماشہ کے دیکھنے سے آنکھون کو سرور حاصل ہوتا ہے وہی آنکھون کا سرور مفرح ذات ہوسکتا ہی، اس کی مثال یون خیال کیجئے کہ ہم کسی دلچسپ منظر دیکھنے کے محض اسلیے مشتاق ہوتے ہیں کہ طبیعت خوش اور دل کو مسرت ہو اسی کا نام تفرح ذات ہی۔

علما کے نزدیک حمد اور شکر مین فرق ہی۔ وہ کہتے ہین کہ حمد تعلیل و تسبیح کی قسم سے ہی اور حمد کی یہ معنی ہین کہ کسی شخص کی بلحاظ تعظیم و تکریم تعریف کیجائے خواہ کسی نعمت کے مقابلہ مین۔

علما نے ملامت کو حمد کا مقابل ٹھہرایا ہی اور ملامت صرف زبان ہی سے کیجاتی ہی لیکن شکر اوس فعل کا نام ہے جو نعمت کے مقابلہ مین ہو اور اُس سے منعم کی تعظیم سمجھی جائے اسکا مقابل کفران نعمت ہی اور کفران نعمت کا انحصار صرف زبان پر نہین بلکہ اُسکی مختصر تعریف یہ ہی کہ کوئی شئے غیر مصرف مین صرف کیجائے، مثلاً آنکھ کا شکر قرآن شریف دیکھنا یا زیارت حرمین وغیرہ ہے، کفران نعمت یہ ہی کہ آنکھون سے ایسی چیز کا نظارہ کرے جو حدود شرع کے خلاف ہی جیسے کسی غیر محرم پر نگاہ ڈالنا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح شکر کیلئے بھی کوئی عضو مخصوص نہیں۔

حمد باعتبار مورد (جس سے حمد کیجائے) شکر سے خاص اور شکر بلحاظ تعلق (یہ کہ شکر بمقابلہ نعمت ادا ہوتا ہی) حمد سے خاص ہی اور امام ابو علی فارمدی نے تو حمد کو جمیل اختیاری کے ساتھ مختص کر دیا ہی۔ شکر کی تعریف کا مسئلہ مختلف فیہ ہے ایک وہ تعریف ہے جو عامۂ اہل علم نے

کی اور اوپر مذکور ہوئی، دوسری تعریف ابن عباسؓ نے کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ علانیہ اور پوشیدہ ہر حال میں ہر عضو سے خدا کی اطاعت کرنیکا نام شکر ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کا ایک فریق کہتا ہے کہ ظاہر و باطن میں اطاعت کرنے کو شکر کہتے ہیں اعضا اور جوارح کی کوئی قید نہیں ہے بعض مشائخ کا قول ہے کہ گناہوں سے بچنے اور حدود شرع کی حفاظت کرنیکا نام شکر ہے۔

نعمت کے مقابلہ میں وجوب شکر پر سب کا اتفاق ہے لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص پر مصیبتیں نازل ہوں تو اُسوقت بھی اپنے منعم حقیقی کا شکر لازم ہے یا نہیں بعض علما کی رائے ہے کہ شکر واجب نہیں بلکہ صبر درکار ہے اسلئے کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ کسی نعمت کے معاوضہ میں ہو اور یہاں برعکس اُسکے مصائب کا نزول ہے اور جب نعمت اور مصیبت دو متضاد چیزیں ہیں تو مصیبت کے مقابلہ میں شکر بیموقع ہے لیکن چونکہ رونے چلانے اور گھبرانے کی اسلام میں ممانعت ہے لہذا شارع علیہ السلام نے صبر کی تلقین فرمائی ہے۔ اور جو لوگ اس حالت میں بھی شکر کو واجب قرار دیتے ہیں اُنکے نزدیک وجوب شکر کی یہ دلیل ہے کہ مصائب ممکنات سے ہیں اور ہر ممکن فانی ہے لہذا مصائب بھی ہمیشہ باقی رہنے والے نہیں ہیں، اور جب مصائب مٹ جائینگے تو نعمتوں کا نزول شروع ہوگا اور جو شکر حالت مصائب میں کیا گیا ہے وہ ان نعمتوں کا قبل از وقت معاوضہ سمجھا جائیگا، کیونکہ مصائب کیحالت میں بھی انسان کو نعمتوں کی خدا تعالیٰ سے امید ہوتی ہے، پس شکر کیلئے اسوقت کوئی امر مانع نہیں رہا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب میں کسی بلا میں گرفتار ہوتا ہوں تو اُسوقت خدا سے چار نعمتیں ہوتی ہیں۔

(۱) یہ بلا میرے دین میں مخل نہیں ہوتی،

(۲) اس بلا سے بڑھکر میں اور کسی مصیبت کو نہیں سمجھتا،

(۳) میں اس حالت میں خدا کی رضا کو نہیں چھوڑتا ہوں،

(۴) مجھے اس بلا کے عوض میں ثواب کی امید ہوتی ہے،

امتِ محمدیہ کے بعض روحانی طبیب یعنی علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ "مصائب میں بھی شکر ضروری ہے اسلئے کہ اسکا نعم البدل ضرور ملتا ہے خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں، اگر یہاں بلا تو نعمتِ اُخری کہتے ہیں اور وہاں ملا تو ثواب اور عفو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آخرت کا ثواب دنیا کی بہترین نعمتوں سے زیادہ بہتر ہے" وہ اسکی یہ تمثیل پیش کرتے ہیں کہ جنکو خدا نے چشم بینا اور دیدۂ انصاف عطا کئے ہیں اُنکی نگاہوں نے ناواقفیت کے پردے کو چاک کر ڈالا ہے اور ماہیت اشیا کے نظارے سے لطف اُٹھا رہے ہیں، مثلاً ڈاکٹر آلات جراحی، اور تلخ ترین ادویہ مریض کو اس اُمید پر استعمال کراتا ہے کہ یہ سب اعمل جراحی میرا علاج صحت نفس سلامتی جسم کی طرف متعدی ہوگا۔ اور مریض بھی اسی امید موہوم پر ان سخت ترین تکالیف کا متحمل ہوتا ہے کہ جلد تر اپنے امراض سے نجات حاصل کرے اور تندرستی کی نعمت سے فیض پائے، اور یہ بات صحیح طور پر تجربے سے ثابت ہو چکی ہے کہ کڑوی دوائیں، عمل جراحی وغیرہ باوجود تکلیف دہ ہونیکے حقیقت میں جدا جدا نعمتیں ہیں، گو اُنکی صورت مکروہ ہے مگر پھر بھی حکیم اور ڈاکٹر کی خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا جاتا، یہی کیفیت ہر تکلیف کی ہے کہ اُسکے پیچھے راحت لگی ہوئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات تکالیف میں بھی اسیطرح شکر کرتے تھے جس طرح کہ آپ ہر کامیابی اور آرام کی حالت میں حمد و شکر کے عادی تھے چنانچہ مسند میں آیا ہے "الحمد للہ علی ما سا، وسرا"

انسان گو کتنا ہی فہیم ہو جائے اور دنیائے عقل کا آفتاب بنکر چمکنے لگے لیکن وہ قدرت

کی رنگا رنگ صناعیوں کی ماہیت کے ادراک کرنے سے عاجز ہے، ہمین اشیا کو انسان مضر اور نقصان دہ خیال کرتا ہے بسا اوقات وہی اشیا اُسکے لئے کارآمد اور مفید ثابت ہوتی ہیں، فعسیٰ ان تکرہوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا، جن اشیا میں یدقدرت نے خیر کا رنگ بھرا انسانی طاقت سے باہر ہے کہ کچھ اُنکا اکتشاف کرسکے۔ بطریق تمثیل غور کیجئے مقتضائے طبع انسانی کے موافق اشتہاء نفس اور تحسین مذاق اتنا نعمت کہی جاتی ہیں لیکن انھیں مدارج خیر سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ نعمت غیر دنیوی نعمت ہے جس سے حصول درجات عالیہ اور اُسکی ترقی کی امید وابستہ ہو، جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ تکالیف رفع درجات کا ذریعہ ہیں تو میرے خیال میں تکالیف پر من وجہ اطلاق نعمت سے کوئی قباحت متصور نہیں ہوتی، گویا دی النظر میں ہم یہ کہدیں کہ تکالیف اور رفع درجات دو جدا جدا چیزیں ہیں اور اُنمیں کسی قسم کا لگاؤ نہیں لیکن قسم سلیم کے نزدیک آفتاب خاکہ ڈالنے سے غبار آلود نہیں ہوتا۔

اب رہا یہ امر کہ صبر و شکر دونوں کا مصداق ایک ہے یا نہیں، یہ غور طلب مسئلہ ہے جو لوگ شکر کو صبر سے افضل کہتے ہیں وہ بطریق استدلال آیت شریف وقلیل[۵۲] من عبادی الشکور کو پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آیت کا لفظ ظاہری اور سیاق کلام ہمارے دعوے کے مؤید ہیں، اس سے بھی قطع نظر کرلیجئے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ خاص عام کی نسبت کم ہوتا ہے اور عام میں جس قدر مواد تخصیص زیادہ ہوتا جاتا ہے اُسکی خصوصیت بڑھتی جاتی ہے آیت شریفہ میں عباد کا مفہوم عام جس طرح اہل اسلام پر اسکا اطلاق ممکن ہے اُسی طرح ہم مشرک اور کافر کو بھی کہہ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو قصۂ داؤد علیہ السلام میں ذکر کیا ہے اور عباد کی اضافت یائے متکلم کی طرف کرکے اس مسئلہ کو اور بھی واضح کردیا کہ عباد سے

---

[۱] جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو ہم عنقریب اس میں بہت بھلائی کریگا [۲] شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں ۱۲

اس مقام پر کون مقصود ہیں، اسکے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام کے تعلق میں [illegible] شکورا [1] اور ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں "شاکرا لانعمہ" وارد ہوا ہے، اور یہ ہمارے تائید مدعا کے لئے کافی ہیں۔ کہا جاتا ہے [illegible] ہر شکر کرنا اس سے افضل ہے کہ گرفتار مصیبت ہو کر صبر کیا جائے۔

جو لوگ صبر کو بہتر خیال کرتے ہیں ان کا قول ہے کہ جب مصیبت کے مقابلہ میں مشکل اور دشوار ہے اس لئے بلحاظ شدت مصائب صابروں کو اجر عظیم بھی دیا جاتا ہے، شاکر کا شکر ایک نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں ہوتا ہے بخلاف صابر کے جسے مصائب اور مشکلات سے رہائی ملتی ہے اور یہ سب بظاہر ایسی صفات ہیں جن سے طبعاً انسان نفرت کرتا ہے۔ یہ دلائل وہ تھے جو نقلی طور پر پیش کئے جاتے ہیں، عقلی دلائل کی زمرہ میں ترجمان صبر کہتے ہیں کہ کلام ربانی میں مذکور ہے "انا وجدناہ صابرا [2] نعم العبد" اور "وانما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب" یعنی صابرین کو بے حساب اجر عطا کیا جائیگا۔

امام حجۃ الاسلام نے صبر و شکر کی تمیز دور کر دی، انھوں نے منہاج العابدین میں اس کی تصریح کی ہے، امام عالیمقام کی رائے اس امر میں نہایت عمدہ ہے، غور کیجئے جب شکر کی تعریف میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ منعم کا حق تعظیم اس طرح ادا کیا جائے جو شائبۂ کفران نعمت سے بھی پاک ہو، اور دوسرے الفاظ میں دنیا کا دوسرا نام دار المحنۃ ہے پس شاکر بھی بلائے دنیوی سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور چونکہ تکالیف بھی بجائے خود نعمت یا نعمت کی مقدمۃ الجیش ہیں اور اُن کا بھی شکر واجب ہے لہذا شاکر بھی بفحوائے تعریف شکر جزع و فزع نہیں کر سکتا ناچار صبر

---

[1] نوح علیہ السلام شکر گزار بندے تھے [2] ابراہیم علیہ السلام خدا کی نعمتوں کا شکر کرتے تھے [3] ہمنے اُنکو صابر پایا، کیسے اچھے بندے ہیں۔

اختیار کرے گا۔ اسکو تفصیل کے ساتھ یوں سمجھئے کہ آدمی دنیا میں رہ کر دنیا کے مصائب سے کسی طرح نہیں محفوظ رہ سکتا اور چونکہ شکر کی تعریف میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اُسے شائبۂ کفر سے بھی منزہ ہونا چاہئے، اور جب شکر ایک شخص پر واجب ہونے کی وجہ سے کوئی جزع فزع کرنے میں مستثنیٰ نہیں ہو سکتا ہے، پس ناچار صبر کرے گا اور چونکہ گذشتہ تحقیق میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مشقت بھی بجائے خود نعمت ہے اور جب کوئی مصیبت میں گرفتار ہو کر صبر کرے گا تو گویا وہ صبر بعینہٖ شکر ہے اس لئے کہ اُس گرفتار الم نے خدا کی تعظیم کی وجہ سے عنانِ استقلال کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا پس معلوم ہوا کہ صبر بعینہٖ شکر ہے اور جب شاکر اپنے نفس کو کفرانِ نعمت سے باز رکھتا ہے تو گویا معاصی سے اجتناب اور نفس کو شکر کا خوگر بنانے کی کوشش کرتا ہے، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ شخص صابر ہے کیونکہ صابر کو خواہ وہ کیسی ہی تکلیف وہ مصیبت میں گرفتار ہو اللہ کی عظمت اور کبریائی کی اجازت نہیں دیتی کہ حرف شکایت زبان پر لائے بلکہ بفحوائے "لا تغطوا سن الرحمۃ اللہ" خدا کے انعام سے کبھی مایوس نہیں رہتا، بلکہ ہر حال میں خدا کا شکر اُسکی ورد زباں رہتا ہے، پس جو شخص ابھی صابر ثابت ہو چکا ہے شاکر بھی ثابت ہوا۔

اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے کہ امام عارف باللہ امام احمد غزالی کی دلیل دونوں فریق کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتی ہے۔

راقم سید ابوالحسن، الہ آبادی

مطبع محمدی
بمقام کلکتہ کی ہیئت کی آف
سوسائٹی کے ایک حصہ کا
ترجمہ جو حسب فرمائش انجمن
ترقی اردو کیا گیا۔ اعلیٰ قسم کے
کاغذ پر اور مجلد شائع کی گئی ہے
اوسط درجہ
عمدہ مجلد
بغیر الفاظ کتاب
قلمی اور طبع

ف ۱ حضرت سید رحمت سے نا امید نہو۔

نمونہ

پراسرار سوسائٹیون کے ہشکنڈے ایک عورت کی دانائی

عظیم الشان شہر سینٹ پیٹرسبرگ کے ہر گلی کوچے مین آجکل ایک رقاصہ کے حسن و خوبی اور کمال موسیقی کی شہرت ہورہی ہے جسکی زبان سے سُنیے یہی چرچے ہین ہر اخبار کو دیکھیے اُسی کی تعریفون سے لبریز ہے جس مجمع مین جائیے اُسی کے تذکرے ہو رہے ہین۔ اس پری جمال رقاصہ کا نام لالی ٹا ہے جو ملک اسپین کی رہنے والی اور اُس خوبصورت قوم کی یادگار ہے جو جپسی کے نام سے مشہور تھی اور شمال یورپ سے آکر اسپین مین آباد ہوئی تھی اسکا سن تخمیناً ۲۰ یا ۲۲ سال کا ہوگا یہ حسن و توانائی کے ساتھ شباب کا زمانہ ہے اور خدا داد حسن و جمال پر ملک اسپین کی آب و ہوا نے رنگ نسار کو گلنار بنا دیا ہے مملکت روس کے اکثر امرا و رؤسا نے بہت چاہا کہ یہ نوخیز رقاصہ ہمیشہ کے لیے وہان کا قیام منظور کرے اور امیرانہ تزک و احتشام سے کسی ریاست کی ملکہ بن بیٹھے لیکن اسنے اپنی آزادانہ روش اور اپنے ہنر و کمال کی شہرت کے آگے اُن برفستانی ملکون کی اقامت اور دولت و ثروت پر ذرا بھی اعتنا نہ کی۔

ایکدفعہ ایوان شاہی مین بڑی دھوم دھام کی دعوت تھی اور محفل رقص و سرود آراستہ ہوئی جسمین لالی ٹا کے رقص کو دیکھ دیکھکر حضار محفل تحسین و آفرین کے نعرے بلند کر رہے تھے اور ہر طرف سے بے اختیار واہ واہ کی صدائین آرہی تھین۔ دستور کے موافق ہزارون قسم کے گلدستے اور پھولون کے بار تحفہ مین پیش کیے جارہے تھے ان تحفون مین لالی ٹا نے ایک گلدستہ بہت ہی پسند کیا اور بڑے شوق سے ہاتھ مین لیے ہوے علیحدہ کمرے مین چلی آئی۔ محفل رقص برخاست ہوچکی تھی اور وہ اپنے کمرے مین آکے خادمۂ خاص سے اس طرح مخاطب ہوئی۔

لالی ٹا۔ ذرا اس گلدستے کو تو دیکھو اسکی بندش کیسی عجیب و غریب صنعت کا نمونہ ہے اور اسکی شوخ رنگ پھولون کی مہک سے دماغ کیسا معطر ہوا جاتا ہے۔

خادمہ۔ حضور اسے پھینک بھی دیجیے آپ دیر سے ہاتھ مین لیے ہوے ہین اور مجھے خوف آتا ہے کہ ہو نہ اسمین کوئی اسرار ضرور ہے۔ بھلا ایسے نایاب پھولون کا اور ایسا لطیف و خوشنما گلدستہ تیار کرنا کسی انسان سے کب ہو سکتا ہے اور یہ بھی نہین معلوم ہوتا کہ آخر کس کی

طرف سے آیا ہے جس پر آپ کو بھی یقین ہوگا کہ آپ کے پریشان حال ہونے کے بعد ہوگا۔
لالی ٹا۔ خیر یہ تو تمھاری ضعیف الاعتقادی ہے لیکن بڑے گھر سے یہ بہت بڑے ہندو راجہ کا تحفہ
ہے جب ہی تو اخراجات کا پورا کرنا کون ہے جو اپنا نام روشن نہ کرنا چاہتا ہو۔
ادنیٰ ادنیٰ تحفوں کے لیے تو لوگ آتے ہیں اور اپنے حالات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ تو
ہیرے کا ہار ہے ایک بیرہ کا تحفہ ہے۔ (کچھ تامل کرکے) کیا لائے ہیں اس کا نام
اس کاغذ کے پرزے کو کھولا تو اسکے ساتھ بیش بہا لعل کا ایک ٹکڑا نکل آیا۔ اور اس کاغذ
فقط اتنا لکھا تھا "ایک ناچیز عاشق کی طرف سے یہ تحفہ لعل کا ٹکڑا لطف عمر میں کی امید کے
لائق ہے"
لالی ٹا۔ (ہنسکر) یہ طرفہ تماشہ ہے کہ ایسا بیش قیمت تحفہ اور یہ نہیں لکھتا کہ آخر عطیہ کس کا ہے۔
کئی بار ایسا ہوا کہ رقص و سرود کے جلسہ میں اسی قسم کے تحائف متواتر آتے رہے کبھی لکھا
ہوتا تھا کہ "ایک ناچیز تحفہ لعل کا ٹکڑا زیب گلو کیا جائے تو اچھا ہے" کسی مرتبہ لکھا ہوا ملا کہ
"یہ لعل سینہ سے لگانے سے تو خوب ہے" لیکن اس قسم کے بیش قیمت اور نایاب تحفے بھیجنے والی کا
پتہ نہیں چلتا تھا۔ آخر ایکدن سفارت خانہ فرانس میں جلسہ رقص کا بڑا اہتمام تھا اور ضروری تھا
کہ اس جلسہ میں یہ شہرۂ آفاق رقاصہ بھی مدعو کیجائے۔ اس روز لالی ٹا نے اپنے دل میں یہ
تصدر کرلیا تھا کہ جس طرح بنے گا آج اپنے غائبانہ عنایت فرما کا پتہ لگا لیا جائے گا جسنے کئی بار
ایسے قیمتی لعل پوشیدہ طور پر تحفہ میں دیئے ہیں۔ یہ سوچکر وقت معینہ سے کچھ دیر بیٹھ ہی سے ایوان
سفارت میں جا پہونچی اور ادھر اُدھر ٹہلنے کے بعد وہ بیرونی برامدے میں ایک صوفہ پر آکے
بیٹھ گئی۔ جلسہ شروع ہونے میں ذرا دیر تھی اتفاقاً لالی ٹا کی نظر ایک شخص پر پڑی جو کچھ دور
آگے ایک ستون سے ملا کھڑا تھا۔ جسکا حلیہ حسب ذیل تھا۔ لمبا مذ رنگ چہرا زردی مائل
آنکھیں چھوٹی چھوٹی مگر تیز نظر اور چہرے پر داڑھی بڑے گچھے کی طرح نمایاں۔ لالی ٹا اُسکو
طرف دیکھ رہی تھی کہ اُدھر سے کمشنر پولیس آتے ہوئے نظر آئے ان دونوں صاحبوں میں کچھ
باتیں ہوئیں اور کمشنر پولیس ان صاحب کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھے۔
کمشنر پولیس۔ مس لالی ٹا میں آپ سے موسیو پالٹسکی کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ اکثر دور و دراز ملکوں میں

لہ صوفہ ایک قسم کا کوچ۔

پھرتے رہتے ہین ابھی حال مین برہما کی کا نہاے لعل و یاقوت مین کام کرتے تھے آجکل آپکے شوق دیدار مین یہان بھی آئے ہوے ہین۔

لالی ٹما نے مسکرا کے ذرا گردن جھکائی اور دونون صاحبون سے ہاتھ ملائے کشمر پیسو اور کسی طرف چلے گئے۔ قاصد اور سوسیو پالٹسکی تین باتین ہونے لگین۔

سوسیو پالٹسکی۔ آج اس سادہ لباس پر صرف یاقوت کے زیورات کسقدر موزون معلوم ہو رہے ہین لیکن غالبا آپ کو یہ فکر ہوگی کہ یہ لعل کہان سے آئے ہین۔

لالی ٹما۔ مین سمجھ گئی کہ آپنے بھیجے ہین مگر ان تحائف کے بھیجنے کی غرض و غایت مجھے ابتک نہین معلوم ہوئی

سوسیو پالٹسکی۔ کیا آپ میری طرف سے اپنی محبت کے ثبوت مین ان حقیر تحائف کو نہ قبول کرینگی۔

لالی ٹما۔ مجھے بھی آپ سے ملاقات اور اظہار عشق۔ کیا خوب معاف کیجیے گا مین اسطرح کے تحفے کبھی قبول نہین کرتی ہون۔ یہ کہکے لالی ٹما نے وہ سب زیورات واپس دیدیے۔

سوسیو پالٹسکی۔ یہ پہلی ملاقات نہین ہے بلکہ مختلف ملکون مین مین آپ کے ساتھ مخفی طور پر گھومتا رہا ہون مگر آپ کو علم بھی نہو سکا اب مین اپنی زبان سے کچھ کہہ نہین سکتا لیکن اجازت ہو تو کل دولتخانہ پر حاضر ہوکر اپنی دیرینہ نیازمندی کا ایک اور ثبوت خاموشی کے ساتھ پیش کرون۔

اس گفتگو کے بعد محفل رقص و سرود شروع ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرے روز لالی ٹما اپنے مکان مین بیٹھی ہوئی اپنی خادمہ سے کہہ رہی تھی۔

لالی ٹما۔ مجھے خوا نخواہ اس زیور کے دیکھنے کا شوق ہو جسکے پیش کرنے کا وعدہ ہوا ہے شاید اسکے آنے کا وقت قریب ہے۔

خادمہ۔ حضور مین کیا کہون یا تو دوبارہ ملاقات کے لیے محض بہانہ ہے یا پھر وہی میرا خیال کہ ہو نہو ان باتون مین کچھ اسرار ضرور ہے۔

لالی ٹما۔ خیر دیکھنا تو چاہیے۔

اس عرصہ مین کسی کے باہر آنے کی اطلاع ہوئی اور لالی ٹما کو زیادہ انتظار نہین کرنا پڑا کیونکہ جو شخص کمرے مین داخل ہوا وہ پالٹسکی ہی تھا۔ اسنے آتے ہی معمولی اداے سلام کے بعد اپنے ساتھ کے ایک چھوٹے سے جرمی بیگ سے چند متفرق چیزین نکالین

اور ایک میز پر اُن سب چیزون کو توڑ جوڑ کے رکھدیا دفعتہً اُس میز پر ایک خوبصورت پُتلی ناچتی ہوئی نظر آنے لگی۔ لالی ٹا اور اسکی خادمہ حیرت سے دیکھ رہی تھی آخر لالی ٹا نے کہا "یہ عجیب و غریب کھلونہ ہے معلوم نہین موسیو پالٹسکی یہ آپ نے کہان سے بنوایا یہ پُتلی شکل و شباہت مین تو بالکل میری ہی تصویر معلوم ہوتی ہے"۔

موسیو پالٹسکی۔ دن رات آپ ہی کا تصور رہتا تھا اسکا یہ نتیجہ ہے کہ مین نے خود مہینون کی محنت جانفشانی سے یہ کھلونہ تیار کیا ہے۔ آپ نے میرے جواہرات واپس کر دیے لیکن آپ اس کھلونے کو اگر میری نشانی کے طور پر اپنے پاس رہنے دیجیے تو مین اسی کو اپنی دیرینہ محبت والفت کا صلہ سمجھون گا اور بس۔

لالی ٹا نے اسکی یہ درخواست منظور کر لی اور موسیو پالٹسکی شکریہ ادا کر کے رخصت ہوے۔

لالی ٹا جس کسی جلسہ مین جاتی اس کھلونے کو بھی ساتھ لیجاتی تھی اور اکثر احباب اسکو دیکھ کر نہایت محظوظ ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ شہر بھر مین اس نادر الوجود کھلونے کی بھی شہرت ہوگئی اور جا بجا بڑے بڑے جلسون مین لالی ٹا کے ساتھ یہ کھلونہ بھی ضرور طلب کیا جاتا تھا۔ اخبارون مین لالی ٹا کے مشابہ کھلونے کے حالات اور تصویرین بکثرت شائع ہونے لگین یہانتک کہ ایک روز نیم سرکاری اخبار مین یہ خبر شائع ہوئی کہ "آیندہ شنبہ کے روز ایوان شاہی مین ایک جلسۂ رقص و سرود قرار پایا ہے۔ دیرامپریل میجسٹیز زار و زارینہ نے مع خاندان شاہی کے اس جلسہ مین لالی ٹا کے رقص اور اسکے مشہور کھلونے کا معائنہ فرمانا منظور کیا ہے"۔ لالی ٹا نے ایکہفتہ پیشتر سے اس جلسہ مین جانے کی تیاریان شروع کر دی تھین اور تمام شہر مین اس جشن کے متعلق سرگرمی سے انتظامات ہو رہے تھے اتفاق سے انعقاد جشن کے صرف ایکروز پیشتر لوکل اخبارون مین لالی ٹا کے مکان سے قیمتی جواہر و لباس کے چوری جانے کی خبر گشت کرنے لگی پولیس پتہ لگانے مین مصروف ہے مگر ہنوز سراغ نہین ملتا۔

شنبہ کے روز صبح کا وقت ہے لالی ٹا اپنے مکان مین اُداس بیٹھی ہے۔ دفعتہً موسیو پالٹسکی ملاقات کے لیے آئے اور یون گفتگو ہونے لگی۔ "مس لالی ٹا۔ مجھے اس وقت

آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کی صرف دو وجوہ سے جرأت ہوئی ہے۔ ایک تو قیمتی زیورات وغیرہ کے چوری جانے پر اظہار افسوس اور دوسرے مجھے یہ بھی فکر ہے کہ میری اُس نشانی کا گم ہوجانا میرے لیے نہایت بدقسمتی کا باعث ہوگا کہین ایسا تو نہین کہ وہ کہلونہ بھی چوری گیا ہو اُسکو مین نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔

لالی ٹا۔ مین آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتی ہون۔ وہ کہلونہ گم تو نہین ہوا مگر اسکی وجہ سے مین اور زیادہ پریشان ہو رہی ہون۔ آج ہی شب کو مجھے حکم ہوا کہ وہ کہلونہ ایوان شاہی مین دکھایا جائے مگر مین نے دیکھا تو چورون نے اس پتلی کو شکستہ کردیا ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر اسکے کل پرزے اسطرح درست کردیجیے کہ وہ بخوبی ناچ سکے ورنہ مجھے عتاب شاہی کا خوف ہوگیا ہے۔ لیجیے یہ کہلونہ حاضر ہے۔ یہ کہکے وہ دوسرے کمرے سے وہی ٹوٹا ہوا کہلونہ لے آئی۔

موسیو پالٹسکی۔ ہاے افسوس اسکے ایک ایک پرزے کو مین نے کس دقت سے بنایا تھا جب جاکے مدتون مین یہ مکمل ہوسکا مگر مین دیکھتا ہون کہ اسمین صرف ایک پرزہ ٹوٹ گیا ہے جسکے لیے ایکہفتہ کی مہلت چاہتا ہون اسلیے کہ اب میرے پاس وہ سب اوزار بھی نہین رہے ہین۔

لالی ٹا۔ مین بہت عرض کرتی ہون کہ جسطرح ممکن ہو آج ہی شب تک اسکو درست کردیجیے۔

موسیو پالٹسکی۔ آپ کی خاطر سے مین کوشش تو کرون گا مگر کامیابی مشکل معلوم ہوتی ہے۔

موسیو پالٹسکی وہ کہلونہ لیکے چلا گیا اور رقاصہ شام تک مختلف خیالات مین ڈوبی ہوئی اسکا انتظار کرتی رہی۔ شام کے ۷ بج چکے ہین اور جلسہ مین جانے کے اب صرف چند گھنٹے باقی رہگئے۔ اس عرصہ مین موسیو پالٹسکی وہ کہلونہ لیے ہوے آئے مگر کسیقدر افسوس کے لہجہ مین کہنے لگے "مس لالی ٹا مین نے بہ ہزار دقت اسکو درست تو کردیا ہے مگر مین مجبور ہون کہ اسوقت یہ درستی بالکل عارضی سی ہے آپ اسکو آج کی رات ایوان شاہی مین لیجا سکتی ہین مگر مین کل ہی سے اسکو مکمل بنانا شروع کرون گا۔

لالی ٹا۔ مین بہت شکرگزار ہوئی لائیے اس کہلونہ کو چلا کے دیکھ بھی لون۔

موسیو پالٹسکی۔ نہین نہین۔ ہرگز یہ ارادہ نہ کیجیے گا ورنہ اندیشہ ہے کہ ایک ہی بار چلنے کے بعد یہ پھر

بند ہو جائے اسلیے کہ مین نے صرف اسوقت کے لیے درست کر دیا ہے اگر یہ پھر بند ہو گیا تو فوراً درستی محال ہو گی۔ مگر مجھے اطمینان ہے اور آپ یقین کر لیجیے کہ اسکا تمام شادر بار علی الصبح مین دیکر تب تو کامیابی کے ساتھ آپ ضرور ہی دکھا سکینگی۔

لالی ملا۔ بہت خوب آپ ذرا تشریف رکھیے مین ابھی آتی ہون۔ یہ کہکے وہ کھانا لیے ہوے دوسرے کمرے مین چلی گئی اور فوراً ٹیلیفون کے ذریعہ سے کمشنر پولیس سے یہ الفاظ کہے "آپ مع ایک دستہ فوج کے میرے مکان پر اسیوقت آجائیے اور جو شخص مکان سے باہر نکلے فوراً گرفتار کر لیا جائے" جواب مین یہ الفاظ تھے "مین آپ کے حسب ایما جلد آتا ہون اور آپ کے مہمان کی چوری کا سراغ ملجاے تو مین نہایت خوش ہونگا" یہ جواب سنکے لالی ملا ملاقات کے کمرے مین چلی آئی۔

لالی ملا۔ (موسیو پالنسکی سے مخاطب ہوکر) معاف کیجیے مین نے آپ کے ارشاد کی تعمیل نہین کی کہ مین شکر گزار ہون کہ وہ بلی مخملی ناچ رہی ہے۔ مین ابھی دوسرے کمرے مین اسکا امتحان کرآئی ہون۔

موسیو پالنسکی۔ آئین یہ تم نے کیا غضب کیا اور یہ کہتا ہوا بدحواس ہوکر مکان سے باہر نکلا ہی تھا کہ مسلح پولیس نے فوراً گرفتار کر لیا۔

کمشنر پولیس۔ (تعجب سے) میرے دوست موسیو پالنسکی تم کہان؟ مگر کچھ جواب نہین ملا تھا کہ اتنے مین لالی ملا خود باہر آگئی اور کمشنر پولیس سے مخاطب ہوکر کہنے لگی۔

لالی ملا۔ موسیو پالنسکی نے مجھے یہ کھلونا دیا تھا جو آج ایوان شاہی مین دکھایا جاتا مگر مجھکو شک ہے کہ اس کھلونے مین کوئی خوفناک آتشی مصالحہ بھرا ہوا ہے اگر میرا شک صحیح ہے تو پالنسکی مجرم ہین ورنہ مین معافی کی طالب ہونگی۔

حسب حکم کمشنر پولیس وہ کھلونا فوراً دارالحکمت مین تحقیقات کے لیے بھیجدیا گیا اور پالنسکی زیر حراست کر لیا گیا۔

دوسرے روز صبح کو لالی ملا سے اسکے مکان مین کمشنر پولیس گفتگو کر رہے ہین کمشنر۔ مین آپ کو مبارکباد دیتا ہون کہ آپ کا گمان سچ نکلا اور تحقیقات سے معلوم ہوا کہ

اس کملوتے میں واقعی ایسا تباہ کن مصالحہ بھرا ہوا تھا کہ دو ایک جانیں نہیں بلکہ ایشیا کی عمارتوں کو خاک وسیاہ بنا دینے کے لیے کافی تھا۔ ان ملعون انارکسٹ[1] نوگوں کی چالاکیاں بالکل ہوتی ہیں۔ خدا ورعایا اس واقعہ سے آپ کے ہمیشہ رہین منت رہینگے۔ میں نے اس واقعہ کے متعلق مفصل یادداشت ایران شاہی میں پیش کردی ہے اور شہنشاہ کی خوشنودی آپ کو عنقریب حاصل ہوگی۔ مگر معاف کیجیے گا میں اس رپورٹ میں یہ لکھنا بھول گیا کہ مردود پالمسٹکی سے آپ کی ملاقات کا باعث میں خود تھا۔

لالی ٹا۔ میں آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتی ہوں (مسکرا کر) مگر کیا یہ صحیح ہے کہ اس شخص سے میری ملاقات کا ذریعہ آپ ہی تھے؟

نوجوان کمشنر پولیس کے ذی وجاہت چہرے پر آثار مسرت نمایاں ہوئے اور آہستہ آہستہ سے کہا "ماشاء اللہ سے خوبصورتی اور رعنائی کے ساتھ ہی آپ کی ذہانت و ظرافت بھی لاجواب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج سے مجھے اپنا دلی خادم تصور کیجیے"

(ترجمہ)

فاعتبروا یا اولی الابصار

وہ دن گئے کہ اپنا اقبال تاج سر تھا
تھی ہمطریق دولت جمشید کرو فر تھا

منزل پہ جا رہے ہیں نزدیک و دور والے
وہ قافلہ ہے پیچھے جو سب کا راہبر تھا

گم ہو گیا ہر رستہ چھن کر غبار رہ میں
وہ راہ زیر پا ہے جبکا کہ اک خطر تھا

یہ انقلاب عالم رکھتا ہے کیا تماشے
وہ خاک پر قدم ہے جو پہلے تخت پر تھا

[1] اس کے لفظی معنی انتظامی پھیلانے والے کے ہیں۔ یورپ کے انقلابی نے ایک گروہ ایسا پیدا کر دیا ہے جو کہ انتظام

سِسلی لبِ سمندر لہروں سے کہہ رہی ہے
وہ کیا ہوے کہ جنسے اہلِ جہاں کو ڈر تھا

آواز آرہی ہے غرناطہ کے کھنڈر سے
میں تھا عروسِ عالم علم و فن کا گھر تھا

حسرت برس رہی ہے دِلی کی سرزمیں پر
یہ وہ جگہ ہے جسمیں اسلام تاجور تھا

وہ کون سی تھی بستی جس مین نہ ہم تھے ساکن
لنکا میں اپنا خیمہ، بربر میں اپنا گھر تھا

ہندوستاں کو ہمنے اک گلستاں بنایا
بنجر زمیں تھی جس کی جو وحشیوں کا گھر تھا

دنیا میں مثلِ حیواں صحرا نشیں تھیں قومیں
جن کا گذارہ ہر دم بس لوٹ مار پر تھا

تہذیب ہمسے سیکھی دنیا کے وحشیوں نے
ورنہ تمام عالم بنجر سے بے خبر تھا

اب رہ گیا ہے مٹنا شرار اپنا
کس کو سنائیں جاکر ہم حال زار اپنا

فضل احمد زار ہوشیارپوری

یہ نظم ہمارے یہاں پانچ مہینہ سے رکھی تھی۔ اتنے میں شاعر کا مجموعہ کلام موصول ہوا۔ اس میں یہ نظم بھی تھی۔ شائع ہوگئی ہے۔ ادارہ

ہوتا ہے — کی کرنی کو بھلوں کی — نسل اور بڑ — بک بک جھک جھک — کلام الملوک — ہر طرح کی

فخر نسب

جبکہ اچھے خاندان کی عزت کرنا قابل تعریف ہے یہ تعظیم نسب اس اصلی کا بدلہ ہے جو خاندان موروثہ نے بنی نوع انسان کے ساتھ کی بلکہ اس سے نیکی کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ مگر کبھی یہ اصلاف کے اخلاف کا فرض ہے کہ اپنے بزرگوں کے قدم بقدم چلکر حصول عزت پر کوشش کریں محض بزرگوں کی شہرت کی وجہ سے طبعاً تعظیم ہونا اعلیٰ درجہ کی پست خیالی ہے۔ جو صاحب اسلاف کے کارناموں کو یاد دلاکر خواستگار عزت ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہ اس بات کی جانچ کا موقع دیتے ہیں کہ آیا یہ اخلاف بھی ویسے ہی واجبی تکریم کے مستحق ہیں یا نہیں۔

آبا و اجداد کی گذشتہ قابلیت علمی۔ جاہ و حشمت۔ وجاہت سے جو صاحب فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اپنی ذات میں ان خوبیوں کو پیدا نہیں کرتے۔ ارسطو کا قول ہے کہ اگر تمام عالم کے خاندانی شجرے تیار ہو سکتے تو اُنکے مطالعہ سے غالباً ایک شخص بھی اپنے نسبی سلسلہ کی وجہ سے قابل عزت یا تحقیر نہ خیال کیا جا سکتا۔ گلیوں میں ایسے گداگر پھرتے ہیں جو معزز آدمیوں کی اولاد سے ہوتے ہیں۔ اور بہت سے اہل منصب و صاحب خطاب ایسے موجود ہیں جنکے آبا و اجداد محض فرومایہ اور بے عزت شخص تھے۔ وہ شجرۂ نسب البتہ قابل عزت ہے جسمیں ایک بھی قابل نفرت نظر نہ آئے مگر ایسا ہونا شاذ ہے۔

سر جارلس ہنری اپنے ایک مضمون کے سلسلہ میں حسب ذیل دلچسپ بیان کرتے ہیں۔ میں حال میں ایک دہقانی رئیس سے ملنے گیا تھا۔ یہ صاحب فخر نسب کے خبط میں مبتلا تھے۔ جب میں پہونچا تو آپ نسب نامہ کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ مجھے دیکھکر خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔ کہ دل خوب آئے اور موقع سے آئے۔ چونکہ تم کو ہمارے خاندان سے پرانا نسبی تعلق ہے۔ لہذا تم بھی اس شجرہ کو بنظر غور دیکھو۔ اور جو شاخیں نکال ڈالنے کے قابل ہوں انھیں علیحدہ کر دو۔ بہ تعمیل ارشاد میں بھی اس کتاب کے مطالعہ میں شریک ہوا۔ وہ ایک نامور کے

بعد ایک بزرگ ایسے نظر آئے جو لندن میں مجسٹریٹ تھے۔ مجھپر تو کچھ اثر نہیں ہوا مگر میرے عزیز صاحب خوشی سے اُچھل پڑے۔ مگر جب ان مجسٹریٹ صاحب کے والد نامدار کے سامنے "گنگا بان" کے الفاظ پڑھے گئے تو انکا چہرہ اُتر گیا۔ افسردگی اور بڑھ جاتی مگر خیریت یہ ہوئی کہ اُسی سطر کے نیچے انکا عزیز جج ہونا بھی تحریر تھا۔ پھر مطالعہ شروع ہوا دیکھتے چلے جاتے تھے کہ ایک بزرگ "ورزی" نظر آئے۔ ہمارے رئیس صاحب کی رائے ہوئی کہ انکا نام فوراً خارج کیا جائے۔ مگر ہنوز نوبت اخراج نہیں آئی تھی کہ انکے صاحبزادے کے نام کے محاذی "جنٹلمین" کا لفظ دیکھائی دیا۔ اس وجہ سے والد کا نام قائم رکھا گیا۔ یہ صاحب "جنٹلمین" اس وجہ سے کیے گئے تھے کہ انھوں نے اپنے والد کی پیدا کی ہوئی جائداد رہن رکھکر لندن کی سوسائٹی میں داد عشرت دی تھی اور بڑا نام پیدا کیا تھا۔ اسکے بعد ہی نسب نامہ میں ایک صاحب "دوجولا ہے" اور دوسرے صاحب "کاشتکار" محض درج تھے وہ شجرہ سے نکالے گئے۔ آگے چلکر ایک بزرگ کی بابت لکھا ہوا تھا کہ آپ نے حکومت کے مقابلے میں سخت بغاوت کی تھی لہذا سرقلم ہوا۔ اس عبارت نے ہمارے عزیز رئیس کے فخر کو حد سے بڑھا دیا۔ تھوڑے فاصلہ پر ایک صاحب کی بابت یہ یادگار تھا کہ ملکہ میری کے عہد دولت میں یہ بوجہ تنازع مذہبی زندہ جلائے گئے۔ یہ بھی نسب میں لکھنے کے قابل نہ تھے نکالے گئے۔ شجرہ کی ایک شاخ میں ایک صاحب کی نسبت یہ تحریر تھا کہ انھیں سرکا خطاب ہوا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ لاولد فوت ہوئے۔ اس عبارت نے بہت ملول کیا

مختصر یہ کہ نسب نامہ بعد قطع و برید بیچ کے کمرے میں لٹکا دیا گیا اور اس غرض سے کہ جو کوئی آئے پڑھے گا۔ رئیس صاحب کو خاندانی نواب تصور کرکے انکے "سر" اور "جسٹس آف دی پیس" ہونے کی بابت کوشش کرے گا۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے کچھ بھی مسرت نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ہمارے معزز رشتہ دار میں ذاتی خوبی کچھ نہیں ہے۔ محض اسلاف کا فخر ہے۔ جو سوسائٹی میں صرف باعث تمسخر و تفریح ہو سکتا ہے۔"

اب زمانہ اور ہے۔ خیالات میں عظیم الشان اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

بزرگون پر اُس وقت فخر کرو جب تم مین بھی قابل فخر خوبیان ہون۔
ڈرائی ڈن شاعر کہتا ہے۔ (ترجمہ)

"دوموری لنس" کی رگون مین خون تھا شاہان اُنکی کا — بہت مغرور تھا وہ روز اسپر فخر کرتا تھا
"ٹروجن" مین گر اگاڑی سے ہیون نے کچل ڈالا — بہت عبرت نے ڈھونڈا پر کچھ پتا اُسکا نہین پایا

اس شعر کا کوردی

غزلیات

ماہ و خور کہتے ہین جب چلتے ہو تم — انظرونا نقتبس من نورکم
ہے کہان اے ماہ تجھ سا شہسوار — رخش دولت پیشت انگلبست تم
مردے جی اُٹھتے ہین کیا اعجاز ہے — قلقل مینا ہے یا عیسیٰ کا دم
ایک ساغر بھی ہے ساقی کوئی چیز — کم سے کم یا چاہیے دو چار خم
گوہر مقصود گو یا پا گیا بر — راہ الفت مین ہوا کوئی گم
کس کی دزدیدہ نگاہین لیگئین — دل ہمارا ہوگیا پہلو سے گم
اپنے بیمارون سے اتنا پوچھ لو — یا مریض العشق کیف حالکم
اے تمنا چھوڑتے ہو مے کشی — اس جوانی مین یہ کیا کرتے ہو تم

تمنا عمادی پھلواروی

رخ پہ بکھری ہوئی جو زلف دوتا رکھتے ہین — تجھپہ الزام وہ اے بادصبا رکھتے ہین
کیا کہون مین کہ وہ میرے لیے کیا رکھتے ہین — غمزہ آفت کا قیامت کی ادا رکھتے ہین
اُنکے کوچہ ہی مین ہر پہر کے رہی خاک اپنی — تجھ سے امید یہ اے بادصبا رکھتے ہین
قتل پر میرے اسا انداز سے ہاتھ اُنکا اُٹھا — مین یہ سمجھا مرے زخمون پہ دوا رکھتے ہین
دولت حسن پہ تم اپنی بہت بھولے ہو — اے تو یاد رہے ہم بھی خدا رکھتے ہین
شوخیان یاد ہین اُن نازبھری آنکھون کی — آج جن آنکھون مین وہ شرم وحیا رکھتے ہین
کچھ بھی ہو وصل کا وعدہ ہو کہ دیدار کا ہو — وہ ہر اک بات قیامت پہ اُٹھا رکھتے ہین

منحصر پیک تصور پہ رہا کام اپنا
ہم نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا رکھتے ہین

کیا ضرارت ہے کہ محفل مین جلانے کے لیے
دل جلوا رکھتے ہین وہ شمع جدا رکھتے ہین

عشق مین نالہ و فریاد ہے کیسی بلبل
منھ سے کم کہتے ہین جو دل مین سوا رکھتے ہین

باندھ سکتے ہین وہ تلوار مگر کیون باندھین
جڑھ کے تلوار سے ایک ایک ادا رکھتے ہین

جو ہین مشتاق شہادت کے انھین صبر کہان
دوڑ کر خود ترے خنجر پہ گلا رکھتے ہین

ہاتھ جب سینہ پر رکھا مجھے تسکین ہوئی
آپ تو نام خدا دست شفا رکھتے ہین

لاکھ وعدے سہی پر وعدہ کیا اس نے ظہور
آپ معشوقون سے امید وفا رکھتے ہین

سید ظہور الدین احمد ظہور کاکوروی

نالے مرے دکھے ہوئے دل سے نکل گئے
اب آسمان کی خیر نہین تیر چل گئے

جھوکے ہوائے بخت کے آئے نکل گئے
کیا کیا قفس مین تیرا سیر دن پھل گئے

اے برق حسن یار ندی فرصت نگاہ
ہم تجھکو دیکھنے بھی نہ پائے کہ جل گئے

ہم کیا نکالتے کہ مروت سے دور تھا
خود دل کو توڑ کر ترے نادک نکل گئے

حیرت سے دیکھتے ہین جوان ہو کے آئینہ
پھرون وہ سوچتے ہین کہ ہم کچھ بدل گئے

وہ زار تھے کہ چاک قفس تھا در قفس
صیاد دیکھتا ہی رہا ہم نکل گئے

محشر مین مسکرا کے گلے سے لگا لیا
کشتون سے اپنے چال قیامت کی چل گئے

اب دیکھنا ہے دل سے نکلتے ہو کس طرح
آغوش سے تو خیر تڑپ کر نکل گئے

سب حسرتین مٹین دل پر داغ کی قضا
گلشن مین پھول رہ گئے کانٹے نکل گئے

محمد عالیجاہ فضا لکھنوی

عورتون کے حقوق

ہم کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہین کہ عورت اور مرد دونون باعتبار آفرینش ہمرتبہ اور مساوی الحق ہین کوئی وجہ نہین ہے کہ ہم عورتون کو مردون سے کم اور حقیر سمجھین - اگر مرد قالب ہین تو عورتین اُنکی جان اور جو وہ انسان ہین تو یہ اُنکے ہاتھ پاؤن اور آسائش کے سامان - یا یون سمجھو کہ مرد حواس ظاہر ہین تو وہ حواس باطن اگر یہ طالب ہین تو وہ مطلوب - غرض دونون ایک توے کی روٹی یا ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہین -

مذہب اسلام نے جو آزادی - اختیار اور حق عورتون کو مردون کے برابر دیا ہے وہ دوسری قومون اور مذہب ملکون مین بھی نہین ہے - انگلستان مین بڑی آزادی عورتون کی علانیہ باہر پھرنے اور اپنی مرضی کے موافق روٹی کپڑا دینے یا دیگر ضروریات کی خبر لینے مین خیال کیجاتی ہے - بظاہر یہ بہت بڑا اعزاز ہے - مگر درحقیقت پورا پورا اعزاز اور آزادی یہ بھی نہین ہے - وہان کے قانون پر یہ بہت بڑا اعتراض ہے - کہ عورت منکوحہ ہوتے ہی اپنی تمام ذاتی اور موروثی جائداد سے محروم ہو جاتی ہے - جو کچھ باپ کے گھر سے لیکر آئی وہ بھی خاوند کا اور جو کچھ یہان جان مار کر کمائے وہ بھی خاوند کا - اگر کچھ اس سے توا ور خسر دے تو سب کا خاوند خریدار ہے اور وہ بیچاری اس سب سے نادار کسی قسم کے معاہدہ کا اُسے اختیار نہین - کوئی دستاویز خاوند کی مرضی کے خلاف لکھی ہوئی اُسکے کارآمد نہین جو کچھ ماں باپ یا کسی رشتہ دار کے ورثہ سے آئے وہ بھی خاوند کا حق ہے اور جو کچھ اُسکا ذاتی اسباب مال و متاع - نقد و جنس - جائداد شادی سے پہلے اُسکے قبضہ مین تھی اُسکا بھی اب خاوند ہی مالک ہے نہ تو وہی کسی پر دعوی کر سکتی ہے اور نہ کوئی اور ہی اُسپر کسی قسم کا دعوی رجوع کر سکتا ہے - وہ بغیر اپنے خاوند کی اجازت لیے نہ اپنی کوئی چیز بیچ سکتی ہے اور نہ خرید سکتی ہے گویا انگلستان کے قانون کے موافق عورت کے حق مین شادی کا ہونا قید کے ہونے سے کم نہین - جسکی نسبت آجکل مباحثہ و پیش ہے اور شاید کبھی نہ کبھی یہ قانون منسوخ کیا جائے - رہین اور قومین انمین بھی شادی کے بعد بیٹے کے ہوتے بیٹی کا حق ماں باپ کی جائداد یا مال پر قانوناً نہین رہتا - یون سلوک کر دینا اپنی طرف سے بانٹ دینا دوسری بات ہے - مگر مذہب اسلام کے موافق اسکو - اُسکے بچے اور یہ بھی نہون تو خاوند تک کو بیوی کا آٹھوان حصہ ملتا ہے -

چنانچہ ہم اس باب میں اول تو اپنے دو ایک سابقہ مضامین سے ان مذہبی امور کو استنباط کرکے اور اختصار کے ساتھ بیان کرینگے جو اسکے بعد اپنے وجوہ اور اہل فقہ کی وہ رائے تحریر کرینگے جسپر پہنچنے اس نتیجہ کو اخذ کیا ہے۔ مسائل ذیل کے دیکھنے سے ہم لوگ جان سکتے ہین کہ اسلامی قانون نے عورتون کو کس درجہ عزت دی ہے اور کہانتک مردون کے برابر اُنکے حق اور اختیار تسلیم کیے ہین اور ہم لوگ فی زمانہ جس ملک اور جس جماعت مین ہین کہانتک اُسکے خلاف کرتے ہین۔ جسکے باعث اُنکے صیغہ ہین گرفتار ہوکر مبتلائی اور ادبار کے پنجے مین پھنسے ہین۔

عورتون کی نسبت اسلامی قانون

(۱) نابالغی کی حالت مین جسطرح مرد بے اختیار اور ناقابل معاہدہ متصور ہے اور بلوغ بالکل مختار اسی طرح عورت نابالغ اور بلوغ مختار اور ہر ایک معاہدہ کے لائق ہے۔

(۲) جس طرح مرد اپنی شادی کرنے مین مختار ہے یعنی جسطرح مرد کی بے رضامندی نکاح نہین ہوسکتا اسی طرح عورت کے خلاف مرضی عقد جائز نہین۔

(۳) عورت اپنی تمام ذاتی جائداد کی ہمیشہ مالک اور مختار ہے اور ہر طرح اُسمین تصرف کرنے کا اُسے کامل اختیار حاصل ہے۔

(۴) عورت مرد کی طرح ہر قسم کے معاہدہ کی صلاحیت رکھتی ہے اُسکی ذات۔ اسکی جائداد اُن معاہدات اور دستاویزون کی بابت جو اُسنے کیے یا لکھی ہین۔

(۵) جو جائداد شادی سے پیشتر یا بعد عورت کی ملکیت مین آئی ہو۔ وہ خود ہی اُسکی مالک ہے اور خود ہی اُس کی تمام آمدنی اور منافع حاصل کی لینے والی۔

(۶) عورت مرد کے خلاف دعوی کرسکتی ہے اور اُسپر بھی دعوی ہوسکتا ہے۔

(۷) عورت اپنے مال سے ہر ایک چیز خرید سکتی ہے اور اپنی اُس چیز کو جب چاہے بیچ بھی سکتی ہے بعینہ مثل مرد کے ہر قسم کی جائداد کو جبہ وصیت اور وقف کرسکتی ہے۔

(۸) عورت رشتہ داروں اور خاوند کی جائداد مین سے بترتیب وراثت ورثہ پاسکتی ہے۔

(۹) عورت تمام فنون [illegible] کو حاصل کرسکتا ہے آپ بھی حاصل کرسکتی ہے۔ وہ تمام کمال ہون کے جو مرد [illegible] پاسکتا ہے جو مرد پاسکتا ہے۔

(۱۰) - خاص عورت پر اُس معاہدہ کے سوا کوئی قید جائز نہیں ہے [illegible]
اُس تفاوت سطح عورت کے بجز [illegible] دونوں میں مختلف طور سے پایا جاتا ہے
یہانتک تو وہ باتین ہوئین جن پر [illegible] آمادہ ہوتے ہیں
حُسن معاشرت یعنی انسانی ہمدردی اور حسن اخلاق یعنی [illegible] کی نظر سے ہر اپنی چیز دیکھتے ہیں تو
ہماری وہی مثل ہوتی ہے کہ مورہ اپنی خوبصورتی کے گھمنڈ مین بیٹھکر پیار کرتا ہے - لیکن یہان کالے
کالے پنجون نیلی نیلی ٹانگون پر نظر پڑی - سارا گھمنڈ نکل کر وہ خوشی پنجے سے [illegible]
ٹپکاتے بنتی ہے -

تربیت یافتہ تو مین کونسی دو ایک اور چند دیگر امور مین آزادی کو دخل نہین دیتی ہین مگر [illegible]
محبت اخلاص [illegible] آرام [illegible] خوشی - اُنکی مرضی کو سب پر مقدم سمجھتی ہین - وہ تو
عورت کو اپنا خدمتگار نہین سمجھتے - بلکہ اپنا انیس و جلیس - شریک رنج و راحت - [illegible] - قوت بازو
گھر کی آبادی اور گھر کا سنگار - اُنکی عورتین بھی کچھ پڑھے - گھر کا حساب کتاب رکھتے اور مختلف کامون
مین اپنی خوشی سے خاوند کا ہاتھ بٹاتے اور اُسکی آنکھ مین آپ گھر [illegible] موجود رہتی ہین - اگر انصاف
سے دیکھو تو ہمارے ہندوستان کی عام [illegible] عورتون مین یہ بات اُن سے زیادہ پائی جاتی ہے -
وہ سخت محنت اپنی نزاکت کے باعث گوارا نہین کر سکتی ہین پھوہڑ کے ساتھ بیٹھکر کھیت نلائی کٹائی
مائین چلاتی اور مردانہ وار رکھوالی کرتی ہین - جنکے مرد کسبہ کے موافق نہین کر سکتے [illegible] ہو جاتی ہین
اُنکی عورتین چکی پیس کر - چرخہ کاتکر - گوبر بٹور کر اپنی آمدنی بڑہاتی اور بچون کو پالتی ہین - مگر لوگ
پھر بھی اس احسان کو احسان نہین سمجھتے - اسکے بجاے غصہ سے پیش آتے - گھر کے اندر
ذلیل حالت مین رکھتے ہین - کجا کہ تعلیم و تربیت دے کر اُنکو انسانیت کی حالت سے نکالتا اور اپنے
آپ کو آدمی بنانا ؟ اور سچ بھی ہے جو آپ پست ہمت پست حوصلہ ہون وہ کیا دوسرے کو اونچا بنا سکتے ہین -

بیشک جہانتک ہمین معلوم ہے - تہذیب یافتہ ملکون مین عورتون کے ساتھ سلوک ہوتا ہے
جو لوگ ان لاحقہ خرابیون کو مذہب اسلام کی طرف منسوب کرتے ہین یہ اُنکی یقینا غلطی ہے - بلکہ
ہندوستان مین جسقدر عورتون کی حالت مین تنزل ہے اُسکا باعث صرف مذہب اسلام کے
احکام کی عدم پابندی ہے - اگر اُن احکام کی پابندی کیجاے تو [illegible] ساری خرابیان [illegible]

ان خرابیون کا بڑا سبب مسلمانون کے غیر مہذب - غیر تعلیم یافتہ بے تربیت اور بد اخلاق ہونے کے سوا دوسرا نہین ہے اور اسکی جڑ وہی عورتون کی بے تعلیمی ہے - جسکا خمیازہ ہم بھگت رہے ہین -

مہذب قومون نے باوجودیکہ اُنکے یہان عورتون کے تعلق نہایت ہی ناقص اور خراب قانون تھا مگر پھر بھی اپنی عورتون کو اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہونچا کر چاند لگا دیے ہین - جس سے عورتون کو اپنی معلومہ حق تلفی کا خیال بھی نہین آتا - اور مسلمانون نے حالانکہ اُنکا مذہبی قانون عورتون کو عمدہ حالت مین رکھنے اور اُنکو وجہی آزادی بخشنے کی بابت تمام دنیا کے قانون سے بہتر اور عمدہ تھا - اپنے نامہذب ہونے سے ایسا خراب برتاؤ عورتون کے ساتھ اختیار کیا کہ اُسکے باعث تمام قومین اُنکی حالت پر ہنستی ہین اور ہماری ذاتی برائیون کے سبب (اس وجہ سے کہ قوم کی قوم ایک حالت پر ہے "الا ماشاء اللہ") اس قوم کے مذہب پر عیب لگاتی ہین - پس اب وہ زمانہ نہین ہے کہ ہم ان باتون کی پردہ پوشی اور اپنے چال چلن کو درست نہ کرین - مناسب ہے کہ جیسا مذہب اسلام روشن ہے خود اپنے چال چلن سے اس کی روشنی کا لوگون کو ثبوت پہونچائین -

کیا ہمارے رسول مقبول صلعم نے نہین فرمایا کہ تم مین سے بہتر ہی شخص ہے جو اپنی بیوی سے بھلائی کرے - مین اپنی بیویون کے حق مین سب سے بہتر ہون - کیا یہ آپ کا ارشاد نہین ہے کہ جس نے اپنی بیوی کی خلق پر صبر کیا - وہ اوس ثواب کا مستحق ہوا جو حضرت ایوب علیہ السلام کو اُنکی مصیبتون پر ملا تھا اور جس بیوی نے یہ بات کی وہ حضرت آسیہ کے ثواب کی مستحق ہوئی - کیا حضرت نے اپنی وفات کے وقت تین بار وصیت نہین فرمائی کہ "مین عورتون کے مقدمہ مین خدا کا واسطہ دیتا ہون - یہ تمھارے بس مین ہین - ان سے حسن معاشرت برتنا" کیا یہ حدیث نہین ہے کہ "میان بیوی کے ساتھ کھانا کھانے مین ملائک اُنپر درود بھیجتے ہین" کیا تم نے نہین سنا کہ "نکاح مین بڑی آفت عورتون کے حقوق سے مقصر رہنا ہے" کیا تم نے نہین پڑھا کہ "اپنے تئین اور اپنے گھر والون کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ" یعنی اپنی عورتون کو ارکان نماز - حج - روزہ - زکوٰۃ - طہارت وغیرہ سکھاؤ - اور اگر تم سکھانے مین قصور کرو تو عورتین مجاز ہین کہ علماء کے پاس جاکر بقدر ضرورت سیکھ لین" غرض - ہمارے نزدیک اسلام نے عورتون کی قدر و منزلت مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین کیا - پھر کا انتظام - کنبے کی زیادتی - نفس کا مجاہدہ - اولاد صالح کی امید - یہ ساری باتین عورتون کی ذات پر

موقوف ہین۔ پس اگر ہم اُنکی خاطر و مدارات نہ کرین اور اُنھین اس جہالت کی ظلمات سے نہ نکالین تو ہمارے اوپر حیف اور ہماری اولاد کی نہایت کم نصیبی ہے۔

ہم صرف اس سبب سے عورتون کے حقوق پر زور نہین دیتے۔ کہ وہ ہمارے جسم کا ایک جزو یا ہمارے عیش و عشرت کا سامان ہین۔ کیونکہ اس صورت مین تو جہان ہمین اپنے اور اعضا کی پرورش و محافظت لازم ہے۔ وہان مستورات کی تربیت اور حقوق معاشرت بھی ہمارے اوپر واجب بلکہ فرض ہین۔ مگر نہین اُنکے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آنے مین ہماری آیندہ نسل کا ایک خاص فائدہ اور بھی مکنون ہے۔ ہم نے اوپر کے مضمون مین لکھا ہے کہ اولاد صالح کی امید عورت ہی پر موقوف ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ جسقدر ہم اُنکی بدخلقی پر صبر کرکے عورتون کا مزاج بگڑنے نہ دینگے۔ اور جہان تک ہم ملائمت اور خوش خلقی سے پیش آئینگے۔ اُسیقدر ہماری اولاد اُن اسباب کے اثر سے خوش خلق متحمل مزاج۔ گمبھیر اور صالح پیدا ہوگی۔ مہذب اور تربیت یافتہ ملکون مین جو حکیمانہ طبیعت کے اشخاص نے بیوی کا غلام بننا اور اُسکے دل کا ہاتھون مین رکھنا اختیار کیا ہے۔ اسمین یہی نکتہ ہے۔ ہمارے ہندوستانیون کی بدمزاجی۔ خشونتِ طبع کج اخلاقی۔ زود رنجی۔ مغلوب الغضبی گواہی دے رہی ہے کہ یہ سب خانگی نااتفاقی کا نتیجہ ہے۔ ہمارا ملک بہ لحاظ آب و ہوا عقل کا پتلا ہے۔ مگر ہماری تیزی اُس عقل کو جلا کر خاک مین ملا دیتی ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اُسے بھولا نہین کہتے۔ اب بھی اگر ہمارے یہان کی سب قومین اس امر مین کوشش کرین تو جلد ہمارے دن پھر سکتے ہین۔ چنانچہ ہم چند امور جنیر عام مردون کو عمل کرنا واجب ہے۔ اس جگہ معرض تحریر مین لاتے ہین۔ یہ باتین وہ ہین جنسے اجڑا گھر بنتا اور بنا گھر دوگنا سنورتا ہے۔

جہانتک ہو سکے عورتون کے ساتھ خانگی معاملات اور تمام برتاو مین خوش اخلاقی۔ رحمدلی۔ نرمی اور ہمدردی برتین۔ کیونکہ انکا دل بہت تھوڑا سا ہوتا ہے۔ آنکھ کی مار اُنکے حق مین تلوار کی مار سے زیادہ ہے۔ اور سیدھی طرح نرم الفاظ مین سمجھا دینا تحکمانہ گفتگو سے بدرجہا بہتر اور مؤثر ہے۔ ہم دیکھتے ہین۔ بعض لوگ سیدھی بات بھی اس طرح کہتے ہین جیسے کوئی لٹھ یا پتھر مارتا ہے۔ عورتون کی غیرت اس قابل نہین ہے کہ وہ حق و ناحق تمھاری باتین سنے دے۔ انمین خدا تعالیٰ نے یہ جوہر لطیف کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جسکا ثبوت ہم کسی مضمون مین دے چکے ہین اور

اسباب خودکشی مین اُسکو مفصل بیان کردین گے۔

جہانتک ممکن ہو۔ کسی بات کا باہم پردہ نہ رکھین۔ کیونکہ اسمین اکثر اوقات بڑی بڑی خرابیان نکلتی ہین جسکی تفصیل وقت کی کہانی مین موجود ہے۔ اوّل تو ان باتون سے مغائرت ثابت ہوتی ہے اور اُنکو بھی مجبوراً ہمارے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے انتظام خانہ داری مین بڑے بڑے فتور پڑتے ہین تیسرے نفاق کی ابتدا یہی ہے۔ چوتھے اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ پانچوین جن عورتون مین یہ بات آجاتی ہے اُنکی اولاد باپ پر حرکات ظاہر نمونے کے سبب خراب ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی خرابیان ہین جو اپنے اپنے موقع پر بیان ہوئی رہین گی۔ عورتون کو بیوقوف نہ جانین اور یہ بات بالکل اپنے دل سے نکال ڈالین۔ اس سے بھی ہمارے بہت سے کام بگڑتے ہین۔ ہم اُنکو بیوقوف جانکر کوئی اعلےٰ درجہ کا کام سپرد نہین کر سکتے اور نہ اُنکو اپنے کامون مین دخیل ہونے دیتے ہین۔ جس سے سارا بوجھ ہمارے اکیلے ہی دم پر آن پڑتا ہے۔ اور ایک سورما چنا بھاڑ کو نہین پھوڑ سکتا۔ اسکے علاوہ یہ ایک طرح کا خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض ہے۔ ہمیشہ خندہ پیشانی۔ خوش مزاجی۔ خوش طبعی سے پیش آئین۔ جس گھر مین یہ باتین نہین ہوتین۔ وہ میان بیوی دونون کے واسطے قید خانہ سے کم نہین۔ غم غلط کرنے کو بیوی سے بہتر خیر خواہ اور سچا ہمدرد ملنا دشوار ہے۔ ہان اعتدال ہر امر مین شرط ہے۔

عورتون کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیان بھی مردون کو بیوقار اور بے وقعت کردیتی ہین۔ نفاق کی دوسری سیڑھی یہی ہے۔ جو حاکم اپنے ماتحتون پر بدگمان رہتا ہے اُسکا کام کبھی نہین چلتا اور وہ بہت پشیمان ہوتا ہے۔ البتہ بحالت ثبوت اُسکو بخشتا بھی نہین۔ غیرت ایک بڑا جوہر ہے اسپر خود بھی قائم رہین اور اپنی عورتون کو بھی قائم رکھین۔ جو کچھ کمائین گھر مین لاکر دین۔ جو کچھ اُٹھائین باہم صلاح و مشورہ کرکے اُٹھائین پھر دیکھین کیسی برکت اور فارغ بالی ہوتی ہے۔ اگر بیوی سلیقہ مند نہو تو سلیقہ سکھائین۔ عورتون کی ذات مین اسکا مادہ طبعی موجود ہے۔ تعلیم اخلاق۔ تعلیم معاشرت۔ پابندی مذہب۔ پردہ داری۔ آداب الصالحین۔ اور دیگر مفید اشغال مین اُنکو ہمیشہ مصروف رکھین۔ سمجھانے سے شوق دلانا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ ایک سے زیادہ نکاح نہ کرین کیونکہ اُسکے لیے انصاف اور عدل کی بڑی سخت شرط ہے۔ جسکا ہونا دنیا دار سے ناممکن اور خود پابزنجیر ہونا ہے۔ بالواسطہ ایک آدمی

ایک ہی آدمی کے قابل کما سکتا ہی جن اسباب سے چار تک نکاح جائز ہوے تھے۔ وہ اب نہین ہین۔ اُس زمانہ مین ایک ایک عرب سیکڑون بیویان رکھتا تھا۔ جب بانیٔ اسلام نے دیکھا کہ ایک دفعہ مین اس رسم کا دور کرنا دشوار ہے تو یہ اجازت دی۔ ماسوا ایک اور مصلحت بھی تھی جسکا اب وقت نہین رہا۔ لیکن اسکے ساتھ جو شرطین لگائی گئی ہین وہ اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ ہم ایک سے زیادہ بیوی نہ کرین۔ کبھی فرصت مین ہم اس امر کا بخوبی بیان کرینگے اگر عورت کسی امر مین حق پر ہو۔ تو اُسکا ساتھ دو اور ناحق پر ہو تو اُسکی سمجھ کے موافق سمجھاؤ اور کسی طرح گھر مین نااتفاقی کا موقع نہ آنے دو۔ مارنے دھاڑنے سے عورت بیحیا اور بے غیرت ہی نہین بنتی بلکہ اُسکے حسن اُسکی محبت۔ اُسکے خلوص مین فرق آجاتا ہی اور تم بھی جو ہر ادب یا تہذیب سے معرّا ہو جاتے ہو۔ اگرچہ یہ باتین شرقاً نہین ہین۔ مگر عوام کو اسپر ذرا توجہ چاہیے۔ طلاق کا ارادہ سخت مجبوری اور حفاظت عزت کی غرض کے سوا کبھی نکرو۔ کیونکہ اگرچہ مباح ہی لیکن اُس سے خدا اور اُسکا رسول خوش نہین۔ بے لطفی کے علاوہ ابنا جنس کی نظرون مین خفیف و ذلیل ہونا پڑتا اور اپنا راز فاش ہوتا ہی۔ جسے کوئی غیرت مند اور مہذب نہ کریگا۔ سب سے زیادہ احتیاط نکاح کرنے سے پہلے چاہیے اور جو مجبوراً تمھین یہ کام کرنا پڑے تو عورت کسی قسم کا عیب نہ لگاؤ بلکہ عیب ہو تو اُسکو چھپاؤ۔ ایک غیرت مند سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہین؟ اُس نے کہا کہ مین اپنی بیوی کا راز کیونکر کہدون۔ جب طلاق دینے کے بعد اُس سے سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ غیر عورت سے مجھے کیا کام جو اُسکا ماجرا بیان کرون۔ پس انسانیت کے یہی معنی ہین کہ اپنی طرف سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ گو اپنے کو پہونچے تو پہونچا کرے۔ یہ باتین جو ہم نے اوپر بیان کین۔ یہ سب اُن حقوق مین داخل ہین۔ جو مردون پر فرض اور واجب ہین۔ اب کسی موقع پر صرف عقلی دلائل سے عورتون کے حقوق ثابت کرینگے۔

ہمارے اس مضمون کی بوجہ احسن وہ رسالہ تائید کرتا ہے۔ جو حال مین میان بیوی کے باہمی برتاؤ سلوک کے متعلق تسخیر شوہر یا ساجن موہنی کے نام سے چھپکر مشتہر ہوا۔ اور اُسپر گورنمنٹ کی طرف سے روپیہ کا انعام مرحمت کیا گیا۔ چنانچہ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مدظلہ العالی نے اپنی تقریظ مین اسے مفید دیکھکر یہ سفارش فرمائی۔ کہ اس رسالہ کی قیمت کم کرکے تمام ملک پر ایسا ہی احسان کرنا چاہیے۔ جیسا تصنیف نے کیا سیوجہ سی آٹھ آنے کے بجاے ساڑھے چھ آنے قیمت کردی اور ملک نے نہایت قدردانی کے ساتھ خریداری فرمائی۔ فقط

سید احمد دہلوی

عالم حال

منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کے عالم خیال کے رخ شائع ہو چکے ہین آخری رخ ادیب کے جولائی کے پرچہ مین نکلا ہے۔ سلسلہ "حضور آ گئے" پر ختم ہوا۔ خیال کا سد باب ہوا اب حال کی ضرورت ہے حال کا رُخ میری طرف سے ہدیۂ ناظر ہے۔

اے یہ بوا کو کیا ہوا کہتی ہے آ گئے حضور
مین نہ سنبھل سکی ذرا سمجھی تھی مین ابھی تو دور

آتے ہین دیکھتے ہوے مین تو قسم ہے کٹ گئی
اڑتی تھی کچھ بوا کی سو وہ بھی سرک کے ہٹ گئی

پوچھتے ہین مزاج وہ کیا کہون کس طرح کہون
بن نہ پڑے گا مجھ سے کچھ چاہے مین جسطرح کہون

دیر ہوئی جواب مین کیا وہ کہینگے اُف غضب
لاکھ دھڑک رہا ہے دل اسکو دباہی لون مین اب

دل کو دبا تو لون مگر اُنکو مین دون جواب کیا
کہدون کہ خیریت سے ہون اُنسے مجھے حجاب کیا

اے یہ زبان کو کیا ہوا چلتی نہین ہے رُک گئی
آنکھ اُٹھی کہ کچھ کہے وہ بھی جھپک کے جھک گئی

منتظر جواب ہین کیا کہون اضطراب کو
آتی ہے بات منھ تلک آگ لگے جواب کو

حیرت خوش گوار سے ہے جو کشاکشِ بیان
ہاتھ سے خیر کام لون سامنے کر دون خاصدان

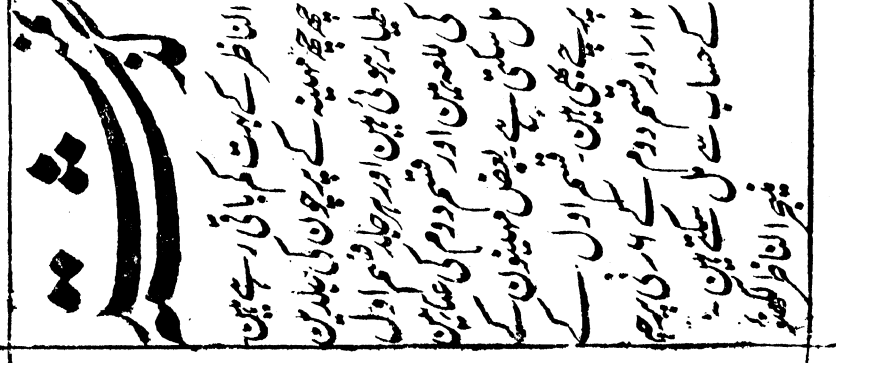
ہاتھ مین کپکپی سی ہے دون اُنھین کیسے خاصدان
وہ بھی ستانے کے لیے بیٹھے ہین بنکے میہمان

سامنے خاصدان ہے پان نکالین اور کھائین
یہ نہین بنکے اجنبی ایک غریب کو بنائین

خامشی میری اُنسے سب حال مرا سنا گئی
ہنس دیے مجھ کو دیکھ کر اور مین سٹ پٹا گئی

(باقی آیندہ)

امین الحسن بسمل



ریویو

(کلیات اسمٰعیل۔ دی اورینٹل پبلشنگ کمپنی۔ اورینٹل ہاؤس امیر کٹھ)

اصناف شاعری مین سب سے زیادہ کارآمد اور قابل ترویج وہ صنف لطیف ہے جسکا مقصد عالی یہ ہے کہ بچون کے دل ودماغ مین ابتدا ہی سے اخلاق حسنہ کی خوبی اور اعمال صالحہ کی بہتری کے نقوش بیٹھ جائین۔ چنانچہ ہمارے یہانکا قدیم نصاب اس قسم کی تصانیف کے لئے شیخ شیراز کی مشہور و معروف شخصیت کا ہمیشہ زیر بار احسان رہے گا۔ مگر ملک مین اب فارسی کا رواج نہین رہا اور جو تھوڑا بہت باقی ہے وہ بھی یاران وطن کی ریشہ دوانیون کی بدولت چند دن کا مہمان ہے۔

پیاری اُردو اگرچہ بعہد پارسی کی تقلید مین عیش وطرب کے تمام ساز وسامان رکھتی تھی لیکن افسوس کہ اس رنگ مین محض بے مایہ تھی۔ اہل علم وبینش اوسکی بے ہنری پر حرف گیر تھے اور دردمند دل اوسکی ذلت اور رسوائی کے حالات سے متاثر ہوکر بیچین ہوجاتے تھے۔ بارے رحمت باری تعالےٰ نے نزول فرماکر جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی ذات کو سراپا فیض بنایا اور اونکی طبع عالی نے اس میدان مین جولانگاہی کرکے اُردو لٹریچر کی جبین صاف سے یہ بدنما دھبہ مٹادیا کہ وہ اس طرح کی اخلاقی شاعری سے تشنہ ہے۔ مولانا حالی مدظلہٗ اور اونکے ہمنوا حضرات نے اس بارہ مین جو کوششین کی ہین اونکا اعتراف نہ کیا جاے تو یقیناً انصاف کا خون ہوگا۔

کلیات اسمٰعیل ہمارے سامنے ہے۔ ظاہری دیدہ زیبی اور خوشنمائی سے قطع نظر کرکے جب ہم اوسکی ورق گردانی کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ پونے چار سو صفحون مین سے تقریباً تین سو صفحے پر حصہ اُردو ختم ہوا ہے اور اس مین بیشتر سرمایہ اسی قسم کی گران مایہ اور بیش قیمت نظمون کا ہے۔ جنکی خوبی اور اہمیت اوپر بند کو رہوئی ہے۔ مولانا کو زبان اُردو پر جو دستگاہ حاصل ہے اور فکر شعر مین آپ کی ہمت جس قدر بلند ہے یا ادائے مطالب مین تہذیب و متانت کا جتنا پاس آپ کو رہتا ہے اوسکی شہرت عام سے پبلک بخوبی گوش آشنا ہی

اوران اوراق کی خوشہ چینی سے لذت یاب ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہین جو ہمارا ہم آہنگ ہوکر اونکی درازی عمر کی دعا نہ کرے ۔

(محبوب الاخلاق ۔ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور)

اس مختصر رسالہ مین پیغمبرون ۔ فلسفیون ۔ بزرگان دین اور مصلحان قوم کے سبق آموز نصائح اور نصیحت کوش اقوال جمع کردئے گئے ہین ۔ ہندوستان ایسے ملک مین جہان مختلف ملل ونداہب کی کثیر آبادی کے یکجا ہونے کی وجہ سے تمام قومون کے اصول معاشرت خلط مبحث ہوکر رہ گئے ہون اور جہان کے باشندون کی اخلاقی حالت روز بروز پست ہورہی ہو اس قسم کی تالیفات خاص فائدہ رکھتی ہین ۔ کیونکہ ہر ملت کا پیرو اپنے اپنے عقاید کے مطابق اپنی اخلاقی زندگی کا دستور العمل بنانے مین اس کتاب سے مدد حاصل کرسکتا ہے ۔ اپنی نوخیز اولاد کے مطالعہ کے لئے تمام والدین کو اس قسم کی کارآمد کتابین جمع کرنا چاہئے تاکہ اونکے دماغ شروع ہی سے ان قیمتی ہدایتون کو اپنا رہبر طریق بنا سکین ۔

ہمارے پاس مندرجہ ذیل کتابین نغرض ریویو موصول ہوئی ہین ۔ سوانح عمری حضرت محمد صاحب (شردھے پرکاش دیوجی) حیات الاسلاف فی ہدایت الاخلاف (مولوی محمد صدرالدین خان کاکوروی) اشکال (خان بہادر مرزا سلطان احمد) خمخانہ سرور (دفتر زنانہ کانپور)

یہ معلوم کرکے ہمین بہت مسرت ہوئی کہ آخرکار مسلم پریس ایسوسی ایشن کے باقاعدہ قیام کا وقت آہی گیا ۔ اوائل فروری ۱۹۰۹ء مین جب ہم لاہور ہی مین تھے تو وہان کے اخبار نویسون کے ایک گروہ نے اپنی جماعت کے نام سے ایک انجمن کی بنا ڈالی تھی اوسیوقت سے ہمکو مسلم پریس ایسوسی ایشن کی فائدہ رسانی کا احساس ہونے لگا تھا ۔ اب پنجاب سے خبر آئی ہے کہ وہان ایک ایسوسی ایشن قائم ہوگئی ہے اور اوسکا ایک جلسہ عام ۳ ستمبر کو ہونے والا ہے ۔ ہمارے بھائی ظفر علی خانصاحب نے بحیثیت سکرٹری کے ہمکو بھی دعوت دی ہے مگر افسوس کہ ہم حاضری سے معذور رہینگے ۔ کسی آیندہ نمبر مین انشاءاللہ مفصل لکھنا چاہا

اطلاع

بھارت ہیو یار جنتری سنہ ۱۹۱۲ء اردو پتر سمت ۱۹۶۹ کے زیر طبع ہین جن صاحبون کو اپنے اشتہار جنتری اور پترون مین چھپوانا منظور ہون وہ اپنا اشتہار مطبع ہذا مین عنایت فرمائین۔ مناسب اجرت سے درج کیا جائیگا۔ نمونہ اور اجرت کی شرح مطبع سے طلب کر لیجیے۔

المشتہر منیجر نولکشور پریس لکھنؤ بکڈپو

نولکشور پریس لکھنؤ مین

آج کل ہندو و مسلمانون کی مذہبی کتب رعایت کے ساتھ فروخت ہو رہی ہین فہرست پتہ ذیل سے مفت طلب کیجیے

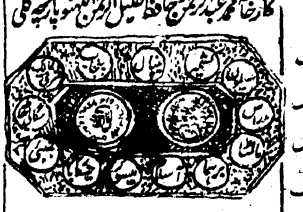
المشتہر

منیجر نولکشور پریس لکھنؤ

فہرست اشیاء موسم گرما

تھان کامدانی بوٹیدار ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
تھان کامدانی وچکن قابل دید ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
تھان چکن بیل بوٹیدار ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
دوپٹہ کامدانی بیل بوٹہ ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
دوپٹہ چکن کامدانی نفیس ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
دوپٹہ چکن بیل بوٹیدار ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
ساری چکن کامدانی ہر قسم کی ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
ساری چکن بیل بوٹیدار ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
کرتے چکن ہر جسم کے لائق ۔ ۱۲ سے ۲۵ تک
کرتے پچ ڈی متفرق عمر کے ۔ ۶ سے ۲۵ تک
شلوکے زنانہ قابل دید ۔ ۱۲ سے ۲۵ تک
رومال دستی انگریزی طرز کے ۔ ۱۲ سے ۲۵ تک
کلاہ دوپلڑی چکن کی ۔ ۱۲ سے ۲۵ تک
کلاہ گول چکن کی ۔ ۱۲ سے ۲۵ تک
کلاہ میرٹھ و امروہہ و دہلی کی ۔ ۸ سے ۲۵ تک

کارخانہ محمد عبدالرحمن وحافظ خلیل الرحمن لکھنؤ پارچہ گلی



حضرات ۔ ہماری مہربان گورنمنٹ نے سلسلہ حسن خدمات وعمدگی مال کارخانہ ہذا کو تمغہ اور سرٹیفکیٹ عطا فرما کر سودیشی کی حمایت اور دیسی تجارت کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا اور رؤسا بدیشی اشیاء کو دل و دہ ہین ۔ لہذا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیاء کی خریداری مین سعی فرما کر صنعت و حرفت کی ترقی مین مدد دیجیے ۔ صرف ملکی اشیاء کی خریداری سے ہندوستان مالا مال ہو سکتا ہے ۔ مختصر فہرست ہدیۃً ملاحظہ کے لیے روانہ ہے ۔

المشتہر
محمد عبدالرحمن وحافظ خلیل الرحمن
چکن مرچنٹ لکھنؤ گلی پارچہ

فہرست اشیاء موسم سرما

ضرور رضائی سلی ہوئی مع استر و گوٹہ گز ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
منگواتے ہی استعمال کیجیے ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
فرو نہیر سلی ہوئی بخمل ..... ۲۵ سے ۴۰ تک
لحاف نین سکھ بغیر سلے ہوئے ۔ ۲۵ سے ۴۰ تک
پلنگ پوش مخمل ..... ۲۵ سے ۴۰ تک

پان مین کھانے والے رئیسون کو کوئی گورنمنٹ تمغہ نہیں دیتی مگر تمام مشتہرین سے زیادہ

نہایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی و مانع مضر قلب جاذب طوبات فضلہ نافع درد دہان مصفی دہان وغیرہ وغیرہ جالین خرعہ چالیس سال سے تمام ملک مین مقبول ہو رہی ہین ۔ اگر ہماری تحریر کے خلاف یا کسی وجہ سے ناپسند ہون واپس کر دیجیے قیمت مع محصول واپس کیجائیگی تفصیل یہ ہے ۔ گویان نقرہ ہو بہو مثل سونے کے فی روپیہ ۲ تولہ ۵ تولہ ۔ گویان بلا ورق سادی فی روپیہ ۴ تولہ ۸ تولہ ۔ قوام جسکی گویان ہوتی ہے فی روپیہ ۵ تولہ ۱۰ تولہ ۔ زہ دستکی خشک فی سیر بعد وغیرہ

مایۂ عیش آدمی شکم است

ہمارے شفاخانہ کی مشہور و معروف سنجیاسی گولیان جنکے ترویج اتنا تیز ہونے کا آوازہ مشرق سے مغرب تک بلند ہو رہا ہے۔ بدہضمی۔ قبض۔ ریاح۔ تخمہ۔ ہیضہ۔ کھٹی ڈکار کمی اشتہا۔ نفخ۔ درد شکم۔ درد گردہ۔ قولنج۔ طحال۔ مالش۔ پیچش۔ استہال۔ کثرت بول۔ ضعف گردہ و مثانہ۔ تبخیر وغیرہ وغیرہ دور کرنے مین اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

خون صالح پیدا کرنا۔ بھوک بڑہانا۔ معدہ کو قوی کرنا اکلکا خاص فعل ہے۔ ان گولیون سے آجتک لاکھون آدمی فائدہ اُٹھا چکے ہین۔ انگریزی عہدہ دارون ڈاکٹرون حکیمون نے انکے بیساختہ اور بے ضرر ہونے کی صرف تعریف ہی نہین کی ہے۔ بلکہ انکا استعمال دائمی صحت کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ یہی وہ گولیان ہین جو اسوقت تمام دنیا مین اپنی آپ نظیر ہو رہی ہین۔ اشتہاری نوٹ جنکے تیزابی اجزا رفتہ رفتہ غذا کے ساتھ معدہ کی اصلی قوت کو بھی ہضم کر جاتے ہین نہایت خطرناک ہین سنجیاسی گولیان اُن خطرات سے پاک اور بے ضرر ہین جو معدہ کی اصلی قوت کو بڑہاتی اور تمام خرابیون کو بہت جلد زائل کر دیتی ہین۔ کم عمر بچہ تک اسکا استعمال کر سکتے ہین۔ قیمت ۴۵ گولیون کا بکس ایک روپیہ علاوہ صرف ڈاک۔

نوٹ:۔ ہمارے شفاخانہ کی ادویات جو فقراء ویدک حکما کے مجربات سالہا سال کے تجربون کے بعد انتخاب کیے گئے ہین تمام ہندوستان مین مقبولیت کے ساتھ مشہور ہین۔ لوکل غربا کے لیے دواخانہ۔ ہزارہا اسناد تیز بہدف دواؤن کی فہرست درخواست سے بلا قیمت پیڈ روانہ کیجائیگی۔

(ہزارون مین سے چند تازہ سارٹیفکٹ)

۱۔ اعلیحضرت جناب مولانا حافظ محمد سراج الیقین صاحب سجادہ نشین کرسی شریف اودھ۔

۲۔ اعلیحضرت جناب مولانا محمد ابراہیم شاہ صاحب ارشی سجادہ نشین

۳۔ جناب مولانا حفیظ اللہ صاحب پروفیسر عربی اسکول ڈاکہ۔

۴۔ جناب آنریبل سراجہ تصدق رسول خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ اودھ۔

۵۔ جناب راجہ میان شیخ محمد صفدر علیصاحب ریاست گنڈارہ ضلع بہرائچ۔

۶۔ جناب منشی سخاوت علیصاحب پروپرائٹر رسالۂ الناظر۔ فاور ملز لکھنؤ

۷۔ جناب سید شفاق حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس گونڈہ

۸۔ جناب منشی سید احسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ

۹۔ طبیب اعظم جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب رئیس دہلی

۱۰۔ جناب خان بہادر حکیم مرزا نظیر حسن خانصاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ۔ سپرنٹنڈنٹ یونانی شاہی شفاخانہ لکھنؤ۔

۱۱۔ جناب حکیم مولوی خواجہ کمال الدین صاحب لکھنؤ

۱۲۔ جناب حکیم مولانا سید محمد عبد الحی صاحب رئیس بریلی ناظم ندوۃ العلما۔ لکھنؤ۔

۱۳۔ جناب ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب اسسٹنٹ برٹش کانسل جدہ۔

۱۴۔ جناب ڈاکٹر محمد سلیم صاحب قدوائی اگلاس ضلع علیگڈھ۔

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد عبد العزیز خانصاحب اسسٹنٹ سرجن ملک متوسط

۱۶۔ جناب ڈاکٹر محمد عبد العزیز خان صاحب سابق ہاسپٹل اسسٹنٹ بٹالہ

۲ ملشہ

منیجر۔ اودھ شفاخانہ۔ ایس۔ اے حکیم۔ لکھنؤ امین آباد

رجسٹری شدہ

نشان تجارت

ڈاکٹر لالور

کا

فاسفوڈائن

دماغی کمزوری، فالج، کمخوابی، ڈراونے خواب دیکھنا، قوی کا قبل از وقت انحطاط نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت تامیہ کے کم ہوجانے سے لاحق ہوں ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج ن اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ ام شہرت قائم کر رکھی ہے۔



فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اسی ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری ستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد ات اور علامات تکلیف رت انگیز سرعت سے کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہوجاتی ہے، ہاضمہ مین قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہوجاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی چہرہ بھر جاتا ہے، لب سرخ آنکھین روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہوجاتی ہے۔ بالون مین مضبوطی آجاتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضائے تغذیہ پر کیسے عظیم اثر کرتی ہے۔

خبردار!

دنیا کے تمام حصون کے باشندون

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے اور فن طبابت کے اعلیٰ ماہرون مطابق محفوظ کرلیا گیا ہے، اس لیے اسکی نقل (رنگ مین یا کسی کی ہزارون مستند دوسری حیثیت سے، فروخت کرنے والون سے عدالتی چارہ جوئی کی جائے گی اس شہادتون سے قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء مین اعلیٰ سند ملی تھی۔ عالمگیر

قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے ظاہر ہوجاتی ہین، عصبی اور دماغی قوتون مین ادنی سے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت

فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے، کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی ثنا و صفت اور معززین کی قدردانی نصیب نہین ہوئی

ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب بوتل (خورد) ۲ کلان ۱۲ فروخت کرتے ہین۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

فاسفوڈائن لیبوریٹری، ہیمپ اسٹیڈ لندن، انگلستان مین بنایا جاتا ہے



Address:-

Dr S. K. Burman

5/6 Tara Chand Dutt Street

Calcutta

مطبع الناظر پریس ڈالی گنج لکھنؤ

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں
۱۳ ۲۷

الناظر

۱۹۰۸ء

حضور نظام کی وفات حسرت آیات	ایڈیٹر	۱
نظم فارسی	حضرت بے نظیر شاہ صاحب	۲
نظم اردو	"	۴
سچا ماتم	منشی عبدالکریم خان صبر دہلوی	۶
حضور جنت مین	مولوی امین الحسن رضوی نسیم	۱۳
قطعات تاریخ وفات نواب میر محبوب علیخان مرحوم و مغفور	منشی محمد عبدالحق مقصود	۱۷
سیر کشمیر	مسٹر منیر حسین قزلباش بیرسٹر ایٹ لا	۱۸
پیری (رباعیات)	جناب پیارے صاحب رشید لکھنوی	۲۹
ہندوستان کے نوشتہ ہاے اسلامی	حکیم سید شمس اللہ قادری	۳۱
مکالمہ کیک و ماہ (نظم)	ملک محی الدین احمد ثمر اختری	۳۳
شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ العزیز	" عبداللہ	۳۵
غزل	منشی احسان علی فصیح	۳۹
تواریخ ارتحال پدر ملال جناب منشی امیر اللہ تسلیم	سید خورشید علی ثمر دہلوی	۴۰
نامۂ ظفر	مسٹر ظفر عمر بی۔ اے (علیگ)	۴۱
خدا رکھے ترکیبن کو عجب پیارا زمانہ ہے (نظم)	مبارک علی پانی	۴۴
غزل	نواب لاڈلے مرزا ثمر لکھنوی	۴۵
کلام فیضی کی تنقید پر ایک نظر	مولوی محمد اسمٰعیل ذبیح کراچی	۴۶
غزلیات	مرزا افضل علی فخر لکھنوی۔ مولوی امین الحسن رضوی نسیم۔ مولوی سید	۴۸
مسلمانان ہند کی معاشرت اور اسکی اصلاح	"ڈاکٹر" طہور الدین احمد ظہور	۵۰
ریویو	۵۸ خبرین	۵۹
محاربات صلیب	مولوی معشوق حسین خان بی۔ اے (علیگ)	۴۷

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شائع ہوا

...ر درختوں ... ین باقی الا
کی بخار کی دوائی یا گولیاں استعمال کیجیے قیمت ..... عہ
ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت ... عہ
باٹلیوالا کا خضاب جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے
بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت .... ے ر
باٹلیوالا کی مقوی گولیان - اعصاب کی کمزوری
اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ..... عہ ر
باٹلیوالا کا سفوف دندان - دیسی اور ولایتی دواؤن
سے تیار ہوا ہے مایہل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا
اس مین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ..... ۴ ر
باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم - کیڑون مین اچھا کر دیتا ہے
قیمت ۴ ر یہ دوا یہ ہر جگہ ملتی ہین اور شہر سے بھی ملتی ہین
ڈاکٹر ایچ - ایل باٹلیوالا - وارلی لیبوریٹری دادر بمبئی

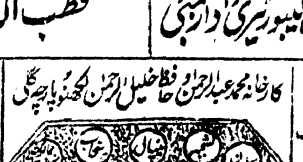
شہاب الدین بیدر سلنر حضرت بیج - گھنو

الناس بالباس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ زنانہ انگریزی ہندوستانی
فیشن کی اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک نہایت خوشنما اور موزون تیار
کرتا ہے ۱۸۸۶ء سے یہ کارخانہ پبلک کی خدمت انجام دیرہا ہے
کاشی سلک - جاپان سلک - جامہ وار سلک - اور علاوہ انکے
جاپانی اور ولایتی اطلسین و فینانے و خوشنما ایکے ڈریس
اور گون وغیرہ بھی بافراط مہیا رہتے ہین ایکبار ہمین آرڈر دیجیے
پھر کہین اور فرمائش دینے کو آپکا جی نہ چاہے گا پیمایش کا
فارم اور کپڑون کے نمونے طلب کیجیے -

قطب الدین مینجنگ پروپرائٹر

کارخانہ محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن لکھنؤ پارچہ گلی



حضرات ہماری مہربان گورنمنٹ و بسلسلہ حسن
خدمات و عمدگی مال کارخانہ ہذا کو تعریفی اور سرٹیفکیٹ
عطا فرما کر سودیشی کی حمایت اور دیسی تجار کی
حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا اور روسا
بدیسی اشیا کو دل دادہ ہین - لہذا اگر آپ کے
دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے
ملکی اشیا کی خریداری مین سعی فرما کہ صنعت
و حرفت کی ترقی مین مدد دیجیے - صرف ملکی اشیا
کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال
ہو سکتا ہے مختصر فہرست ہدیۂ ناظرین ہا گین ہے -

المشتہر
محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن
چکن مرچنٹ لکھنؤ گلی پارچہ

فہرست اشیا و موسم گرما

تنان کا مدنی بوٹیدار - صہ سے ۱۰ تک
تنان کا مدنی چکن قابل دید - ۷ سے ۱۰ تک
تنان چکن بیل بوٹیدار - ۱۰ سے ۱۰ تک
دوپٹہ کا مدنی بیل بوٹہ - ۷ سے ۱۰ تک
دوپٹہ چکن کا مدنی نفیس - ۱۰ سے ۱۰ تک
دوپٹہ چکن بیل بوٹیدار شہر ۱۰ سے ۱۰ تک
ساری چکن کا مدنی ہر قسم کی ۱۰ سے ۱۰ تک
ساری چکن بیل بوٹیدار - ۱۰ سے ۱۰ تک
دیتے چکن ہر قسم کے لائق - ۱۲ سے ۱۰ تک
کرتے بچوں کے متفرق عمر کے - ۶ سے ۱۰ تک
ٹلو کے زنانہ قابل دید - ۱۲ سے ۱۰ تک
رومالی دیسی انگریزی طریقے - ۶ سے ۱۰ تک
۱۰ ویلٹی چکن کی - ۲ سے ۱۰ تک
۱۰ گول چکن کی - ۲ سے ۱۰ تک
۱۰ سیر ٹھ وار دہلی کی - ۸ سے ۱۰ تک

فہرست اشیا موسم سرما

فرد رضائی سلی ہوئی مع استرگرگٹ گرنٹ
منگوانے ہی استعمال کیجیے ۱۰ سے ۱۰ تک
فرنیچر سلی ہوئی تختہ ... ۱۰ سے ۱۰ تک
لحاف مین سکھ تختہ بغیر سے ہوا ۱۰ سے ۱۰ تک
پلنگ پوش تختہ ..... ۱۰ سے ۱۰ تک

پان مین کھانیوالی تمباکو کی گولیان قوام مشک زردہ

نہایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی داغ مفرح
قلب جاذب رطوبات فضلیہ دافع دور دماغ
مصفی دہان وغیرہ وغیرہ ہین عرصہ چالیس سال سے
تمام ملک مین مقبول ہو رہی ہین - اگر ہماری تحریر
کے خلاف یا کسی وجہ سے ناپسند ہو دابس
کر دیجیے قیمت مع محصول واپس کیجائے گی
فصیل یہ ہے - گولیان نقرہ ہموجب مثل سرقی
کے فی روپیہ ۲ تولہ ۵ تولہ - گولیان بلا
ورق سادی فی روپیہ ۴ تولہ ۹ تولہ -
قوام جسکی گولیان بنتی ہین فی روپیہ ۵ تولہ ۱۰ تولہ
زردہ مشکی خشک فی سیر لعہ و عما -

الناظر

نمبر ۲۸ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور نظام
کی
وفات حسرت آیات

ستمبر کا پرچہ تیار ہو چکا تھا۔ آخری کاپیاں تھرون پر چڑھی ہوئی تھین کہ اُس بادشاہ جمجاہ کے انتقال پر ملال کی الم انگیز خبر پہونچی جو اپنی اٹھائیس سالہ حکومت کے زمانہ مین ایک کرور سے زائد حلقہ بگوشان ریاست کی امیدون اور تمناؤن کا منتہا اور پانچ کرور سے زاید مسلمانان ہند کی ارادت وعقیدت کا مرکز بنا رہا۔ رسالہ کی بروقت اشاعت کے خیال سے مجبور ہو کر ہم نے اسوقت اسی پر اکتفا کیا کہ حاشیہ پر یہ المناک خبر درج کردی۔ اب بخلوص نیت وصدق دل اس قومی اور ملکی نقصان عظیم پر اپنا رنج واندوہ ظاہر کرتے ہین۔

ہندوستان کا کوئی اخبار یا رسالہ (خواہ کسی زبان اور کسی حصۂ ملک مین کیون نہ شائع ہوتا ہو) ایسا نہین جسنے اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان آنجہانی کی ناگہانی اور بیوقت موت پر اپنے

کالمون اور صفحات کے ذریعہ سے اشک ہاے حسرت و افسوس نہ بہائے ہون - اور اُن کی زندگی کے مہتم بالشان کارنامون کے تذکرے اور خسروانہ صفات کی مدح سرائی مین اپنے قلم کی جولانی نہ دکھائی ہو - نظر بران ہم اس دردناک خدمت کے اعادہ سے قصداً احتراز کرتے ہین

فرمان روایان ریاست ہاے ہندوستان مین جو منزلت دکن کے عالی مقام حکمران کو حاصل ہے اُسکے لحاظ سے اور نیز مرحوم بادشاہ کی غیر معمولی ہر دلعزیزی اور حاتم مثال فیاضی کی وجہ سے ملک بھر نے اُس محبوب خلائق کا سوگ منایا ہے - چنانچہ خاص ہمارے شہر مین متعدد ماتمی جلسے منعقد ہوے - مخدوم قوم مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ سابق ہوم سکرٹری مملکت نظام کے دولت کدہ پر ۴ ستمبر کو ایک جلسہ لکھنؤ کے اُن حضرات کا منعقد ہوا جو ریاست حیدرآباد کے متوسل ہونے کے باعث اس دردانگیز حادثہ سے مخصوص طور پر متاثر ہوے تھے - اور سب نے یک زبان ہوکر اپنے دلی حزن و ملال کا اظہار کیا اور بالاتفاق اپنی مخلصانہ ہمدردی کا رزولیوشن پاس کرکے مرحوم بادشاہ کے نوجوان جانشین اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر نظام سابع دام اقبالہ کی خدمت مین تعزیت کا تار روانہ کیا -

اس جلسہ مین حضرت بے نظیر شاہ صاحب (جنکی شاعرانہ تخئیل کی بلند پروازی سے ملک ناآشنا نہین ہے) بھی تشریف رکھتے تھے اور صاحب خانہ کی خاص تحریک پر دو پُردرد نظمین لکھکر لاے تھے جو اُنھون نے اپنے قابل رشک لہجے مین حاضرین کو سُنائین اور ہماری درخواست پر الناظرین شائع ہونے کے لیے ہمین مرحمت فرمائین - ہم ان نظمون کو درج ذیل کرتے ہوے ہز ہائنس نواب میر محبوب علیخان آنجہانی کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہین اور ہمین یقین ہے کہ تمام معزز ناظرین اور مقتدر ناظرات ہماری ہم آہنگ ہوکر ایسے پرشور نعرہ ہاے آمین بلند کرین گی کہ ملاے اعلیٰ کے مقربین اُنکو بارگاہ صمدیت مین فی الفور پہونچا کر سند قبولیت حاصل کرلین -

ایڈیٹر

(۱)

بیاد کسے قلب محزون بگریہ — کہ بر رود موسیٰ[1] جو جیحون بگریہ

نگویم کہ گردون فشاند سرشک — مگر خود سزد آنکہ او خون بگریہ

[1] شہر حیدرآباد اسی ندی پر واقع ہے -

بگو خاک لیلی شود آب یکسر — بگو روح مجنون چو ها مون بگرید
نظام دکن شاه محبوب ما کو — که بر مرگ او دور گردون بگرید
زهی قدردان هنر علم پرور — که بر تربتش عهد مامون بگرید
ببین رودکی را که بر یاد نظمش — چه زیبا سراید چه موزون بگرید
تلافی طمع داشت از دست جودش — به قعر زمین چون نه قارون بگرید
زهی ذکر محبوب محبوب دلها — که بر قلب ما در مقرون بگرید
نگریم چها بر نم چشم سائی — که بر یاد آن چشم میگون بگرید
گر یاد آرد نه دیوانگانش — که لیلی به تربت چو مجنون بگرید
فلک هم بعهدش یکے را ندیده — که از شکوه بخت و اقرون بگرید
ز درگش چنان عام شد رسم گریه — که خود حاسدش هم به افسون بگرید
عجب نے که در آب ازین شور ماتم — برون آید از رحم فلاطون بگرید
بزار است شوکت کنون از وفاتش — نه بر یاد عهد فریدون بگرید
ز هندوستان تا حرم هر که هستی — همیدون به نالد همیدون بگرید
چه افتاد بر سر که چشم فلک هم — بر آن آستان همایون بگرید
چه چشم کرم داشت تا هر عدویش — چو شیدا بنالد چو مفتون بگرید
نه شد ناخته قدر او در حیاتش — کنون هر بدانه لیش مطعون بگرید
به معدن همه خون شده لعل رمان — هم اندر صدف دُر مکنون بگرید
چو یاد آید احسان حسنش دلم را — بر و رنج هر دم دگر گون بگرید
چو پرسد کسے از کسے وجه گریه — بنالد ز دل بار افزون بگرید
چه از نامه های دکن رنج دیده — که هر فرد ناخوانده مضمون بگرید
مئونرش بخشیم است آن ساز عشرت — که مطرب به آهنگ قانون بگرید
بیا بے نظیر آن دم آمد که هر کس — بگرید و زاندازه بیرون بگرید
قضا را ندانین حکم در ماتم او — که روح مقرب خود اکنون بگرید

بخواند درود ے دہد نجاتش
بدرگاہ غفار ے چون بگرید

(۲)

ہے شاہون کا بھی بیکسون مین شمار — یہ کیا بے بسی ہے مرے کردگار
یہ صورت یہ دولت یہ مرگ شتاب — ہے عبرت کی جا بس جہان خراب
بقاے جہان اعتبار ی نہین — کوئی شے یہان اختیاری نہین
کہان بزم کیخسرو و جشن جم — خوشی چل بسی اور باقی ہے غم
کبھی جلوہ گر دن کبھی رات ہے — جہان مطلع اختلافات ہے
کبھی چاند ڈوبا کبھی آفتاب — زمانہ ہے یا ورطۂ انقلاب
ملے چین کیا دور افلاک مین — ہزارون بھرے گھر ملے خاک مین
جہان بھی خرامان نسیم بہار — وہان اڑ رہا ہے خزان کا غبار
ہزارون شگوفے کھلے تھے جہان — ہرا ایک پتا نہین اب وہان
وہ گلشن جو تھا رشک باغ ارم — وہان تنکا تنکا ہے اب خار غم
جہان ڈھیر پھولون کے تھے بیشمار — وہان آج ہر سو ہین انبار خار
تھی طوبیٰ کو جس گلستان کی ہوس — وہان بید مجنون کا سایہ ہے بس
محل جنکے تھے قطعۂ نو بہشت — وہ ہین ریزہ ریزہ تہ کہنہ خشت
جو تارون بھری رات کے چاند تھے — وہ مہر و سحر ہوتے ہی ماند تھے
کسی کے کہان ساتھ میلے چلے — اکیلے سب آئے اکیلے چلے
وہ جسکے خزانہ مین کیا کچھ نہ تھا — جو وعدہ برابر ہوا کچھ نہ تھا
یہ دو روزہ وابستگی کیا ضرور — ہے اس گھر سے اک روز جانا ضرور
نہ عاشق نہ کوئی حسین رہگیا — گیا جو وہان بس وہین رہگیا
تھین اشک کیا چشم نمناک مین — غضب صورتین ملگئین خاک مین
وہ گلرو تھے جو حسن و خوبی مین فرد — ہوا مین اوڑی پھرتی ہے اُنکی گرد

سہ و خور کے جو داغ سینون کے ہین
یہ سب داغ غم ان حسینون کے ہین

وہ جو اوج مین رشک افلاک تھے
وہ گرتے ہی اک تودۂ خاک تھے

جو مشہور تھے گنج مین زور مین
نہین ٹہریان اُنکی اب گور مین

وہ تیمور یہ تھے جو کل اہل تاج
وہ محتاج نان شبینہ ہین آج

نہ وہ بہشت خلد اور آرام ہے
کہان گور بس نام ہی نام ہے

مکین وہ نہین وہ مکان بھی نہین
بہت نامیون کے نشان بھی نہین

نہ لیلیٰ نہ مجنون ہین زیر فلک
مگر نوحہ خوان عشق ہے آجتک

نہ کامل نہ کوئی نبی رہ گیا
زمانہ بس اُنکا ولی رہ گیا

مگر ہان جو مل جاے انجام نیک
حیات ابد ہے یہی نام نیک

ملے جسکو یہ دولت پائدار
کوئی اس سے بہتر نہین یادگار

سراہون کس انداز مرغوب کو
ملا سب یہ مرحوم محبوب کو

دعا بینظیر اب ہے اللہ سے
ولی عہد کو اُسکے تو صبر دے

ہر انداز اس کا بھی مرغوب ہو
کہ **عثمان علی** فخر محبوب ہو

جو کالج کو تھا اُنکے دم سے قیام
یونیورسٹی کو یہ بخشین دوام

یہ خیر سر تاج اکرام ہے
یہ مجموع اسلام کا کام ہے

الٰہی سلامت یہ سلطان رہے
مع الخیر **عثمان علیخان** رہے

جو مرحوم آئے بہت ہمکو یاد
اسے دیکھکر اپنی آنکھین ہون شاد

ملے اُسکو جنت مین اعلےٰ مقام
یہ دنیا مین ہر دم رہے شادکام

پیچاماتم

بادی النظر مین یہ جملہ کوئی معنی نہین رکھتا۔ لیکن اسی جملہ کو اگر عمیق نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ جملہ بذات خود ایک نتیجہ خیز جملہ ہے۔

کائنات مین بہت سی چیزین ایسی ہین جو لازم و ملزوم ہین مثلاً صبح شام۔ بہار خزان۔ حیات ممات۔ اقرار انکار وغیرہ وغیرہ اسوقت ہمکو صرف لفظ اقرار کی شرح کرنا منظور ہے۔

اقرار کی دو قسمین ہین۔ اقرار باللسان اقرار بالقلب اول الذکر کے اسباب مین سب سے بڑا سبب (خوشامد) ہے۔ جسکا دیرپا ہونا ممکن ہی نہین۔ البتہ آخر الذکر کے سبب کا قیام حق بجانب ہے مگر اسکے استحکام کا موضوع ہونا لازمی ہے۔

اسوقت اسکا مفہوم ایسی ذات ستودہ صفات کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے جو قسم اول سے کوسون دور ہے یعنی ہمارے آقائے ولی نعمت حضور پر نور بادشاہ جمجاہ نشنٹ جنرل ہز ہائنس مظفر الملک مظفر الممالک نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ سادس اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر فتح جنگ جی سی بی جی سی ایس آئی کا انتقال پر ملال۔

عنوان بالا کے ثبوت مین چند خصوصیات پیش ناظرین کیجاتی ہین حضرت کی ذات فیوض البرکات سے نہ صرف دکن ہی مین بلکہ چار دانگ عالم مین جیسا فیض پہونچا ہے وہ کسی نظر سے پوشیدہ نہین ہے۔

سب سے پہلے امور مملکت لیجیے۔ آپ کے عہد مبارک مین جو جو ترقیان ظہور مین آئین اگر انکو بالتفصیل[1] بیان کیا جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کے عہد مین ریل اور تار کا سلسلہ قائم ہوا۔ محکمہ جات مہذب و شائستہ بنائے گئے۔ آبپاشی کے ذرائع وسیع ہوے۔ سڑکین تعمیر ہوئین جدید مدارس جاری کرکے ملک کو تعلیم یافتہ بنایا۔ شفا خانے قائم ہوئے۔ ڈکیتی اور راہزنی کا انسداد کیا گیا امن و امان کے قانون بنائے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسکے بعد آپ کی فیاضی۔ علاوہ قلمرو دکن کے ممالک غیر مین ضرب المثل ہے۔ کوئی ملک اور کوئی مقام ایسا نہین جہان آپ کے دریاے سخاوت سے سیرابی نہو۔ حضرت کی طبیعت مین تعصب نام کو نہ تھا۔ ہر ایک قوم و ملت کے آدمی کو آپ نے ہمیشہ ایک

[1] مفصل حالات حضرت کی سوانح عمری مین دیکھیے جو عنقریب طبع ہونیوالی ہے اور بجاے خود ایک مبسوط تاریخ ہوگی۔

نظر سے دیکھا اور مراحم خسروانہ سب پر کیسان ہی جہان مساجد و مزارات کی خدمت آپ کو مدنظر رہی وہان بیسیون مندر گرودوارے چرچ وغیرہ کو بھی امداد پہونچتی ہے۔

سیکڑون غیر مذاہب کے علما و فضلا آپ کے بحر کرم سے سیراب ہین۔ پس یقین ہو گیا کہ جب ایسے مجمع الفیوضات کا سایہ سرون سے اُٹھ جاے تو ایسے کا ماتم بیشک

سچا ماتم ہے

قبل اسکے کہ حضرت کے کچھ حالات زندگی بیان کیے جائین۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے آبا و اجداد کے مختصر حالات بیان کرکے آپ کے حالات پر مضمون ختم کیا جائے۔

تاریخ رشید الدین خانی مین اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے آبا و اجداد ترکستان کے علاقہ ماوراء النہر مین رہا کرتے تھے۔

خواجہ میر اسمٰعیل۔ جنکا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہوا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ وہ شہر سمرقند مین رہا کرتے تھے اور وہان کے حاکم کی طرف سے ملک العلما کا خطاب حاصل تھا۔ اُنکے دو فرزند تھے۔

میر بہاء الدین میر عابد خان

اول الذکر تو اپنے والد کی وفات کے بعد سمرقند کے قاضی مقرر ہوے۔ اور دوسرے صاحب نے ہندوستان مین آکر شاہجہان بادشاہ کی ملازمت حاصل کرلی۔

اورنگ زیب عالمگیر نے جسوقت ابوالحسن تانا شاہ کے مقابلہ مین گولکنڈے کا محاصرہ کیا تو اس موقع پر عابد خان بھی شریک معرکہ آرائی تھے اور ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری کو ضرب توپ سے جان بحق تسلیم ہوے۔ اور انکے دو فرزند تھے۔ منجملہ اُنکے نواب غازی الدین خان بہادر کو اورنگ زیب نے نواب فیروز جنگ کا خطاب دیکر منصب ہفت ہزاری پر مامور کیا۔ انھون نے یہانتک ترقی کی کہ اورنگ زیب کے وزیر اعظم ہو گئے اور انھین کے ساتھ وزیر النسا بیگم صاحبہ دختر نواب سعد اللہ خان وزیر شاہجہان آباد دہلی منسوب ہوئی تھین۔ جنکے بطن سے ۱۰۸۲ھ مین نواب میر قمر الدین خان بہادر تولد ہوے۔ ابتدائی زمانہ مین انکو عالمگیر نے منصب پنجہزاری عطا کیا اسکے بعد چین قلیچ خان کو خطاب دیکر بیجاپور کی صوبیداری عنایت کی۔

بہادر شاہ اول نے اپنے عہد مین خان دوراں خان کا خطاب دیکر اودھ کا صوبہ دار بنایا۔ اور اسکے بعد مدارج مین ترقی ہوتی رہے۔

فرخ سیر کے زمانہ مین حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے صوبہ مقرر ہوے۔ اور ۱۱۲۵ھ مین محمد شاہ نے آصف جاہ کا خطاب دیکر قلمدان وزارت عطا فرمایا۔ تھوڑے دنون تک انھون نے اس خدمت جلیلہ کو بہت ہی نیکنامی کے ساتھ انجام دیا۔

اسی دوران مین نادر شاہ نے دہلی پر فوجکشی کی جس سے ملک بہت کچھ تباہ و تاراج ہوگیا اور انتظام سلطنت مین بہت سی خرابیان پیدا ہوگئین جسکے دفعیہ کے لیے نواب آصف جاہ بہادر نے بہت کچھ کوشش کی مگر جب ناکامی معلوم ہوئی تو مجبوراً وزارت سے مستعفی ہوکر دکن کی مستقل صوبہ داری حاصل کرلی جو کہ انکے خاندان مین موروثی ریاست ہوگئی۔ اس واقعے کے بعد قریباً ۵۹ سال حکمران رہ کر ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو نواح ہیجاپور مین وفات پائی۔

اسکے بعد یکے دیگرے سات بادشاہون نے قلمرو دکن پر حسب نقشہ ذیل حکومت کی۔

نمبر شمار	نام فرمان روا	سن ولادت	سن جلوس	مدت سلطنت	مدت عمر	سن وفات
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	نواب ناصر جنگ بہادر	۱۱۲۰ھ	۱۱۶۱ھ	۳ سال	۴۴ سال	۱۱۶۴ھ
۲	نواب صلابت جنگ بہادر	۱۱۳۳ھ	۱۱۶۴ھ	۱۱ سال	۴۴ سال	۱۱۷۷ھ
۳	نواب میر نظام علیخان بہادر غفران مآب	۱۱۴۶ھ	۱۱۷۵ھ	۴۳ سال	۷۲ سال	۱۲۱۸ھ
۴	نواب سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل	۱۱۸۲ھ	۱۲۰۸ھ	۲۶ سال	۶۲ سال	۱۲۴۴ھ
۵	نواب ناصر الدولہ بہادر غفران منزل	۱۱۸۰ھ	۱۲۴۴ھ	۲۹ سال	۶۵ سال	۱۲۷۳ھ
۶	نواب افضل الدولہ مغفرت مکان	۱۲۴۳ھ	۱۲۷۳ھ	۱۳ سال	۴۲ سال	۱۲۸۵ھ
۷	نواب میر محبوب علیخان بہادر طاب ثراہ و نور الجنۃ مثواہ۔	۱۲۸۳ھ	۱۳۰۱ھ	۲۸ سال	۴۶ سال	۱۳۲۹ھ

اب یہان سے وہ حال ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جسکی بہت دیر سے آنکھین مشتاق ہین۔

اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور میر محبوب علیخان بہادر ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ یوم جمعہ بوقت شب پیدا ہوے (چراغ دکن) سے ولادت باسعادت کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

نواب افضل الدولہ بہادر مغفرت مکان کی وفات کے بعد دو برس سات مہینے کی عمر مین ۱۵ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ یوم دوشنبہ کو آپ تخت نشین ہوے۔ اور امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے نواب مختار الملک اور امیر کبیر نواب شمس الامرا کا انتخاب ہوا۔ ۱۰ شعبان المعظم ۱۲۸۷ھ کو رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی جسکی تقریب مین خاص جو محلہ مبارک مین ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ اور شہر کے تمام اعیان و امرا و علما و فضلا مدعو کیے گئے۔ اور تمام شہر مین عام روشنی کی گئی جس مین خصوصیت کے ساتھ چار مینار سرو چراغان نظر آرہا تھا۔

اب حضرت کی تعلیم و تربیت کا زمانہ شروع ہوا جسکے لیے افضل العلما مولوی محمد زمان بمشاہرہ کثیر روپیہ ماہوار مامور ہوے۔ اور انکے تحت مین حسب ذیل علما کا تقرر عمل مین آیا۔

(۱) حاجی محمد انوار اللہ خان صاحب (۲) مولوی محمد مسیح الزمان خان صاحب (۳) آغا مرزا صاحب سرور الملک (۴) حافظ النور الدین خان محبوب نواز جنگ (۵) مرزا نصر اللہ خان دولت یار جنگ اصفہانی (۶) مسٹر سی کلارک (۷) مسٹر کرون (۸) مسٹر باڈسن۔

۱۲۹۳ھ مین بمقام دہلی دربار قیصری منعقد ہوا جس مین حضور بندگان عالی بھی مدعو کیے گئے تھے چنانچہ ۴ ذالحجہ ۱۲۹۳ھ کو سواری مبارک دہلی پہونچی۔ اسکے دوسرے روز حضور ولیسرائے کا ورود ہوا۔ ۹ تاریخ کو اعلیحضرت نے ولیسرائے بہادر سے ملاقات فرمائی۔ اور ۱۳ تاریخ کو ولیسرائے بہادر نے ملاقات بازدید کی رسم ادا فرمائی۔

۱۵ تاریخ دربار منعقد ہوا جسمین ہندوستان کے تمام والیان ریاست شریک تھے۔ اعلیحضرت کی کرسی حضور ولیسرائے کی محاذی تھی اور انکے یمین و یسار امراے دولت آصفیہ متمکن تھے۔ اور انکے بعد تمام روسا اور مہاراجگان کی نشست تھی۔ اس جلسہ مین تین لاکھ آدمیون کا مجمع تھا جس مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ آنجہانی نے قیصرۂ ہند کا خطاب قبول فرمایا۔

۲۲ تاریخ کو بندگان عالی نے مراجعت فرمائی اور ۲۷ کو حیدرآباد تشریف لائے جسکی خوشی مین رعایا نے تمام ملک مین خوب روشنی کی جس سے اظہار عقیدت مندی ظاہر ہوتا تھا۔

جبکہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ کو نواب سالار جنگ نے انتقال فرمایا تو انکی جگہ انکے بڑے فرزند نواب میر لائق علیخان عماد السلطنۃ کو قلمدان وزارت عطا فرمایا اُسی سال مین اعلیحضرت بندگان عالی بہ نفس نفیس لارڈ رپن بہادر گورنر جنرل کی ملاقات کے لیے کلکتہ تشریف لیگئے۔ جہان حضور والا کی شاہانہ طور پر مہمان داری ادا کی گئی اور اسی روز وہان ایک عظیم الشان نمایش ہوئی تھی جسمین اعلیحضرت بندگان عالی بذات خاص زینت بخش نمائش ہوئے۔ اور لاکھ روپیہ کی چیزین خریدی گئین اور پندرہ ہزار روپیہ محتاج خانون مین عطا فرمایا۔ اسکے بعد آپ حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین واپس تشریف لائے۔ اسکے بعد ۴ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ کو لارڈ رپن بہادر و لیسرائے ہند حیدرآباد دکن مین تشریف لائے اور ۶ ربیع الثانی کو ایک عظیم دربار منجانب دولت آصفیہ منعقد کیا گیا جسمین وایسرائے بہادر نے ایک طویل اور پر مغز اسپیچ کے بعد اعلیحضرت کو قلمرو دکن کے اختیارات عطا فرمائے جسکی خوشی مین کئی روز تک جشن منایا گیا۔ ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء مین اعلیحضرت نے مدراس اور نیلگری کی سیاحت فرمائی اور پھر ۱۸۹۹ء مین لارڈ کرزن بہادر کے مدعو کرنے پر حضرت اقدس و اعلی کلکتہ تشریف لیگئے اُسوقت حضرت کی مشایعت مین یہ زمانہ شہزادگی اعلیحضرت قدر قدرت حضرت پر نور نواب میر عثمان علیخان بہادر موجودہ فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ بھی موجود تھے۔

۱۹۰۱ء مین مادر مہربان کوئین وکٹوریہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کا انتقال ہوگیا اور اُنکی جگہ شہنشاہ معظم اعلیحضرت ایڈورڈ ہفتم آنجہانی کی تخت نشینی عمل مین آئی جسکی تقریب مین بمقام دہلی جنوری ۱۹۰۳ء مین ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا جس مین حضور پر نور بھی مع ارکین دولت کے تشریف لیگئے۔

جبکہ ۱۳۲۳ھ مین اعلیحضرت کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو حسب قاعدۂ قدیم یہان بھی جشن چہل سالہ ترتیب دیا گیا جسکا بالتفصیل حال سوانح عمری کلان مین مندرج ہے جو عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگی۔

۱۹ شوال ۱۳۲۳ھ سے جشن جوبلی کے کارو بار شروع ہوے جسکا کئی ہفتہ تک سلسلہ برابر جاری رہا باغ عامہ مین ایک دربار منعقد کیا گیا تھا جس مین حضور والا نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی رعایا کی جانب سے جو ایڈریس پیش ہوا تھا اُسکے جواب مین حضرت نے ایسی اسپیچ ارشاد فرمائی کہ جس سے رعایا کے ساتھ آپ کی دلی ہمدردی اور شاہانہ شفقتون کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے

آپ کے عہد مبارک مین حسب ذیل وزرا مقرر ہوے۔

سلسلہ	نام وزیر دکن	مدت وزارت
۱	نواب مختار الملک بہادر سالار جنگ اول	۱۸۵۳ء سے ۱۸۸۳ء تک
۲	نواب عماد السلطنۃ سالار جنگ دوم	۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۷ء تک
۳	امیر کبیر نواب سر آسمان جاہ بہادر	۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۴ء تک
۴	نواب سر وقار الامرا بہادر	۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۱ء تک
۵	سر مہاراجہ یمین السلطنۃ بہادر	۱۹۰۱ء سے اسوقت تک

ان مختصر حالات مین اسوقت اعلیحضرت کی زندگی کے صرف چند واقعات تعلمبند کیے گئے ہین اب ہم اس پر آشوب گھڑی کو بیان کرتے ہین جسنے ایسے جلیل القدر اور رعایا پرور بادشاہ کو ہم سے ہمیشہ کے لیے چھوڑا یا۔

۲ رمضان ۱۳۲۹ھ تک حضور کا مزاج اچھا تھا دفعتہً آپ کو فلک نما پر ایک چکر آیا پاس والون نے آپ کو سنبھال کر بستر پر لٹا دیا اُسیوقت سے آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔

اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی عالیجناب مہاراجہ مدار المہام بہادر سراسیمہ ایوان وزارت مین داخل ہوے اور اُس جوش عقیدت کے تقاضہ سے جو آپ کو اعلیحضرت کے ساتھ تھا قصر فلک نما پر تشریف لیگئے۔ کسیقدر مزاج سنبھلنے کی خبر پاکر واپس تشریف لے آئے صبح کو مہاراجہ بہادر اور دیگر امرا مزاج پرسی کو حاضر ہوے اسوقت بھی حالت ایسی خطرناک نہ تھی۔ مگر مرض مین زیادتی ہوگئی تھی تھوڑی دیر کے بعد تشنج کا دورہ ہونے لگا۔

مہاراجہ مدار المہام بہادر اور صاحب رزیڈنٹ بہادر اور دیگر امرا حاضر ہوے اسی عرصہ مین ڈاکٹر برایمین ڈاکٹر عبد الغنی ڈاکٹر کورلا والا بھی حاضر ہوے اور انھون نے حالت دیکھکر مایوسی ظاہر کی۔ مرض بڑھتا گیا یہانتک کہ ۴ رمضان یوم سہ شنبہ کو بارہ اور ایک بجے کے درمیان مین زندگی کے ۶۴ مرحلے طے کرکے عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف سدھارے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اس خبر کے سنتے ہی رعایا نے فرط رنج وغم مین اپنا تمام کاروبار بند کردیا۔

قریب ایک بجے کے قصر فلک نما سے جسد مبارک چومحلہ مین لایا گیا۔ اور صحن مکہ مسجد مین

لحد کی تیاری ہوئی۔

الحاصل رات کے ایک بجے کے بعد آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اسوقت ایک ماتم برپا تھا ہر طرف سے سوائے آہ و زاری کے اور کچھ سنائی نہین دیتا تھا اور ہر کس و ناکس اٹھ اٹھ آنسو رو رہا تھا۔

جب رعایاے دکن کے سر سے اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر کا سایہ اوٹھ گیا تو اسی روز سہ پہر کو آپ کے شہزادۂ اکبر نواب میر عثمان علیخان بہادر نے اہل دکن کو اپنے سایہ عاطفت مین لے لیا۔ جسکا اعلان نواب شہاب جنگ بہادر روز سہ پہر کو توالی نے متصل چار مینار بہ آواز بلند پڑھ کر سنایا۔ سہ پہر نواب سلطان یاور جنگ بہادر کوتوال بلدہ نے اپنے ساتھ مختصر سی جمعیت لے کر گلی گلی کوچہ کوچہ اُس اعلان کی تشہیر کی جسکو سنکر تمام رعایا کو اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوا۔ اور ہر ایک کے دل سے یہی دعا نکلی کہ

الٰہی بخت تو بیدار باد ا ترا دولت ہمیشہ یار باد ا
گل اقبال تو دائم شگفتہ بچشم دشمنانت خار باد ا

این دعا از من و روز جملہ جہان آمین باد

از حیدرآباد دکن
۵ رمضان المبارک

دعا گوے دولت آصفی
صبر دہلوی

حضور جنت مین

(چوتھی رمضان المبارک یوم سہ شنبہ وقت مابین ۱۲- اور ایک بجے دن کے)

فردوس گیٹ کے بیرونی گول برامدے مین ابھی ٹیلیفون سے رضوان نے کان ہٹایا تھا اور اپنے کسی اسسٹنٹ کو آواز دینے والا تھا کہ سبز نورانی موٹر کار گرجتی ہوئی پھاٹک پر آکر رک گئی رضوان آگے بڑہا۔ موٹر کار کا دروازہ کھولا گیا۔ اعلیحضرت میر محبوب علیخان جی سی بی اپنی مخصوص سراپا نور ادائے محبوبیت سے اوتر پڑے۔ رضوان نے عرض کیا کہ ابھی ابھی سرحدی گورنرون کے ٹیلیفون حضور کے داخلہ کے متعلق آئے ہی تھے کہ حضور کی موٹر پہونچی۔ ویلکم کی شاندار رسم جو ضرور ہونی چاہیے تھی نہوسکی۔ لیڈی نیر کے شگفتہ گلدستہ حسن افروزی نگاہ ظل سبحانی سے محروم رہے۔ حضور مسکراتے ہوئے درافشان ہوے کہ "ہان پہلے سے اطلاع کا موقع نہ ملا۔ دفعتہً جی چاہا کہ اب خلد برین کی آب وہوا سے لطف اُٹھانا چاہیے۔ جریدۂ وہبی آگیا یہانتک کہ کسی سے کچھ کہا سنا بھی نہین۔ استقبال وغیرہ کے تکلفات یہان بھی! مسٹر رضوان مین تکلفات دنیا سے اوکتا کے یہان آیا ہون کہ شاداب وخموش کنجہاے باغ مین رحمت الٰہی کی آغوش مین پڑا رہون جھوٹے نمایشی برتاؤ کرنے والے نہون نہ نظر فریب آداب شاہی"۔ رضوان نے فوراً آراستہ موتی محل کے دروازے کھلوادیے اور حضور سے استدعا کی گئی کہ تھوڑی دیر آرام فرمالین تو پھر آرزومندان باریابی حاضر ہون۔

چشم زدن مین بے تار کے ٹیلیفون نے تمام جنت ومضافات مین یہ خبر پہونچادی کہ آصف جاہ سادس تشریف فرما ہوگئے ہین اور یہین رہینگے جنتیون کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ آصف جاہان سابق کی شادمانی قابل دید تھی چہرے گلابی ہورہے تھے منتظر تھے کہ وہ صاحبزادے کب آرام پاچکین کہ تشنۂ دیدار سیراب ہون۔ قصر عالی کے گرداگرد لاکھون جنتیون کا مجمع ہوگیا کہ کئی ہزار چابکدست فرشتہ پولیس انتظام کے لیے آگئی محل کے گرد کی گیلریز پر تمام حورین آراستہ وپیراستہ ہوبیٹھین۔ محل کی جانب شمال وسیع اور چمکدار دالانون مین جو فرنیچر آلہی سے آراستہ تھے آصف جاہان دکن منتظر قطار بیٹھے تھے جانب جنوب مخدرات عالیہ شاہی خاندان کی خواتین نورانی رنگ برنگ کی نقابون مین بیچینی سے انتظار کررہی تھین کہ ایکمرتبہ غلامانون مین سرگوشیان شروع ہوئین۔ ڈوریان کھنچین۔

سرا پردہ شاہی کو جنبش ہوئی غیبی آواز ہوشیار باش نے ایک مودب ہلچل پیدا کردی باطن کی آنکھین نظر افروز ہوئین آصف جاہ سادس کے پر رعب مگر دلکش چہرے نے بوڑھے شاہان مغلیہ کی ترسی پیاسی نگاہون کی ایسی سیرابی کی کہ نیند سی چھا گئی۔ بندگان عالی نے بڑھ کے ہر ایک کی دست بوسی کی جنوبی دالانون سے گود بھر بھر کے دعاؤن کے سامعہ نواز نغمے ایک عجب کیفیت پیدا کر رہے تھے حضور اودھر بڑھے قریب پہونچے سر تسلیم خم کیا کسی نے بلائین لین کسی نے پیار کیا کسی نے کہا واہ بیٹا واہ کوئی اتنا ترسا تا ہے ہماری آنکھین تو راہ دیکھتے دیکھتے سفید ہوگئین غرض مختلف کرشمہ شفقت کے دیکھتے محبت بھری باتین سنتے آصف جاہی گروہ مین پہونچے سب کے ساتھ اُس عام مجمع کی طرف بڑھے جو چارون طرف سے اُس نورانی محل کے بیرونی فضا مین سمایا ہوا تھا اُسکے گرداگرد گیلریہ مین حورین تا رنظر سے نورانی سہرے اعلیحضرت کے باندھ رہی تھین مجمع نے بڑی گرمجوشی سے چیر دیے حضور نے خندہ پیشانی سے سلام لیے حورون نے گلدستہ پھینکے حضور نے لوٹ کیا (Bowed) غرض اس مجمع کو جسمین مقدس رعایاے حیدرآباد و بالعموم مسلمانان ہندوستان کا گروہ تھا حضور آسودۂ نظارہ کرکے محل ہمایون کے بڑے ہال مین رونق افروز ہوے اکثر جان نثاران سابق کی نذرین ہوئین حضور نے سب سے بزرگون کی طرف ہاتھ نذر دینے والے کا بڑھا دیتے تھے مگر وہ مجبور کرکے حضور ہی کو نذر لیتے کیونکہ اسطے ہدایت کرتے تھے خوردی و بزرگی کے راز و نیاز ہو رہے تھے کہ حضرت ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع نے پوچھا کہ میان کمو حیدرآباد کا کیا حال ہے ہم لوگ یہان دس بیس سال سے بڑے سکھ کی نیند سوتے تھے تمھاری حکومت کی امن و امان و ترقی کی خبرین ہمکو عذاب بیداری سے بچاے ہوے تھین۔ تمھاری افزونی وجاہت تمغہ یابی ملک معظم سے تازہ دوستی۔ رعایا کی خوشحالی۔ تمدن دکن کی روز افزون سرسبزی و باقاعدگی ہم لوگون کو بہت خوش کیے تھی اب خدا جانے کیا حشر ہوگا!! ابھی یہ سلسلہ تقریر ختم نہوا تھا کہ دنیا کی تازہ ڈاک پیش ہوئی مشیر دکن کا ماتمی پرچہ ہاتھون ہاتھ لیا گیا اور "عروس دکن کا نوحہ" پڑھا گیا سب چشم پر آب ہوگئے اور خود حضور اس موقع پر جہان شہزادون کے نام اور اُنکی اوداسی کا ذکر تھا منھ پھیر کے آنکھین دستی سے صاف فرمانے لگے ناصر الدولہ بہادر بولے دیکھا جیسا سب کا خیال تھا ٹھیک نکلا بیشک تمھاری جان نثار رعایا تمھارے لیے بیچین ہوگی کہین لوگ خودکشی نہ کرین حضور نے ضبط گریہ کرکے رکی ہوئی

بھرائی ہوئی آواز مین فرمایا کہ مواد احجان مین جنت کی سیر کی آرزو قرب ربانی کی تمنا مین ایسا محو ہوا کہ چشم زدن مین آ پہونچا گو مجھے اس عام ماتم نوحہ خوانی کا اندیشہ تھا مگر اُسوقت شوق مین کچھ خیال نہ رہا خیر امتداد زمانہ وطول فراق قدرت کی زبردست تدبیر جو حوادث کے پہاڑ دلون پر سے ہٹا دینے مین ید طولیٰ رکھتی ہے میرے غم کو میری رعایا کے دلون سے کم کردیگی اور بڑی اچھی بات یہ ہے کہ میری مرضی کے مطابق میرے محترم دوست حضور ملک معظم کے ایما سے سخت جگرم میر عثمان علیخان بہادر بہت وقت سے تخت نشین کیے گئے اور رعایا دکن کے زخمون پر بہت جلد مرہم لگایا گیا اب سکون ہو گیا ہوگا اور ہوتا جائیگا کل پرسون کی خبرین انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان بخش ہونگی" حضور کی اس تقریر سے سب ذرا مطمئن ہوے غلامون کی چھوٹی سی جماعت نے چاء و بسکٹی تازہ میوون کی کشتیان پیش کین چاء نوشی ہوئی اسکے بعد غیر مرئی و غیر محسوس راحت افزا حسین و جمیل سوارون مین یہ سب حضرات سیر جنت کو نکلے۔

شمالی جنت کے ایک پر فضا مگر خاموش حصہ مین چند بلورین کوٹھیان دیدہ زیب بنی ہوئی تھین سامنے آبشارون اور سبزہ زارون کی قدرتی سینری تازگی بخش چشم شوق ہے ان کوٹھیون مین وہ اولوالعزم خدا کے مقبول بندے رہتے ہین جنھون نے دنیا مین قومی کام کیے اور اپنا دل و دماغ و صحت و آرام فدائے قوم کرگئے۔ سید احمد خان۔ سید مہدی علیخان ایسی پر تکلف حصہ جنت مین فروکش ہین۔ جسوقت کی کیفیت ہم لکھ رہے ہین اُسوقت سید احمد خان آرام کرسی پر لیٹے بڑے غور سے مسلم یونیورسٹی کا کانسٹیٹیوشن جو دنیا کی تازہ ڈاک نے پہونچایا تھا دیکھ رہے تھے کہ سید محمود آئے اور آتے ہی سرسید سے بہت غمگین لہجہ مین کہنے لگے کہ ہمین تو کچھ مسلم یونیورسٹی کے آثار اچھے نہین نظر آتے۔ سرسید چونک پڑے بولے خیر تو ہے یہ تم نے کیا کہا۔ اُنھون نے کہا کہ حضور آصف جاہ سادس غمکدۂ دنیا سے سبکبر ہو کر ہجرت فرما کے یہان آ گئے ہین ابھی ابھی مجھے خبر ملی ہے ظاہر ہے کہ اب یونیورسٹی کا گران بہا سرپرست سب سے زیادہ معاون کون رہا اور کیا خاک سرسبزی ہوگی اسید آہ سرد کھینچکر خاموش ہوے پھر کہنے لگے اچھا چلو حاضر تو ہون حضور کو دیکھے ہوے مدتین گزرین۔ باپ بیٹے اپنی کوٹھی سے درباری لباس پہنکر مہدی علی کی کوٹھی مین گئے وہ پہلے سے خبر پاکر تیار ہو رہے تھے یہ سب مل کر

قصر معلےٰ کے ویٹنگ ہال مین جا پہونچے۔ ملکوتی چوبدارون نے خبر کی یہ لوگ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ یاد ہوئی۔ سب سے زیادہ منور اور سجے ہوے کمرے مین جہان ہر آن و ہر لحظہ انوار قدسی کا نزول ہوتا رہتا تھا اعلیحضرت جلوہ افروز تھے یہ لوگ سامنے پہونچے ہی تھے کہ تادب کی پر عظمت دیر تک سر تسلیم خم کرنے کی تحریک کی پر شوکت ضیا گستر چہرہ مبارک کی سطوت نے اور نورانی شعاعون کی چھوٹ نے ان حضرات کو باوجود استقلال مزاج مرتعش کر دیا بر ینہم سرسید نے بہت جی کڑا کر کے آگے بڑھ کر حضور کے ویلکم کی تہنیت عرض کی۔ کچھ جھجک نکلی جرأت آئی سلسلہ تقریر مسلمانان ہندوستان کی بدقسمتی اور مسلم یونیورسٹی کی بیکسی تک پہونچا۔ سید احمد خان نے ساتھ ہی یہ عرض کیا کہ گو موجودہ تاجدار کون سے بھی ہماری قوم کی امیدین وابستہ ہین مگر جو دلچسپی یور ہائنس لیتے وہ بہت زیادہ قیمتی ہوتی۔ بندگان حضرت سید کی ختم تقریر تک مسکراتے رہے اور اُس حصہ تقریر پر چشم پر آب بھی ہوے جہان سید نے خدا کی رحمتون اور مسلمانون کی ناقابلیت اور معصیتون کا مقابلہ کیا تھا۔ ختم تقریر کے بعد اعلیحضرت فرمانے لگے "سید صاحب مجھے اس سے اتفاق ہے کہ مجھے بہت گہری دلچسپی مسلم یونیورسٹی کے آئیڈیل سے تھی اور مین اچھے اور جیسے موقع کا منتظر تھا کہ خاطر خواہ آغا خان کو خوش کرتا مگر مجھے اس سے اتفاق نہین ہے کہ برخوردار میر عثمان علیخان بہادر مجھسے کم دلچسپی مجھسے کم ہمدردی آپکی یونیورسٹی سے کرینگے آپ اُنکی بہت ہی صغیر سنی مین یہان آگئے اسوجہ سے آپ کو پورے طور پر اُنکے نشو و نما و سعت معلومات۔ ذہنی مسلمانان عالم سے قدرتی محبت اثنیا نفسی وغیرہ کے صفات سے واقفیت کا اتفاق نہین ہوا مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ وہ خاطر خواہ ہمدردی کرینگے اور مسلم یونیورسٹی کو مستغنی سوال کر دینگے" حضرت کے اس فرمانے سے فرط طرب سے تینون فدائیان قوم کے آنسو نکل پڑے اور سب نے بالاتفاق کہا کہ یور ہائنس کا ارشاد ہم سب کے لیے تسکین بخش ہے حضور میر عثمان علیخان بہادر خدا انکو مسلمانون کے انتہاے ترقی و انتہاے آرزو تک دنیا مین شاد کام اور بار آور رکھے ضرور ہم سے بے وسیلون کے لیے کافی سہارا ہین اور کیون نہون کس آفتاب سے اُنھون نے کسب ضیا کی ہے۔ ذاتی جوہر اور پھر اُسپر یہ فیض شعاعین نور گستری کا کیا عالم ہوگا!! یہ تقریر ہو ہی رہی تھی کہ بارگاہ احکم الحاکمین کے پولٹیکل سکریٹری کی آمد کی اطلاع ہوئی آداب بجا لاؤ کے شور مچا کر کے ساتھ علیگڈھی واپس ہوے۔ پولٹیکل سکرٹری سے دو گھنٹہ

تخلیہ رہا اُسکے بعد مشہور رہا کہ اب بندگان اعلیحضرت قرب اختصاص کے تمغہ اخلاص سے سرفراز فرمائے جائینگے۔ اور شہنشاہ حقیقی سے کچھ ایسے قرب مین مہمان رہینگے کہ

نہ کسے میرود آنجا نہ کسے می آید

قطعہ تاریخ انتقال حضرت آصف جاہ سادس طاب ثراہ

جنکے احکام کی کل تک تھی دھوم — آج وہ ہیں زیر زمین مین معدوم
تھے انھین مین سے شہ آصف جاہ — آیت رحمت حی القیوم
لے فلک موت کا ان سے رشتہ — ہے جو پیوند نہایت مذموم
جوڑ تھا خوب حیات جاوید — اور محبوب علی خان مرحوم

۲۰ ف ۱۳

دہم رمضان شریف
از کپل

امین الحسن المسجل

قطعات تاریخ وفات حسرت آیات اعلیحضرت نظام الملک نواب

میر محبوب علیخان بہادر آصف جاہ۔ جی سی ایس آئی جی سی بی مرحوم
مغفور نور اللہ مرقدہٗ۔ از محمد عبد الحق مقصود ساکن قصبہ نور الانوار ضلع رائچور

۱ اک نہ اک روز ہم کو دیتا ہے — ۲ رنج و غم ہائے ہائے جرح کہن
۳ دور پھر آگیا مصیبت کا — ۴ ہائے جاتی رہی بہار چمن
۵ خون رولاتی ہے اک زمانے کو — ۶ خبر انتقال شاہ دکن
۷ صاف گو۔ بزم شعر کی رونق — ۸ طوطی خوش بیان باغ سخن
۹ از سر آہ۔ آہ اے مقصود — ۱۰ لکھ سخن فہم و قدردان سخن

۱۹۱۱ء

دیگر

حیف صد حیف مرگ آصف سے — مٹ گیا ہائے عز و جاہ دکن
بکرمی۔ سال فوت لکھ مقصود — شاعر ذی وقار شاہ دکن

سمت ۱۹۶۸

(دانہ دار جلنگ)

۵ اس قطعہ کے ہر مصرعہ کے اول و آخر حرف کو ملانے سے ۱۳۳۰ھ نکلتا ہے

سیر کشمیر

اڈیٹر صاحب الناظر۔ آپ کی فرمائشات مضمون نویسی کو ٹال کر مین اس باغ خیتہ یعنے خطہ کشمیر پہونچا۔ مین سال گذشتہ ولایت جانے کے قبل بھی یہان ہو گیا تھا جبتک مین نے حصہ ملک کو نہین دیکھا تھا مین مطلق وطن پرست نہ تھا۔ ہندوستان سے الفت مجھے اسکے پیدا ہوئی۔ اور مجھسے زیادہ میرے بچون کو جنھین ولایت لے جانے سے قبل مین یہان لایا تھا۔ انگلستان مین برابر کشمیر کی مدح سرائی کیا کرتے ہین اور ہندوستان کی بڑائی۔

کشمیر کی توصیف مین میرا قلم عاجز ہے۔ یہان اگر کبھی اگر کسی انسان مین فطرت ذوق نہ پیدا ہو تو اُسے بے روح سمجھنا چاہیے۔ فطرت کی ہر چیز یہان دلربا ہے۔ پہاڑ سی چیز یہان بری نظر آتی ہے۔ اور بری بھی ایسی جو سبز پیشوازہ (جسمین چوڑا چکیلا پٹھا لگا ہو) پہنے فرط نشاط سے رقص کرنے کو موجود ہو۔ دور سے دیودار اور چیر کے درخت اُس پیشواز کی ایک خاص دلفریب انداز کی چنٹ معلوم ہوتے ہین۔ الغرض یہانکے پہاڑون مین بھی جادو ہے۔

دریا ہر جگہ دیکھے۔ اور تو اور خود جہیلم ہی بہہ کر میدانون مین گیا ہے۔ مگر وہان یہ بھی ایک میلا اور کالا سا دریا ہے۔ برخلاف اسکے وہی جہیلم کشمیر کے راستہ کی سینری کی نصف جان ہے۔ بہتا اُسکی اٹکھیلیون کے ساتھ روانی۔ وہ اُسکا معشوق کی کمر کی طرح بل کھانا۔ وہ اُسکی موجون کا پتھرون سے ٹکرا کر خوشگوار آواز مین پیدا کرنا اور دل مین قریب قریب ویسا ہی سرور لانا جیسا کہ پیانو (Piano) کے سفید پردون پر کسی لعبت فرنگ کی انگلیون کے پڑنے سے اکثر پیدا ہوتا ہے وہ اُسکا جگہ جگہ پر رنگ بدلنا۔ کبھی کف سے سفید۔ کہین سبزے کے عکس سے سبز کہین دور۔ کہین نزدیک کہین پھسلتے ہوے آہستہ ہونا۔ کہین زور شور سے چلنا۔ الغرض کشمیر کی سرحد شروع ہوتے ہی اس دریا مین ایک کیفیت خاص پیدا ہوتی ہے۔ نشہ سا چڑھ جاتا ہے اور متوالا انداز جھلکنے لگتا ہے۔

سٹرکین ہمارے لکھنؤ مین بھی ہین۔ بی گومتی کے پاس پاس بھی ٹلبر صاحب کی خوش مذاقی ہے

سڑک بنائی گئی ہے۔ ہرے ہرے پارکون کے پاس سے سڑکین نکالی گئین ہین اور خدا بھلا کرے لکھنؤ کے ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈ کے بد دماغ ممبرون کا کہ اُن حضرات نے اپنی جدت پسند مگر تکلیف رسان طبیعت سے پتھر کی سڑکین بھی شہر مین دوڑائی ہین۔ مگر وہ اکیلی سڑک جو بیین کے پتھرون کو پاش پاش کرکے بنائی گئی ہے گومائے سے سری نگر تک بینظیر لطف دکھاتی ہے۔ دن کو دیکھو یا چاندنی رات مین۔ اس سڑک کا منظر اور اس سڑک کا روپ ہی کچھ اور ہے۔ مجھے تو نہین معلوم کہ دنیا مین کہین اور اس طرح انداز و ادا سے اونچی اور نیچی ڈھلوان اور برابر چوڑی اور پتلی ہوتی ہوئی کوئی دوسری سڑک ایک چنچل ندی کے ساتھ ساتھ سیکڑون میل تک قریب قریب مسلسل دوڑی ہو[1]

مین نے ایک اور دریا پر بھی اس سے پہلے دل دیا تھا یعنی دارالسلطنت ہنگری (Hungary) کے شہر بودا پست (Budapest) کے دریاے ڈینوب (Danube) پر۔ مجھے وہان اُس دریا کی شاہانہ رفتار۔ شاہانہ انداز بہت بھلا معلوم ہوا تھا۔ مگر اسکا یہ انداز اور یہ رفتار حسن جوانی سے بھی کم دیرپا تھا۔ برخلاف اُسکے اس راہ کشمیر کے دریا کی خوبی و حسن کا لطف سیکڑون میل تک برابر اوٹھایا جاسکتا ہے۔ سڑک اور دریا پچاسون کوس ساتھ ساتھ چلتے ہین۔ دریا دور ہو جاتا ہے مگر سڑک پر چلنے والون کی نگاہون سے اوجھل بہت ہی کم ہوتا ہے۔ یہ سڑک ملاے اعلیٰ تک پہونچنے کی کہکشان اگر نہ بھی ہو (میرے خیال مین تو ہے) تب بھی اس مین

شہر سے خاص انس ہے اور اُنھون نے اپنے زمانہ مین شہر کی آراستگی اور خوشنمائی کے لیے بڑی کوشش کی چنانچہ یہان کی میونسپلٹی کو جو راہ اُنھون نے دکھادی تھی اُسکو اُسنے ہنوز نہین چھوڑا ہے اور اگر یہان میونسپل بورڈ کے تعصبات اور رجحانات سے قطع نظر کرلیا جاے تو بلاشبہ بہت کچھ شہر کی درستی ہوگئی ہے۔ اسی کی طرف الائن مضمون نگار نے اشارہ کیا ہے۔

[1] جاپان مین موجی (Mojee) اور ناگاساکی (Nagasaki) کے درمیان اسی قسم کی سڑک بنی ہوئی ہے۔ دونون شہرون کے درمیان فاصلہ کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ریل اس مسافت کو نو گھنٹہ سے زائد مین طے کرتی ہے۔ سمندر کے کنارے کنارے یہ سڑک اور ریل کی پٹڑی ایک دوسرے سے اسطرح دست و گریبان ہوئے گئے ہین کہ کبھی سڑک بالکل لب آب ہے اور ریل کی پٹڑی پہاڑ کی دامنگیر ہوتی ہے اور کبھی سڑک سلسلہ کوہ کی تابوسی کرتی ہے تو ریل کی پٹڑی ساحل سمندر سے گلے ملتی ہے۔ صبح کے وقت جب آفتاب عالمتاب پہاڑون کی بلندی پر اپنے جمال جہان آرا کی پہلی جھلک دکھاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شوخ و شنگ حسین لہنگا جھرکو کسے منھ نکالا دریا کی سیر مین مصروف ہے۔

ایڈیٹر

تو شک نہین کہ یہ باغ جنت کی راہ ضرور ہے۔

اس باغ جنت کی راہ کی سیر کا حال قلم کیا لکھے۔ دل ہی کچھ اسکے مزے سے آشنا ہے میسری بھی مین نے فرانس اور انگلستان قسطنطنیہ اور پیرس کی دیکھی ہے اور اُس مقام کے مناظر بھی دیکھے ہین جسپر سارے یورپ کو ناز ہے یعنے سوئٹزرلینڈ (Switzerland) کے۔ مگر کجا ملک کشمیر اور کجا ذرا سا مقام سوئٹزرلینڈ۔ کہان یہ فطرتی منظر کے تمام و کمال حسن کا ایک نظر مین مشاہدہ ہوجانا اور کہان وہ مناظر کا الگ الگ جدا جدا کوشش سے ڈھونڈھ نکالنا۔ مین نے کشمیر کے مقامات ابھی بہت ہی کم دیکھے ہین مگر مین تو دنیا کے کسی خوش منظر سے خوش منظر مقام کے مقابلہ مین صرف راہ سری نگر کے بیمثال منظر کو پیش کرنے کے لیے تیار ہون میری آنکھون مین تو اسی راہ مین سب کچھ موجود ہے۔ اگر کسی کا دل حسن پرست اور چشم خوش نظر ہو تو میرے ساتھ آئے مین اپنے دعوی کو سچا کر دکھاونگا۔

نیگ[1] ہسبینڈ نے جو یہان ایک وقت رزیڈنٹ تھے ایک ذخیم کتاب کشمیر کے متعلق لکھی ہے ایک مقام پر انھون نے ایک دلفریب صوفیانہ بات لکھدی ہے وہ لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ بارہ سنگھے کے شکار کے لیے وہ بہت سے شکاریون کے ساتھ پہاڑون پر گئے۔ باوجود پہاڑون پر بہت اونچے چلے جانے کے بارہ سنگھا تو نہین ملا مگر انھون نے اوپر ایسا خوش آیند منظر دیکھا کہ روح پھڑک اٹھی۔ لیکن انھون نے اس منظر کا اثر نہ اپنے ساتھ کے شکاریون پر پایا نہ گھوڑون پر اور نہ اڑتی چڑیون پر۔ اسپر انھین تعجب ہوا۔ اور اسی حالت استعجاب مین انپر یہ بات منکشف ہوئی کہ بینائی کے لیے صرف یہ آنکھین کافی نہین ہین بلکہ روح کی مدد کی ضرورت رہتی ہے۔ اوسی وقت چیزون کے اصلی اور صحیح حسن و قبح کا ادراک ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر سابق رزیڈنٹ نے لکھا ہے کہ ایک انگریز ایڈیا[2] کے دوست دس روز کے لیے کشمیر کی سیر کو آئے اتفاق سے آٹھ روز تک برابر پانی برستا رہا۔ میزبان اور مہمان

---

[1] سر فرانسیس نیگ ہسبینڈ انھون نے لارڈ کرزن کے زمانہ مین صدر بنگالہ مین خاص مہارت حاصل کی اور اسی بنا پر ہندی کے لفٹنٹ گورنر ہین۔ آج کل بوجہ ناسازی مزاج رخصت پر ولایت گئے ہوئے ہین۔

[2] حضور ملک معظم کے وزیر ہند کا دفتر بمقام لندن۔

دونون حالت افسوس مین تھے کہ نہ کچھ دکھا یا جاسکا نہ کہین آنا جانا ممکن ہوا آخر ایک دن خوش قسمتی سے پانی کھل گیا اوس روز شفق کا منظر ایسا بھلا تھا کہ مہمان نے کہا کہ وہ محض اسی ایک نظارے کے دیکھنے کے لیے تمام مسافت اور تکلیف خوشی سے برداشت کر سکتے تھے۔

کشمیر مین گو چشم ظاہر بین کے لیے بھی ایسا سامان ہے کہ وہ پھڑک اُٹھے۔ مگر جسمین روح سے کام لینے کی بھی قوت ہو وہ پہلے جوش مین تو فطرت پرست بن جاے گا مگر پھر مضبوط خدا پرست ہو جاے گا۔ یہان بلاشبہ

ہر گیا ہے کہ از زمین روید وحدہ لاشریک لہ گوید

کا تماشا نظر آتا ہے۔

یہان کا سبزہ واقعی فرش مخمل سا ملائم ہے۔ جو چاہے ہمارے کروکے[۵۱] کی لان[۵۲] پر آکر اسکی تصدیق کرلے۔ فارگٹ می ناٹ (Forget-me-not) کے سے نازک پھول یہان خود رو جمتے ہین۔ اور یہان کی زبان مین بیچارے جنگلی پھول کہلاتے ہین۔ جسکو فطرت کے بچھاے ہوے رنگین قالین دیکھنا ہون وہ گلمرگ جاکر اُس پتھری پہونچے۔ راستہ مین وہ فارس کے بہترین قالینون کے نمونے دیکھ لے گا۔ اور اپنے جسم مین بھی خون کا یہ زور پائے گا کہ خود بینی کا شوق آئینہ مین سرخ سرخ گال دیکھنے سے پیدا ہو جائے تو کچھ تعجب نہین۔

اجی کیا کہین اُس ظلم اور بدعت کو جسکے ہم یہان مرتکب ہوئے ہین۔ نازک جسم سنبل باندھ کر اپنے بھدے پاؤن سے روندا ہے۔ اور غضب پر غضب یہ کہ گھوڑون کے سمون کے نیچے کچلا ہے کبھی کسی خونی اور خود سر بادشاہ نے بھی اسقدر ظلم نہ کیا ہوگا۔ ایسی قیمتی جانین اس سفاکی و بیرحمی سے کسی نے نہ لی ہونگی جس طرح ہم نے یہان بیگناہ پھولون اور نازک و نازنین گھاسون کی جانین لی ہین جنکو ہم اگر قدر شناس ہوتے تو اپنی آنکھون مین جگہ دیتے۔ اپنے کوٹ کے کاجون مین لگاتے یا کسی معشوق کو نذر کرکے اُسکے سینہ مین لگا دیتے۔ اگر خود اُن پھولون اور پتیون کی جو فراموشی

---

۵۱ کروکے (Croquet) ایک انگریزی کھیل کا نام ہے۔

۵۲ ناہموار سبزہ جس مقام پر قینچی سے درست کیا جاتا ہے اُس جگہ کو لان (Lawn) کہتے ہین۔ آج کل کے اکثر کھیل اسی قسم کے مقامات پر کھیلے جاتے ہین۔

جسکو انگریزی قانون کی اصطلاح مین کانٹریبیوٹری نگلیجنس (Contributory negligence) کہتے ہین ہمارے بچاؤ کی پرزور دلیل ہوتی تو بلاشبہ اپنی غارتگری کے باعث قتل کے قابل ٹھہرتے ہم مجبور تھے اس لیے معذور۔ یہ نازک پھول خود ہی ہماری راہ گھیر لیتے تھے جس طرف چلو وہ قدمون کے نیچے۔ یہ حسن اور اسپر یہ انکسار۔ اے حسین انسانی معشوقو! سبق لو۔ وہ تمام پھولون کا تاجدار گل گلاب بھی بیان کثرت سے خود رو جتا ہے۔ کوئی انسان اُسکو قدمون کے نیچے لانے کی جرأت تو کر ہی نہین سکتا۔ اُس کا رعب حسن اُسکے گرد کے کانٹون کی سنگینین اسمین مانع ہین لیکن یہان اُسکی جھاڑیان کھیتون کے گرد دیکھی ہین۔ افراط سے گلاب کے پھول ہوتے ہین۔ کیسی خوش قسمت ہین وہ لوگ جو ایسے گلاب رکھتے ہین اور کیسا بدقسمت ہے وہ جو ایک گلاب کو بھی ترستا ہو۔

بیان کے سنو اور جوش کی حالت کیا بیان ہو۔ جبتک ہم یہان نہین آئے عرفی کے اس شعر کو مبالغہ سمجھتے تھے۔

ہر سو خفتہ جانے کہ بکشمیر در آید گر مرغ کباب ست بر و بال و پر آید

ہم نے دیکھا کہ خشک ٹہنیان جو انگریزی پھلیون سوئیٹ پیز (Sweet peas) کے چڑھانے کے لیے باغ مین لگائی گئی تھین اب درخت ہوگئین۔ سیب کے درخت کے ایک سال قلم لگائے دوسری فصل مین اُنھون نے پھل دیا۔ پانی کی سطح پر تھوڑی مٹی اور گھاس پھوس ڈالکر وہان بو دیا تو کھیت تیار ہوگیا۔ سُنتے ہین کہ والیسرائے کے کیمپ کی بعض مخفی نمو کے جوش سے درخت ہوگئین۔ اور یہ تو ہم نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ صدبندی کی جعفری کے ستون مین پتیان نکل آئین اور تو اور ہم اپنے جوش کی مثال پیش کرتے ہین۔ چند روز کا عرصہ ہوا کہ ہم صرف دو روز گلمرگ اور آئل پتھری مین گزار کر رمضان کے باعث سرینگر واپس آرہے تھے۔ گلمرگ سے اوتر کر پنجے کی وادی کے منظر نے مست کر دیا۔ پہاڑ پر سے نیچے کا منظر آنکھون مین کھب گیا۔ ایک صاف صاف چشمہ سیاہی مائل سبزی سے آراستہ پہاڑون کے دامن مین چتلے چتلے نالے کھیتون کے درمیان۔ جگہ جگہ خوشنما درخت۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی خوش مذاق انسان نے کروڑون روپے

لہ غفلت تائیدی۔

صرف کرکے میدانون کی وسعت کا ایسا دلفریب باغ آراستہ کیا ہے۔ روشین بنائی ہین۔ نہرین بجلی ہین۔ درخت نصب کیے ہین۔ سبزہ اُگایا ہے۔ الغصہ اس نظارہ سے طبیعت کو ایک خاص حرکت ہوئی لینڈو پر بیٹھے۔ یہ منظر دور تک دیکھتے چلے گئے۔ ہاتھ مین رضا علی وحشت کا دل پسند دیوان تھا جس سے غالب کی یاد آتی تھی ہم کو بچپنے سے حافظ اور غالب کا سودا ہے۔ حافظ کا تو اعتدر کیا اکثر یہ ہوس ہوئی ہے کہ اب رکن آباد ہو۔ گلگشت مصلے ہو اور دیوان حافظ۔ بس پھر ہم راحت قلب کے لیے کسی دوسری شئے کے محتاج نہ رہین۔ وحشت کے دیوان کے اشعار وادی تنگ مرگ کا نظارہ۔ دل مین امنگ نتیجہ یہ کہ ہم کو کبھی شاعر ہونے کا دعویٰ نہوا۔ نہ اب ہے۔ مگر ہم نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اس دیوان سے کوئی مصرع طرح دو تو غزل کہین۔ اونھون نے کسی قدر تعجب سے اپنی پسند کا یہ مصرع دیا۔ ع یہ اقتضائے رسم مروت ہے کیا کرون۔ ہم بہ قسم کہتے ہین کہ ہمکو یہ تقطیع کرنا آئی ہے۔ نہ بحرون پر عبور ہے۔ پھر بھی کوئی آدھی ہی گھنٹہ مین یہ غزل تیار ہوگئی۔ جو بحر اور تقطیع مین چاہے ناقص ہو ہوش قارئین کو تو ضرور ظاہر کرتی ہے[1]

دل آگیا جو اُنپہ۔ طبیعت ہے۔ کیا کرون — جاتی رہے جو جان۔ قیامت ہے۔ کیا کرون
مانع نگاہ شوق نقاہت ہے۔ کیا کرون — دل زیر بار لطف و عنایت ہے۔ کیا کرون
بیٹھینگے پتلیون مین مرے دل سے روٹھکر — خون گشتہ دل سے اُنکو عداوت ہے۔ کیا کرون
حاضر ہے نقد جان تصدق کے واسطے — اُس گل سے دل کو ایسی محبت ہے کیا کرون
کیونکر قسم کرون قلم روسیاہ سے — اس سینری مین ایسی نفاست ہے۔ کیا کرون
حاضر جو جان بدے نگاہ کرم کے ہے — یہ مقتضائے جوش شرافت ہے کیا کرون
پوچھو جو مجھ سے کیون ہو نمین اس ملک مین اسیر — مین صاف دون جواب "حماقت ہے کیا کرون"
آنکھون کا کام لیتا ہون روح لطیف سے — کشمیر مین کچھ ایسی لطافت ہے۔ کیا کرون

[1] دفتر الناظر سے عذر مین مل سکتا ہے۔ [2] ہم غلط اور غیر فصیح کلام کے شائع کرنے کے حامی نہین اور حتی الامکان ایسے موقعون پر تصرف کرنا اپنا فرض جانتے ہین۔ مگر یہ ایک خاص حالت ہے اور صاحب مضمون نے جس طریقہ سے معذرت کی ہے اسکے بعد ان غزلیات کی بجنسہ اشاعت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ایڈیٹر

کیون مرگیا نہ اک نگہ شوق سے مشیر — اُس زود رنج کو یہ شکایت ہی کیا کرین

اسپر بھی طبع موزون کا شوق پورا نہ ہوا۔ دوسرے مصرع طرح کی فرمایش کی اور پھر سرجستہ یہ غزل کہی۔

مسیحا چھوڑ دو مجھکو مین اچھا ہو نہین سکتا — جو اُن ترچھی نگاہون کا مُداوا ہو نہین سکتا

تمھارا حُسن۔ میرا شوق۔ دونون پردہ دار ہین — اُٹھا دو مہربان پردا۔ کہ پردا ہو نہین سکتا

نہ ہو حرکت لبون کو۔ مردہ زندہ ہون اشارے سے — یہ کھیل اُس گل کا ہی۔ تم سے مسیحا ہو نہین سکتا

زبان حق گو تھی اُنکی۔ کہ اُٹھے میری شہادت پر — تمھارا ایسا پتھر دل کسیکا ہو نہین سکتا

نگہ سے قتل کرکے۔ جان تازہ بخش کر لب سے — کہا۔ "ایسا کسی سے بھی تمانشا ہو نہین سکتا"

ہی مانع وضعداری دل کو واپس مانگ لینے مین — نکل جائے ہماری جان۔ تقاضا ہو نہین سکتا

زمین پر زعفران کھلتا۔ پہاڑون پر ہے یخ جمتا — بہت منظر ہین دنیا مین۔ پر ایسا ہو نہین سکتا

مشیر بنیوا ہے پر شرافت نور دل اوس کی — تبون کے عشق و الفت سے وہ رسوا ہو نہین سکتا

اب کیا تھا چسکا پڑ گیا۔ روز سے گزارنے کا مشغلہ ہاتھ آیا۔ صبح اور کبھی سہ پہر کو دو تین روز یہی ہوتا رہا کہ ہم مصرع طرح کی فرمایش کرتے اور اُسی پر غزل تیار کرتے۔ وہ یہ حاضر ہین۔

چلین چلکر ے آئین آب طاہر حوض کوثر سے — محبت کی شراب اُنکو پلا مین دل کے ساغر سے

نہ آئے گفتگو کی نوبت۔ آؤ۔ دور ہی بیٹھو — کہانتک دیدۂ عاشق نگاہ نازکو تر سے

مین مسکن گیر ہون کوہ فلک فرسا پہ بھی جاکر — بچاؤن کسطرح دل لیکن اُس بیباک دلبر سے

تشیلی آنکھین اُنکی مجھ کو متوالا بناتی ہین — وہ مژگان ہین پہ مضادرگ دل نوک نشتر سے

چمکستان اور یہ چشمے۔ یہ سبزہ اور یہ وادی — جیب اپنا ہو پاس اپنے۔ گھٹا ہو۔ پانی بھی بر سے

ہوس دیکھو ہماری۔ کہتے ہین کشمیر مین آکر — چلین جنت کہ وان شاید ہو بڑھکر ایسکے منظر سے

ہوائی ہو جہاز۔ اور بوتے گل" ہو رہنما اپنی — ملون اُس سے گزر کر مین پہاڑون اور سمندر سے

جو ظالم ہین وہ اپنے ظلم سے گرتے ہین آخر کو — ملو تم اے مشیر بنیوا تن کر ستم گر سے

محویت ایسی ہو گئی ہے خیال یار مین — ہنگا نہ ہو گئے ہین ہم اپنے دیار مین

جان پر بنی۔ ہمارے یہان انتظار مین
مصروف ہین وہ اپنے بناؤ و سنگار مین

راحت کا شوق ہم پہ جتاتے ہین کیکے یہ
تکلیف ہو جو بیٹھین دل بیقرار مین

کٹتی ہے رات تارون کو گنکر فراق مین
سوئینگے نیند بھر کے اب اپنے مزار مین

بلبل کے مثل ہون مین نوا سنج زمزمہ
لجاے مجھکو "گل" وہ جو فصل بہار مین

دل سے خفا ہیں۔ شوق ہے پر سیر باغ کا
چھوڑینگے ہم بھی دل کو کسی لالہ زار مین

کشمیر آنے والون کے دل سے یہ پوچھیے
کیا خوبصورتی ہے درخت چنار مین

دشمن تمھارے چوری کا الزام کیون اُٹھائین
دل پاس ہو تمھارے۔ تم آؤ کنار مین

ہر شخص ہے اسیر۔ غلامی مین یان مشیر
کب تک رہوگے تم کہو ایسے دیار مین

غیر کی مے سے۔ کیون۔ دلکو وہ ناشاد کرے
کس لیے طرز نیا۔ جور کا ایجاد کرے

زیر لب ہنسکے کہا مجھ سے بوقت رخصت
چھوڑ دے دل کو مرے پاس کہ تو یاد کرے

یا "گل" سے ہین مرے دل مین شگوفے کھلتے
پاس کیون آئے۔ کہ گلشن مرا برباد کرے

مرنے پر آئے تو دم بھر کی اذیت کیا ہے
جس طرح چاہے مجھے قتل وہ جلاد کرے

اُنکا پتھر ہو دل۔ میرا ہو اخون یک لخت
دونون بیدل ہین۔ زبان کس لیے فریاد کرے

فرق فردوس برین سے نہ رہے کچھ باقی
جو وہ آکے جو کشمیر کو آباد کرے

ہین وہ خوش بیٹھکے اغیار کی صحبت مین مشیر
تو ہوا خواہ ہے۔ تو کیون اُنھین ناشاد کرے

چھپا لیتی ہے نظرون سے کسی کے روے تابان کو
یہ اچھی دل لگی سوجھی ہے اُس زلف پریشان کو

پسند آیا ہے دل تم کو۔ مگر ہے پردہ ارمان سے
ہے دل حاضر بتاؤ پر نکالون کیسے ارمان کو

مین ہو نچون پتلیون مین کھینچکے جادو ہے آنکھون مین
اگر پر خم کمانون سے نہ چھوڑو تیر مژگان کو

سرور دل کی خاطر خستہ رزکا کیون ہو شرمندہ
مین رکھتا دل مین ہون اپنے خیال چشم جانان کو

بھر آئین آرزوئین دل کی۔ دل ہو فکر سے خالی
جو سونپو اپنے کو تم عاجزون کے میر سامان کو

ہمارے پاس ہے سب کیدل اُسکو کیسے دیدین
نگہ کو۔ ناز کو۔ عشوہ کو۔ یا انداز جانان کو

جو قومین ہین یہان آباد ہون شیر و شکر مل کر — مرا لیس ہو باد ون مین نفاق انگیز ہیجان کو
نہ ہو کشمیر کی الفت تو ہندوستان کو چھوڑون — کرون آباد آزادی کی خاطر مین بیابان کو
جو "سنبلی"[1] کے ویرانہ مین وہ "گل" ہاتھ آجائے — تصدق مین کرون کشمیر کے سارے گلستان کو
نشیر بے ریا پھلتی یہان پر ہے ریاکاری — اٹھاؤ رخت اپنا تم۔ بچاؤ اپنے دامان کو

اس خطۂ عالم کی مٹی تک فیاض ہے۔ پھلون کی تو یہ کثرت کہ سیب۔ بکرے بھیڑ۔ اور گوبھی کو خود ہمارے یہان کھلائے جاتے ہین۔ دور اندیش زمان روائے ملک نے یہان کا غلہ باہر جانے کی ممانعت کردی ہے۔ اور اسکی وجہ سے یہان اناج خوب سستا رہتا ہے۔ یہان کی زمین مین یہ قوت ہے کہ جو چاہو پیدا کرلو۔ جناب بھائی صاحب وزیر مال ریاست نے لکھنؤ کے خربوزہ کا بھی تخم جمایا ہے۔ یورپ کے پھل یہان آسانی سے پیدا کیے گئے ہین۔ ایک قسم کی امریکہ کی تمباکو بھی بوئی۔ جن لوگون کو شکار کا شوق ہے انکو بھی لطف رہتا ہے۔ (Trout) ٹراؤٹ مچھلی کے شکار مین بھی مزہ ہے۔ (حالانکہ مین نہین جانتا کہ جان لینے مین کیا لطف اور کیا مزہ خاص ہوسکتا ہے) مرغیان ڈوڈو آسانی ملتی ہین جسقدر چاہو کھاؤ۔ الغرض پیٹ کی مار یہان نہ رہیں خوش خور انسان کو ہے۔ بیچارے بے زبان جانورون کو۔ اگر چاہین تو فرانس کی لطیف تاشپاتیون اور مسقط کے شیرین انگورون ہی سے پیٹ بھر لیا کرین۔ دوسرے خودرو پھل (Peach) اور نازک فارگٹ می ناٹ (Forget-me-not) پر زندگی گزار سکتے ہین۔ بیچارے غریب قانع لوگ چاول۔ جنگلی پھلون۔ اور دودھ۔ انڈون پر بآسانی و بلا زحمت بسر اوقات کرسکتے ہین۔

مجھے اکثر صرف ایک آدھ گھر فلک نرسا پہاڑ پر دیکھ کر تعجب ہوا۔ اور یہان رات کو اکیلی روشنی پر حیرت معلوم ہوئی۔ لیکن اگر سچ کہدینا ضروری ہے تو یہ کہے بغیر چارہ نہین کہ مجھے اُس مکان اور اوس روشنی کو دیکھکر رشک بھی ہوا ہے۔ کیسے مزے مین ہونگے وہ لوگ جو دنیا کے آلام سے دامن بچاکر اپنے چوپایون کے ساتھ ایسے دور اور کوراہ مقام پر جاکر آباد ہوگئے ہین۔ فطرت کے مناظر سے ہم صحبت رہتے ہین۔ فطرتی چشمون کا پانی پیتے ہین۔ خودرو پھلون پر بآسانی پیدا کی ہوئی ایک لمبی گھاس (شالی) کے تخم پر بے غل و غش زندگی بسر کرتے ہین۔ اور کچھ فوقیت اُنکو ہم پر ہو یا نہ ہو

[1] "سنبلی" نام مقام نزدیک لکھنؤ۔

تمدن میں تو کسی حق گو کو شک نہیں ہو سکتا کہ اُنکی جگہ ہم سے ضرور بلند اور بہت بلند ہے۔ ہم زمین پر ہیں۔ تو وہ آسمان پر وہم یہاں فرضی و خیالی تہذیب کے کھڑاگ میں ضروریات زندگی کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اور اُسی کے ساتھ کوفت اور ہوس سے دل کو بیچین رکھتے ہیں۔ آنکھوں۔ ہاتھوں۔ اور تمام اعضا کو کمزور اور راحت طلب بناتے ہیں کشمیر میں رہکر ہمیں یہ سودا ہے کہ برقی روشنی کے حالانکہ ہم عادی ہیں۔ روشنی کے عکس کو جھیلم میں دیکھکر انوکھی آتشبازی کا لطف اُٹھاتے تھے۔ اور نئے چاند کے پرتو پر تو دل ہی نثار ہوتا تھا۔

جس طرح کھانے کا یہاں آرام ہے اُسی طرح رہنے کا بھی۔ چاہے پانی پر ہاؤس بوٹ[1] (House Boats) میں رہو۔ چاہے زمین پر پُرلطف مکانات میں۔ چاہے پہاڑ پر۔ آج کل گرمی پسند ہو سری نگر حاضر ہے۔ خوشگوار سردی کی خواہش ہو چند گھنٹوں کی راہ پر گلمرگ موجود ہے سب سے زیادہ لطف ہاؤس بوٹ پر آتا ہے۔ ہاؤس بوٹ میں مکانیت اچھی خاصی ہوتی ہے۔ اور ہر طرح کا آرام رہتا ہے۔ معلوم نہیں کسی منچلے نے بی گومتی کی سطح کو ہاؤس بوٹ سے زینت دینے کا خیال کیوں نہ کیا۔ لکھنؤ کے لوگوں میں لاکھ نقائص ہوں مگر مذاق میں نفاست اور طبیعت میں رسائی تو وہ ضرور رکھتے ہیں۔ اکتوبر نومبر یا فروری مارچ میں ہاؤس بوٹ میں گومتی پر بھی کچھ نہ کچھ لطف آ ہی جائے۔ مظاہروں سے شاید الگ حفاظت رہے۔ مگر کشمیر کا مقابلہ ہو نا تو محال ہے۔ یہاں کا سماں ہی کچھ اور ہے۔ جس طرح زمین بدلی ہے اُسیطرح آسمان بھی بدلا ہوا تو کچھ عجب نہیں۔

یہاں مصنوعات انسانی میں جو شخص شالامار اور نشاط باغ دیکھے وہ مغلیہ مذاق اور نفاست پسندی پر احسنت کہنے کے لیے مجبور ہوگا۔ ہزار صعوبت راہ برداشت کرکے دور دراز مقامات سے کشمیر سال بہ سال آنا ہی اُن مرحومین کی تازگی روح کا پتہ دیتا ہے۔ پھر یہاں ایسے نفیس دل آویز باغات کا لگانا اُنکی خوش مذاقی کو اور چمکاتا ہے۔ قدرت کی کاریگری سے ایسی لطیف سازش پر دل عش عش کرتا ہے۔ سفید پہاڑی چشموں سے اُنھوں نے نازک اور لطیف کام لیے ہیں۔ افسوس کہ زمانہ کی گردش ان پیاری یادگاروں پر بھی دست درازیاں کر رہی ہے کاش جہاں کروروں روپیہ بجلی کے بے مصرف کارخانہ میں لگایا گیا ہے۔ جہاں لاکھوں اینٹ جھیلم کو

[1] مکان نما کشتیاں اس طرح کی بنی ہوئی ہوتی ہیں کہ چھوٹے سے مکان کا کام دیتی ہیں۔

بعض جگہ گہرا کرنے مین سال بہ سال محض اتفاقی طغیانی کے خیال سے صرف ہوتا ہے وہان دس پانچہزار ان لاجواب باغون کی درستی مین صرف کیا جاتا جس سے روزانہ لوگون کی روح کی پرورش ہوسکتی تھی۔ اور ایک ایسے زمانہ کی یادبھی تازہ رہسکتی تھی جسپر تاریخ عالم کو ناز ہونا چاہیے۔

شہر سری نگر کے ہر مقام سے دکھائی دیتی ہوئی ایک بلند پہاڑی ہے جسکو تخت سلیمان کہتے ہین۔ اُسکی چوٹی پر سے جہان ایک مندر بنا ہوا ہے جہیلم اور وادی سری نگر کا نظارہ دنیا کے خوش آیند ترین نظارون مین ہے معلوم نہین وہ مقام تخت سلیمان کیون کہلاتا ہے۔ اسمین شبہہ نہین کہ وہان کا مندر اہل ہنود کی فطرت پرستی کا پیارا نمونہ ہے۔

اُس زمانہ کے مصنوعات جسکو ہم اپنے زعم باطل سے نیم وحشت کا زمانہ کہتے مین شالامار اور نشاط باغ ہین۔ اِس "مہذب" اور "ترقی یافتہ" زمانہ کے مصنوعات کا نمونہ شہر سری نگر ہے۔ اس سے زیادہ اس جنت نظیر ملک پر ظلم ہو نہین سکتا تھا کہ یہ شہر اس طرح گندہ رکھا جاوے۔ اور اس بے ڈھنگے طریقہ سے آباد کیا جاوے۔ برقی روشنی یا طغیانی سے حفاظت کے سامان کوئی بھی اس بدمذاقی۔ اس بدانتظامی کی تلافی نہین کر سکتے۔ ہیضہ سیکڑون جانین بیچارے غریبون کی لیجائے بلا سے۔ مگر اہل دولت ٹھنڈی روشنی مین ضرور رہین۔ اور ریاست پر کرورون کا بار بیکار ضرور پڑجاوے۔ افسوس۔

میری سمجھ مین ایک بات اور نہین آتی کہ دفتر دربار گرمیون مین سری نگر آتے ہی کیون ہین گل مرگ کیون نہین جاتے۔ گل مرگ کی لطیف ہوا کام مین لانے کے قابل ہے۔ ہندوستانی اپنی بلاہت سے فائدہ نہین اُٹھاتے۔ دور دور کے یوروپین آکر آباد ہوتے ہین!! عبرت۔ عبرت۔ عبرت!!!

موجودہ مغربی تعلیم پائے ہوئے برائیوٹ سکرٹری کی خوش مذاقی سے دو ایک فن لطیف موسیقی کے اوستاد بھی آنکل یہان آگئے ہین۔ اصل تو یہ ہے کہ یہان کے پہاڑون کو جنبش دینے کے لیے وہ لکھنؤ کا اُستاد چاہیے تھا جسکو منے خان کہتے ہین۔ مگر ایک جھالا استاد بجانے والے کے پُرجوش راگ اور دوسرے نہایت سریلی اور دلنشین ادا سے بینا بجانے والی کی مرتعش فغان یہان کے لطیف سمان سے ہم ساز ہوجاتی ہین۔

ریاست کشمیر کی آبادی کہتے ہین پچانوے فیصدی مسلمانون کی ہے۔ مگر افسوس اور صد ہزار افسوس کہ یہ مسلمان ایسے جاہل۔ کثیف۔ قبر پرست۔ دروغ گو۔ اور بزدل ہین کہ اسلام کو ان سے عار ہوگا۔ انکو مسلمان بنانا مسلمانون کا فرض اولین ہونا چاہیے مگر انکو ہندو دھرم اور آریہ سماجون کے مقابلہ و مجادلہ سے کب فرصت۔

کشمیر کے مہاراج ہین سرزمین کشمیر کی فیاضی کا اثر مکمل طور سے ہے۔ اگر انکے ہم صحبت اور مشیر اچھے ہون تو وہ اس ملک کے بہترین بادشاہ ہون۔

از سری نگر
یکم ستمبر ۱۹۱۱ء

مشیر حسین قدوائی
(بیرسٹرایٹ لا)

پیری

پیری سے رہا نہ کوئی چارا ہم کو
قوت کا قوی کی تھا سہارا ہم کو
تنہا موت آکے کیا بنا لیتی رشید
پیری نے شریک ہو کے مارا ہم کو

پیری آئی عذاب غم سہتی ہے
چل سوے عدم قضا یہی کہتی ہے
یہ ریش سفید ہے سفر کا سامان
گویا تحت الحنک بندھی رہتی ہے

افسوس جوانی کی نہ کچھ غور ہوئی
ہونی تھی جو کیفیت بہ طور ہوئی
دانتون نے کیا قصد جدا ہونے کا
آنکھون کی بھی اب ہم سے نظر اور ہوئی

کیون کنج لحد کے متصل جاؤن گا
کہنے کے لیے مطلب دل جاؤن گا
پیری سے جبون گا منکسر اور رشید
جھکتے جھکتے زمین سے مل جاؤن گا

مدے سے جدائی کا الم باقی ہے
ایک عمر سے یہ نشان غم باقی ہے

یون جھک کے جوانی سے ملا وقت وداع
جب سے اب تک کمر مین خم باقی ہے

پیری سے ہرے ہین سفری کی صورت
اُٹھتے ہین تو درد جگری کی صورت
ہم بیٹھتے ہین غبار خاطر کی طرح
چلتے ہین نسیم سحری کی صورت

پیری مین سفر عدم کا اک آفت ہے
جانا ہے دور ضعف مین دقت ہے
بیوجہ جھکا ہوا نہین ہون مین رشید
پائون سے پوچھتا ہون کچھ طاقت ہے

پیری نے حواس و ہوش سب کھوئے ہین
کب عہد جوانی کے لیے روئے ہین
ہشیار شباب مین تھے پیری مین ہین غش
شب بھر جاگے تھے صبح کو سوئے ہین

پیری سے ہین خم راہ جنان کیونکر لین
اک عمر پھرے ہین دم ذرا دم بھر لین
سوئے ہین لحد مین اے فرشتو نہ اُٹھاؤ
چلتے ہین ذرا کمر تو سیدھی کر لین

دنیا سے سبھی بُرے بھلے جائین گے
کیا خلق سے جز گناہ لے جائین گے
پیری سے ہین خم حشر مین دیکھے گا کون
خیبت مین جھکے جھکے چلے جائین گے

نزدیک دم فراق پاتا ہون مین
ہستی سے عدم کی سمت جاتا ہون مین
پیری سے نہین ہون خم سفر ہے نزدیک
دل بیٹھ گیا جھک کے اُٹھاتا ہون مین

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہان کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

رشید لکھنوی

ہندوستان
کے
نوشتہ ہائے اسلامی
نمبر ۲

اورنگ آباد
تکیہ شاہ مسافر

بابا سعید پلنگ پوش اور اُنکے مرید شاہ مسافر کی درگاہ ہے۔ قبروں پر سنگ سرخ کا خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے جسکے بیرونی دروازے پر حسب ذیل کتبے کندہ ہیں۔

کتبہ نمبر (۱)

پیر کامل سرآمد عرفان — خاص درگاہ رب عرش مجید
قطب روے زمین وغوث زمان — اختر برج سعد شاہ سعید
در نظر داشت دار باقی را — چشم ازین دار بے بقا پوشید
سال تاریخ وصل گفت خرد — شل جنت بود مکان سعید

کتبہ نمبر (۲)

کشادہ باد بدولت ہمیشہ این درگاہ — بحق شہدان لا الہ الا اللہ
مسافر شاہ اقلیم حقیقت — مقیم عرش شد از فرش این طاق
چو وقت وصل آمد از رہ شوق — بحق پیوستہ از بس بود مشتاق
خرد تاریخ سال جلتش گفت — مسافر شد ز عالم قطب آفاق

یہ قطعہ تاریخ مرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص بہ راجی کا تصنیف کیا ہوا ہے۔[۱]

[۱] ۔ مآثر الکرام صفحہ ۱۷۵ ۔

نوٹ

باباشاہ سعید پلنگ پوش - از اکمل خلفاے شیخ درویش عزیزان است - وجہ تلقب آنکہ ہمیشہ پوست پلنگ در بر داشت، مولد باباشاہ نجدوان است - پدر ایشان متمول بود - باباشاہ در اوائل تحصیل علوم رسمی می پرداخت - و بر اقران لواے فوقیت می افراخت - روزے بعد درس با شرکاء مقابلہ داشت دران حال دید کہ جوقی از قلندران در گزر است و شخصی است در میان ایشان بس منورہ بحر دیدن منجذب شدہ در پے او رفت - چون شخص بمسکن خود رسید التماس ہم رنگی نمود - او فرمود فقیری کار دشوار است تحصیل مقید باید شد کہ سن شما تقاضاے آن دارد - و آن وقت ہفت سالہ بود - دست از طلب باز نداشت آن بزرگ او را برہنہ ساختہ ازارے مرحمت نمود - ہمان ساعت آن قدر جذب قوی در گرفت کہ راہ بیابان پیش گرفت و قریب یازدہ سال در صحراہا برین منوال برہنہ می بود - در قریشی ہفتہ دو بار بازار علے العموم می شد - گاہے روز بازار می آمد - ہر چند مردم لباس می دادند قبول نمی کرد - بین الجمہور بہ دیوانہ سعید مشہور بود - بعد یازدہ سال روزے در بازار قریشی در ہجوم مردم بہ افاقہ آمد و لباس شخصے را گرفتہ خود را پوشیدہ مردم در تنگنا گفت ماندند کہ دیوانہ سعید ہشیار شد - و آن شخصے کہ ایشان را جذب کردہ بود باباقل فرید نام داشت - بعد افاقہ بازار بخارا انجمدست باباقل فرید رسید - و بہ ہمراہ بہ حرمین شریفین رفت و ہم در رکاب سعادت بہ بخارا مراجعت نمود تا آنکہ روزے باباقل فرید دست او را گرفتہ بخدمت شیخ درویش عزیزان گفت کہ این فرزند ماست تربیت او حوالہ شما می کنم کہ مراد وقت نزدیک رسیدہ است باباقل فرید در ہمان ایام رحلت کرد - باباشاہ سعید خدمت شیخ لازم گرفت از فیض تربیت والا بہ درجۂ کمال و تکمیل فائز گشت باباقل فرید پیر خرقہ است و حضرت شیخ پیر اجازت - باباشاہ سعید بعد ورود ہندوستان بہ حراست لشکر نواب غازی الدین خان فیروز جنگ پدر نواب آصف جاہ مامور گردید - لہذا ہمیشہ ہمراہ این لشکری بود و او را اشراق عام و خارق عادات بسیار است - رحلت ایشان ہفتم رمضان ۱۱۱۱ھ عشر و مائۃ و الف در لشکر نواب فیروز جنگ در سواد شہر گلبرگہ واقع شد نعش مبارک را بہ اورنگ آباد آوردہ در تکیہ شریف دفن کردند (ماخوذ از ماثر الکرام ص ۱۷۱)

باباشاہ مسافر رشتہ خلفاے باباشاہ سعید پلنگ پوش است - مولد و منشاء باباشاہ مسافر نجدوان است - و نام اصلی او حافظ محمد عاشور - باباشاہ سعید ایشان را مسافر خطاب

فرمود۔ در اوائل بخدمت میر عطاء اللہ ساکری پیوست و بطریق کبر و یہ ریاضت ہا کشید۔ بعد چندے میر عطاء اللہ ایشان را مرخص بہ سیاحت نمود از انجا در غور آمدہ دوازدہ سال اقامت نمود و با مشائخ آنجا صحبت داشت۔ از انجا بہ کابل آمدہ با بابا شاہ سعید را دریافت و بہ حلقہ ارادت در آمد و بعد ہفت سال رخصت گرفتہ بہ حرمین شریفین شتافت۔ و بعد تحصیل این سعادت در اوائل عہد خلد مکان (اورنگ زیب) بہ ہند معاودت نمود۔ و در اورنگ آباد جاے کہ الان تکیہ مرقد مبارک است طرح اقامت ریخت۔ و تا نفس واپسین بر نہ خواست و حاشیہ نشینان بساط ارادت را بہ صدر کمال و تکمیل رسانید و چہارم رجب ۱۱۲۶ ست و عشرین و مائۃ و الف دامن از عالم سفلی برچید و پہلوے پیر خود جانب قبلہ آسائش گزید۔ (ماخوذ از ماثر الکرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفے ۱۲۰۰ ہجری (ص ۴ ۱۷)

مکالمہ کبک و ماہ

حکیم سید شمس اللہ قادری

عزلت گزین غرب ہے اسوقت مہر خاوری — ماہ مبین کو ملگئی منصب گہر فشانگری
گلشن ہوا سرتا بپا۔ روشن مصفا پر ضیا — نرگس نے آنکھوں سے کہا مجھپر ہے ختم فسونگری
گل کی قبا خوشرنگ تھی۔ تصویر تھی۔ ارژنگ تھی — چشم تماشا دنگ تھی اللہ ری صورت گری
ہر سرو کی بانکی ادا۔ جان پرور و نزہت فزا — ہر نخل تھا گلزار کا بس قافِ قدرت کی پری
شبّو و نسرین و سمن۔ نرگس۔ شقائق۔ نسترن — تبخانہ تھا صحنِ چمن یہ تھے بتانِ آذری
نہر لبالب تھی رواں۔ موجوں کے حسیں کاروان — تھا سبزۂ ساحل جہاں اک خضر رہبر ہری
پانی کی موجیں اک طرف۔ بگلوں کی فوجیں اکطرف — انکی تھی اُنسے بہتری۔ اُنکی تھی انسے برتری
قطروں کی وجدانیتیں۔ امواج کی کیفیتیں — دونوں کی یہہ محویتیں ظاہر تھی وضع داوری
دریاے جہلم تھا رواں۔ موج مسلسل تھی دواں — جاتا تھا گویا کاروان منزل تھی گرم رہبری

نوٹ۔ اورنگ آباد اور دولت آباد سے ہم نے بہت سے کتبے فراہم کیے تھے۔ مگر افسوس کہ راہ میں انکا بہت سا حصہ تلف ہو گیا۔ جو بچ رہے تھے وہ ناظرین اگر کسی وقت پھر وہاں جانے کا اتفاق ہو گیا تو وہ کتبے بھی پیش کر دیے جائینگے۔

دونون طرف دریا کے تھا۔ اک سلسلہ کہسار کا — سبزہ مین یون لپٹا ہوا جیسں طرح سبزہ رخ پری
چھٹکی ہوئی تھی چاندنی پھیلی ہوئی تھی روشنی — لب پر تھا اللہ الغنی۔ اللہ ری شانِ اکبری
جب مہ اتر انداز تھا سب کچھ نظر انداز تھا — ہر دل قدر انداز تھا آما جگہ تھی سینہ ری
پہونچی مری پہلی نظر۔ اک آشنائے عشق پر — کہتا ہون مین اب کھول کر وہ کون تھا کیا کہہ دی
اتنے مین جاری ہو گیا۔ اک سلسلہ تقریر کا — جسکا مخاطب ماہ تھا۔ درگاہ تھی تارون بھری
طلعت ہے تیری ہمگان چشم و چراغ آسمان — اے چاند۔ اے آرام جان۔ اے حور۔ اے رشک پری
پیکر ترا سرتا بپا۔ سرچشمۂ نور و ضیاء — ہان ہان رخ زیبا ترا رشک بیاضِ انوری
ہے بحرِ اخضر ہر طرف۔ تو آسمین مانندِ صدف — بل بے مصفا منظری۔ اُف رے درخشان گوہری
تارے بھی ہین سرگرم طی۔ چلتے ہین تیری پے بہ پے — کچھ اور ہی کچھ اور ہے لیکن تری خنیاگری
فوجِ کواکب سے ہوئی۔ زینت مصافِ برج کی — لیکن وہ ہین سب لشکری۔ تو زیبِ تختِ افسری
تجھسا جو روشن چہرہ۔ حیرت ہے گر بے مہر ہو — یا مہ زرحمت گستری۔ سوے غریبان بنگری
سہ سہ کے صدمے بارہا پتھر کلیجا ہو گیا — کہسار ہے مسکن مرا میری غذا ہے کنکری
منقار و پا۔ دونون مرے رنگین ہین خونِ ناب سے — قاتل ہوئی میرے لیے شکلِ ہلالِ خنجری
چرکے لگے جو قلب پر۔ گہرے ہوئے وہ اسقدر — منقوش ہین پشت و کمر مانندِ چرخِ چنبری
پہر مہ سخن آسا ہوا۔ ہر لفظ اک تارا ہوا — روشن فلک سارا ہوا۔ بولا کہ اے کبکِ دری
دیکھا ہے میرا داغِ دل۔ پھولا پھلا ہے باغِ دل — دشت جنون ہے راغِ دل۔ مین رشکِ قیسِ عامری
ہر وقت کیون گردش مین ہون۔ آخر کسی غم کا ہون مین — کسوقت آسائش مین ہون۔ کس دم ہون کلفت سے بری
کیا کیا کہون۔ کیا کیا ہونمین گھٹتا ہونمین بڑھتا ہون مین — آفات کا مارا ہون مین یہ ہے مری بد اختری
بس ہے صدا یہ آخری۔ اے کبکِ خوشخرام تری — یہ ایک بیتِ خسروی۔ یہ صاف یہ میٹھی۔ کہری
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی — تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

شکوے تھے جسدم جور کے جب تھے وفا کے تذکرے
اسوقت کبک و ماہ تھے یا تھا قمر تسری

محی الدین احمد۔ قمر

شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ العزیز

(ماخوذ از مراۃ الاسرار)

شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ بے باکان روزگار و زندان محرم اسرار مین سے تھے اور کمال قرب حضرت عزوجل کی وجہ سے خلق کے رد و قدح کی طرف کوئی التفات نہین فرماتے تھے اور ہمیشہ آراستگی باطن کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ آپ حضرت شیخ رکن الدین سنجاسی رح کے مرید تھے اور وہ شیخ قطب ابہری رح کے مرید تھے اور وہ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رح کے مرید تھے الخ

سیر العارفین مین شیخ چلپی حسام الدین رح سے منقول ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی نے ابتدائی حال مین حضرت خواجہ بزرگ شیخ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز سے بھی آپکے قیام بغداد کے زمانے مین خرقہ پہنا ہے چنانچہ اسکا ذکر خواجگان چشت کے ملفوظات مین اکثر جگہ آیا ہے۔ صاحب نفحۃ الانس فرماتے ہین کہ شیخ اوحدالدین اپنے زمانہ کے بہت بڑے لوگون مین سے تھے اور حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ کی صحبت بابرکت کے بیٹھنے والون مین سے تھے۔ حضرت شیخ اکبر رح کی مشہور و معروف کتاب فتوحات مکیہ مین حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر ہے اور یہ نقل اُنکی زبانی منقول ہے کہ جوانی مین مین اپنے شیخ حضرت رکن الدین سنجاسی رح کی خدمت مین رہا کرتا تھا۔ ایکمرتبہ حضرت کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا۔ شیخ عماری مین تشریف فرما تھے اور درد شکم کی تکلیف تھی۔ چلتے چلتے ہم ایک جگہ پہونچے جہان ایک شفاخانہ تھا مین نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو مین جاکر دوا لے آؤن شاید کچھ نفع اللہ جل شانہ بخشے۔ غرضکہ میرے اضطراب کو دیکھکر حضرت شیخ نے اجازت دی مین گیا اور ایک شخص کو مین نے دیکھا کہ خیمہ مین بیٹھا ہے اور چہار طرف ملازم کھڑے ہین اور اُسکے سامنے ایک شمع جل رہی ہے۔ نہ اُسنے مجھے پہچانا اور نہ مین نے اُسی پہچانا لیکن مجھے اپنے ملازمون کے درمیان مین دیکھکر کھڑا ہوگیا اور میرے سامنے آکر دونون ہاتھ میرے پکڑ کر کہنے لگا کہ حاجت کیا ہے۔ مین نے اپنے شیخ کا حال بیان کیا یہ سُنکر فی الفور دوا لایا اور مجھے دی اور میرے ہمراہ باہر تک آیا اور نوکر ہمراہ شمع لیے ہوے میرے آگے آگے روانہ ہوا

مین ڈرا کہ کہین حضرت شیخ اس طرح دیکھ لینگے تو ناخوش ہونگے اسلیے مین نے سمجھا بجھا کر تو کو واپس کر دیا اور مین شیخ کی خدمت مین واپس حاضر ہوا اور دوا پیش کی اور جو احترام و اکرام میرا ہوا تھا اُسی بیان کیا حضرت نے تبسم فرمایا کہ "جب مین نے تیرا اتنا اضطراب دیکھا تو مجھے رحم آیا اور تجھے مین نے جانے کی اجازت دی لیکن جب تو وہان پہونچا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ شخص اس موضع کا رئیس ہی تیری طرف اگر التفات نکریگا تو تو شرمندہ ہوگا اس خیال مین اپنی ہیکل سے مجرد ہو کر اُسکی صورت مین متشکل ہوا اور اسکی جگہ بیٹھ گیا۔ جب تو آیا تو مین نے تیرا احترام و اکرام کیا اس کے بعد جو کچھ تجھپر گزرا تو خود جانتا ہے"

چہل مجلس مین حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی رح بیان فرماتے ہین کہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح آپ کو متبدع کہتے تھے اور سامنے نہین بلاتے تھے۔ ایک دن اسکا ذکر شیخ اوحدالدین رح کے سامنے ہوا۔ آپ نے کہا گو حضرت شیخ الشیوخ رح مجھے متبدع کہتے ہین لیکن یہ کیا کم فخر کی جگہ ہی کہ میرا نام تو آپ نے زبان سے لیا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح نے جب یہ سُنا تو آپ کے اخلاق کی بہت تعریف کی۔ صاحب نفحات شیخ الشیوخ کے اس قول کی توجیہ اسطرح کرتے ہین کہ متبدع سے غالباً حضرت کی مراد یہ ہوگی کہ شیخ رکن الدین رح شہود و حقیقت مین مظاہر صوری سے توسل حاصل کرتے تھے اور جمال مطلق کا مشاہدہ صور مقیدات مین کرتے تھے ایکمرتبہ خواجہ شمس الدین تبریزی رح نے آپ سے پوچھا "درچہ کاری" آپ نے جواب دیا "ماہ را در طشت آب می بینم" خواجہ نے فرمایا "در قفا دنبل نہ داری چرا بر آسمان نمی بینی" مولانا جلال الدین رومی رح کے سامنے ایکمرتبہ ذکر ہوا کہ شیخ اوحدالدین کرمانی "شاہد باز ست اما پاکباز ست" مولانا نے فرمایا "کاشکے کردی در گذاشتی" اسی معنی مین آپ کی یہ ایک رباعی مشہور ہی۔ ؎

زان می نگرم بچشم در صورت ست — زیرا کہ ز معنی است اثر در صورت
این عالم صورتست ما در صوریم — معنی نتوان دید مگر در صورت

صاحب نفحات نقل فرماتے ہین کہ "چون در سماع گرم شدے پیراہن امردان چاک کردی و سینہ بسینہ آنہا باز نہادے" ایکمرتبہ کا قصہ ہے کہ جب آپ بغداد مین پہونچے تو خلیفہ وقت نے یہ حالات سن کر کہا کہ متبدع اور کافر ہے اگر ایسی حرکت یہان کرے گا تو قتل کر دون گا۔

ایکر تبہ سماع کا جلسہ ہوا اور خلیفہ کا لڑکا جو نہایت صاحب جمال تھا وہان موجود تھا جب مجلس گرم ہوئی تو حضرت شیخ نے یہ رباعی اسکی طرف مخاطب ہوکر پڑھی ؎

سہل است مرا بر سر مخنجر بودن — در پاے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدہ ای کہ کافرے را بکشی — غازی چو توئی روا ست کافر بودن

لڑکے نے آپ کے قدمون پر سر رکھدیا اور مرید ہوا۔

نفحات مین اسی سلسلہ مین مذکور ہے کہ اہل تحقیق و توحید کے نزدیک کامل وہ شخص ہے کہ جمال حق سبحانہ تعالیٰ کو مظاہر حسی مین اسیطرح مشاہدہ کرے جسطرح مظاہر روحانی مین مشاہدہ کرتا ہے یعنے وہ مطلق کا پتہ مقید مین پاتا ہے اور وحدت کا مشاہدہ کثرت مین کرتا ہی۔ یہ مقام نہایت بلند ہی اور خاص خاص کو عطا ہوتا ہے چنانچہ بعض بزرگون نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ و تعالےٰ سے ہم پناہ مانگتے ہین کہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچانین اور انکشاف حقیقت کے بعد بھی صور کونیہ سے محجوب رہین۔ ایسے بزرگون کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اس قسم کے لوگون مین سے حضرت شیخ احمد غزالیؒ۔ شیخ فخر الدین عراقیؒ اور شیخ اوحد الدین کرمانیؒ قدس سرہم تھے۔ ان لوگون نے مظاہر صوری حسی کے جمال کے مطالعہ سے شغل رکھا ہے لیکن درحقیقت انکی حالت یہ تھی کہ اس جمال ظاہری مین جمال مطلق حق انھین نظر آتا تھا اور محض صور حسی کے ساتھ مقید نہین رہے ہین لیکن بعض بزرگون نے جو ان لوگون کی شان سے انکار کیا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ انھون نے احتیاط کا پہلو مدنظر رکھا ہی کہ کہین محجوب لوگ اس طریقہ کو اپنا دستور نہ بنالین اور اپنی حالت کو بھی اسیطرح سمجھنے لگین جیسی کہ ان بزرگون کی حالت تھی۔

حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ کے بہت سے صاحب کمال مرید تھے جنمین سے ایک شیخ صدر الدین علی یمنیؒ تھے جنھون نے میر سید قاسم تبریزیؒ کو تربیت فرمائی تھی۔ انکا انتقال جام مین ۸۳۰ھ مین ہوا تھا اور وہین مدفون ہوے تھے۔

حضرت شیخ کے دوسرے مرید حضرت شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ تھے جنکی کتاب مثنوی جام جم حدیقۂ حکیم سنائی کے وزن پر تھی۔ اس مثنوی کے چند شعر یہ ہین ؎

اوحدی شصت سال سختی دید — تا شبے روے نیک بختی دید

سرگفتار ما مجازی نیست | بازکن دیدگین بہ بازی نیست
سالہا چون فلک بہ سر گشتم | تا فلک را بدید ور گشتم
بر سر پای چلہ داشتہ ام | چون نہ از بہر ذلہ داشتہ ام
از برون در میان بازارم | وز درون خلوتے ست با یارم

شیخ اوحدالدین اصفہانی رح نے ۶۳۵ھ مین مقام تبریز انتقال فرمایا اور وہین مدفون ہوے شیخ اوحدالدین کرمانی رح کے کرامات وخرق عادات بہت مشہور ہین۔ حضرت فریدالدین گنجشکر رح راحت القلوب مین فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ اتبا۔ اے حال مین سیستان کی طرف گزر ہوا اور شیخ اوحدالدین کرمانی رح کی صحبت مین پہونچا۔ مجھے کنار مین لے کر فرمایا کہ مشائخ روزگار کے پاس تم گئے ہو اچھا ہوا کہ یہان بھی آئے۔ آپ کے جماعت خانہ مین دس درویش صاحب نعمت تھے۔ اظہار کرامت کا ذکر ہوا۔ شیخ اوحدالدین رح نے فرمایا کہ اس شہر کا والی مجھے آزار دینے کے درپے ہے تعجب ہوگا اگر آج میدان سے سلامت واپس آئے۔ کچھ عرصہ بعد سنا گیا کہ اس شہر کا والی چوگان کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اسکے بعد ان درویشون نے میری طرف رخ کیا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ مین نے مراقبہ مین سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سر بلند کر کے کہا کہ سامنے دیکھو۔ میرے کہنے کے ساتھ ہی مجھکو اور اپنے کو سبکو خانہ کعبہ مین دیکھا۔ الغرض چند روز شیخ اوحدالدین رح کی خدمت مین گذارے کچھ نعمت دعا گو کو انھون نے مرحمت فرمائی۔ اسکے بعد اجازت حاصل کر کے وہان سے روانہ ہوا

حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رح اشعار لطیف کہتے تھے چنانچہ آخر کتاب مصباح الارواح سے یہ چند شعر نقل کیے جاتے ہین۔ ؎

تا جنبش و دست ہست مادام | سایہ متحرک ست نا کام
چون سایہ ز دست یافت مایہ | پس نیست وجود اندر اصل سایہ
چیزے کہ وجود او بخود نیست | ہستیش نہادن از خرد نیست
ہست ہست ولیک ہست مطلق | نزدیک حکیم نیست جز حق
ہستی کہ بحق قوام دارد | او نیست ولے کہ نام دارد
بر نقش خود ست فتنہ نقاش | کس نیست درین میان تو خوش باش

پس باد یقین کہ نیست واللہ موجود حقیقی سوے اللہ

رباعی

ذاتم زبرائے حرف بیرون زحد است وز چشمۂ لطف آب حیاتم مدد است
علت زاحد ما وحد آمد حرفے علت بگذار اینک او حد احد است

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہین کہ ابوجعفر منصور بن طاہر ملقب بہ مستنصر باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ مین آپ نے بمقام بغداد ۶۳۵ھ مین انتقال فرمایا لیکن صاحب حبیب السیر لکھتے ہین کہ شیخ قدس سرہ نے سلطان ابقا خان بن ہلاکو خان کے زمانہ مین جو ۶۶۳ھ مین تخت نشین ہوا تھا انتقال فرمایا ہے۔

"عبداللہ"

بسمل ادائیون کی مری داستان نہ پوچھ کیا کر رہا ہے سینہ مین درد نہان نہ پوچھ
آئینہ لے کے اس نگہ جانستان کو دیکھ میری حکایت اجل ناگہان نہ پوچھ
سنتا ہے جسکی آہ و فغان روز و شب صدا گو اس سے پوچھ ہم سے ہمارا نشان نہ پوچھ
اے حاصل حیات مری کون ہے مرا یان عشرت و حیات و نشاط روان نہ پوچھ
ہمکو زمین نے بھی تو چھپایا نہ وقت پر تنہا حکایت ستم آسمان نہ پوچھ
آیا نکل کے کنج قفس سے ہون باغبان گم کردہ آشیان ہون مرا آشیان نہ پوچھ
کچھ خون و اشک غم نے مرہ پر دیا نہ کام کیسے ہوے یہ لعل و گہر رائگان نہ پوچھ
اس بیوفا نے قدر نہ کی کچھ بھی ہم نشین ہم نے دیے وفا کے ہین جو امتحان نہ پوچھ
اے خضر تجھ کو ہوگی میسر نہ ہم جیسے کہتے ہین اپنی زندگی جاودان نہ پوچھ
دل خوش ہے جسکی لذت آزار سے مرا سینہ مین کونسی یہ لگی ہے سنان نہ پوچھ
ہون مین تو ایک بلبل نادیدہ بوستان مجھ سے زمان فصل بہار و خزان نہ پوچھ

کہتا ہے کچھ جنون مین نکلتا ہے منہ سے کچھ
کیفیت مصیح پریشان بیان نہ پوچھ

احسان علی مصیح

تواریخ ارتحال پر ملال جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم

در صنعت زبر و بینات

رنگ مغرب کا جب چڑھا اے دل — ہوگئی پست مشرقی تعلیم — اب کہان وہ پرانی وضع کے لوگ
یادگار سلف بہار قدیم — ہوئی کایا پلٹ تغزل کی — اب کسے وہ دماغ وذوق سلیم
رہگئے تھے بس ایک دے کر — اس زمانہ مین حضرت تسلیم — جو دلاتے تھے یاد اگلون کی
جنکی تخئیل مین تھا رنگ قدیم — چل بسے وہ بھی ہاے دنیا سے — لوٹ لی موت نے بہار نسیم
رحم اردو پہ بھی نہ آیا کچھ — کہ یہ بیچاری آجکل ہے سقیم — کہہ رہا تھا مین دل سے یہ ناگاہ
غیب سے آئی اک صدا ے الیم — ٹھہرو کو زبان کو چپ بیٹھو — چھوڑو یہ ذکر کچھ کرو ترنیم
زبر اور بینات مین جس سے — سال اس سانحہ کا ہو تفہیم — ناگہان اس صدا کے سننے سے
دل کو پیدا ہوئی جو فکر عظیم — نکلی منھ سے اجل کے بالتکرار — ٹھہرا واز۔ جان بحق تسلیم

الف مکرر

۱۱۱ × ۲ = ۲۲۲ — ۱۱۰۷ + ۲۲۲ = ۱۳۲۹ھ

الف مکرر اجل	جان بحق	تسلیم
(الف الف)	(جا الف نون با حا قاف	تا سین لام یا میم)
۱۱۱ + ۱۱۱ +	۴ + ۱۱۱ + ۱۰۶ + ۳ + ۹ + ۱۹۱ + ۴۰۱ + ۱۲۰ + ۷۱ + ۱۱ +	۹۰ = ۱۳۲۹ھ

دیگر منہ در معما

قالبم از جان تہی شد چون رسید او را خبر — کام تربت کرد لقمہ حضرت تسلیم را
بس بہم آہے کشید و شد ہمہ زیر و زبر — با معما گفت سال رحلت تسلیم را

۳

بہم آہ
۶ × ۴۴۲ = ۲۶۵۲ ÷ ۲ = ۱۳۲۶ = ۱۳۲۹ھ

نوٹ

معمہ یہ ہے کہ بہم کے اعداد ۲ ۴ ۴ کو آہ کے اعداد ۶ کے ساتھ کھینچا یعنی ضرب دیا تو ۲۶۵۲ ہوے اب بہم کو لوٹ دیجیے یعنی زیر و زبر کرکے نیچے کا نقطہ اوپر اور اوپر کے نقاط نیچے کر دیجیے تو نیم ہوا جسکے معنی نصف کے ہین پس ۲۶۵۲ کو نصف کیا تو ۱۳۲۶ ہوے اسمین با کے اعداد ۳ ملاے تو ۱۳۲۹ ہوے جو سنہ ہجری کے مساوی ہین۔

سید خورشید علی مہر دہلوی

نامۂ ناظر

مخدومی و مکرمی - تسلیم - گرامی نامہ مورخہ ۲۹ اگست بوجہ اسکے کہ مین دورہ پر تھا اب تک زیر جواب رہا معاف فرمائیے الناظر کا خریدار مین خود تو نہین ہون لیکن مسٹر وحید صاحب جو میرے ساتھ رہتے ہیں پرچہ منگاتے ہین مین بھی دیکھ لیتا ہون مین الناظر کے مضامین کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتا ہون - ×××××

مین ایک تجویز پر مدت سے غور کر رہا ہون - آپ کے عنایت نامہ کی وجہ سے خیال ہوا کہ آپ سے مشورہ لون - مصنفون اور مولفون کو جو تکلیف اور پریشانی ملک مین اشاعت کا نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اُس سے آپ بخوبی واقف ہین - اگر کوئی بدنصیب مؤلف (مولانا شبلی جیسے مصنف کو چھوڑ کر جنکی کتابین محض اُنکے نام کی وجہ سے ہاتھون ہاتھ بکتی ہین[1]) اپنے شوق سے کوئی کتاب چھپواتا ہے تو برسون سنگ گران کی طرح مطبوعہ کتابین اسکے سینہ پر دھری رہتی ہین غریب لکھتا ہے پروف کی تصحیح کرتا ہے - مالکان مطابع کی منتون کو جھیلتا ہے - اپنی جیب سے یا قرض دوام کرکے روپیہ لگاتا ہے مگر جب کتاب مطبع سے چھپ کر آتی ہے تو حیران ہوتا ہے کہ کیا کرون - کہان کھون اور کسطرح علیحدہ کرون - کتاب لکھنے کے بعد اُسے ان پریشانیون سے کچھ سروکار نہونا چاہیئے تھا - مگر اب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا لکھنا آسان - چھپوانا ایک حد تک مشکل مگر اشاعت ناممکن ہے - اگر اشاعت چاہتا ہے تو اشتہار بھی خود دینا پڑتے ہین اُسکی اجرت علیحدہ - اور رونہ پارسلین روانہ کرنے کی زحمت مزید برآن - غرض کہ پبلشنگ ہاؤس نہونے کی وجہ سے علم کی اشاعت مین بڑی رکاوٹ ہے اور نادار اور غیر سرمایہ دار مولف بیدل ہو جاتا ہے اور ایک دو ناکامیون کے بعد کتاب لکھتے لرزتے ہین -

کسی پبلشنگ ہاؤس کا قائم کرنا سردست ممکن نہین - اسکے لیے کثیر سرمایہ چاہیئے اور ابھی ملک علم کی قدر کا عادی نہین ہوا ہے - لیکن اس اہم مشکل کے رفع کرنے کی ایک تدبیر ہو سکتی ہے جسکے لیے کسی سرمایہ کی ضرورت نہین ہے یعنی یہ کہ ایک فہرست ایسے

[1] یہ محض آپ کا حسن ظن ہے ہم نے خود مولانا کو شکایت کرتے پایا - ایڈیٹر

لوگون کی تیار کیجائے جو اردو کی عمدہ اور مستند کتابین خریدنے پر آمادہ ہون۔ ایسے بکثرت اصحاب ہین جو اپنے کتب خانون مین اردو کی عمدہ کتابین رکھنا چاہتے ہین مگر بجز چند نامور مصنفین کے وہ کسی نئے مصنف کی کتاب پر روپیہ صرف کرتے خوف کھاتے ہین۔ کسی اخبار مین اشتہار دیکھا تو یہ سوچتے ہین کہ ممکن ہے روپیہ کی پوری قیمت وصول نہو۔ اور نئی کتاب خریدنے سے پرہیز کرتے ہین۔

اس دقت کو رفع کرنے کے لیے اردو علم ادب کے ماہرون کا ایک بورڈ مقرر کیا جائے جسمین علم کی ہر شاخ کا مستند ماہر شامل ہو۔ فرض کیجیے کہ اس بورڈ کی تعداد ایک درجن عالم رکھی جائے۔ اسمین دو ایک مورخ ہون۔ دو ایک شاعر۔ ایک آدھ سائنس دان۔ دو ایک ماہر علم سیاست۔ ایک آدھ فلسفی۔ جب کوئی نئی کتاب لکھی جائے یا کوئی ترجمہ کیا جائے تو کتاب ممبران بورڈ کے پاس بغرض اظہار رائے بھیجی جائے اور جب کثرت اسے سند یہ طے پا جائے کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اُنکی سند کے ساتھ ملک مین شایع کیجائے تو یہ سند کتاب کی عمدگی کے لیے بہترین گارنٹی ہوگی۔ اسوقت جملہ اصحاب مندرجہ فہرست خریداران کو یہ کتاب لازمی طور پر خریدنا ہوگی۔

سال بھر مین فرض کیجیے کہ ۴۰ یا ۵۰ روپیہ مجموعی قیمت جملہ مستند کتابون کی ادا کرنا کسی کو گران نہ گزرے گا یعنی جو شخص اپنا نام درج فہرست کرائیگا وہ تحریری وعدہ کریگا کہ سال بھر مین جتنی مستند کتابین بورڈ مندرجہ صدر کی منظور شدہ شایع ہونگی اور جنکی مجموعی قیمت سال بھر کے مذکورہ ۴۰ سے زائد نہو وہ لازمی طور پر خریدیگا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب مصنف کو چھاپنے اور اپنا روپیہ لگانے سے پہلے یہ یقین ہو جائیگا کہ کم از کم اتنی کتابین جتنے خریداران مندرجہ فہرست ہین فوراً فروخت ہو جائینگی۔ اس اطمینان پر وہ اپنی گرہ سے یا قرض کا روپیہ لگا سکتا ہے جب یہ کام کامیابی سے چل نکلے اور ممبرون کی تعداد زیادہ ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ الناظر تمام مستند کتابون کو اپنے اہتمام سے چھپوائے اور ایک حصہ منافع کا مصنف کو ادا کرے۔ یا ایسے بہت سے مطابع ملینگے جو بخوشی کسی مستند کتاب کو جسکے فوراً بک جانے کی گارنٹی ہوگی چھاپنے پر تیار ہو جائینگے۔ اگر آپ اس کام کو اپنے ذمہ لین تو مین سمجھتا ہون کہ قوم اور ملک کی

بڑی خدمت کرینگے۔ ملک مین عمدہ لٹریچر کی اشاعت ہوگی اور نادار مصنفین کو بہت بڑی ترغیب دماغی محنت کرنے کی حاصل ہوگی۔

کم ازکم آپ اس تجویز کو الناظر مین شائع کیجیے اور اپنے احباب سے مشورہ کرکے دیکھیے اگر فی الحال ۲۵۰ آدمی ایسے مل جائین جو مستند کتابین خریدنے پر آمادہ ہون اور چاہے سال بھر مین ۹۰ روپیہ سے زیادہ فی الحال نہ صرف کرین تو کم ازکم پانچ چھ عمدہ کتابین سال بھر مین شائع ہوجائینگی۔ جب مؤلف کو یقین ہوگا کہ ۲۵۰ جلدین فوراً نکل جائینگی جنکی قیمت سے مطبع کی اجرت ادا کرسکے گا تو پانچسو جلدین بآسانی چھپوا سکتا ہے۔ باقی ۲۵۰ جلدون کو دوسرے نہج پر بیچ کر اپنی محنت کا ثمرہ پاسکتا ہے۔ کم ازکم اُسے کوئی نقصان نہوگا۔

اگر کتاب مین کوئی بات قابل اصلاح ہوگی تو قبل چھپائی کے ماہران فن اسکی تصحیح کی طرف توجہ دلائینگے اور بعض حالتون مین اضافہ وغیرہ بھی تجویز کرینگے۔ اس طرح پر نہایت صحیح اور نفیس کتابون کے شائع ہونے کی توقع ہوسکتی ہے۔ × × × ×××

خاکسار
ظفر عمد

بدایون۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۱ء

مندرجۂ بالا تجویز کی سودمندی اور اہمیت پر نظر کرکے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ عموماً سب لوگ اس سے اتفاق کرینگے۔ مگر اس سے کچھ کام نہ نکلے گا۔ ضرورت اسکی ہے کہ عملی طور پر کچھ کیا جائے۔

مرحوم انجمن ترقی اردو اس کام کو کر رہی تھی مگر جب سے مولانا شبلی نے اُس سے علحدگی اختیار کی اُس مفید انسٹیٹیوشن کا گویا خاتمہ ہوگیا۔ ۱۹۰۹ء کے آخر مین جب مولوی عزیز مرزا صاحب علیگڈھ تشریف لائے تو ہمین یہ امید ہوئی تھی کہ انجمن ترقی اردو کے قالب مین از سرنو جان پڑے گی۔ چنانچہ انھون نے اُسکا اہتمام اپنے ہاتھ مین لے بھی لیا۔ مگر قوم کی متفقہ خواہش کے مطابق اوائل ۱۹۱۰ء مین مسلم لیگ کا مہتمم بالشان کام اُنکے سپرد کیا گیا جسکی وجہ سے اُنکو اسکا موقع نہ ملا کہ وہ ترقی اردو کی فکر مین ہمہ تن مصروف ہوسکین۔ ہماری قوم مین کام کرنے والون کا حسبقدر قحط ہے اُسکی وجہ سے مصیبت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص پر بہت سے مختلف کامون کا بار پڑجاتا ہے۔ اور ایسی صورت مین کہ قانون قدرت اُسکے شب و روز کے اوقات مین کوئی اضافہ منظور نہین کرتا فی ہر ہے کہ وہ کس قدر مجبور ہوجاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ یا تو سب کام ادھورے رہتے ہین اور یا کوئی ایک پورے طور پر انجام پاتا ہے اور باقی رہ جاتے ہین جناب مولوی عزیز مرزا صاحب نے مسلم لیگ کا کام جس خوبی کے ساتھ کیا ہے اور اُنکی سخت جانفشانی اور محنت سے قوم کی سیاسی حالت جسقدر سدھر گئی ہے اُس سے واقف ہونے کے بعد ہم جناب موصوف سے کوئی شکایت اس بارہ مین نہین کر سکتے کہ انجمن ترقی اردو کا کام کیون ابتر حالت مین ہے ۔

ہماری رائے ناقص مین اس قسم کے کام ایسی انجمنون ہی کے ذریعہ سے ہو سکتے ہین ۔ مسٹر ظفر عمر ہدایون مین تشریف رکھتے ہین جو نے الحال آل انڈیا اردو کانفرنس کا صدر مقام ہے ۔ کیا ہم یہ امید کرین کہ وہ کانفرنس کی روح روان اور ہمارے عزیز ترین دوست مولوی سید محفوظ علی صاحب کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرینگے کہ اس کام کو وہ اپنے ذمہ لین ۔ آل انڈیا اردو کانفرنس ہو یا انجمن ترقی اردو اس قسم کی کارروائیون کے لیے دونون موزون ہین ۔ دونون پر ملک کو کسیقدر اعتبار ہے اور دونون کے پاس ایک حد تک ایسے ذرائع موجود ہین جنسے اگر پوری طرح کام لیا جائے تو کامیابی ہوگی ۔

ملک مین اسوقت متعدد مطابع ایسے موجود ہین جو پبلشنگ ہاؤس کہے جا سکتے ہین ۔ لکھنؤ مین ایک پبلشنگ ہاؤس قائم کرنے کی تجویز ہمارے ذہن مین عرصہ سے ہے بلکہ سال گزشتہ ہمنے سکے روبراہ آنے کی امید بھی ہو چلی تھی لیکن افسوس ہے کہ ابھی ہماری منزل بہت دور معلوم ہوتی ہے ۔ تاہم اس خیال کو ہم نے ترک نہین کیا ہے اور یقین ہے کہ جلد یا دیر مین کامیابی کبھی ہو جائے گی ۔

ایڈیٹر

خدا رکھے لڑکپن کو عجب پیارا زمانہ ہے

دیکھ کر خوش ہو رہی تھی چاند کو اک نونہین
دل سے اپنے آپ یہ کہتی تھی وہ غنچہ دہن

سچ بتا رے چاند ہے تجھ مین یہ کس کی روشنی
کس سے سیکھا ہے یہ تو نے دلفریبی کا چلن

عکس اپنا کون سے عالم سے دکھلاتا ہے تو
کون سی دنیا ہے وہ تیرا جہان پر ہے وطن

خسرو انجم ہے تو کیا انجم ہے تیری سپاہ
تیری جولان گاہ کیا ساحت چرخ کہن

کیون تجھے تشبیہ دیتے ہین رخ معشوق سے
کیون تجھے رکھتے ہین یارا اس موقع پہ اہل سخن

دیکھتا ہے کسکو تو چھپ چھپکے اکثر رات کو
پردے پردے مین کسی کو لگ گیا کیا تیرا من

تیری یہ سرخی غضب ہے اور آفت یہ حجاب
جی کو کچھ بھاتا نہین ہے اپنے یہ تیرا چلن

بزم مین آکر ہماری گرم صحبت ہو ذرا
ساتھ لے آدو گھڑی کو اپنی ساری انجمن

مجھ مین اب قوت نہین ہے بار فرقت جو اٹھاؤن
ہجر مین تیرے کہان تک مین سہون رنج و محن

خود نہ آ مجھکو بلالے اپنی بزم ناز مین
ڈال دے تو آسمان ہے میرے گھر مین اک رسن

سن رہا تھا یہ مبارک اوسکی بھولی گفتگو
عاقبت گویا ہوا اس لہجہ مین وہ خستہ تن

پیاری بچی چاند سے کرتی ہو باتین کیا یہ تم
دل مین ہین جذبات معصومانہ شاید موج زن

چاند مین جو روشنی ہے یہ خدا کا نور ہے
راز قدرت اسمین ہے مسطور اے میری بہن

کس مین طاقت ہے کہ اسرار الٰہی جان لے
عقل انسانی ہے عاجز کھل نہین سکتا دہن

مبارک بھوپالی

دلفریب سامعہ طرز بیان لکھنؤ
ذوق بخش اہل دل لطف زبان لکھنؤ

لاکھ ڈھونڈھی آنکھ لیکن اب کہان اے انقلاب
وہ زمین لکھنؤ وہ آسمان لکھنؤ

خون رلا کر ہمدمون کو دیکھئے طرفہ بہار
چھیڑیے گلشن مین رنگین داستان لکھنؤ

خوب پیسا واہ اے سنگ جفائے دوچرخ
بنگیا مون سرمۂ چشم بتان لکھنؤ

سرمۂ عبرت بنائے دیدۂ یوسف طلب
اے عزیزو مین ہون گرد کاروان لکھنؤ

کیون نہ بہ جاے لہو ہو کر دل شکون کے ساتھ
پھرتے ہین آنکھون مین رنگین بوستان لکھنؤ

ہاے وہ محراب ابروے بتان کی دلکشی
سجدہ گاہ عاشقی تھا آستان لکھنؤ

سُنکے نغمہ ہم صفیران چمن ماتم کرین
بلبل خوش خوان ہو لیکن نوحہ خوان لکھنؤ

اب بھی اس ویرانے پر قربان لاکھون بستیان
جانتے ہین لکھنؤ کو قدردان لکھنؤ

قالب بیجان ہے یہ معمورۂ ویرانہ اب
جانعالم تھا فقط روح و روان لکھنؤ

لکھنؤ اندھیر ہے آنکھون مین اے بدر آہ آہ
اب کہان اختر وہ شاہ حکمران لکھنؤ

بدر لکھنوی

کلام فیضی کی تنقید پر ایک نظر

ہندوستان کی خاک سے فارسی گو شعرا مین دو بڑے باکمال پیدا ہوے۔ حضرت خسرو کی جامعیت کا تو فارس مین بھی کوئی کم نظر آتا ہے جو ہر صنف سخن پر یکسان قادر ہو۔ انکے بعد اگر کوئی اس ملک مین ہوا تو وہ عرفی کا ہمعصر اکبر کے نورتن مین جوہر فرد فیضی فیاضی ہے۔

فی الحال ادیب کے اگست نمبر مین جناب شوکت میرٹھی کا وہ مضمون شائع ہوا ہے جسمین کلام فیضی پر تنقید کی گئی ہے اور حصے تو خیر جیسے ہین ضمنیت ہین آخری حصہ جو خاتمہ کا بند ہے زیادہ ترقیہ نظر کا مصداق ہے فیضی کی مشہور رباعی جو طاہر وحید کی رباعی کے جواب مین فی البدیہ موزون ہوئی چار اعتراضون کی نشانہ بنائی گئی ہے اور یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ اور شعرا کی رباعیان اسکے جواب مین مربع نشین چار بالش ترجیح ہو سکین۔

(طاہر وحید) رنگی بہ فراوانی لشکر نازد ۔ روی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد ۔ اکبر ہنرآں پرکہ بہ ناز و عباس بہ فقار حیدر نازد

اس رباعی کا پہلا مصرع جناب شوکت نے صحیح نقل نہین کیا میری یاد خطا نکرتی ہو تو اسطرح ہے "رنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد" سنان و تیغ و خنجر کے مقابل ایک طرف سپاہ و خیل و لشکر ترتیب الفاظ و تناسب اوزان کی عمدہ مثال ہے۔

(فیضی) اے دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد ۔ فردوس بسلسبیل و کوثر نازد ۔ عباس بہ دو لافقار حیدر نازد ۔ کونین بذات پاک اکبر نازد

جناب شوکت کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ مصرع آخر مین لفظ "پاک" حشو ہے۔ ایسی صنعت جو انہی موصوف کے ساتھ زبان زد خاص و عام مستعمل کلام فصحا ہو حشو کیونکر کہی جا سکتی ہے۔ ذات پاک کون نہین کہتا؟ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ "کونین" تثنیہ اور "نازد" مفرد درست نہین "نازند" چاہیے۔ میرے خیال مین جس آشنائے زبان فارس سے پوچھا جاے وہ یہی کہے گا کہ نازد فصیح ہے نازند غیر فصیح ہے۔ کوئی لفظ تثنیہ یا جمع اصطلاح مین اگر مفرد قرار پا گیا ہو تو فعل جمع کی قید اسکے لیے بیکار ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ تیسرا مصرع طاہر وحید ہی کا لوٹا دیا عطاے تو بہ لقاے تو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس مصرع خاص کا جواب بالذات مقصود تھا وہ نہ لایا جاتا تو مضمون خبط اور مدعاے اصلی فوت ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ عباس کو اگر ذوالفقار حیدر پر ناز ہے تو یہ ناز اسکا بہ نفس نفیس آپ اپنے اوپر ہے یہان ساری خدائی کو ذات پاک اکبر پر ناز ہے۔ اپنے اوپر آپ ناز کرنے سے دوسرون کا ناز کرنا قابل فخر ہے

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ذات پاک اکبر سے اگر ذات خدا مراد ہے تو کونین کا فاذکرنا کوئی اعجوبہ امر نہیں اور اگر مدوح شاہ اکبر مراد ہے تو خلاف واقعہ خوشامد و غلو ہے۔ کیا عباس صفوی کو ذوالفقار حیدر کا ہاتھ لگ جانا اور اسپر ہمارا کہنا خلاف واقعہ غلو نہیں ہے فیضی کے دو معنی پیاد پر جناب شوکت کو دھوکا ہوا ہے۔ شعرا کے مجازی مضامین کو حقیقت واقعہ پر محمول کرنا اور مدح میں واقعی اصلی صفت کو ڈھونڈھنا ایشیائی مدح سرائی کے مذاق سے بعید ہے جناب شوکت نے اس مصرع میں تصرف فرماکر اصلاح سے بھی فیضی کی روح کو شاد کیا ہے فرماتے ہیں :-

ہر ذرہ بذات مہر اکبر نازد

ماہ انور یا مہر خاور مشہور ہے لیکن اکبر کا نام لانے کے لیے مہر اکبر ایجاد بندہ ہے۔ کیا مہر اصغر بھی کوئی ہے؟ کسی صاحب ذوق سلیم کو یہ مصرع پسند نہ ہوگا۔

نلدمن جولا جواب قابل قدر مثنوی ہے اُسکے پہلے شعر حمد پر بھی اصلاح و ترمیم کا حق ادا کیا گیا ہے

اے در تگ و پوے تو زآغاز عنقاے نظر بلند پرواز

آپ فرماتے ہیں کہ "عنقاے نظر" کی جگہ "طاؤس نظر" تھا کسی نے بلند پروازی کی اصلاح سے اعتراض کیا تو یوں بنا دیا گیا حالانکہ طاؤس اوڑتا بھی ہے اور دوڑتا بھی ہے جہانتک قیاس کیا جاتا ہے فیضی نے طاؤس نظر نہ نظم کیا ہوگا جس طرح جناب شوکت نے تگ و پو کی لفظی رعایت کا خیال کیا ہے کسی نے کہا ہوگا کہ طاؤس نظر تھا۔ تگ و پو بمعنے غایت جستجو ہر شخص جانتا ہے پھر خواہ مخواہ مساعدت لفظی چہ معنی دارد؟ عنقاے نظر کو صرف لفظ بلند پروازی سے مناسبت نہیں ایک معنوی خوبی یہ بھی ہے کہ جس طرح عنقا آنکھوں سے پوشیدہ ہے ملائے نگاہ کے پر پرواز بھی نظر نہیں آتے۔ جناب شوکت نے پہلے مصرع سے تگ و پو کا لفظ اڑا دیا تھوڑا تصرف کرکے اُسکی جگہ اوج کا لفظ رکھدیا تاکہ دوڑ دھوپ کی خلش نہ رہے۔

اے آنکہ در اوج تو زآغاز

مختصر یہ ہے کہ ایک علامۂ فن ماہر زبان کے کلام پر تنقید کے یہ معنی نہیں کہ اظہار قابلیت کے ساتھ بے ضرورت اصلاح دیجائے۔ اور نکتہ چینی کا فرض خواہ مخواہ ادا کیا جائے۔ فہم سلیم کی جودت زبان دانی کی مہارت منصفانہ پیرائے میں دکھائی جائے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اگر مناسب وقت

فرصت ملا اور زبان قلم نے ساری دی تو اپنی استطاعت کے موافق یہ ناچیز بھی کچھ لکھے گا۔

بریے وصف زلف و روے لیلے — شبے می باید و خوش روزگارے

محمد اسمٰعیل وسیم کراچی

غزلیات

بسکہ دشوار ہے مشکل مری آسان ہونا — المدد عشق ذرا سلسلہ جنبان ہونا

فصلِ گل مین وہ مرا چاک گریبان ہونا — چھوڑ کر گھر کو رواں سوے بیابان ہونا

سرد آہین کبھی بھرنا کبھی حیران ہونا — مضطرب ہجر مین مجکو کسی عنوان ہونا

چشمِ خونناب سے وہ بارش خیزان ہونا — گھر کی دیوارون پہ وہ سبزہ نمایان ہونا

دل کو وہ خواہش نظارۂ میدان ہونا — پھر قیامت ہے مقفل در زندان ہونا

آرزوے دلِ وارفتہ کہ آزاد رہو — ہے تقاضاے جنون داخل زندان ہونا

خون رونا تری شمشیر کا مجھ پر قاتل — میرے زخمون کا وہ منھ کھول کے خندان ہونا

دل وارفتہ نے کیا جانے کہا کیا کہ انھین — پھرون کچھ سوچنا اور سوچ کے حیران ہونا

آپ ہی چھیڑنا قصہ مری بیتابی کا — اور پھر سن کے اُسے خود ہی پریشان ہونا

آپ ہی تیغ نگہ سے مجھے زخمی کرنا — آپ ہی زخم جگر پر نمک افشان ہونا

کہنے جاتے ہین پریشانیٔ خاطر اُنسے — جو نہین جانتے کیا شے ہے پریشان ہونا

انکی رسوائی کا باعث مرا مرنا ٹھہرا — یون لکھا تھا مری قسمت مین پشیمان ہونا

نسبت کہتے ہین کسے بیٹھنا بیاد مین ترے — موت کیا شے ہے نظر سے ترا پنہان ہونا

دل بیتاب کو تم شوق سے زخمی کر دو — کون کہتا ہے ستم کر کے پشیمان ہونا

ہمت عشق یہ کہتی ہے کہ اے درد فزا — مر بھی جانا تو نہ منت کش درمان ہونا

تیرا بیساختہ ہنسنا وہ مرے رونے پر — اور پھر خندۂ بیجا سے پشیمان ہونا

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائین وہ بہار صحرا — حیف اس وقت مرا داخل زندان ہونا

نہین ثانی کوئی تیرا یہ بتا دیتا ہے — ذرے ذرے سے ترا نور نمایان ہونا

بال کھولے ہوے آکر وہ کسی میت پر
ہاے کیا سین تھا اُس شوخ کا گریان ہونا
قابل دید ہے اُس وقت کی حالت خنجر
دوست کی لاش پر اک دوست کا گریان ہونا

مرزا فدا علی خنجر لکھنوی

ناز بردار دل زار کہان سے لائین
ایسا معشوق و فادار کہان سے لائین
سامنا ساقیٔ مہوش کا نشاط صہبا
اب وہ سرمایۂ گفتار کہان سے لائین
سخت جانی کی شکایت جو گلے ملکے کرے
تیز طرار وہ عیار کہان سے لائین
دل ہے آزار پسند اور فلک بے پروا
اب نیا چرخ ستمگار کہان سے لائین
میکدہ مین جسے کونین فراموش رہے
ہاے وہ دل وہ گنہگار کہان سے لائین
دل ہے محروم فراغت کہین کیا قصۂ غم
بے خلش فرصت بسیار کہان سے لائین
تیر پہلے ہی سے پیوست جگر ہے بسمل
اب نئی لذت آزار کہان سے لائین

امین الحسن بسمل

پرتو افگن وہ اگر چاندنی صورت ہوگی
ابھی کافور شب غم تری ظلمت ہوگی
خواب مین عارض جانان کی جو رویت ہوگی
صاف کافور شب غم تری ظلمت ہوگی
پہنی زنجیر جو گیسو کی تو سودا ہوگا
سایۂ زلف پڑا سر پہ تو وحشت ہوگی
شور پا زیب سے سوتے ہوے فتنے جاگا
مردے قبرون سے جو نکلے تو قیامت ہوگی
جلوۂ حسن ہے اے جان جہان نقش پر آب
چار دن مین نہ یہ نقشہ نہ یہ صورت ہوگی
یاد یاران وطن آتی ہے ہر دم یارب
دور کب سر سے بلاے شب فرقت ہوگی
عرصۂ حشر مین دیکھا جو کبھی انکا جمال
آنکھ روشن تری خورشید قیامت ہوگی
شمع تربت پہ بھی للہ نہ لائے کوئی
بیکسی سے مجھے ناحق کو ندامت ہوگی
جلوۂ حسن صفا صاف نظر آئے گا
دور آئینۂ دل سے جو کدورت ہوگی
دل لگی خلد مین حورون سے رہیگی لیکن
گر کہین وہ نظر آیا تو قیامت ہوگی
کاکلین اتنی بڑہاتے تو ہو پر یاد رہے
چاند سے منھ پہ جو بکھرینگی تو ظلمت ہوگی
سیر گلزار کو جاتے ہو بغیر انکے ظہور
اور گلگشت چمن سے تمھین وحشت ہوگی

سید ظہور الدین احمد ظہور

مسلمانان ہند کی معاشرت
اور
اوسکی اصلاح
نمبر ۱

ھمتان عریتان فاحتملوھما کلمۃ حکم من سفیہ فاقبلوھا وکلمۃ سفہ من حکیم فاغفروھا

تمہید

مین نے مندرجہ بالا عنوان پر ایک سلسلہ مضامین لکھنے کا ارادہ کیا ہے اگر خداوند عالم نے مدد کی تو اسمین یہ ترتیب ملحوظ رہے گی کہ معاشرت کے ذکر کے بعد آداب معاشرت پر بھی بحث کیجائے اور چند لفظون مین تہذیب یورپ کی تقلید کے فوائد اور عیوب دونون بتائے جائین ایسے سنگلاخ مضمون پر قلم اُٹھاتے وقت مجھے یقین ہے کہ ذی فہم ناظرین کو بہت سی باتین ان مین نئی نہ معلوم ہونگی اسلیے امید ہے کہ وہ اپنے آپ کو مخاطب نہ سمجھینگے اور راقم کی اس جرأت کو معاف فرمائین گے کیونکہ اُسکا خاص منشا اُس کثیر التعداد گروہ کی اصلاح ہے جسے ہدایت کی سخت ضرورت ہے اور اگر کسی ایک فرد کو ان صفحات کے مطالعہ اور ان چند مفید اصول زندگانی کے اتباع سے کچھ بھی فائدہ حاصل ہو سکا تو یہ میرے انبساط اور اطمینان دلی کے لیے کافی ہے اور مین سمجھون گا کہ ایک بڑے اور اہم فرض کی ادائی مین میری ناچیز کوشش رائیگان نہین گئی ۔

میرا یہ دعوے نہین کہ مندرجہ ذیل آرا تمامہ درست اور مکمل ہین اور اس بڑے اور عظیم الشان مسئلہ پر یہ چند صفحات لکھکر تمام دقتین حل کردی گئین ۔ یہ کام ایک شخص واحد کی کوشش اور مشاہدات وعلم سے باہر ہے اور مجھے امید قوی ہے کہ دوسرے لوگ بھی ضرور اس مضمون پر قلم اُٹھائینگے اور جو خامیان اس مختصر مضمون مین پائینگے اُسکو پورا کرینگے ۔ قوم کی کنسرویٹیو

سلہ دو باتین نادرہین انھین گوارا کرو (۱) دانائی کی بات جو نادان کہے اُسے قبول کرو ۔ (۲) نادانی کی بات جو دانا کہے اُسے بخش دو ۔

فرقہ سے یہ مستدعا ہے کہ قبل اسکے کہ اپنا فیصلہ خلاف صادر فرمائین ۔ از راہ کرم وانصاف پسندی کشادہ خیالی اور غور و فکر کو ضرور راہ دین اور یہ ذہن نشین رکھین کہ میری حقیقی خواہش تمدن و معاشرت قومی کی ترقی ہے جسکے لیے مجھے اندھی تقلید سے پرہیز کرنے کا ہمیشہ خیال رہا ہے ۔ اور جو کچھ اس ناچیز قلم سے ممکن ہو سکا ہے وہ اُن تجربات پر مبنی ہے جو اپنے دیس اور ممالک غیر کی مہذب سوسائیٹیون کی کیفیت مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوے ہین اور ایسے معیار کی جستجو کی گئی ہے جو اخلاقی مذہبی اور سائنٹیفک اصولون پر مبنی ہو اور طریقہ زندگی کے عملی پہلو سے بھی کسی طرح متباین نہو ۔

میرے خیال مین مسلمانان ہند کی بہبودی کے لیے معاشرتی اصلاح کی ایسی ہی سخت ضرورت ہے جیسی پودے کو دھوپ کی ۔ بیمار کو دوا کی ۔ راہ گم گشتہ کو صراط مستقیم کی ۔ موجودہ حالت پر نظر ڈالنے سے انکی جماعت مین صرف معدودے چند ایسے نئے خیالات اور تعلیم کے لوگ نظر آتے ہین جو بلحاظ اپنی اختیار کردہ معاشرت کے قابل تعریف ہین اور عمدہ مثالین تقلید اور پیروی کے لائق پیش کرتے ہین ورنہ عوام الناس درجہ متوسطہ اور امرا سب کی حالت بلحاظ تہذیب جدیدہ کے ابھی تک نہایت پست نظر آتی ہے اور وہ اُن عادات اور طریقون کو جو مہذب اقوام اور شائستہ سوسائٹی کے لیے لازم ہین اپنی روزانہ زندگی مین داخل کرنے سے قاصر بلکہ بے پروا نظر آتے ہین کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ قومی رفتار کی ترقی کیون اس اہم اور ضروری مسلک کی جانب اسقدر سست ہے اور یہان کے مسلمان کیون اس سے اسقدر اجنبی اور غیر مانوس نظر آتے ہین ۔ جب ہم دیگر ممالک یعنی مصر و شام عرب و روم کے مسلمانون کا اپنے سے مقابلہ کرتے ہین تو گو انمین بھی بہت سی ناقص اور قابل اصلاح باتین ابھی تک موجود نظر آتی ہین مگر پھر بھی یورپین میل جول نے ہم سے کہین زیادہ ان کی طرز معاشرت کو بدل دیا ہے ۔

اگرچہ اس ملک کے مسلمان مدت دراز سے یورپ کی ایک نہایت مہذب قوم کے اطوار کا مشاہدہ کر رہے ہین مگر کوئی ایسی قابل تعریف ترقی انکی طرز معاشرت مین ظاہر نہین ہوئی اور نہ کوئی ایسا انقلاب اُن پرانے قابل ترک عادات مین پیدا ہوا جو دور سے مشاہدہ کرنے والی تہذیب پسند اقوام کی نگاہ مین اُنکے لیے وقعت و عزت پیدا کرتا ۔ انکی موجودہ حالت نہایت حیرت انگیز اور قابل افسوس ہے ۔ گزشتہ چھ سالون مین ترقی اُنھون نے ضرور کی ہے مگر خاص کر تعلیمی

حالت مین یا لیٹکس مین اُس سے کم اور اصلاح معاشرت مین سب سے کم مین جانتا ہون کہ تعلیم اصلاح معاشرت کا پہلا زینہ ہے اور اُسکی وجہ سے آخرالذکر پر بہت عمدہ اثر پڑنا چاہیے لیکن بدیہیات جو ہمارے مشاہدہ مین آتے ہین ثابت کرتے ہین کہ مغربی تعلیم نے ایسا عمدہ اثر ظاہر نہین کیا ہے جسکی اُس سے امید کیجا سکتی تھی اور کوئی نقص اُسکے طرز وطریقہ مین ضرور ہے جو وہ ابھی تک ہماری معاشرت کو پستی کی حالت سے نکالنے مین کامیاب نہین ہوئی اور تہذیب تمدن پر وہ اثر نہین ڈال سکی جو قومی ترقی اور افتخار کے لیے لابد وضروری ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے والے کے سامنے چند اسباب پیش ہوتے ہین جو بہت کچھ اس اضمحلال قومی کا سبب اور باعث سمجھے جا سکتے ہین۔

بمقابلہ دیگر ممالک کے مسلمانان ہند زیادہ تنگ خیال اور پرانی طبیعت کے واقع ہوے ہین۔ یہ اُنکی ہمسایہ قوم کی معاشرت کا اثر ہے۔ کیونکہ اسمین شک نہین کہ اہل ہنود نئے اوضاع واطوار کے اختیار کرنے مین بہت سُست اور مذبذب واقع ہوئے ہین جسکی مثال لباس عادات واطوار آلات زراعت اور دیگر باتون سے ظاہر ہے حتیٰ کہ اس بیسوین صدی مین بھی اکثر جگہون مین انکی ہزارون برس کی دیرینہ معاشرت کے نمونے ہو بہو نظر آئینگے۔

مسلمانان ہند کو بوجہ محکوم ہونے کے مغربی فاتح قوم سے ارتباط کا اتنا موقع نہین ملا جیسا کہ دیگر ممالک کے مسلمانون کو مختلف اقوام یورپ کے ساتھ باہمی مساوات کی وجہ سے شیر وشکر ہونے اور اُنکی معاشرت سے اثر پذیر ہونے کے موقع حاصل ہوئے ہین۔ سب سے زیادہ امید اُن لوگون سے تھی جنھون نے مغربی تعلیم حاصل کی ہے اور اقوام متمدنہ سے صحبت رکھی ہے مگر ان مغربی تعلیم یافتہ اور نئے خیالات کے نوجوانون نے اپنے آپ کو اصلاح معاشرت کے اہم کام مین ناقابل ثابت کیا۔ اس گروہ سے یہ امید تھی کہ وہ ایسی مثالین پیش کریگا کہ سوسائٹی کو تقلید کی رغبت اور خواہش پیدا ہوگی اور خاندانون پر عمدہ اثر پڑے گا لیکن یہ امید بے سود گئی اور باستثنا چند سب پر یہ الزام عاید ہوتا ہے کہ انھون نے اپنا مشن پورا نہین کیا۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اسکو دیکھنا چاہیے اور روضاحت کے ساتھ یہ بیان کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیا اسباب ہین جنکی وجہ سے اس جماعت کو جسمین قومی ترقی اور اصلاح معاشرت کی تمام قابلیت موجود ہونا چاہیے اور جسکی افعال پر اُن لوگون کی نگاہین لگی ہوئی ہین جنھین مغربی تعلیم حاصل کرنے کے موقع نصیب نہین ہوے

اپنے ایسے اہم مشن مین نا امیدی اور ناکامیابی کی صورت دیکھنا پڑی۔ تھوڑے تامل کے بعد یہ مسئلہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوجاتا ہے۔ میرے خیال مین ان اصلاح پسند لوگون کے تین گروہ ہین

(۱) بہت سے ایسے لوگ ہین جن پہ مغربی تعلیم کا اثر مفید اور مناسب نہین پڑا اور اگر انکے دلون مین موجودہ خرابیون کی اصلاح کے خیال پیدا بھی ہوئے تو نا پائداری کے ساتھ۔ چند سال کی ولایت کی تعلیم یا علی گڈھ کی تربیت کا ایک عرصہ تک انکی اطوار پر اثر ضرور باقی رہا مگر اوائل عمر کی خراب تربیت کے اثر سے پیچھا نہ چھوڑا سکے اور بہت جلد پرانی طبیعت عود کرآئی اور انکی اطوار اور آداب اس قابل نہ رہے کہ ان سے مثال قائم کیجاوے۔

(۲) اس سے بھی ایک درجہ بڑھا ہوا وہ گروہ ہے جسکا طبعی رجحان مذہبی معاشرت کی طرف تھا۔ انمین گروہ اول الذکر کی طرح صرف اندھی تقلید نہ تھی بلکہ اُنھون نے زمانہ کے اثر سے متاثر ہوکر یہ عہد بھی کرلیا تھا کہ ضرور اپنی سوسائٹی مین اصلاحات کرینگے۔ لیکن کچھ عرصہ کے جوش وخروش کے بعد چارون طرف کے دامنگیر واقعات اتفاقات وحالات قدیمی کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور رفتہ رفتہ اُسی پرانے ڈھنگ پر آگئے جسے پہلے اسقدر بُرا اور مذموم کہتے تھے۔ اسکی تائید مین ایک عزیز دوست کی مثال میری نظر کے سامنے ہے کہ ولایت مین جب مجھ سے ملتے تو ہندوستانیون کے طریقۂ ملاقات کو بہت کچھ بُرا بھلا کہتے اور اصلاحات کے بڑے حامی بنتے۔ ہندوستان پہونچکر اُنسے ملاقات کا اتفاق ہوا تو کیا دیکھا کہ شام کے وقت کرتا پائجامہ پہنے ایک چارپائی پر جلوہ افروز ہین۔ پان چبا رہے ہین حقہ کی نہال منہ مین ہے اور یار دوستون سے ہنسی مذاق اور ہنسی دلگی ہورہی ہے اور لطف یہ کہ جس بات کو پہلے اسقدر نفرت سے دیکھتے تھے وہی کھاتے وقت اُنسے ظہور مین آئی یعنے دسترخوان پر ہاتھ سے نوالہ بناکر چپڑ چپڑ کھانا شروع کیا مین نے تخلیہ مین ہنسکر پوچھا کہ کیون حضرت وہ آپ کی پرانی بلند پروازیان کیا ہوئین۔ اسپر ایک آہ سرد بھر کر کہنے لگے کیا بھائی کیا کیا جائے بزرگون کے سامنے کچھ نہین چلتی اور مین اتفاقات سے مجبور ہون۔ مین نے کہا آپ کی مثال تو اُن فرشتون کی سی ہے جو زمین پر بہت کچھ دعوے کے ساتھ اوترے تھے مگر یہان اگر حضرت انسان کی صحبت مین اس پتلۂ خاک سے بھی بدتر ہوگئے۔ فرمانے لگے کہ فرق یہ ہے کہ اُن کو

قید سخت ہوئی تھی اور میرا کانشنس (ضمیر) دن رات ملامت کرتا رہتا ہے۔ مین نے جواب دیا کہ گھبرائیے نہین یہ خیال بھی تھوڑے دنون بعد رفع ہوجائے گا۔

اصلاح کے ایسے جھوٹے دعوے کرنے والون کے لیے ایک سوشل ٹریبونل (یا معاشرتی عدالت کی ضرورت ہے جو ایسے لوگون کی خبر لے جنھون نے اپنے اصولون کو ادنےٰ فروعات اور اتفاقات کی نذر کردیا ہے۔ اس اخلاقی بزدلی کی مناسب سزا دے سکے۔

(۳) اس گروہ مین معدودے چند وہ باہمت لوگ ہین جو اپنی سوسائٹی کے تمام عیوب کو اگرچہ کلیۃً دور کرنے مین قاصر رہے ہین مگر پھر بھی بہت سی اصلاحین انکی وجہ سے ہوگئی ہین۔ یہ اصلاحین اگرچہ صرف چند خاندانون ہی تک محدود رہی ہون مگر ہین تو اصلاحین اور اسوجہ سے بہرحال بہت زیادہ قابل تحسین وشکرگزاری ہین۔ یہ لوگ اپنے مضبوط ارادون کے زور سے تمام دقتون کو حل کرگئے جس سے انکی کمزور طبیعت بھائیون کو شرم اور سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اسمین شک نہین کہ معاشرتی اصلاح کرنے والون کے لیے مضبوط ارادے حسن اسلوب اور دانشمندی کی سخت ضرورت ہے اور اگر قوت امتیاز یہ بھی موجود ہے اور خذ ما صفا دع ما کدر کے مسئلہ پر عمل ہے تو ایسے لوگون کو کبھی ناامیدی کا سامنا نہوگا۔ اور انکی راست بازی اور کوشش اصلاح اپنا اثر ضرور دکھائے گی اور دوسرون کو تہذیب اور تمدن کا بہت عمدہ سبق سکھائے گی۔ انکی مثالین ہماری معاشرت کا معیار بنکر رہنمائی کرینگی اور گمراہون کے لیے مشعل ہدایت کا کام دینگی۔

(۴) آخری گروہ وہ ہے جس مین استقلال رائے اور قوت عمل موجود ہے مگر دوسرے صفات سے وہ بے بہرہ ہے۔ یعنے قوت امتیازی اور وقت شناسی انمین مفقود ہے اور احتیاط اور موقع محل کی تمیز انمین نام کو نہین۔ اسلیے ان کو سخت مایوسیون کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پرانی معاشرت کی طرف سے انکو دلی نفرت ہے مگر بجاے اصلاح کی کوشش کرنے کے وہ اپنے جنس سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے ہین۔ حتےٰ کہ اپنے عزیزون تک سے ربط رکھنا خلاف مذاق اور ناگوار ہوتا ہے اس گروہ کو لوگ طرح طرح کے ناموں سے یاد کرتے ہین مثلاً یہ کہ فلانا صاحب ہوگیا ہے کرسٹان ہوگیا ہے اسکو انگریزی چرگئی ہے میرے سامنے ایک ایسے ہی صاحب کی مثال موجود ہے۔ انکی یہ حالت ہے کہ جب وطن جاتے ہین تو مان باپ کے گھر مین نہین ٹھہرتے ڈاک بنگلہ

یا ہوٹلون مین قیام کرتے ہین - ہندوستانیون سے ملنا بہت عار سمجھتے ہین غرور کی وجہ سے نہین بلکہ بقول انکے ہندوستانیون کی باتون مین اُنکو لطف نہین آتا حقیقت یہ ہے کہ ان لوگون کے اطوار اور آداب قدامت پسند لوگون سے متغائر ہین اور وہ اپنے سے غیر زبان والون سے ملنا نہین پسند کرتے بدقسمتی سے ہمارے ملک مین اس گروہ کی تعداد روز افزون ترقی پر ہے انکی حالت قابل نفرین نہین بلکہ قابل افسوس ہے کیونکہ یہ معلوم رہے کہ ایسے افراد کی زندگی اور راحت ہندوستان آکر بالکل تلخ ہوجاتی ہے - مزید براں جو سوسائیٹی انکے مناسب مذاق ہے اُسمین انھین دخل نصیب نہین ہوتا - عمدہ کلبون اور انگریزون کی محفلون مین قومی تعصب اور گورے چمڑے کے امتیاز کی وجہ سے یہ نہین جاتے ہین اسلیئے ان کے لیے زندگی دماغی اور مذاقی تنہائی کی باعث سوہان روح ہوجاتی ہے - میرے مذکورۂ بالا شناسا صاحب نہایت تلخی اور غصہ سے فرماتے ہین کہ مین کیا کرون وقت کسی طرح کاٹے نہین کٹتا - میری طبیعت تنہائی پسند نہین ہے مگر کوئی معقول ملنے والا نظر نہین آتا اور شام کو کسی جگہ تفریح کا سامان بھی نہین (اُس شہر مین کوئی ایسا ہندوستانی کلب بھی نہین تھا جسکی طرف انکو متوجہ کیا جاتا) غرض کہ یہ اپنی قوم کو صلواتین سُناتے ہین اور لطف یہ ہے کہ قوم خود اون کے سے لوگون کو قابل ملامت تصور کرتی ہے لیکن درحقیقت انصاف سے دیکھا جائے تو دونون قابل نفرین ہین - یہ گروہ اسلیے کہ بغیر خود کوشش کیے اپنی قابل اصلاح سوسائیٹی کو شائستہ پانے کی آرزو رکھتا ہے اور سوسائیٹی اسلیے کہ اپنے تنگ خیالات اور تعصب کی وجہ سے جدید معاشرت کو خوف حیرت اور نفرت کی نگاہون سے دیکھتی ہے اور اسکے اتباع کرنے والون سے نہ ہمدردی کرتی ہے اور نہ اُسکی رہنمائی مین کوشش کرتی ہے - یہ اس کا فرض ہے کہ اپنے مذموم طریقون مین اصلاحات کرکے اپنے آپ کو ایسی خوبی کے ساتھ آراستہ کرے کہ ان دل شکستہ افراد کو غیر قومون مین اپنے مذاق کی صحبت اور سامان تفریح تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور وہ یورو پین سوسائیٹی کو تمنا اور حسرت کی نگاہون سے نہ دیکھین -

اسکے جواب مین کہا جائیگا - کہ اُن بیشمار افراد کا کیا علاج ہے جنکو پرانی معاشرت مین لطف آتا ہے - اور تمدن اور بود و باش کے جدید طریقہ انکے لیے کلفت اور زحمت کا باعث ہوتے ہین - یہ جواب بالکل فضول ہے - کیونکہ اگر اصلاح تدریج کیجائے اور ساتھ ہی موزون اور مناسب

تعلیم و تربیت کی طرف بھی خیال رہے جو کتابی علمی اور متقابی ہر سہ اصولون پر مبنی ہو۔ تو یقیناً نئے اور بہتر طرز زندگی کے اختیار کرنے مین ہماری موجودہ یا آیندہ نسلون کو اجنبیت اور تکلیف محسوس نہوگی اور اُن تسلیم کردہ عمدہ اصولون کی پابندی مقبول عام ہوجائے گی جو فی زمانہ ایک خاص جماعت کے ساتھ مخصوص ہین۔ ایک حد تک ایسے جاہل اور متعصب لوگ ہمیشہ رہینگے جو سرے سے ہر قسم کی اصلاحات ہی کے مخالف ہون اور ہر فرقہ اور قوم مین ایسے لوگ موجود ہین۔ پس اگر یہ لوگ جدید طریقون کو قبول نہ کرین تو ان کو اپنی حالت پر رہنے دینا چاہیے کیونکہ اُنکا وجود عام پسند ترقی اور آیندہ اصلاحات کا سدراہ نہین ہوسکتا۔

زمانہ کی موجودہ حالت پر نگاہ ڈالنے سے یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن ہماری قدامت پسند جماعت کو وہ عادات اختیار کرنا پڑینگے جنکو آج وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور جنکا وہ ابھی مضحکہ اوڑاتی ہے۔ ہمیشہ دنیا مین اصلاح یافتہ سوسائیٹی کی عزت کیجاتی ہے یہی حالت آج بھی ہے اور میرے خیال مین وہ زمانہ بھی دور نہین ہے کہ اصلاح یافتہ سوسائٹی مین داخل ہونا شرافت کا معیار تصور کیا جانے لگے گا اور اُسکا اتباع نہ کرنے والے بے عزتی اور کس مپرسی کی حالت گمنامی مین رہکر اُس شائستہ گروہ سے خارج کردیے جائینگے جو ہماری قوم کو ہم جنسون اور اور غیرون کی نظرون مین ممتاز کریگا۔ اور جو مغربی اور مہذب قومون سے کسی طرح تمدن اور شائستگی مین پیچھے نہوگا۔ اصلاح معاشرت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ تعصب اور دیرینہ خیالی کا بہت سختی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ یہی تعصب اور دیرینہ خیالی تھی جسنے کفار مکہ کو اسلام لانے سے باز رکھا اور یہی آزادی خیال اور نور قلب تھا جسنے مدینہ منورہ کے لوگون کو صف اول مین جگہ دی۔ مگر ہندوستان کی موجودہ سوسائیٹی کی اصلاح مین میری یہ راے نہین ہے کہ تمام درجے اکیدم سے طے کرنے کی کوشش کیجائے بلکہ یہ غلطی ہے اور یہ یاد رہے کہ کسیطرح شروع مین اس درجہ تغیرات نہ پیدا کیے جاوین کہ سختی کے ساتھ مخالفت کیجائے اور ہماری کوششون کا کچھ بھی اثر نہ پیدا ہو۔ اسلیے ضروری ہے کہ عوام کی مذہبی اور زمانہ دراز کی مروج عادتون اور رسوم کا پاس و لحاظ رکھکر میانہ روی کی تحریص دلائی جاوے۔ اور اصلاحات ایسے درجہ بدرجہ پیش کیے جاوین کہ لوگ انھین اختیار کرنے سے گریز نہ کرین۔ مثلاً اگر ہماری قوم کو اسوقت یہ اصلاح

دیجاے کہ مستورات پردہ کو فوراً بالکل توڑ دین اور سب کھلے مُنھ باہر آنا جانا شروع کردین تو یہ محض حماقت ہوگی کیونکہ خواہ یہ اصلاح بذات خود کیسی ہی فائدہ بخش کیون نہو مگر پرانے رواج کا اثر لوگون پر ابھی اسقدر ہے کہ وہ ہرگز اسپر عمل نہ کرینگے اور مصلح کی کوشش رائگان جائے گی۔ لیکن تدریج کوشش کیجائے تو تھوڑے ہی عرصہ مین وہ سب مقاصد حاصل ہوسکتے ہین جو فی الحال ناممکن معلوم ہوتے ہین۔ مین کہہ رہا تھا ہون کہ معاشرتی اصلاح کرنے والون کے لیے دانشمندی اور محل شناسی کی بہت سخت ضرورت ہے اور نیز یہ بھی کہ انکو ظاہری ناکامیون سے دل شکستہ نہونا چاہیے اور اسدرجہ قومی الفت کا جوش دل مین رکھنا چاہیے کہ کوئی مشکل اُسکے سامنے عظیم نہ معلوم ہو اور وہ اصلاح کو اپنی زندگی کے بڑے فرائض مین سے جانین۔ ایسے اشخاص کی ذاتی کوششون کے نتائج بہت بڑے ظہور پذیر ہوتے ہین۔ یہ اپنی جیتی جاگتی مثالین قائم کرکے دوسرون کو اسکی تقلید پر آمادہ کرتے ہین۔ یہ اپنے طرز عمل سے عوام مین تحریک اور اُنکے خیالون مین نئی روشنی ڈالتے ہین اور انکی قائم کردہ جماعتین اتحاد اور اتفاق کے ساتھ اپنے مقصد اصلی کے حاصل کرنے مین جد وجہد کی قوت سے کارہاے نمایان کرتی ہین۔

اس قسم کی جماعتین افسوس ہے کہ مسلمانون مین بمقابلہ دیگر اقوام کے بہت کم نظر آتی ہین اور اگر کسی کا وجود ہے بھی تو اسکے ممبر ایسے جوش سے کام نہین لیتے جو انکا فرض ہے اور اس لیے تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مفقود ہوجاتی ہے۔ میرے خیال مین اصلاح حال وتہذیب معاشرت کے لیے انکا قائم کرنا بشرطیکہ پائیداری کے ساتھ ہو نہایت ضروری ہے ان جماعتون کو سب سے پہلے یہ کام کرنا چاہیے کہ لوگون کے دماغون مین اس امر کو پوری طور سے مرکوز کردین کہ مجوزہ اصلاحات کسی نصرانی قوم کی تقلید پر مبنی نہین ہین بلکہ دنیاے تہذیب مین (جسمین ہر قوم اور ملک کے لوگ شامل ہین) انکا یہی معیار قرار پایا ہے اور تقلید درحقیقت اصول معاشرت کے اُن آسان اور زود فہم مسائل کی ہے جنپر کشادگی دل کے ساتھ بے تعصبانہ اگر غور کیجائے گا تو کسی سمجھدار آدمی کو محل اعتراض نہوگا۔ اگر نہ کورۂ بالا حقیقت لوگون کے ذہن نشین نہ کیجائے گی تو انکی طبیعت نئی باتون کو ہرگز قبول نہ کریگی خصوصاً وہ قدامت پسند طبقہ جسکی تعداد ہماری قوم مین بہت زیادہ ہے اور جسکا ہمارے خاندانون پر اسقدر اثر ہے کہ اسکی استمالت اور ہمدردی کے کامیابی حاصل ہونا مشکل ہے۔

"ڈاکٹر"

ریویو

کلام فیروز۔ فروری ۱۹۰۸ء کے شروع مین ہمین لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک ہفتہ کے قریب قیام رہا۔ اور وہان کے اکثر علم دوست اور صاحب کمال حضرات سے ملاقات کی عزت حاصل ہوئی ایک روز منشفی شیخ عبد الحکیم سہیل سے کچھ شعر و سخن کا ذکر ہو رہا تھا۔ اثنائے گفتگو مین شعرائے پنجاب کا تذکرہ ہونے لگا تو اُنھون نے جناب فیروز کے کمالات سے آگاہ کیا۔ ہمین آرزوے ملاقات ہوئی اور اُنکے جاے قیام کا پتہ دریافت کرکے حاضر خدمت ہوے۔ اُس دن سے اُنکی عظمت کا سکہ دل پر نقش تھا اور اس بات کی جستجو رہتی تھی کہ کسی طرح اُنکے نادر کلام کا ذخیرہ کہین سے ہاتھ آئے۔ مگر جناب فیروز جسقدر باکمال ہین اُسیقدر شہرت اور ناموری سے مستغنی بھی ہین۔ اس وجہ سے ابتک اُنکے کلام کا کوئی مجموعہ زیور طبع سے آراستہ نہوا اور سواے بعض نظمون کے عموماً آپکا کلام اصحاب ذوق کی نظر سے بھی نہین گزرا۔ اب اُنکے عزیز شاگرد پیرزادہ عبد العزیز عزیز مخدومی امرتسری کی توجہ سے ایک مختصر سا مجموعہ شایع ہوا ہے جسے ۸ رمین طغرائی بک ایجنسی امرتسر سے منگاکر ہر سخن فہم لذت آشنا ہو سکتا ہے۔

پنجاب کے شعرا پر یہ بڑا الزام ہے کہ اُنکا کلام باوجود شاعرانہ مذاقون سے پُر ہونے کے غلطیون سے پاک نہین ہوتا۔ اب اگرچہ نقادان فن کا غلو اس بارہ مین کم ہوگیا ہے اور زمانۂ حال کے شاعرون کی نازک خیالی۔ جدت۔ بلند پروازی اور شیرین بیانی کے افسون نے قلم تنقید کو سر تسلیم خم کردینے پر مجبور کردیا ہے پھر بھی وہ لوگ جنھین خدا نے ذوق سلیم عطا کیا ہے اس قسم کی لغزشون کو پسندیدہ نگاہون سے نہین دیکھتے۔ جناب حکیم فیروز الدین فیروز کے کلام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اُنکا کلام عموماً پختہ اور فن کی غلطیون سے پاک ہوتا ہے۔

آئینۂ مشاعرہ۔ سال گزشتہ بھوپال مین ایک نہایت پر لطف مشاعرہ ہوا تھا۔ غالب کی مشہور غزل "شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا" سے مصرع طرح لیا گیا تھا اور اسی نسبت سے یہ مجموعہ اُنھین کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ بھوپال کے شعرا کے علاوہ باہر سے بھی بھی خاص خاص شعرا سے فرمایش کرکے غزلین منگائی گئی تھین ان غزلیات کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے اور اُسکے شروع مین مکرمی جناب قیصر ایڈیٹر الحجاب کا ایک مختصر مقدمہ شاعری پر ہے شایقین ۳ رمین دفتر الحجاب سے منگاکر لطف اُٹھا سکتے ہین۔

جذبات نادر - (حصہ دوم) ہمارے عزیز منشی نادر علیخان نادر کسی تعارف کے محتاج نہین ہین ہندوستان کے تمام معزز رسائل مین آپ کی پر لطف نظمین بکثرت شایع ہوتی رہتی ہین اور الناظر کے اوراق کو بھی اکثر آپکے کلام سے زینت دیگئی ہے۔ مخزن۔ خدنگ نظر۔ زمانہ اور ادیب وغیرہ مین جو نظمین وقتاً فوقتاً شائع ہوئی ہین اُنکو یکجا کردیا ہے تاکہ عام شایقین اُنکے مطالعہ سے سرور حاصل کرسکین۔ مثنوی نور محل (نزہتہ لائٹ آف حرم) جو اس مجموعہ کے آخر مین ضم کردیگئی ہے خاص طور پر قابل دید ہے قیمت ۸ ملنے کا پتہ نولکشور پریس بک ڈپو لکھنؤ۔

محمڈن یونیورسٹی - سال رواں اس وجہ سے مسلمانان ہند کی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہے گا کہ اسی سال مین اُس مہتم بالشان تجویز نے عملی صورت اختیار کی جسکی بنیاد سرسید احمد خان مرحوم مغفور کے مبارک ہاتھون نے علیگڈھ مین ڈالی تھی۔ تمام مسلمانان ہند نے جو گہری دلچسپی اس تجویز کو بارآور کرنے مین لی اُسکی تحریک کا سہرا اگرچہ ہز ہائینس سر آغا خان کے سر ہے گا لیکن اسمین کچھ شبہہ نہین ہے کہ اُنکی کوششون کو کامیاب بنانے اور قوم کو یونیورسٹی کی تحریک پر متحد الخیال کرنے مین ہمارے ملک کے اہل قلم طبقہ نے بھی کم حصہ نہین لیا۔

تمام اردو اخبارات و رسائل نے یونیورسٹی کے متعلق مضامین اور نظمین شایع کین اور اکثر باکمال انشا پردازون اور شاعرون نے بسیط و مدلل مضمون اور جوش دلانے والی اور مؤثر نظمین لکھین۔ چنانچہ جناب منشی احمد علی شوق قدوائی نے جو نظم تحریر فرمائی وہ بعنوان بالا حضور کرنیل حاجی حافظ محمد عبید اللہ خان بہادر بالقابہ (یعنے علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے منجھلے صاحبزادے صاحب) کے حکم سے بکمال زیبائش طبع ہوگئی ہے۔

خبرین

جسوقت آصف جاہ سادس نور اللہ مرقدہ کے داعی اجل کو لبیک کہنے کی خبر سُنائی گئی اُسی وقت نواب شہاب جنگ بہادر وزیر کو توالی نے یہ مژدۂ جانبخش بھی مشتہر کردیا کہ تکمۂ دکن کی مسند

میر عثمان علیخان بہادر

حکومت پر اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور نواب دام اجلالہ آصف جاہ ابن

جلوس فرمایا ہے۔ رعایاے دکن کے سراپا درد و الم دلون کو اس نوید خوش آہنگ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اگرچہ بخار رنج و غم کا چند لمحون مین دھلوجانا ممکن نہ تھا تاہم ایک گونہ قلب کو سکون و اطمینان ہوگیا۔ دکن سے جو خطوط ہمارے پاس آئے ہین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر لوگ اس جان فرسا حادثہ سے اس درجہ متاثر ہوے ہین کہ قریہ قریہ کے بسنے والے باد محبوب سے بیتاب ہوکر گلی کوچون مین لوٹتے پھرتے ہین۔

۲ ستمبر کو چوتھا محلہ مبارک مین ایک دربار منعقد ہوا جسمین عمائدین سلطنت اور امرا و رؤسا کے علاوہ رزیڈنٹ بہادر معہ اسٹاف اور دوسرے انگریز افسرون کے جمع تھے۔ کرنل پنھے رزیڈنٹ حیدرآباد نے گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے اور نیز اپنی طرف سے حضور پرنور آصف جاہ سابع خلداللہ ملکہ و حشمتہ کی خدمت مین مسند نشینی کے مسرت بخش موقع پر مبارکباد دی۔

۱۳ ستمبر کو ہز ہائینس مہاراجہ کوچ بہار نے الہ آباد مین جہان کہ وہ حکومت دربار تاجپوشی کی غرض سے تشریف لیگئے تھے انتقال فرمایا۔ آنجہانی نہایت روشن ضمیر حکمران خیال کیے جاتے تھے اور لائق تعظیم برہمو سماج مسٹر کیشب چندر سین آنجہانی کے داماد ہونے کی وجہ سے اُس فرقہ کی تعلیم سے بہت کچھ بہرہ اندوز ہوے تھے۔ ہم حضور مہارانی صاحبہ و دیگر پس ماندگان کی خدمت مین اپنے سچے دلی رنج اور مخلصانہ ہمدردی کا اظہار کرتے ہین۔

ناظرین الناظر یہ سُنکر خوش ہونگے کہ ہمارے عزیز دوست مولوی معشوق حسین خان بی اے (علیگ) رہنے اُنکے لیے ایک نہایت ہی دلچسپ اور سبق آموز تاریخی کتاب کا ترجمہ شروع کیا ہے۔ "محاربات اسلام" کے چند صفحات ہر پرچہ کے ساتھ شائع ہوتے رہینگے تا آنکہ دسمبر ۱۲ء تک کتاب اختتام کو پہونچ جائے گی۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف اُسکا ایک عیسائی ہے اور لندن کی Religious Tract Society (مذہبی رسائل کی شائع کرنے والی انجمن) کی طرف سے اُسکی اشاعت ہوئی ہے "جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے"۔ اسی کو کہتے ہین کاش واقعات کے اظہار مین دوسرے مورخین بھی مبالغہ اور غلط بیانی سے اپنا دامن تعصب اسی طرح پاک رکھنے کی کوشش کرتے!!

محاربات صلیب

فہرست مضامین

باب اول

محاربات صلیب کی ابتدا (سنہ ۶۲۲ء غایت سنہ ۱۰۹۰ء)

اسلام کا عروج و ترقی - اسلام کا اصلی مقصد - اوسکی ابتدائی اور وسیع فتوحات - ممالک مسیحی پر حملے - تنازع مابین اسلام و مذہب عیسوی - جنگہاے صلیب جو اس تنازع کی منتہی ہین اس زمانہ کا مذہبی اور فوجی جوش - جوانمردی - دارالسلام کی وہمی تعظیم - حج بیت المقدس زائرین کے مصائب و تکالیف - واپس شدہ زائرین کا وعظ -

باب دوم

واقعات ابتدائی (سنہ ۹۹۹ء غایت سنہ ۱۰۹۶ء)

پوپ سلوسٹر ثانی کا خط - گریگوری ہفتم کا خط - پطرس راہب - اسکا وعظ - جلسہ کلرمنٹ - تقریر اربن - اسکا اثر - جلسہ کے نتائج - تحریک عوام - مہم والٹر - مہم پطرس - مصائب سفر - پطرس اور والٹر کی جماعتین قسطنطنیہ مین - مہمات گوڈز کیلس وغیرہ - انکا حشر - یورپین آنے والون پر انکا اثر - پطرس راہب کے خصائص و طرز عمل -

باب سوم

حرب اول (سنہ ۱۰۹۶ء غایت سنہ ۱۰۹۹ء)

حرب اول کے سپہ سالار - ریمانڈ - بومند - ہیوغ اعظم - بولان کا گاڈفری -

محاربین کا سفر۔ شاہنشاہ یونان کی حکمت عملی۔ اسکا برتاؤ ہیوغ اعظم اور گاڈفری وغیرہ کے ساتھ انکے قیام قسطنطنیہ کا اثر۔ محاربین صلیب ایشیا کے میدانوں مین۔ محاصرہ نکائیہ (نائیس) تسخیر شہر۔ جنگ دوری لیوم۔ محاصرہ انطاکیہ۔ کمر کے ساتھ تسخیر کرنا۔ محاربین صلیب جو انطاکیہ مین تھے خود محصور ہو گئے۔ مصائب۔ برچھے کے عقائد باطلہ۔ ترکون سے مقابلہ۔ فتح محاربین صلیب۔ یروشلیم کی جانب پیش قدمی۔ نظارۂ شہر۔ ناکامیاب حملہ۔ محاصرہ یروشلیم۔ مذہبی جلوس۔ فتح شہر۔ محاربین صلیب کے مظالم اور بے رحمیان۔ انکی عبادت۔

باب چہارم

(سلطنت یروشلیم (۱۰۹۹ء لغایت ۱۱۴۵ء)

اسکے حدود انتخاب گاڈفری برائے سلطنت۔ جنگ عسقلان۔ نظام سلطنت لاطینی فوجی مراتب۔ ہاسپٹلر۔ انکی حقیقت۔ لباس۔ فوجی قابلیت۔ حکومت۔ مراسم۔ شہرت۔ ٹمپلر۔ انکی حقیقت۔ مکانات۔ عادات۔ حکومت۔ مراتب فوجی کا انجام۔ حالات کلیسائی گاڈفری کے خصوصیات طبع وطرز عمل۔ بطریقون کی حرص وغارت گری۔ انکی نزاعات۔ جنگ مابعد۔ سپہ سالار اور انکے پیرو۔ نتیجہ۔ سلاطین لاطینی۔ فتح اڈلیہ۔

باب پنجم

حرب دوم وسوم (۱۱۴۵ء لغایت ۱۱۹۲ء)

حرب ثانی۔ فتح اڈلیسہ پر جوش۔ لوئی ہفتم کا سلطنت لاطینی کی مدد کرنا۔ یوجنیس ثالث سینٹ برناڈ کو وعظ کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اسکی حیرت انگیز کامیابی۔ شاہنشاہ جرمنی کی پیش قدمی۔ اسکی شکست۔ یلغار لوئی۔ فتوحات فرانس۔ مصائب۔ دارالسلام کی جانب پیش قدمی۔ دمشق کا ناکامیاب محاصرہ۔ مراجعت کانراڈ دلوی۔ حرب ثانی پر ایک نظر فلسطین کی حالت۔ صلاح الدین کا عروج۔ اسکا حملہ فلسطین پر۔ فتح دارالسلام۔ صلاح الدین کی شفقت ورحم۔ حرب ثالث۔ معرکہ فریڈرک وفلپ وہنری دوم۔ روانگی فریڈرک۔ اسکی کامیابی اور مرگ ناگہانی۔ روانگی فلپ وریچرڈ۔ متصلیہ مین باہمی جھگڑے فلسطین مین پہونچنا جھگڑے اور نااتفاقیان۔ مراجعت فلپ۔ ریچرڈ کے کارہائے نمایان۔ اسکی پیش قدمی۔ ترک مہم

صلح - مراجعت یورپ -

باب ششم

حروبہاے چہارم وبعد (۱۱۸۷ء لغایت ۱۱۹۱ء)

حرب چہارم - صلاح الدین کی وفات وخصائل - اسکی سلطنت کی تقسیم - سلطین ثالث حرب صلیبی کے لیے تحریک کرتا ہے - صرف اہل جرمنی اسکی تحریک کا جواب دیتے ہین - قلیل المدت جنگ - اسکے غیر مہتم بالشان نتیجے - جنگ پنجم - فوک کا وعظ - سفراے وینس جہاز کرایہ پر لینے کے لیے بھیجے جاتے ہین - حملہ وتسخیر ذارا (Zara) محاصرہ قسطنطنیہ - بعد کی ہلچل - لاطینیون کا قیام قسطنطنیہ مین - حرب ششم - بچون کی لڑائی - شاہ ہنگری کی دوبارہ محاصرہ دمیاط - مہم فریڈرک ثانی - حرب ہفتم - مجوزہ گریگوری نہم - فرانسسکن اور ڈامنکین کے وعظ تائید حرب مین - نئے محاربین صلیب کی روانگی - مہم رچرڈ ڈارل کارنوال - حرب ہشتم - خوارزمیون کا خروج - مہم لوی نہم - محاصرہ دمیاط - بادشاہ کی گرفتاری - اسکی مراجعت - حرب آخر - لوی کی مہم ثانی - اسکی موت طونس مین - مہم ایڈورڈ - دیگر کوششین فتح مکہ

باب ہفتم

انگلستان ومحاربین صلیب (۱۱۹۵ء لغایت ۱۲۷۲ء)

انگلستان کے باشندون نے حروب صلیبیہ کے لیے اتنا شوق ظاہر نہین کیا جتنا کہ دوسری اقوام نے - اسکے وجوہات - انگریز سپہ سالار - رابرٹ والی نارمنڈی - رچرڈ اول - رچرڈ ڈارل کارنوال - شاہزادہ ایڈورڈ - مالی مدد - ولیم رونس - کاٹکس - رچرڈ اول کی مہم - انگلستان کے فوجی عہدے - ٹمپلرس کا عروج انگلستان مین - فلیٹ اسٹریٹ مین کلیسا - کلیسا - ہاسپٹلر - مکانات - دولت ورثہ -

باب ہشتم

عام تحقیق

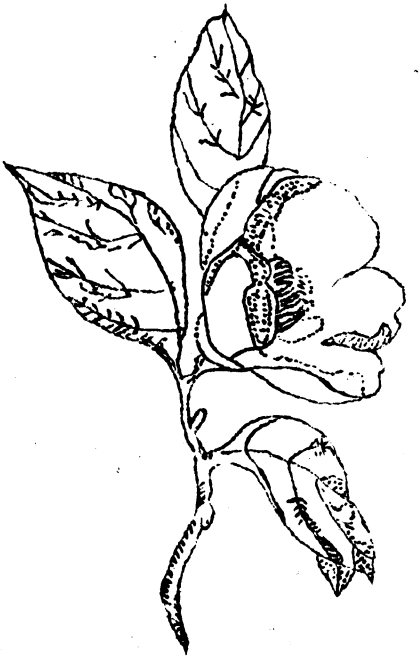
وہ ذرایع جنکی مدد سے جنگہاے صلیب کی آتش شعلہ خیز قائم رکھی جاتی تھی -

اسکے انحطاط کے اسباب - ناکامیابی مہم - سپہ سالارون کی نایوسی - بیداری - مذہبی خیالات کا ضعف

باب نہم

عام تنقید (بسلسلۂ باب ماقبل)

حروب صلیبیہ کے نتایج - ترقی یورپ - وسعت خیالات - ایک گونہ حریت طبایع وسعت تجارت - نظام سوسائٹی - شاہی ترقی - اصول یکجائی کی ترقی - ترقی قصبات - آزادی غلامان - زمانہ وسطیٰ اور زمانہ حال کی زنجیر سلسلہ - حروب صلیبیہ کا اخلاقی موازنہ - حقیقت مہم - اسکی ظاہری اغراض کی بے حقیقتی - وسوسات اور باطل خیالات جنسے انکی ابتدا ہوئی - حروب صلیبیہ پر ایک مذہبی نظر - اصلی جنگ صلیب -



آگیا ہے کھنچ کے ماء اللحم میخوارو چلو ہے یہی موسم یہی موقع خریدارو چلو

خزان کا زمانہ پانی کا قحط کھیتیاں خشک ہوگئیں درختون کی پتیان زرد ہوکر گرگئیں شاخین مرجھاگئین نشوونما کی قوت زائل ہوگئی۔ اتنی قوا برسات پانی برسا جھڑی لگ گئی زمین نے سال بھر کے لیے اپنا پوٹا تر کرلیا۔ اب وہی سوکھے ہوے درخت ہرے بھرے ہوگئے۔ کوپلین پھوٹین۔ کلیان نکل آئین۔ پھول لگے پھل لگے ؎

شاخ مین کلیان نکلکر خود بخود کھلنے لگین ڈالیان خوش ہوکے آپسمین گلے ملنے لگین

یہی حالت ہمارے ماء اللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوے اعصاب اسیطرح تروتازہ ہوجاتے ہین جیس طرح مرجھاے ہوے درخت چنے موسم سرما مین تین چار لیتر پین پی لین گویا اسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرالیا یہ وہ پاکیزہ شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہوجاتی ہے سستی کاہلی۔ کمزوری کافور ہوجاتی ہے۔

کھلے خزانے عرب مین پئین عجم مین پئین یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم مین پئین

ماء اللحم عنبری دو آتشہ۔ ہر سال ہمارے شفاخانہ مین سیکڑون مبہی۔ مقوی۔ مصفی جڑی بوٹیون اور گوشت طیور تازہ میوہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور پبلک مین مقبول ہوچکا ہے ایکی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفیدہ تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمائشون کی تعمیل ہورہی ہے جلد منگائیے دیر نہ کیجیے

فوائد:۔ اعضاے رئیسہ مین غیر معمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتون کو جلادیتا ہے سینہ کی بیماریون کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچون کے لیے مادر کا شیر۔ جوانون کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھون کے لیے آبحیات۔ عورتون کے لیے سامان نمودِ حسن۔

قیمت فی بوتل صغیر کیا رجن ۵ء ایک بوتل مین ۱۲ اونس ہوتا ہے۔ بیرونجات مین تین بوتلون سے کم نہین روانہ کیجاتین۔ ریلوے سے پارسل منگوانے مین خریدار کو محصول مین کفایت ہوگی

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو دلچسپ و مفید معلومات نظم و نثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست ہے مع جنتری ۱۹۱۲ء بلا قیمت۔ رسکانکٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جاے گی۔ درخواستین ذیل کے پتہ سے آنی چاہئین

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ الیس اے حکیم محمد علی لکھنؤ

حیرت انگیز رعایت بابکہ ہر ایک لیڈی کے لیے ہمراہ برما گھڑی اور چین مفت دیجاویگی لہذا فرمائش جلد آنی چاہئے

شرط یہ ہے اگر کوئی چیز ہی خلاف تحریر ہو تو شوق سے واپس کر دیجیگا - جملہ مال وی پی بھیجا جاوے گا - اپنا نام و پتہ خوشخط لکھئے گا -

اٹھ روزہ واچ - اس گھڑی میں ایک مرتبہ چابی بھرنے سے آٹھ روز برابر چلتی ہے وقت ایسا ٹھیک دیتی ہے کہ ایک سکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑتا اعلیٰ درجہ کی یادگار خوبصورت فینسی ڈایل ہر ایک پرزہ ایسا پائدار ہے کہ برسوں صفائی کی بھی ضرورت نہیں کانچی اسمال قیمت نو روپیہ وی پی دو آنہ ہمراہ برما گھڑی مفت



شاہانہ واچ - یہ گھڑی ڈبل کیس والی ہے اور کیس اس بالکل اصلی سونے کے مانند ہے اور دونوں ڈھکنوں پر ایسی خوشنما برجوں کی مکمل سونے کی ہوئی ہے کہ گھنٹوں آدمی دیکھا کرے پھر بھی نہ تھکے یہ گھڑی اعلیٰ خوبصورتی پائیداری صحیح وقت دینے پر سو روپیہ ہی قربان ہیں لگائی ہے ۸ سال کی ضمانت ہے دس روپیہ وی پی دو آنہ ہمراہ برما گھڑی اور چین انعام مفت

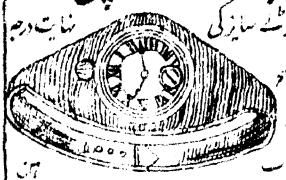


زنانی چوڑیدار رسٹ واچ - یہ گھڑی اوپر کی دونوں پشت سونے ملمع کی ہیں اور مضبوط کانچ انگلیاں قلم ہتھیلی اور چوڑی پر ہر گھنٹہ ساعت دقیقہ صاف نظر آتا ہے بڑی خوبصورتی سے ہر ایک چھوٹی بڑی گھڑی کی طرح مستعد اوقات کے لئے بہت ہی موزوں زیور کا زیور گھڑی کی گھڑی گھڑی کا مزہ قیمت چھ روپیہ ہمراہ برما گھڑی انعام



حسن افزا - یہ دانہ ایسا عجیب و غریب ہے کہ اسے دو ہفتہ پیرو پر لگا نے سے چہرہ کی جھائیاں داغ سیاہ چھپ سیاہ داغ رفع ہو کر اعلیٰ درجہ کی خوبصورتی آجاتی ہے قیمت فی شیشی ایکروپیہ دو آنہ وی پی ۴ آنہ

کلائی پر باندھنے کے لئے رسٹ واچ معہ بیسمہ یہ گھڑیاں بقبضہ دار چھوٹے سائز کی نہایت درجہ کی یادگار خوبصورت سجیکٹ وقت دینے والی کلائی پر باندھنے کے لئے لاجواب ہیں قیمت نکل سلور اور سیاہ کیس کی فیدو ملمع اور چاندی کے منقش کیس والی فیدو چھ روپیہ وی پی دو آنہ گارنٹی ۵ سال ہمراہ برما گھڑی انعام



ڈوپٹہ ریشمی ساختہ بنگال - نہایت نفیس قابل دیدہ کنارہ بہت باریک اندر آپ دار - عمدہ سوا گز طول تین گز عرض سبز نارنگی - بنفشہ - سوپ چمپائن اور کورے یعنی سفید جیسے پسند ہوں طلب کیجئے فی جوڑہ چھ روپیہ ہمراہ برما گھڑی انعام

ڈوپٹہ ململ کے - خاص سہاگے کے چھپے ہوئے بیل بوٹے رنگ کے اعلیٰ اعلیٰ وضع کے پھل دار پھول دار - بوٹے دار عرض دو گز طول تین گز - قیمت فی جوڑہ دو روپیہ دو آنہ وی پی ۴ آنہ

پھوپچی جوڑہ جڑاؤ - جس میں دلایتی جواہر اور چمکی ہوئی ہو اندر سے نہایت خوشنما ہے کہ بیان سے باہر ہے - زور سنگھا بنگا نیچرل دو روپیہ

پھوپچی جوڑہ نقشی دانہ کا دینے کا کلمہ کیا ہوا ایسا لاجواب کہ بالکل اصلی معلوم ہوتا ہے اور سچے کلابتوں میں بلا ہوا قیمت تین روپیہ

کرتے ہاتھوان کے سونے کا ملمع کیا ہوا قیمت فی جوڑہ ایکروپیہ

جھومکے معہ لٹکن پھول - نہایت نفیس اور نہایت ٹسک سونے کا ملمع کئے ہوئے قابل دید فی جوڑہ ۱۰ آنہ اور جڑاؤ جھومکے معہ کون پھول فی جوڑہ ایک روپیہ

درشنی انگوٹھیاں - سونے کا ملمع کی ہوئی - جلوہ آئینہ سے لگا کر دیکھئے ۲۴ اوتار کے درشن کریں فی عدد ۱۰ آنہ

عرق خضاب - بوکر دو منٹ میں - سفید بالوں کو ایک دم سیاہ بنا کر دیتا ہے معہ برش و پیالی قیمت ایکروپیہ وی پی ۴ آنہ

المشتہر ایم محمد حبیب جنرل مرچنٹ نمبر (۳۰) شہر متھرا

ایک نظر ادھر بھی

مستقبل اسلام - مشہور مستشرق پروفیسر وامبری کے خیالات کو ملک کے لائق نوجوان مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) نے اردو کا لباس زیبا پہنا کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ ہر فہیم مسلمان کو ان بیش بہا خیالات کی قدر و قیمت کرنا چاہیے۔ قیمت عمدہ

رعایت - خریداران الناظر کے لیے صرف ۸ر قیمت رکھی گئی ہے۔

تاریخ تمدن - بکل کی ہسٹری آف سولیزیشن کا قابل دید ترجمہ جو مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل بی وکیل بارہ بنکی کی قدرت انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔ مجلد ۴ر غیر مجلد عمدہ

تاریخ ابوالبشر - امریکہ کے پروفیسر رڈیاتھ کی تاریخ عالم کا ترجمہ جسمیں آغاز نوع انسانی کی کیفیت حسب تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ مین لکھی گئی ہے۔ عبارت کا زور دیکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ۴ر

اثبات واجب الوجود - فلسفہ اور سائنس نے متشککین اور منکرین کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ کتاب انکے خیالات باطلہ کی تردید اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ قیمت عمدہ

قوت خیال - کیریکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم ہے۔ نوجوانون اور عورتون کے لیے اسکا پڑھنا بیحد سود مند ہوگا۔ قیمت ۴ر

قاسم و زہرہ - شاعر قادر الکلام منشی احمد علی شوق قدوائی کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ خود مصنف کو جس تصنیف پر ناز ہو اسکی تعریف کیا کی جا سکے۔ قسم اول ۱۲ر قسم دوم ۸ر

دیوان وحشت - مولانا رضا علی وحشت کی شاعری کو تمام استادان فن نے تسلیم کیا ہے۔ قیمت عمدہ

تحقیق سخن - مولانا شفق عمادپوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے ایک مفید اور کارآمد رسالہ شاعری کی ضروری بحثون پر نہایت لطیف پیرایہ مین لکھکر شایع کیا ہے۔ عیوب سخن قید سخن - اور صنعات سخن پر ایسا جامع اور مختصر رسالہ پہلے نہین لکھا گیا۔ قیمت ۸ر

غنچۂ نوبہار - حضرت شفق عمادپوری کی رباعیون کا مجموعہ جسکی ہر رباعی پر جناب جلیل کا یہ مصرعہ تاریخ صادق آتا ہے ع ہر رباعی تازگی مین فرد ہے۔ قیمت ۶ر

رنج و راحت - لڑکپن کے پڑھنے کے قابل جمیلہ کی سرگذشت - ایک پر لطف اور دلگداز کہانی قیمت ۸ر

کنز المعانی - سورۂ فاتحہ کی بے مثل تفسیر جسمین ہر ہر آیت کی جداجدا ترکیب نحوی و شان نزول و اسرار و نکات وغیرہ پر نہایت مدلل بحث ہے بڑے بڑے علمانے ملاحظہ فرما کر دل سے پسند فرمایا ہے قیمت ۶ر

حدیقۂ آخرت - ملک مین ایک اعلیٰ درجہ کی میلاد شریف کی سخت ضرورت تھی - اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ قابل قدر رسالہ لکھا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

آئینۂ پیغمبر - سراپاے رسول اکرم صلعم کا یہ لاجواب مسدس فصاحت - بلاغت اور مضمون آفرینی مین بیمثل ہے قیمت ۱ر

منیجر الناظر بک ایجنسی - فلاور ملز - لکھنؤ

گولیان !! گولیان !! گولیان !!

لیجئے ! آپکو بقاء صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نرہی

ہماری ایجاد کردہ اٹنگ نگرہ گولیو کا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین بکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکیٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیو نکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہنچتی رہتی ہین - عصبی کمزوری کو جڑسے کھو دیتا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - دماغ مین جودت اور تیزی پیدا کرنا - حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست و توانا بنانا مردہ دلون مین تازگی روح پھونکنا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے - مردون یا عورتین اونکے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانے مین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر انہین تندرست بھی کھالے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہے اونسے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین صرف علاوہ محصول ڈاک ہر اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوالیجئے - جو اُردو - انگریزی ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - ۱۵ صفحے پر چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصول ڈاک اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے - اٹنگ چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کر چکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائین گی - ملنے کا پتہ -

ویدشاستری منی شنکر گووندجی - اٹنگ نگرہ نشار سیی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

عطر! عطر!! عطر!!!

کارخانہ شیخ سخاوت حسین لکھنو

لکھنو ہندوستانی فیشن کا مرکز ہے - اور اس تباہی و بربادی کے زمانہ میں بھی اخلاق عطر معاشرت میں سارے ہندوستان کی رہبری کر رہا ہے - اور تمام باتیں درکنار خاص عطر کے بارہ میں جو اعتدالی خرابی و نظام دانی کا سب سے قوی اور بامرہ محافظ ہے اسمیں بھی اسوقت تک کوئی شہر لکھنو کی ہمسری کا دعوے نہیں کر سکا - لکھنو اپنے عطر کی اسی عزت کو تمام شہر دنیا پر اپنا نمایاں فخر ظاہر کر رہا ہے - صرف دیکھنے کیلئے بلکہ امتحاناً اس کارخانہ سے جو کوئی عطر منگانا طلب فرمائے - ناپسند ہو واپس کر دیجئے - بان محصول ڈاک تو آپ سے لیا جائیگا - مگر پوری قیمت بعد تو اسی طور روانہ ہوگی روپیہ نقد نے پر یا بذریعہ ویلیو ایبل تعمیل ہو سکتی ہے -

عطر

نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ
عطر حنا	صرف تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر گل حنا	سے ۱ شمار ۱۲	عطر محمدی	شمار
عطر موتیا	صرف تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر مشکی	شمار ۱۲	عطر سہاگ	۱ شمار ۱۲
عطر چنبیلی	۱۲ تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر گلاب	۱۲ صرف تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر گل کنول	لاجواب
عطر مروا	تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر چنبیلی	۱ شمار ۱۲	عطر اگر	سے ۱ صرف
عطر خس	سے ۱ شمار ۱۲	عطر شیراز	۱ شمار ۱۲	عطر فلیتا امبری	صرف
عطر بیلہ	تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر بیلہ	سے ۱ شمار ۱۲	عطر کیوڑہ	۱ شمار
عطر نسترن	۱ تولہ سے ۱ شمار ۱۲	عطر نارنجستان	سے ۱ شمار	روح حسن افضل	سے ۱ صرف
عطر جوہی	۱ شمار ۱۲	عطر بادیان	شمار	عطر گلاب اعلیٰ	لاجواب سے ۱
عطر نیلوفر	۱ شمار ۱۲	عطر گل شبو	شمار	عطر کیوڑہ اعلیٰ	صرف سے ۱
عطر نارنجی	۱ شمار ۱۲	عطر صندل سرخ	شمار	عطر اجناس	صرف سے ۱
عطر گلاب	۱ تولہ سے ۱				

عمدہ اور خوشبودار تیل

غالباً آپکو اسکی شکایت ہوگی کہ عمدہ اور خوشبودار تیل کم سے کم قیمت کا عام طور پر آپ نہیں پا سکتے - اب کی شکایت رفع کرنے کے واسطے اس کارخانہ نے کوشش کی ہے - آپ ضرور منگوا کر استعمال کیجئے -

فہرست

روغن چنبیلی	سے ۱ تولہ شمار سیر	روغن حنا	سے ۱ تولہ ماسیر
روغن بیلہ	۱ ۱۲ ۱	عرق گلاب فی بوتل	۱ ۱۲ ۱
روغن کیوڑہ	۱ صرف تولہ ماسیر	ورق کیوڑہ فی بوتل	سے ۱ شمار ۱۲
گولیاں تمباکو ورقدار فی روپیہ	۱۲ تولہ	گولیاں تمباکو بلا ورق فی روپیہ	۱۲ تولہ
قوام تمباکو فی روپیہ	۱۲ تولہ		

الملتمس

شیخ سخاوت حسین مالک کارخانہ عطر چوک لکھنو

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

بیماریان جو دوا کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہوجاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر از الہ دکھ مین سیحائی دکھلاتا ہے

آبحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہو جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔

آبحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہے جو کسی ملک یا ہوا پہنچنے دیگا نہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت **آبحیات** کی ایک شیشی عطاروں کی دوکانون اور ڈسپنسریون مستغنی کر دیتا ہے کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی **آب حیات** اگر آپ کے پاس ہے مرض بے وقت دن کو یا رات کو نکلے اُسیوقت دیدیجیے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا گمان کیا۔

فوائد مصدقہ

حکیمون ڈاکٹرون۔ عالمون۔ فاضلون کے ہزارہا سارٹیفکٹ موجود ہین اور ہر روز نئے استناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر دکھ کی دوا ہے۔ کھانسی خشک ضیق النفس دمہ۔ بخار۔ تپ صفراوی۔ گیرہیٹ تشنگی۔ معدہ کا جلن۔ درد شکم۔ پیٹ مین سیاہی درد۔ نفخ پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا۔ رسولون کا بخار۔ طپش دل خفقان۔ الجھیا۔ مرگی مینہ کم آنا۔ سرسام خون کی قے آنا۔ خون تھوکنا۔ پیچش۔ سوداوی قے۔ اماعون۔ ہیضہ کا کوئی علاج ہو آبحیات سے درد دانت۔ درد کان۔ درد پہلو۔ درد سینہ۔ درد کمر۔ درد گردہ۔ درد سر۔ آدھے سر کا درد۔ درد اٹیری۔ ریح کا درد۔ جوڑ کے درد۔ سکھ کے زخمون کا درد۔ بھگندر۔ عقدہ کا نکلنا۔ مسوڑون سے خون جانا۔ ورم گوش۔ خارش۔ خسارہ پتروال۔ زخم آتشک۔ نکسیر۔ کرم شکم۔ قوطہ کا ورم آگ سے جلنا۔ ہولناک سے آنا۔ نگور مین گلٹیان پڑکر خناق ہونا۔ نلون کا درد۔ اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانے نکلتے ہین وہ اسکے لگانے اور کھانے سے درد ہوجاتے ہین بچھو۔ بھڑ۔ سانپ کا ڈنک پر لگانے سے فی الفور درد دور ہوجاتا ہے ورم نہین ہوتا۔ مرگ مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے ہر ایک عیالدار کو اسکا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

چونکہ یہ دوا زہر لی نہین ہے اسلیے ہر ایک مرد عورت۔ جوان۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد بلا کسی اندیشہ کے استعمال کر سکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہوجاتے ہین چند قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہو سکتے ہین۔ مونگا۔ سکہ۔ تلمی۔ پارہ۔ ہرتال گھر ڈنی۔ ہیلمنتی شفاخون۔ مسافرون۔ عیالدارون کا جو سفر اور خرابی کا کام دیتا ہے قیمت بلحاظ فوائد عدد روپیہ بھی جا تو کم ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ کی شیشی۔

آدھی درجن صدر

درجن نصف

اس پتہ پر درخواست کرو جو موجد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

حاجی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور سوہنی دروازہ

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیوس ہیرایل (یعنے) روغن نایاب

تمام اعضا میں دماغ بادشاہ مانا گیا ہے۔ اگر زلہ۔ زکام۔ بالوں کا سفید ہونا۔ دماغی کمزوری۔ رنگ زرد اور ضعف لسانیت علیہ تو سمجھ لینا چاہئے کہ دماغ میں کمزوری اور خرابی کوئی غیر معمولی ضرور ہے۔ یہ ہمارا تیل ایسی کیمیاوی اجزا سے ترکیب پایا ہے جو بالوں کے گرنے سر کے چکرانے۔ درد سر کے دور کرنے۔ کمزوانی خفقان اور دیگر امراض دماغی کیواسطے بیحد مفید ہے۔ اسکی استعمال سے بالوں کی جڑیں مضبوط اور سیاہی زیادہ ہوتی ہے۔ مدرس ڈاکٹر طالبعلم وکیل۔ بیرسٹر اور ضعف دماغ کے شکائی لوگوں اور خصوصاً عورتوں کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیے۔ یہ تیل بالوں کو خوشبودار کرتا ہے نہ تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہے۔ اسکا استعمال سوائے جوئیں غیرہ مطلق نہیں پڑتی ہیں قیمت فی شیشی ۲ر محصول ایک شیشی ۳ر اور تین شیشیوں کے لئے ۷ر

قیوس سالٹ (یعنے) نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ۔ درد سکم۔ درد قولنج۔ قراقر۔ نفخ۔ بواسیر ریاحی۔ ہضمی۔ ہیضہ۔ دردشانہ۔ درد گردہ۔ کھٹی ڈکار اور قبض کے دور کرنے میں از حد مفید ہے۔ اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ نمک بھرکیت کھانے سے معدہ کی جملہ خرابیوں کو دور کرکے ہاضمہ کو قوت دیتا ہے ہر شخص کو لازم ہے کہ ہمارے اس پیارا کردہ نمک کو اپنے گھر میں رکھے اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھائے۔ قیمت فی شیشی ۴ر

قیوس ہیرڈائی (یعنے) خضاب قیومی

بکل اشتہاری دنیا میں خضابوں کی بھرمار ہے۔ مگر تسلی بخش اطمینان ہونا غیر ممکن ہے جب تک یہ قیومی خضاب ہمارا خانہ میں جو خضاب تیار ہوتا ہے وہ ایک شیشی کا ہے۔ اسکی خوبیوں کو بیان کرنا بیکار ہے تاوقتیکہ خوشنصیب لوگ اسکی تعریف نہ کریں۔ خضاب کا کام ہے کہ بالوں کو سیاہ کرے۔ جلد پر داغ دھبہ ہو بالوں کی جڑ سے کوئی نقص پیدا نہ ہو۔ بدبو نہ دے۔ سوزش نہ کرے۔ ہمارے خضاب میں یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ اور تمام برائیوں سے پاک ہے اگر کمال سیاہی نہ ہو نہ جلد پیدا کرے۔ تو قیمت واپس کر دیجائے گی۔ ایکبار ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کریں۔ قیمت فی شیشی ۲ر محصول ڈاک ۳ر ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶ر

قیوس ریگولیٹر (یعنے) جب شفا رلیا

یہ گولیاں مستورات کے امراض رحم کے دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ یا ماہواری ایام ٹھیک طور سے نہ آتے ہوں۔ یا بند ہو گئے ہوں۔ کمر درد یا جھلی میں آگ سی لگی رہتی ہو۔ یا درایا سے تیز یا ہلکا درد قبل ایام یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ کبھی کبھی یا طوبت بہی جاری رہتی ہو۔ علاوہ ازیں حمل نہ قائم رہتا ہو۔ یا حمل ضائع ہو جاتا ہو۔ ان سب شکایتوں کو دور کرنے میں ہماری یہ گولیاں تیر بہدف کا کام کرتی ہیں۔ ایکماہ دو ونوقت استعمال کرنا چاہئے گولیوں کی قیمت فی ڈبیا ۴ر

المشتہر
شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبدالقیوم۔ تالتلا لین نمبر ۱ کلکتہ

نشان تجارت

ڈاکٹر لالور

کا

فاسفوڈائن

دماغی کمزوری، فالج، کمخوابی، ڈراونے خواب دیکھنا، قویٰ کا قبل از وقت انحطاط نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت تامیہ کے کم ہوجانے سے لاحق ہوں، ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج ہین اس دوائے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم کر رکھی ہے۔

فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسی ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہوجاتے ہین،

کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہوجاتی ہے، باضمہ مین قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی اور ہضم رفع ہوجاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے لب سرخ آنکھین روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہوجاتی ہے بالون مین مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضا سے تغذیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔

خبردار!

دنیا کے تمام حصون کے باشندون

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق اور فن طبابت کے اعلیٰ ماہرون محفوظ کرلیا گیا ہے، اس لیے اس کی نقل درنگ مین یا کسی دوسری حیثیت سے، فروخت کرنے والون سے عدالتی چارہ جوئی کی جائیگی اس شہادتون سے یہ ہین، قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء مین اعلیٰ سند ملی تھی۔ طلائی تمغہ

اسکی قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہوجاتی ہین عصبی اور دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت

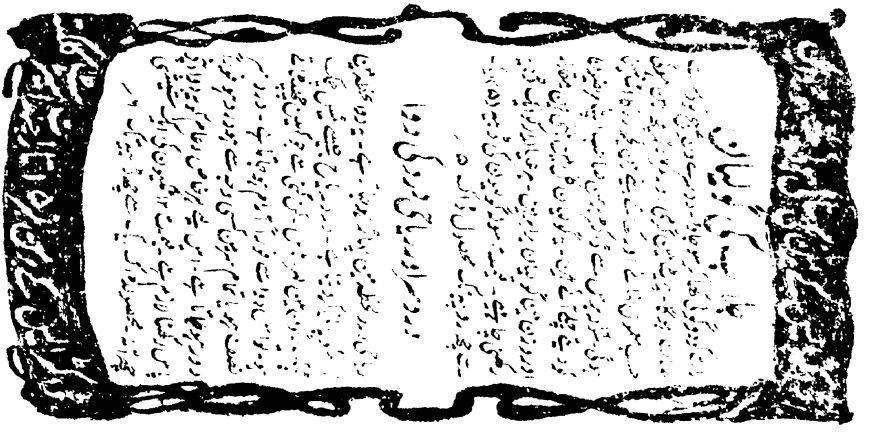
فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو یہی شفا وصفت اور معززین کی قدردانی نصیب ہوئی

ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) سے (کلان) بھاؤ فروخت کرتے ہین۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" ہیمپ اسٹیڈ۔ لندن، انگلستان مین بنایا جاتا ہے





TO BE HAD OF

DR S.K. BURMAN

5/61 TARA CHAND DUTT STREET

CALCUTTA

الناظر پریس متصل ہل آہنی میں طبع ہوا

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں

۱۳۲۷ھ

الناظر

رجسٹرڈ نمبر ۱۷۸ء

جلد ۵ | یکم نومبر ۱۹۱۱ء | نمبر ۲۹

نذر تہنیت	ایڈیٹر	۱
حضور نظام خلد اللہ ملکہ	پروفیسر مولوی سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۳
سال تخت نشینی	مولوی حسن مرتضیٰ شفق عمادپوری	۷
آصف سابع	منشی عبدالکریم صبر دہلوی	۸
ذکاوت یا اخلاق	مولوی جواد علی خان عاکی	۱۴
طالب علم کو ہدایات (نظم)	مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی	۱۸
مشتری اور اس کا نظام	پروفیسر مفتی انوار الحق ایم اے مولوی فاضل	۱۹
غزل	منشی احسان علی فصیح	۲۳
ہلال (نظم)	حکیم فیروز الدین فیروز امرتسری	۲۴
ہندوستان کے نوشتہ ہائے اسلامی	حکیم سید شمس اللہ قادری	۲۵
غزل	سید ابن الحسن جمیل	۲۷
مولانا جلال الدین محمد بلخی الرومی رح	[illegible] اللہ	۲۸
رباعی	مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی	۳۵
گلوئے تشنہ (نظم)	مولانا شفیع	۳۶
غزل	منشی محمد عابد بیمار فنا	۳۷
جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ایک سپہ سالار کی بہادری کا قصہ	مسٹر محمد قطب الدین حسین	۳۸
مخدوب کی نہر	"وارفتہ مزاج"	۴۵
مشاعرہ (غزلیات)	جناب ثاقب۔ حامد۔ صفی۔ عزیز۔ رحمت لکھنوی	۴۷
مسلمانان ہند کی معاشرت اور اسکی اصلاح نمبر ۲	ڈاکٹر	۴۹
حب شوہر (نظم)	محمد اصغر اصغر وارثی	۵۶
خبرین		۵۸
محاربات صلیب	مولوی معشوق حسین خان بی اے	۱—۸

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت سالانہ قیمہ ۱۰ ۱ کلہ

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت میں باٹلی والا

کی بخار کی دوائی یا گولیاں استعمال کیجیے قیمت ..... عہ

ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت عہ

باٹلیوالا کا حضاب جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ..... عہ

باٹلیوالا کی مقوی گولیان - اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ..... عہ

باٹلیوالا کا سفوف دندان - دیسی اور ولایتی دونون سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ..... عہ

باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم - ایکدن مین اچھا کر دیتا ہے قیمت عہ - یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے ملتی ہین -

ڈاکٹر ایچ - ایل باٹلیوالا - وارلی لیبوریٹری دادر بمبئی

شہاب الدین اینڈ سنز حضرت گنج - لکھنو -

الناس بالملابس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ زنانہ انگریزی ہندوستانی فیشن کی اعلی سے اعلی پوشاک نہایت خوشنما اور موزون تیار کرتا ہے ۱۸۸۶ء سے یہ کارخانہ پوشاک کی خدمت انجام دیرہا ہے کاشتی سلک - جاپان سلک - جامہ وار سلک - اور علاوہ انکے جاپانی اور ولایتی اطلسین صوفیانے وخوشنما لیکے ڈریس اور گون وغیرہ بھی بافراط مہیا رہتے ہین ایکبار ہمین آرڈر دیجیے پھر کہین اور فرمایش دینے کو آپ کا جی نہ چاہے گا پیمایش کا فارم اور کپڑون کے نمونے طلب کیجیے -

قطب الدین منیجنگ پروپرائٹر

فہرست اشیاء موسم گرما

شہان کا مدانی بوٹیدار -	صہ سے عہ تک
شہان کا مدانی وچکن قابل دید -	ے سے عہ تک
شہان چکن بیل بوٹے دار -	عہ سے عہ تک
دوپٹہ کا مدانی بیل بوٹہ -	ے سے عہ تک
دوپٹہ چکن کا مدانی نفیس -	عہ سے صہ تک
دوپٹہ چکن بیل بوٹے دار -	عہ سے صہ تک
ساری چکن کا مدانی ہر قسم کی -	عہ سے عہ تک
ساری چکن بیل بوٹے دار -	عہ سے صہ تک
کرتے چکن ہر قسم کے لائق -	۱۲ سے صہ تک
کرتے بچون کے متفرق ہر کے -	۸ سے عہ تک
شلوکے زنانہ قابل دید -	۱۲ سے عہ تک
رومال دستی انگریزی طرز کے -	۸ سے عہ تک
کلاہ دوپلڑی چکن کی -	۸ سے عہ تک
کلاہ گول چکن کی -	۸ سے صہ تک
کلاہ میر وارمرزہ دہلی کی -	۸ سے صہ تک

کارخانہ محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن لکھنو پارچہ گلی



حضرات ہماری مہربان گورنمنٹ نے بسلسلہ حسن خدمات وعمدگی مال کارخانہ ذاکر تمغہ اور سرٹیفکیٹ عطا فرما کر سودیشی کی حمایت اور دیسی تجار کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا اور روسا بدیشی اشیا پر کمر دلدادہ ہین - لہذا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیا کی خریداری مین مدد دیجیے - صرف ملکی اشیا کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال ہو سکتا ہے - مختصر فہرست ہدیہ ناظرین ہا تمکین ہے -

محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن
چکن مرچنٹ لکھنو گلی پارچہ

فہرست اشیاء موسم سرما

فور رضائی سلمی ہوئی مع استر نہ گوٹ گرنٹ	
منگواتے ہی استعمال کیجیے -	صہ سے عہ تک
فرو بغیر سلی ہوئی جفتہ -	عہ سے صہ تک
لحاف ہین سکھ پنجتہ بغیر سلے ہوئے -	عہ سے صہ تک
پلنگ پوش پنجتہ	عہ سے صہ تک

پان مین کھانیوالی متبا کو کی گولیان دوام تشنگی زدود

ہدایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی دماغ مفرح قلب جاذب رطوبات فضلیہ دافع درد دندان مصفی دہان وغیرہ وغیرہ ہین عرصہ چالیس سال سے تمام ممالک مین مقبول ہو رہی ہین - اگر ہماری تحریر پر زمان یا کسی حصہ سے ناپسند ہو ان واپس کر دیجیے قیمت مع محصول واپس کی جائے گی تفصیل یہ ہے - گولیان نقرہ بہ مثقال مروتی کے فی روپیہ ۱۱ تولہ و ۱۲ تولہ گولیان بلا روق مسادی فی روپیہ ۱۲ تولہ و ۱۴ تولہ

قوام جسکی گولیان قیمتی ہین فی روپیہ ۵ تولہ و ۱۰ تولہ زردہ مشکی خشک فی سیر للعہ ۰ عہ

النظام

نمبر ۲۹ یکم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذر تہنیت

آسمان پر لکہ ہائے ابر نمایان ہوے۔ فضا پر کالے کالے دیو اُڑنے لگے سارا جہان تیرہ و تار ہو گیا۔ اس غضب کی اُمس ہوئی کہ لوگ دم گھٹ کر مر گئے۔ چند ساعت کے بعد ہوائے تند کے جھونکے آنا شروع ہوے اور موسلا دہار پانی برسنے لگا۔ جھڑی لگ گئی۔ جل تھل بھر گئے۔ بڑے بڑے درخت جڑ سے اوکھڑ گئے۔ بستیاں کی بستیاں بہ گئیں۔ عالیشان محل۔ آراستہ چمن سجے ہوے بازار تموج باد اور طوفان بارش سے نقش کالعدم ہو گئے۔ ہر طرف ویرانی۔ بربادی اور تباہی کے خوفناک مناظر پیش نظر ہونے لگے۔

اب سین بدلا۔ بارش رُکی۔ ہوا میں اعتدال آیا اور مطلع ابر نے گریبان چاک کیا۔ افق پر خورشید خاوری کا زرنگار رخ دکھائی دیا۔ عالم میں روشنی پھیل گئی

مرغان خوش الحان مصروف نواسنجی ہین۔ چوپاے کھیتون مین کلیلین کررہے ہین تماشائیون کے میلے لگ گئے۔ پری وشان نازبن ٹھن کر سیر گلگشت مین مصروف ہوئین۔ طبل وارغنون کی آوازین ہوا مین گونجنے لگین۔ ہرطرف چہل پہل تازگی وفرحت خوشی وخرمی کے آثار ظاہر ہونے لگے

آفتاب غروب ہونے کے بعد تاریکی کا پھیل جانا اور پھر ماہ منیر کی روپہلی مشعل کے نمودار ہوتے ہی سارے جہان کا سراپا نور ہوجانا کیسا دلفریب اور خوش آیند منظر ہے۔ رمز آشنایان آئین فطرت کو تماشا گاہ عالم کے اسٹیج پر صبح سے شام تک ایسے ہی مناظر دکھائی دیتے ہین۔ چنانچہ تاجدار دکن حضور نواب میر محبوب علیخان مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے رنج والم کی جو تاریکی کل مملکت ہندوستان مین اور خاصکر ممالک محروسۂ سرکار نظام مین پھیلی ہوئی تھی وہ اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اجلالہ کے تخت شاہی پر جلوہ فگن ہوتے ہی کافور ہوگئی اور ملک بھر مین مسرت وشادمانی بہجت وانبساط کے نغمہ سنائی دینے لگے۔

اس مبارک ومسعود موقع پر ہم بھی دل کی گوناگون کیفیتون سے متاثر ہوکر حضور آصف جاہ سابع کی پیشگاہ اقدس واعلیٰ مین تہنیت کی نذر محقر گزرانتے ہین اور درگاہ رب العزت مین دعا کرتے ہین کہ امت رسالت پناہی کی فوج کا یہ سپہ سالار اور مخلوق دکن کے گلہ کا یہ نگہبان اپنی شاہانہ جلالت اور بزرگانہ عظمت کے تمام لوازم کے ساتھ ہمارے سرون پر تا بدیر سایہ فگن رہے اور عدل وانصاف۔ فکر وتدبیر۔ رحم وکرم ہمیشہ اُسکے جلو مین ہم رکاب رہین۔ آمین۔

ایڈیٹر

حضور نظام خلداللہ ملکہ

اعلیٰ حضرت قدر قدرت حضور میر عثمان علیخان بہادر خلداللہ ملکہ وسلطنتہ آصفجاہ سابع ۱۳۰۳ھ مین متولد ہوے شہر مین جابجا تہنیت کے جلسے ہوے۔ مین اُس زمانہ مین کلکتہ سے بطور سیر کے حیدرآباد مین آیا ہوا تھا۔ اُسوقت تک واجد علیشاہ جنت آرامگاہ زندہ تھے اور مین شاہزادون کی تعلیم پر مدرسۂ مٹیابرج مین معین تھا۔ اس ولادت کی تقریب مین اکثر شعرانے تہنیت کے قصیدے قطعے تاریخین لکھین ایک قطعہ مین نے بھی لکھا تھا۔

نظام الملک آصف جاہ سادس فروغ ملک و دین ظل الٰہی
مبارک ہو یہ فرزند خوش اقبال مبارک یہ نگین تاج شاہی

جب مین نظام کالج مین پروفیسر مقرر ہوا ہون تو اُسی زمانہ مین کنگ کوٹھی جو نظام کالج کے قریب واقع ہے ولی عہد بہادر کو عطا ہوئی اور اتالیقون مین خان دوران رکن الملک نواب تہور جنگ بہادر۔ نواب دائم جنگ بہادر۔ نواب شہزور جنگ بہادر نواب شہباز جنگ بہادر۔ نواب فیروز یار جنگ بہادر۔ انکے بعد نواب صادق جنگ بہادر اعلیٰ حضرت غفران مکان کی تجویز سے مقرر ہوے۔ نظام کالج کے طلبہ مین سے اکثر مرشدزادے اور امرازادے غفران مکان نے انتخاب فرمائے کہ کنگ کوٹھی مین ولی عہد بہادر کے ساتھ کھیلنے کے لیے جایا کرین مثل اسکے کہ مرشدزادہ میر تلاوت علیخان صاحب بی اے جو بالفعل مدارس بلدہ کے انسپکٹر ہین اور مرشدزادہ میر خورشید علیخان صاحب جو خدمت تحصیلداری پر اضلاع مین ہین اور نواب معتمد الدولہ بہادر مرحوم کے دونون صاحبزادے

نواب میر عبداللطیف خان صاحب اور نواب میرزا حسین خان صاحب اور دولت یار جنگ مرحوم کے دونون فرزند مرزا یوسف خان اور مرزا فریدون خان - میر احمد علی صاحب فرزند میر امیر علی صاحب تعلقدار - صاحبزادہ میر جہانگیر علیخان صاحب - صاحبزادہ خواجہ سیف الدین خان صاحب - صاحبزادہ خواجہ برہان الدین خان صاحب - صاحبزادہ میر معزز علیخان صاحب - شاہ مرزا بیگ صاحب - میر مظہر علی صاحب - محمد عبدالباسط خان صاحب - محمد نبی یار خان صاحب - میر آفتاب علی صاحب - سید علی رضا صاحب کپتان یہ سب شہر کے لائق و فائق امیرزادے ولیعہد بہادر کے ساتھ کھیلے ہوے ہین - اور نظام کالج مین بھی برابر کھیل کے جلسے ہوا کرتے تھے اور ہر جلسہ مین ولیعہد بہادر رونق افروز ہوتے تھے اور اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم فرماتے تھے - اوستادون مین آپ کے نواب عماد الملک بہادر اور سناد الملک مولوی سید علی صاحب شوستری اور مولوی انوار اللہ خان صاحب حسب تجویز غفران مکان اور مسٹر ایجرٹن صاحب اور مسٹر برنٹ صاحب پروفیسر نظام کالج بھی مقرر ہوے -

معین المہام عدالت و امور عامہ سرکار نواب فخر الملک بہادر دام اقبالہ کے صاحبزادون کے لیے مین نے عربی کے دو رسالہ المبنیات والمعربات اُسی زمانہ مین تصنیف کیے تھے نواب عماد الملک بہادر نے انھین رسالون کو ولیعہد بہادر کے درس مین داخل کیا - ذہن خداداد و طبع وقاد کے بدولت اسقدر جلد عربی مین ترقی کی کہ ایک روز نواب صاحب ممدوح نے مجھسے فرمایا کہ ولیعہد بہادر نے مجھے ایک رقعہ عربی عبارت مین آج لکھا ہے جسمین کہین نہ اعراب کی غلطی ہے نہ محاورہ کی مین نے سُن کے کہا کہ خدا نظر بد سے محفوظ رکھے -

ان اساتذہ کے علاوہ اکثر وفاتر سے کاغذات اہم معاملات کے مددگارون کے ذریعہ سے ملاحظہ مین ہمیشہ پیش ہوا کرتے تھے تاکہ مہمات امور ملکی پر اطلاع حاصل ہوتی رہے۔ ملک کے اکثر اضلاع کا دورہ بھی فرما چکے ہین۔

۱۹ صفر ۱۳۲۴ھ کو آپ کا عقد مرشد زادہ جہانگیر بادشاہ خان صاحب کی صاحبزادی سے ہوا اس تقریب مسعود مین اکثر شعرانے سہرے کہے جنکا انتخاب کرکے چند شعر لکھتا ہون کہ اس علمی وادبی رسالہ کے ناظرین کے لیے لطف سے خالی نہین۔

اختر مینائی

شاہ نے باندھا ہے شہزادہ کے سر پر سہرا — آج موقع ہے کہ دے نذر مین اختر سہرا
طرہ کہتا ہے کہ سرتاج زمانہ ہون مین — سہرا کہتا ہے کہ ہے آج مرے سر سہرا
نگہ شوق کو رخ تک ہے رسائی دشوار — جاتی ہے اور پلٹ آتی ہے چھو کر سہرا
ایسے موتی ترے دامن مین کہان اے گردون — دیکھ لے اپنے ستارون سے ملاکر سہرا
آج بہتا ہے یہان جود و عطا کا دریا — اس لیے لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا
کہتی ہین آج مرادین یہ بلائین لے کر — چشم بد دور جوانی کا ہے زیور سہرا

نظم یہ ہوگئی مقبول اگر اے اختر
تیری قسمت کا بھی چمکا ے گا اختر سہرا

اُستاذ السلطان جلیل

سر نوشہ پہ کھلا خوب ہی بندھ کر سہرا — بن گیا حسن کے اوڑھ چلنے کو شہپر سہرا
حبذا فرق مبارک پہ مرصع افسر — مرحبا چاند سے چہرہ پہ منور سہرا
اُس طرف خلعت شادی سے مخلع نوشہ — اس طرف عطر عروسی سے معطر سہرا

دیکھیے اسکو تو پتلی مین سما جاتا ہے ناپیے اسکو تو ہے قد کے برابر سہرا
دامن دولت و اقبال کا گوہر نوشہ گلشن عیش و مسرت کا گل تر سہرا
دیدۂ شام عروسی کے ہین تارے دولون چرخ پر کاہکشان آپ کے سر پہ سہرا

موتیون کا ہے جو سہرا سر نوشہ پہ جلیل
ہم بھی کہ لائے ہین گنجینۂ گوہر سہرا

علی حیدر طباطبائی پروفیسر نظام کالج

خوش گلوؤن کی زبان پر ہے ثنا سہرے کی بندھ گئی محفل عشرت مین ہوا سہرے کی
سرو سے قد پہ ہے طرہ کا تفاخر جا سے گل سے رخسار پہ نازش ہے بجا سہرے کی
کیون نہ رخسار کے لے سود منہون سے بوسے ہی معاف آجکے دن تو یہ خطا سہرے کی
مسکرانے سے چمکنے جو لگے سلک گہر آب و تاب اس سے ہوئی اور سوا سہرے کی
جلوہ حسن چھپاتا ہے دکھاتا ہے کبھی شوخیان دیکھنا اس عشوہ نما سہرے کی
بوسہ لینے پہ وہ اس سے لڑی یہ اس سے لڑی اک لڑی ایک لڑی سے ہے جدا سہرے کی

ہو ولی عہد بہادر کو مبارک سہرا
مدتون نظم نے مانگی ہے دعا سہرے کی

ایک سال کے اندر ہی مشکوے ہمایون مین شاہزادہ متولد ہوا اور یہ اشعار دعائیہ اس دعاگو نے عرض کیے

قطعہ تہنیت

ہو ولیعہد بہادر کا فزون اقبال و جاہ آفتاب عمر و دولت کو درخشانی رہے
حق تعالیٰ نے عطا فرمایا فرزند حسین دیکھکر لب کو خجل یاقوت رمانی رہے

ہو ہمایون و مبارک یا خدا اُس کا قدم بخت و دولت کا ستارہ اسکی پیشانی رہے
عمر ہو اسکی دراز اقبال ہو اسکا بلند لطف و مہر حق تعالیٰ اس پہ ارزانی رہے

غفران مکان کے انتقال کے دن حسب قاعدہ مستمرہ عہدہ داران کو توالی نے تمام شہر مین آپ کی مسند نشینی کا اعلان کر دیا۔ اسکے تیسرے دن ۷ رمضان کو ایوان شاہی مین دربار فرمایا۔ امرا نے نذرین گزرانین صاحب رزیڈنٹ بہادر نے تہنیت کی اپیچ دی اور ہز اکسلنسی وایسرائے کی طرف سے مبارکباد دی۔ اعلیحضرت نے تہنیت کا شکریہ ادا کیا۔ سلامی کی توپین سر ہوئین۔ اکثر غربا و مستاجون کے نام پانچ روپیہ سے لیکر دو دو روپیہ روز کے یومیہ جاری فرمائے جو پشت در پشت رہینگے۔ سریر سلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر وزیر الممالک دام اقبالہ کو کئی لاکھ روپیہ کا جواہرات عنایت فرماکر سرفراز کیا۔ اس داعی دولت ابد مدت نے بھی دعائیہ قطعہ عرض کیا ہے۔

سایۂ لطف خدا تجھپر رہے اے ظل حق تیرے سایہ مین جہانداری جہانبانی رہے
خیر خواہون کا رہے تیرے سدا پلہ گران تیرے بدخواہون کو اندوہ گران جانی رہے
نام تیرا ہی رہے وقت دعا ورد زبان جب تلک زاہد کو شغل سبحہ گردانی رہے
معدلت تیری ضعیفون کو ہوئی ہے دستگیر کیون نہ اک چیونٹی کو دعوائے سلیمانی رہے

ملک تیرا برقرار اور تیری دولت پائدار
ملک مین امن اور دولت مین فراوانی رہے

علی حیدر طباطبائی

سال تخت نشینی جانشین دکن آصف دوران فلاطون الزمان عثمان علیخان دام اقبالہ

۱۹۱۱ء ۱۹۱۱ء ۱۹۱۱ء

ہے جوانانِ چمن مین غل مبارکباد کا — لیکے آئی ہے نوید تہنیت بادِ سحر
مسکراتی ہین کہین کلیان کہین ہنستے ہین پھول — کیا صبا لائی ہے کوئی مژدۂ فرحت اثر
سبزۂ نوخیز کی دونی بڑھی ہے آب و تاب — اوس نے فرش زمرد پر بچھائے ہین گہر
خوشنما سرو سہی کے قدّ آدم سبز جھاڑ — رشک نخل طور گویا بنگیا ہے ہر شجر
آئی ہے باغ دکن مین پھر نئے سر سے بہار — ہے نظام حال اب مسند نشین باکرّ و فر
آصفِ ہفتم کے مجرے کو سر چرخ بلند — ہے ادب سے خم ہلال عید کی نازک کمر
لو مسلمانو! تمھاری دوہری عیدین ہوگئین — لو! دعائین دو گلے مل ملکے سب باہم دگر
بارک اللہ! اے جوان دولت جوان طالع نظام — چشم بد دور اے شہ محبوب کے نور نظر
آسمان کرتا ہے تجھ پر گوہر انجم نثار — چتر بنکر پھرتے ہین سر پر ترے شمس و قمر
تخت کو ہے مسند آرائی پہ تیری افتخار — تاج کو ہے ناز تیرے فرق عز و جاہ پر
عیسوی مین ہے شفق کا مصرع سالِ جلوس — شاہ آصف جاہ ہفتم کو مبارک تاج زر

۱۹۱۱ء

دیگر ہجری

نظام الملک سادس جب گئے ایوان جنت مین — تو ٹھہرے مسند آرائی کے قابل آصف ہفتم
شفق سالِ جلوس میمنت مانوس ہجری لکھ — شہِ ملک دکن نواب عادل آصف ہفتم

۱۳۲۹ھ

دعا گوے شاہ آصفجاہ ہفتم ادام اللہ ملکہ
۱۳۲۹ھ

شفق ۔ عاد لورے کب لوس یا موت رہائی رہے ||

تعالی نے عطا فرمایا و ۔ مد حسین

آصفِ سابع

ہمارے بادشاہ عالیجاہ اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور ظل سبحانی بندگان عالی ہز ہائینس نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ وحشمتہ۔ سلخ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ یوم سہ شنبہ کو شب کے ۹ بجے حویلی قدیم مین تولد ہوئے۔ ۲۵ شعبان سنہ الیہ کو رسم چلہ ادا ہوئی۔ اسی تقریب مین نواب میر لائق علیخان بہادر عماد السلطنت سالار جنگ ثانی مدار المہام سرکار عالی نے بارگاہ خسروی مین جھولا داخل کرکے شرف قبولیت و افتخار حاصل کیا۔

ماشاء اللہ جب آپ نے پانچوین برس مین قدم رکھا تو بتاریخ ۳ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ روز یکشنبہ کو عشرت محل کی خوابگاہ مین رسم تسمیہ خوانی ادا کی گئی۔ یعنے مولوی نور الحسنین صاحب نے بسم اللہ پڑھوائی۔

اسکے بعد آپ کے واجب التعظیم والد ماجد نے آپ کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ عربی و فارسی کے لیے مولوی انوار اللہ خان بہادر سلطان العلما مولوی سید علیصاحب شوستری سناد الملک۔ نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی وغیرہ مقرر ہوے۔ اور خاص طور پر مسٹر بلی ایجرٹن کو ۵۰۰ روپیہ کلدار کی تنخواہ پر مقرر فرمایا۔ ان تمام زبانون مین آپ نے اپنی علمی کوشش اور استادون کی شفقت آمیز محنت سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل فرمائی۔

آپ کے واجب الاحترام والد ماجد کو جو نکہ آپ کی تعلیم و تربیت کا عمدہ اور

خاص خیال تھا۔ تاکہ آپ کے مشاغل نوشت وخواند مین ہرج واقع نہو۔ اس لیے آپکے قیام کے لیے کنگ کوٹھی (جو کہ نواب کمال یار جنگ بہادر کی ملکیت تھی مگر اس خاص غرض کے لیے سرکاری طور پر خرید کی گئی) تجویز ہوئی جس مین آپ یکم صفر ۱۳۱۹ھ کو نہضت افروز وجلوہ فرما ہوے۔ بہ خیال ضرورت اسکے متصل کی کوٹھی (جو کہ پہلے نواب مکرم الدولہ بہادر کے پاس تھی) بھی ملحق کردیگئی بفضلہ تعالیٰ آج وہی کوٹھی بارگاہ سلطانی ہے۔ فی زمانہ کارہاے فرمانروائی کے ساتھ اب بھی وہی علمی شوق جاری ہے اللھم زد فزد۔

بہ زمانہ شہزادگی آپ کے واجب التکریم والد نے آپکو معاملات سلطنت سے واقف کرانے کی نیت سے یہ انتظام فرمایا تھا۔ کہ معتمدیون کے کاغذات وامثلہ مددگارون کے ذریعہ سے ملاحظہ عالی مین پیش کیے جائین۔ چنانچہ یہی انتظام جاری رہا۔

۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ کو اپنے مکرم ومعظم والد ماجد کے ہمراہ بغرض ملاقات لارڈ کرزن بہادر وایسرائے ہند کلکتہ تشریف لیگئے۔ پھر ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ کو بغرض شرکت دربار تاجپوشی حضور ایڈورڈ ہفتم آنجہانی اپنے والد نامدار کے ہمراہ شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لے گئے۔

مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۲۴ھ کو عالیجناب جہانگیر بادشاہ صاحب کی دختر ملبندا اختر کے ساتھ ایڈن گارڈن مین آپ کا عقد مبارک ہوا۔ اور حسب الحکم سرکار عالی بذریعہ جریدۂ غیر معمولی مورخہ ۱۳ خورداد ۱۳۱۵ف م ۲۱ صفر سنہ الیہ تمام دفاتر کو ایکدن کی تعطیل ملی۔

۴ شعبان ۱۳۲۵ھ روز شنبہ صبح ۹½ بجے گوداوری لین سے اورنگ آباد تشریف لیگئے۔ ہمراہی مین نواب صادق جنگ بہادر مہتمم خزانہ صرف خاص (حال)

پرائیوٹ سکرٹری وائے ڈی سی) مسٹر بی ایجرٹن اُستاد انگریزی۔ نواب ممتاز الدولہ بہادر کمانڈنگ افسر پلٹن صرف خاص۔ اور دیگر ملازمان حاضر تھے۔

اس زمانہ مین نصیب دشمنان۔ اب سے دور آپ کو تین حادثات پیش آئے۔ جو قابل ذکر ہین۔

(۱) ۲۴ شوال ۱۳۱۸ھ کو آپ کنگ کوٹھی مین نشانہ بازی کی مشق فرما رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کے دست مبارک مین بندوق پھٹ گئی۔ مگر الحمد للہ کسی طرح کا گزند نہین پہونچا۔

(۲) ۱۲ شوال ۱۳۲۳ھ کو کنگ کوٹھی مین آپ ٹٹیان پھاندنے مین گھوڑے سے گر پڑے مگر بفضل حافظ حقیقی ہر طرح خیریت گذری۔

(۳) آپ ایک جنگل مین شیر کے شکار کے لیے ٹانڈ پر بیٹھے ہوے تھے ادہر تو شیر کا ہانکہ ہوا اُدہر وہ ٹانڈ یکایک ٹوٹ پڑی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نگہبان تھا لہذا نہ چوٹ آئی نہ کوئی خطرہ پیش آیا۔

پہلے آپکی اتالیقی مین نواب اقبال یار جنگ بہادر۔ نواب فیروز یار جنگ بہادر نواب صادق جنگ بہادر مقرر ہوے۔ جنمین سے اب نواب صادق جنگ بہادر موجود ہین جو اپنے موجودہ فرائض کو نہایت نیک دلی اور مستعدی کے ساتھ انجام دیرہے ہین

بفضلہ تعالیٰ ۸ محرم ۱۳۲۵ھ روز پنجشنبہ کو شام کے ۵ بجے آپکے مشکوے معلے مین ایک صاحبزادہ صاحب اور ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ روز شنبہ کو رات کے ۱۱ بجے دوسرے صاحبزادہ صاحب تولد ہوے جنکی خوشی مین علی الترتیب ایک ۸ صفر سنہ الیہ کو تمام ممالک محروسہ سرکار عالی مین تعطیل دیگئی اور دوسری ۱ ربیع

جریدۂ غیر معمولی مورخہ ۲ر اسفندار ۱۳۱۷ف تمام دفاتر مین تعطیل ہوئی۔ اللہ تعالے دونون شہزادون کی عمر واقبال مین ترقی عطا فرماے۔ آمین یارب العالمین۔

چونکہ رعایاے دکن کے آقاے ولی نعمت محبوب خلائق رعایا پرور رعیت گستر بادشاہ لفنٹ جنرل ہز ہائینس مظفرالملک مظفرالممالک نظام الدولہ نظام الملک نواب سر میر محبوب علیخان بہادر فتح جنگ جی سی بی جی سی ایس آئی طاب ثراہ نے مورخۂ ۲ر رمضان ۱۳۲۹ھ یوم سہ شنبہ کو انتقال فرمایا۔ جسکے صدمہ سے رعایاکے دلون کے ساتھ جو سلوک کیا وہ خارج از بیان ہے۔

لہذا اُسی روز بوقت سہ پہر ہمارے خداوند نعمت رحم دل عدل گستر اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی نے سریر آرائے سلطنت ہوکر تمام خستہ دل رعایاکو اپنے سایہ عطوفت مین لیا۔ اول نواب شہاب جنگ بہادر وزیر کو توالی نے زمام حکومت سنبھالنے کا اعلان متصل چارمینار باواز بلند پڑھکر سب رعایاکو سُنایا۔ اسکے بعد نواب سلطان یار جنگ بہادر کوتوال بلدہ نے بہ سواری اسپ مختصر سی جمعیت کوتوالی ہمراہ لیکر گلی گلی کوچہ کوچہ اس اعلان کی شہرت کی جسکو سنکر تمام رعایا نے اطمینان قلب حاصل کیا۔

اُسی روز حسب فرمان اعلیحضرت مدظلہ العالی وحسب الحکم عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت پیشکار و مدارالمہام سرکار عالی دام اقبالہ علاقہ فینانس سے تمام دفاتر سرکاری کو سات روز تک بند رہنے کا حکم ملا۔ جسکی اطلاع جریدۂ غیر معمولی جلد ۲ نمبر ۹۴ مطبوعہ ۲۲ مہر ۱۳۲۰ف م ۴ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ کے ذریعہ دی گئی۔

اسکے بعد حسب الحکم عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت۔ مدار المہام بہادر مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ف م ۵ رمضان ۱۳۲۹ھ کو بذریعہ جریدۂ غیر معمولی جلد ۲ نمبر ۵۰ تمام ممالک محروسہ سرکار عالی مین اطاعت و انقیاد احکام و نیز امن و امان ملک و آسائش رعایا مین کوشان رہنے کا حکم نافذ ہوا۔ جو کہ تمام ممالک محروسہ سرکار عالی مین پڑھا گیا۔

حضور پر نور کے طرز حکومت کو انشاء اللہ کسی اور وقت بصورت کتاب (یا جیسے مناسب ہو) مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔ اس وقت اس شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عمرت دراز باد کہ تا دور مشتری
ما از تو برخوریم و تو از عمر برخوری

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و ولی نعمت کو ہمارے سروں پر تا ابد الآباد سلامت رکھے آمین ثم آمین

دعا گوے دولت آصفی

صبر دہلوی



ذکاوت یا اخلاق

اگر ذکاوت اور اخلاق متشکل کرکے انسان کے روبرو رکھدیے جائین اور اُسے اختیار دیا جائے کہ اُسمین سے جو ایک چاہے لیلے، تو ہماری رائے مین تقاضاے عقل یہی ہے کہ "انسان اخلاق پر نظر انتخاب ڈالے اور ذکاوت سے درگزر رے"

اس بارہ مین عام رائین ہم سے خلاف ہی ہونگی بلکہ وہ معاً جرأت سے سوال کرین گی کہ "انسان جو اپنی ذکاوت ہی کی بدولت دیگر حیوانات سے ممتاز، جملہ کائنات پر حاوی، اور دوسری مخلوق پر حکمران ہے، اُسکی آئے دن کی یہ ترقیان، آگ، پانی، اور ہوا، کی تسخیر اور کل تک خیال مین نہ آنے والی باتون کا آج وجود مین آجانا، جب ایک اسی ذہبی اور معجز نما مادہ کی کارفرمائی ہے، جس نے انسان کے دماغ کو اختراعات کا مبدأ بنایا، اور اُسکے سر کو مادی فتوحات کا تاج پہنایا، تو ہم کیسے کہدین کہ ذکاوت پر اخلاق کو ترجیح اور فوقیت ہے، اور انفرادی صورت مین انسان انسانیت کا مصداق صحیح بننے کے لیے جیسا محتاج اخلاق کا ہے، ذکاوت کا نہین ہے"

اسے ہم بالکل راست اور صحیح مان کر اپنی راے کے مخالف راے رکھنے والون کو انسان کے منشا تخلیق اور اُسکے دنیا مین آنے کی اصلی غرض و غایت کی طرف توجہ دلاتے ہین

انسان کو دیگر حیوانات پر جو شرف عطا ہوا ہے، وہ از روے اتحاد، اجتماع، وابستگی علائق اور مدنی الطبع ہونے کے ہے، اور یہی انسانی و حیوانی طبائع کا امر فارق ہے، جسکی تکمیل عین منشا تخلیق، اور شرط انسانیت ہے،

اب آپ غور کیجیے کہ کیا اس منشا کی تکمیل انسان مین بغیر اوصاف ذیل یعنی اخلاص، صدق، امانت، شفقت، آشتی، ایثار، علو طرفی، وقار و تحمل پاے جانے کے ہوسکتی ہے؟

عادت مستمرہ، اور طبعی لوازم کے اصول سے جب یہ صفات حسنہ انسان مین نہ پائی جائین تو انکے متناقض اوصاف مثل فریب، جھوٹ، دغا، سنگدلی، دنارت، اور سبکسری، وغیرہ کے پائے جائینگے، جو نہایت درجہ خطرناک اجتماعیہ پر بُرا اثر ڈالنے والے، اور مدنیت کے رو سے سنگین جرائم ہین،

پس جب کسی شخص مین وہ اخلاقی محاسن و اوصاف جو اغراض تخلیق کے لیے بمنزلۂ دلیل راہ کے بتائے گئے، پائے جائینگے تو اُسے مقاصد حیات مین ایک گونہ کامیابی حاصل ہوگی۔ ربط وضبط باہمی مین اُسکی ذات شگفتگی کا باعث ہوگی، ابناء وطن کے لیے اُسکا وجود موجب برکت، اور اہل معاملہ کے لیے وہ ایک معتبر اور قابل وثوق معاملہ دار ہوگا۔ اگرچہ یہ شخص ذکاوت سے بکلی بے بہرہ، اور محض ایک غیر متحرک انسان کیون نہو، تو بھی وہ اپنی اخلاقی قوت سے اپنی ہر اداشناس کے لیے آیۂ رحمت ہوگا، اور ایک دُنیا کی نظر مین سُہانے گا۔

مگر ایک وہ بندہ حرص وہوا، پابند مکروہات، جسکی زشتی اعمال نے اُسے اخلاقی حدود سے دور پہونچا دیا ہو، اور اُسکی خفیف الحرکتیون نے اُسکے اخلاقی احساس اور قوت تمیز کو بالکل مسخر کرلیا ہو اُسکے دائرہ معلومات اور حیطہ نظر مین اگرچہ علم اوّلین وآخرین کیون نہ جمع ہوجائین۔ وہ شخص اخذ نتائج اور معاملہ فہمی مین اپنی ذکاوت سے برق ہی کیون نہو، مگر اُسکا یہ علم اور اُسکی غیر معمولی تیزی اور طراری جسمین اخلاقی عناصر کا کوئی خمیر شریک نہو آل اندیشی کے اصول سے غیر مفید ہی نہین بلکہ مضر عطیات فطرت مین سے شمار کیا جائے گا جس سے اُسکی ذات انواع واقسام کے مفاسد ومظالم کی مبدأ انتزاع تصور کیجائے گی۔

ایک ہوشیار فرزانہ، اور صاحب جوہر انسان کا فریضۂ انسانی باعتبار اپنے دوسرون کے لیے زیادہ مفید بننا ہے،

بھلا خیال کرو ایسے دولتمند کا ڈھیر سامال کیا خاک فائدہ مند ہوگا، جسکا مقصد اُسکے جمع کرنے سے ایک بیش قرار رقم کا مالک بن بیٹھنا ہو، اور بس! اگر اُنسے مفلوک الحال غربا کی حاجت بھوکون کی شکم سیری، اور ننگون کی ستر پوشی نہوئی۔ رفاہ عام یا ابناء جنس کے کام مین اُسکا ایک حبہ نہ لگا اُن احباب اور اعزہ کے کام نہ آیا جنکے حقوق اُس سے متعلق ہین، اور خود اپنی جائز آسائش وآرام مین نہ صرف ہوا، تو وہ مال دو کوڑی کا۔ اور ہمارے خیال مین وہ مال مال نہین جان کا وبال[1] ہے۔

ایک دولتمند انسان کو تجمل کے اعتبار سے فیاض، عمیم الاحسان، اور اسراف سے

[1] کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق قرآن مین اُسکے لیے یہ الفاظ سخت وعید کے الذین یکنزون الذہب والفضۃ ... فتکوی بہا جباہھم وجنوبھم الخ

لحاظ سے کفایت شعار ہونا چاہیے۔

اس مال اور اس علم سے کیسے اہم اور مفید نتائج معاشرت اور تمدن کے باب میں حاصل ہوتے۔ اگر اس مال کا قابض اور متصرف کوئی ایسا شخص ہوتا جو اپنے دولتمندی کے فرائض اور واجبات کو پہچانتا، یہ علم یا گنجینۂ دقائق و معارف کسی سینۂ صاف میں ودیعت ہوتا، تو اُس کی اصلاح و تبلیغ سے سیہ کاروں کی فضا تاریک میں ارشاد و ہدایت کا نور پھیلتا، اور انکے مجموعی اثر سے رفاہ و سعادت کا ایسا چشمہ اُبلتا جو تشنہ کاموں کے حق میں آب حیات کا حکم رکھتا؛

جن اخلاق کا ہم نے اوپر ذکر کیا، باعتبار وسعت اثر کے اُنکی تین تقسیمیں ہوسکتی ہیں

اول وہ ہیں جنکا فعل و انفعال محض ذات واحد پر محدود ہے مثلاً صدق۔ استقلال خموشی اوقاتی پر مزاولت آشتی وغیرہ۔

دوسرے وہ اخلاق، جنکا فعل اگرچہ ذات واحد سے متعلق ہوتا ہے، مگر اُنکا انفعالی اثر ایک قوم یا ایک جماعت پر ہوتا ہے، جن لوگونکے سر کسی قسم کی قومی یا اجتماعی ذمہ داریاں ہیں اُنھیں شعار قومی کا نمونہ بننا چاہیے۔ اور اُسکے لیے جن اخلاق کی ضرورت ہے اُنھیں کامل اکمل ہونا چاہیے۔

تیسرے وہ اخلاق ہیں جو دونوں میں مشترک ہیں یعنی ہر دو صورتوں میں اُنکی ضرورت ہے؛

موجودہ تہذیب نے دنیا کے بڑے انقلابات اور قوموں کے عروج و زوال کو گزشتہ زمانہ سے بالکل علیحدہ اصول پر تبع بید ریغ کی جبری اور علی الاطلاق حکومت سے نکال کر فیصلہ نویس اور صنا بطہ دان قلم کے حوالہ کر دیا ہے، اور ہر ایک کو اختیار دیا ہے کہ اپنے طرز عمل کا ثبوت پیش کرکے اپنی قسمت کا موافق یا مخالف فیصلہ لکھا لے،

آج زمانہ نے جب قلم کو یہ وقعت اور اہمیت دے رکھی ہے کہ اُسکا لکھا قسمت کا لکھا ہوجاتا ہے تو ارباب قلم کو بلا مبالغہ کاتب تقدیر کہنا ایک حد تک زیبا ہے،

اس زمرہ کی صف اول میں اُن لوگوں کی نشست ہے، جنکے قبضۂ اقتدار میں اعلیٰ پالیٹکس اور مہام سلطنت ہیں۔ مگر اُنسے عین دوسرے درجہ کی صف میں لبرل ایڈیٹروں اور جنید اور

عالی مذاق مصنفین کی جگہ ہے، جنکا پریس قومی اور ملکی خیالات کا سچا ترجمان اور راجہ و پرجا کے تعلقات کا محافظ ہو۔ اسی سلسلہ مین اُن ذی وجاہت لیڈرانِ قوم کی جگہ سمجھنی چاہیے جو قوم و ملک کے سپوت، اور ریفارمر ہین، جنھون نے اپنی بیش بہا عمرین ملکی ریفارم و اصلاح پر لکچرون اور اسپیچون کے لیے وقف کر رکھی ہین،

صف اول مین بیٹھنے والون یعنی قوم اور ملک کی نیابت کرنے والون کے فرائض مین قوم کے حقوق واجبی کی بے لاگ پیروی کرنا اور ذاتی فوائد کے خیال کو پاس تک پھٹکنے نہ دینا ہے،

ایک اخبار نویس جسکے فرائض (ملک اور رعایا کے دعاوی گورنمنٹ کے سامنے عمدہ پیرایہ مین پیش کرنا اور اُنکی سفارش کرتے ہوے نیک نیتی سے اُنپر قابل اطمینان ریمارک کرنا، ملک مین معتدل اور وفادارانہ خیالات کو پھیلانا، گورنمنٹ کی رایون کے صحیح اقتباسات ملک کے سامنے پیش کرنا، اور اُنپر ایسے ایڈیٹوریل نوٹس لکھنا جن سے ایک کا منشاء دوسرا سمجھ جائے، اور باہمی تعلقات مین شگفتگی پیدا ہو، وغیرہ وغیرہ) ہین۔

ایک قومی مصنف کا لٹریری فریضہ ہے، کہ قوم کے موجودہ مذاق کی تعمیری اور اُسکی خیالی معیار کے فلسفہ پر غور کرکے اپنے دلکش سلسلۂ تصنیف کو تدریجی اور ارتقائی عنوان سے شروع کرے، کہ کسی خیال یا مسئلہ کے قبل از وقت چھیڑنے یا موقع پر اُسکے ترک کرنے سے عام خیالات مین افراط و تفریط کا زہریلا اثر نہ پیدا ہو سکے۔

ایک قومی واعظ یا قومیت مین شغف رکھنے والے کا فریضہ (اپنے اثر اور زور تقریر سے ایسے شائستہ خیالات پیدا کرنا، اور پاکیزہ جذبات پر اُبھارنا، قوم کے دل و دماغ مین جنکا عمدہ اثر حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہو) ہے۔

المختصر! تحریر و تقریر کے ان فرمانرواؤن کا نقطۂ خیال اگر مرکز صداقت سے ہٹ جائے اور ادائے فرض کے لیے اُنمین جن جن اخلاق کا ہونا ضروری ہے اُنسے معرّیٰ ہون، اُنسے اُنکے فرض کا کسی حد تک ادا ہونا بعید از امکان ہے، اور ایسے دیانت داروں کا ملکات ذہانت و فطانت مین جسقدر حصہ ہوگا اُسی قدر اُنکی ذات اُنکے عام فرائض کے حق مین سم اور قوم ملک اور تمدن کے لیے سم قاتل اور سخت جانلب النفع ہوگی۔

کیونکہ ایسے لوگ اپنی غیر معمولی قوتون سے جو کام لینگے، اُنکی آخری حد علم فروشی یا صاف الفاظ مین وطن فروشی ہوگی۔

(باقی)

عالی

طالب علم کو ہدایات

طالب علم اگر ہو تو کرو تم محنت
اسی محنت کا نتیجہ ہے ہمیشہ راحت

دن کے آرام کو پڑھنے پہ مقدم سمجھو
رات کے جاگنے کی چاہیے تم کو عادت

جسقدر علم کی تحصیل مین غم ہونگے متین
زندگی ساری بسر ہوگی بعیش و راحت

بھول جاؤ جو سبق اپنا تو پھر یاد کرو
سمجھو اُستاد کے غصہ کو پدر کی شفقت

ہاتھ سے چھوٹنے پائے نہ قلم اور دوات
لکھنے پڑھنے کی طرف ذہن کو یون ہو رغبت

سامنے ہو صفتِ آئینہ ہر وقت کتاب
سمجھو ایام جوانی مین اسی کو زینت

خواب مین بھی وہی دکھلائی دے جو کچھ کہ پڑھو
لیٹو بستر پہ اگر سونے کو بہر راحت

اپنے اُستاد کا لازم ہے تمھین دل سے ادب
اُنکی عزت سے تمھاری بھی بڑھیگی عزت

کھانا وہ کھاؤ کہ جس سے ہون قوی قلب و دماغ
کپڑا وہ پہنو نہ مقصود ہو جس سے زینت

اپنے ہم درس جو ہون اُنسے کرو علم کی بحث
اتفاقاً جو میسر ہو کبھی کچھ فرصت

اُنسے ہرگز نہ ملو جنکے ہون اخلاق خراب
کہین گمراہ نہ کردے تمھین ایسی صحبت

کھیلنا چاہیے تم کو مگر اتنا کھیلو
بعد پڑھنے کے ہو جس سے کہ دماغی صحت

اُسکے پابند رہو جو کہ کتابون مین پڑھو
چاہیے علم کے ہمراہ عمل کی قدرت

اس سے کیا ہوگا اگر پڑھ کے بنے تم لقمان
ترک کر ہی نہ سکے جاہلون کی سی خصلت

علم سے ہوتے ہین ہر خبر خیالات وسیع
ہے مگر طرز عمل باعث حسن سیرت

علم کے ساتھ رہے گا جو عمل بھی باقی
کبھی بھولوگے نہ اُستاد کا حق خدمت

ہے اگر علم و عمل دونون پہ قدرت تم کو
دین و دنیا کی نہ آئے گی کوئی بھی آفت

عمر بھر قول یہ محشر کا تمھین یاد رہے
آدمی کے لیے ہے علم عجب اک نعمت

مشتری اور اُسکا نظام

یہ تو ہم کہہ ہی چکے ہین کہ گو مشتری نظام شمسی کا نہایت ہی شاندار رکن اور اُسکے متعلقہ سیارون مین سب سے بڑا سیارہ ہے - مگر ہمارے خیال مین اسکی موجودہ حالت ایسی نہین ہے کہ اُسمین کوئی جاندار رہ سکے - پھر سوال یہ ہے کہ آخر اُسکا یہ قد و قامت - یہ ڈیل ڈول - یہ عظمت و شان - اُسکا اتنا وسیع مدار - اتنی تیز رفتار - اُسکی یہ چمک دمک - اُسکے یہ عجیب و غریب نظام اور اُسکا ایسا دلچسپ انتظام آخر یہ سب کس لیے ہے ؟ اسکا کوئی مآل - اسکے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے کہ وہ یا تو خود ذیحیات اشیا کا مسکن ہو - یا دوسرے کرون کے رہنے والے جاندارون کی ضروریات بہم پہونچائے - ہم تو تمام نظام کائنات اور تمام کواکب افلاک کی یہی غایت و غرض سمجھتے ہین - اور اسکے سوا انکا اور کوئی منشا و مدعا ہمارے ذہن مین آتا ہی نہین - خود ہمارے چاند اور سورج کو بھی ہم سب سے زیادہ اسی لحاظ سے قابل وقعت تصور کرتے ہین - کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ان عظیم الشان کرون کی ہر ایک حرکت - ہر ایک حالت کسی نہ کسی طرح خود ہمارے حق مین مفید اور سود مند ہوتی ہے - غرض کچھ ہی ہو - ہماری فطرت مین خود غرضی اتنی دخیل ہے کہ ہم ہر ایک چیز کی بابت سب سے پہلے یہی سوال کرتے ہین کہ اس سے فائدہ کیا ہے ؟

ہم دیکھ ہی چکے ہین کہ مشتری کی بابت اس سوال کا خاطر خواہ جواب دینا کتنا مشکل ہے اور پھر جب ہم اسکے چار چاندون کا خیال کرتے ہین تو دقتین اور بھی بڑھ جاتی ہین - کیونکہ طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چار چاند کس کام کے ہین - اگر مشتری غیر آباد ہے تو پھر کیا یہ چاروں چاند بھی فضول ہی ہین - ہان اگر اُسمین آبادی ہوتی تو خیر انکا بھی کوئی فائدہ سمجھ لیا جاتا - اور ہم خیال کر لیتے کہ جس طرح ہمارا چاند ہمارے لیے بہت مفید ہے - اُسی طرح یہ چارون چاند وہان والون کے لیے مفید ہونگے - گو مشتری کی حالت پر خیال کرین تو یہ چاندیون بھی خندان کارآمد نہ پائے جائین - کیونکہ اول تو سرے سے ابھی تک یہی نہین معلوم کہ مشتری کی کوئی منجمد اور خشک سطح بھی ہے یا نہین - اور اگر ہو بھی تو اُسکا کرۂ بادبخارات آبی کی کثرت سے اتنا غلیظ ہو رہا ہے کہ ان چاندون کا وہان سے نظر آنا نہایت بعید از قیاس ہے اور اگر یہ بھی مان لین

کہ اُسکی سطح بھی ہے! اور یہ چاند وہان سے دکھائی بھی دیتے ہین تو بھی آمین تو کوئی شک نہین کہ یہ رات کو بہت کم روشنی پہونچاتے ہونگے۔ کہنے کو تو کسی کے چار چاند لگ جانا بہت بڑی بات ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ مشتری کو ان چار چاندون کے لگ جانے سے کچھ بہت فائدہ نہین ہوا۔ اصل معلومہ حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ چارون چاند ہمارے ایک چاند کے برابر بھی روشنی نہین پہونچا سکتے۔ مشتری سے انکی مسافت اتنی ہے کہ ایک سب سے پاس کا چاند تو البتہ ہمارے چاند سے بڑا معلوم ہوتا ہوگا۔ مگر باقی تینون اس سے بہت چھوٹے نظر آتے ہونگے۔ اور سب سے چھوٹا تو اس کی قرص کے چودھوین حصے سے زیادہ بڑا نہ دکھائی دیتا ہوگا لیکن اگر یہ سب چاند کے برابر بھی معلوم ہوتے۔ تب بھی نتیجہ کیا تھا۔ یہ بھی تو یاد رکھنا چاہیے کہ آفتاب کی جو روشنی اُنکو پہونچتی ہے۔ وہ اس روشنی سے پچیس حصہ کم ہے۔ جو ہمارے چاند کو منور کرتی ہے۔ اس لیے یقیناً اگر انکی سطح بھی اسیقدر قوت انعکاس رکھتی ہو جسقدر ہمارے چاند کی سطح۔ تو انکی روشنی ہمارے چاند سے پچیس حصے کم ہونی چاہیے۔ جب ان سب باتون کا لحاظ رکھکر ان چارون چاندون کی مجموعی روشنی کا مقابلہ ہمارے چاند سے کیا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ واقع مین اب سب کی مجموعی روشنی اسکے سولھوین حصے سے زیادہ نہین ہے۔ اور پھر یہی نہین۔ یہ کسی طرح ممکن نہین ہے کہ مشتری کے چارون چاند ایک ہی وقت مین اکٹھے نظر آسکین۔ سب سے بڑا اور سب سے پاس والا چاند تو حقیقت مین مشتری کے سائے ہی مین چھپا رہتا ہے۔ اور نصف وقت تک اسپر سورج کی روشنی پڑ ہی نہین سکتی۔ دوسرے کا بھی یہی حال ہے۔ مگر اس سے کم۔ اور خیر پھر اگر ان سب باتون کو نظر انداز بھی کر دیا جائے۔ اور ان سب کو اپنے چاند کے برابر بلکہ اس سے کچھ زیادہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی کیا حاصل ہے چاند ایک چھوڑ دس بھی ہون تو آفتاب عالمتاب کی حرارت اور روشنی کے پچیس حصون مین سے چوبیس حصون کا نعم البدل نہین ہو سکتے۔

غرض یون معلوم ہوتا ہے کہ مشتری کے چارون چاند کسی طرح اسکے لیے مکتفی نہین ہو سکتے۔ اور سورج کی روشنی کی کمی کی کچھ بھی تلافی نہین کر سکتے۔ اب صرف یہی احتمال رہجاتا ہے کہ شاید یہان معمولی حالت کا عکس ہو گیا ہو۔ اور مشتری کے آباد ہونے کی جگہ

اُسکے چاند آباد ہون۔ اگرچہ یہ بات ہمارے تجربے کے بالکل خلاف ہے تاہم ممکن ہے کہ خفیف الاضیائی ہو اور جس طرح ہمارا چاند ہمکو روشنی اور حرارت سے فائدے پہونچاتا ہے اسطرح ان چاندون کو مشتری روشنی اور اور فائدے دیتا ہو۔

اسمین شک نہین کہ جب ہم مشتری اور اُسکے چارون چاندون کا مقابلہ آفتاب اور اسکے نظام کے چار سب سے قریبی ستارون یعنی عطارد۔ زہرہ۔ زمین اور مریخ سے کرتے ہین تو بعض حیرت انگیز مشابہتین پائی جاتی ہین۔ یہی چارون سیارے سورج کے سب سے زیادہ نزدیک ہین۔ اور گویا اُس سے سب سے قریبی رشتہ رکھتے ہین۔ مشتری بھی وزن اور حجم مین اپنے چارون چاندون سے تقریباً اسیقدر زیادہ ہے جسقدر آفتاب ان چارون سیارون سے بڑا ہے۔ اسکا بھی تیسرا چاند باقی سب سے بڑا ہے۔ اور باقی تینون کا مادہ ملکر اس کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح سورج کا بھی تیسرا سیارہ (یعنی کرۂ ارض) باقی تینون سے بڑا ہے۔ اور عطارد۔ زہرہ اور مریخ ملکر تقریباً زمین کے برابر وزن رکھتے ہین۔ مشتری سے اس کے چارون چاندون کا فاصلہ بھی قریب قریب اسی نسبت سے ہے جس نسبت سے یہ چارون سیارے آفتاب سے دور ہین چنانچہ انکا فاصلہ ۴۔ ۷۔ ۱۰۔ اور ۱۶ کی نسبت سے ہے۔ اور ان چاندون کا فاصلہ ۴۔½ ۶۔ ۱۰۔ اور ۱۸ کی نسبت سے ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مشتری کے چاندون اور ہمارے چاند کی حالتون مین فرق اسقدر ہے۔ مشتری کا سب سے بڑا چاند وزن مین مشتری کا ایک لاکھ دس ہزارواں حصہ ہے۔ حالانکہ ہمارا چاند ہماری زمین کے اسی ویں حصے کے برابر ہے۔ اور حقیقت مین اسے بالکل کم درجے کا ستارہ نہین کہنا چاہیے۔ بلکہ اسکی موقعت ان چارون سیارون کے نظام مین پانچوین اور سب سے چھوٹے سیارے کی سی ہے عطارد ہمارے چاند سے اتنا بڑا نہین ہے جسقدر ہماری زمین عطارد سے بڑی ہے۔ لیکن مشتری کے چاند ایک بالکل جداگانہ درجے کے معلوم ہوتے ہین۔ اور وہ اپنے ستارے اور اسکے ساتھیون کے مقابلے مین اس سے زیادہ رتبہ نہین رکھتے جو ہماری زمین اور اُسکے ساتھ کے سیارے آفتاب عالمتاب کے مقابلہ مین رکھتے ہین۔

ان سب قیاسات سے یہ بات ممکن معلوم ہوتی ہے کہ غالباً یہ چاند بھی آباد ہون۔

اور مشتری آفتاب کے زیر اثر اپنے حکمرانی کرتا ہو۔ اسمین تو کوئی شک ہی نہین ہوسکتا کہ انمین سے ہر ایک چاند سورج کے گرد بھی چکر لگا رہا ہے۔ اور اسکے بھی جدا جدا سال۔ دن اور غالباً موسم بھی ہونگے۔ اور کوئی وجہ نہین کہ وہان کے رہنے والے بھی ہماری طرح اپنے ہی چھوٹے سے کُرے کو تمام کائنات کا مرکز کیون نہ سمجھتے ہون۔ کیونکہ انکی بھی سب باتین بالکل اس طرح معلوم ہوتی ہونگی۔ جس طرح ہماری چشم ظاہر بین کو اس سرزمین پر مشتری انکو ایک نہایت عظیم الشان چاند معلوم ہوتا ہوگا۔ جو سورج کی قلیل حرارت اور پیلی روشنی کی بہت کچھ تلافی کردیتا ہوگا۔ بلکہ یہی ممکن ہے کہ وہان والے اس عظیم الشان سیارے کو اپنا سورج اور حقیقی سورج کو اپنا چاند تصور کرتے ہون۔ کیونکہ اندازہ کیا گیا ہے کہ وہان کے سب سے پاس والے چاند سے مشتری کا قرص ہمارے چاند کی ظاہری جسامت سے ۱۴ سو گنا بڑا معلوم ہوتا ہوگا اور ۱۵ سو گنا زیادہ روشنی پہونچاتا ہوگا۔ اور سب سے دور والے چاند سے بھی اسکی ظاہری جسامت ہمارے چاند سے ۵ ۶ گنا سے اور اسکی روشنی آٹھ گنا سے کم ہرگز نہ ہوگی۔ یہ یاد رہے کہ ہم نے اس اندازے مین مشتری کی روشنی کو پچیس حصہ کم نہین کیا ہے۔ جیسا کہ بظاہر امور ہمکو کرنا چاہیے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جیسا ہم کہہ چکے ہین مشتری بذات خود بھی کسیقدر روشن ہے اور اسکی نسبت بہت زیادہ روشنی منعکس کرتا ہے جو وہ سورج سے پاتا ہے۔

یہ ضروری بات ہے کہ ان سب باتون کے باوجود بھی ان چاندون کی حالت بالکل زمین کے مطابق نہ ہوگی اور اگر ہمکو لیجاکر چھوڑ دیا جائے تو ہم انمین آسانی سے زندگی بسر نہ کرسکین گے تاہم حالات کا جو کچھ فرق ہے۔ وہ صرف اختلاف مدارج ہے۔ اختلاف کیفیت نہین ہے۔ اس لیے وہان کسی نہ کسی قسم کی آبادی کا ہونا خود مشتری پر کسی قسم کی آبادی کے ہونے سے بہت زیادہ قرین قیاس اور مطابق عقل ہے۔

اگر یہ قیاس درست ہے تو ان چاندون کے رہنے والون کے سامنے کیسا عجیب اور شاندار منظر رہتا ہوگا۔ فی الحقیقت یہ بہت زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ ضرور مشتری کو سورج اور سورج کو چاند سمجھتے ہون۔ کیونکہ وہان سے سورج کی ظاہری جسامت اس جسامت کے پچیسوین حصے سے زیادہ نہ معلوم ہوتی ہوگی۔ جو یہان سے ہمکو نظر آتی ہے۔ اور مشتری

دور سے دور کے چاند والون کو بھی اس چھوٹے سے آفتاب سے کم سے کم ۱۶ سو گنا بڑا - اور نزدیک والے چاند کو ۳۵ ہزار گنا بڑا معلوم ہوتا ہوگا - اسکے علاوہ وہ لوگ اس عجیب و غریب سیارے کے وہ گوناگون رنگ اور عجیب حالتین بھی تھوڑی بہت تو دیکھ ہی سکتے ہونگے جنکا کچھ یون ہی سا تصور دوربین کی طاقتور نگاہ سے ہمارے ذہنون مین منتقل ہوتا ہی - اور اور جسکے محض خیال سے ہم قدرت صانع پر عش عش کرنے لگتے ہین - گردش محوری سے اُسکے ہر ایک پہلو کا تماشا اور اوسکے چارون طرف پھیلے ہوے بادلون کی تبدیل ہیئت بھی ایک نہایت ہی عجیب سیر ہوگی - اور کوئی شک نہین کہ اگر فی الواقع وہان کوئی ذیعقل جاندار ہونگے تو وہ بھی ہماری طرح اپنے گرد و پیش کی ہر ایک چیز مین صانع حقیقی کی قدرت اور کاریگری کی سرد ھنتے ہونگے - اور کہتے ہونگے -

ہزار آئینۂ چون طاؤس میخواہد تماشایت
بقدر شوخیے رنگے کہ داری چشم حیران شو

(ترجمہ) مفتی انوار الحق عفی عنہ

آئینہ کسب لذتِ حیرت اگر کرے — بنکر مری نگہ ترے رخ پر نظر کرے
چاہے جو کوئی اس گذری سے گذر کرے — عمرِ روان سے مشق طریقِ سفر کرے
اس بیخودی مین نالۂ دل کیا اثر کرے — جو آپ بیخبر ہو وہ کس کو خبر کرے
وہ مضطرب نہون مجھے تسکین ہو نہ ہو — نالہ میرا کوئی نہ آہی اثر کرے
یون تو کہین گے ہم اُسے عرض غبار غم — نالہ وہی ہے جو ترے دل مین اثر کرے
خط تجھکو وہ لکھے جو تری یاد چھوڑ کر — دل محو فکر وابسیٔ نامہ بر کرے
قدرت خدا کی ہے کہ میرے دل کے سامنے — گم گشتگی یہ ناز تمھاری کمر کرے
کیا جانین وہ کہ خاک ہوا فرط سوز سے — سینہ مین دم کہان جو تلاشِ جگر کرے
زخم جگر کشا ہی نہین جب نصیب مین — پھر کوئی کس طرح پہ تلاشِ جگر کرے
راضی ہے دل جفا کہ وفا چاہو جو کرو — پر ایسی ہو کہ یاد تمھین عمر بھر کرے
اُس سنگدل کے دل سے ہے مجبور اے فصیح — ورنہ یہ آہ وہ ہے جو پتھر مین گھر کرے

ہلال

اتنی رمیدگی نہ دکھا اے ہلال تو
صحرا نہ آسمان ہے نہ کوئی غزال تو

منظر ترا گواہ کہ زرد و خمیدہ ہے
ابرو اشارہ ریز کہ تو شوخ دیدہ ہے

اس لاغری پہ بھی ہے غضب جستجو تجھے
شکلِ کمان ہے تیر کی لیکن ہے خو تجھے

عقدہ کشائیون کا بہانہ ہوا ہے تو
زلف عروس شام کا شانہ ہوا ہے تو

کہتے ہین لوگ خنجر ترکِ فلک تجھے
محراب کعبہ مان رہے ہین ملک تجھے

چمکا ہے روشنی سے تری کوکبِ سپہر
تجھسے عیان ہے خندۂ زیرِ لبِ سپہر

ہر چند دیکھنے مین مٹا سا ہے مانند ہے
رقاصۂ سپہر کے ماتھے کا چاند ہے

جلوہ ہے چشمِ دہر مین تیرے جمال کا
شہرہ ہے ہفتگاہ مین غنج و دلال کا

ہوتا ہے ہر مہینہ جو ترا رُخ نقاب سے
ملتا ہے رونمائی مین نورِ آفتاب سے

ہوتا ہے رام نجت شب افروز مبدم
بڑہتا ہے حسنِ روز فزون روز مبدم

تو بھی حسین ہے دل بھی وفا کوش ہے ترا
پھیلا ہوا تپاک سے آغوش ہے ترا

ظاہر ہے تجھ مین شانِ خمِ زلفِ نور کی
تو نیم رخ شبیہ ہے خلخالِ حور کی

جلوہ تری جبین مین ہے صبحِ امید کا
تو ہے مشیمہ مادرِ روزِ سعید کا

تو روزہ دار کے لیے پیغام عید ہے
قفلِ دہانِ بند کی گویا کلید ہے

مشتاق ہر نگاہ ہے تیرے جمال کی
بیقدر آب و تاب ہے بدرِ کمال کی

تو بوستانِ چرخ کی شاخِ خمیدہ ہے
تو نخلِ نور کا ثمرِ نو رسیدہ ہے

کشتی ہے تیرے ہاتھ مین گویا گدا ہے تو
ہان چشمِ آفتاب سے کچھ لے رہا ہے تو

مین نے خیالِ خام سے کیا کیا کہا تجھے
بدرالکمال کا نہ ہیولا کہا تجھے

زینت فزائے عارضِ زیبائے شب ہے تو
یعنے کہ گوشوارۂ لیلائے شب ہے تو

تیری خمیدگی سے معما یہ حل ہوا
پاتا ہے احتشام کو جو مبتذل ہوا

اہلِ نظر کو تیری تواضع پسند ہے
جو سرنگون ہے آج وہ کل سربلند ہے

گر ارتفاق طالع فیروز ہو نصیب
اے ماہِ نو! ترقی نو روز ہو نصیب

وا باد چشمِ چہرہ کشائے جہان تو
آباد باد محفلِ کون و مکان تو

ہندوستان کے نوشتہ ہائے اسلامی

نمبر ۳

اورنگ آباد

مسجد شائستہ خان کے کتبات

اس مسجد کو نواب شائستہ خان نے ۱۰۶۲ھ مین تعمیر کرایا ہے اور اسکے بیرونی دروازہ پر مفصلہ ذیل تاریخ کندہ ہے۔

(۱) مسجد بنیاد شائستہ خان ساخت بہ یک سال محمد شریف

مسجد کے اندرونی حصہ مین محرابون اور چھت کے اطراف نستعلیق خط مین متعدد تاریخین لکھی ہوئی ہین جنکی نقل ذیل مین درج کی جاتی ہے۔

(۲) وہ کتبہ جو جانب جنوب کندہ ہے۔

روے آوردہ بہ دیوار آفتاب چون بہ آئینہ نکو روئے نقاب
خور چو بر دیوار مسجد تافتہ قدر نور خویش را دریافتہ
چون شدم در فکر تاریخ بنا آمدہ غیبی بہ گوشم این صدا
یافت کار از حد تاریخ انتظام مسجد از لطف الٰہی شد تمام

کتبہ مرزا محمد ابن محمد شریف یمنی ۱۰۶۵ھ

(۳) وہ کتبہ جو پیش دالان مین تحریر ہے۔

مسجد شائستہ و جنت نما در جہان شائستہ خان کردہ بنا
ہم چو قدر رحمت و بخشش بلند دل نشین و دل کشا و دل پسند
یافتہ اش سر آسمان ہفتمین آسمان و سر مایہ قدر شش از زمین

پنج نوبت می زند دین بر درش برتر از نہ آسمان رفتہ سرش

(۴) وہ کتبہ جو اندرونی دالان مین لکھا ہوا ہے۔

ہم چو کعبہ احرز بخشش جرم سوز ہم چو صبح نوردین عالم فروز
از عطا حاجت روائے پایہ اش آسمان آوردہ رو در سایہ اش
سایہ از رفعت فگندہ بر سما در دکن چون در بدن دل کردہ جا
تاج در چون آسمان از آفتاب تاجداران از سجودش کامیاب
تا حبش از قدر آمدہ خورشید سائے سایۂ تا حبش شدہ خورشید زائے
تاجدارے را چو خورشید افتخار تاجداران سر بہ خاکش سایہ دار
نقطۂ دور فلک آمد سرش سجدہ گاہ آفتاب و مادرش
پیش طاقش مشرق صبح مراد گشت خورشیدان کہ بر در سر نہاد
در طوافش آسمان سر بلند چون بہ کعبہ محرمان احرام بند
سرکشان را کار سر افگندگی اندرین مسجد برائے بندگی
چون بہ فیض دل کشائے شد مثل می شود یا کعبہ این مسجد بدل
سر بلند آن روئے فرسا بر زمین ہم چو نور مہر و چون ماہ مبین
از زمین تا عرش رفتہ بے حجاب از سعادت چون دعائے مستجاب
گنبدش چون سر بہ بام افراختہ نور بر عالم چو مہر انداختہ
سطح صحن از عکس نقش جبہ ہا آسمان نجت را اختر نما
مہر تابان بلبل گلدستہ اش بلبل و گل عاشق دل خستہ اش

(۵) جانب شمال یہ کتبہ تحریر ہے۔

زہے نیک بختی کہ از نیک رائی بنا کرد مسجد باین دل کشائی
شرف داد شایستگی را وجودش چو خورشید مہ را دہد روشنائی
پے حق پرستی نہاد این بنا را کہ چون کعبہ شد در مبارک بنائی
دو گام از تو با حق دو رکعت نماز است برو راہ این ست راہ رسائی
بزن در کہ حاجت ازین جا برآید کہ شد این بنا بہر حاجت روائی
درین جا چو خورشید روشن دلان را سر سر بلندی دہد جبہ سائی

همه نور آید چو طور از تجلی — خدا بین شوی گر چو موسی در آئی
زند طعنه در همتیت مرغ عیسی — ز فیض طوافش به ظل همائی
به شهر آب داده دو حوض روانش — چو انهار جنت پئے جان فزائی
سزد گر بنازد اهل زمانه — که شد ز نیت عالم بادشاهی
چو تاریخ جستم خرد گفت یمنی — به بین دل کشا جاے حاجت روائی

نواب شایستہ خان جسکا اصلی نام میرزا ابوطالب ہے۔ یمین الدولہ آصف جاہ کا فرزند اور اورنگ زیب عالمگیر کا مشہور امیر الامرا تھا۔ ۱۰۵۵ھ مین بمقام آگرہ انتقال کیا۔ اسکے مفصل حالات کے لیے دیکھو ماثر الامرا جلد دوم از صفحہ ۶۹۰ تا صفحہ ۷۰۶

مقبرہ رابعہ دورانی بیگم کا کتبہ

رابعہ دورانی بیگم کا اصلی نام دل رس بانو ہے۔ شاہ نواز خان کی دختر اور عالمگیر اورنگ زیب کی بیوی تھی۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۵۸ھ کو چار لاکھ روپیہ مہر پر عقد ہوا محمد اعظم شاہ اور مشہور شاعرہ شاہزادی زیب النسا بیگم اسی کے بطن سے تھین[1]

(۱) دروازے کی بیٹی پر یہ عبارت کندہ ہے۔

این دروازہ باہتمام رفعت پناہ آقا ابوالقاسم بیگ داروغہ تیار شدہ۔

(۲) اُسی بیٹی کے دوسرے پہلو پر یہ الفاظ ہین۔

این روضہ منورہ در معماری عطا اللہ بہ عمل ہیبت رائے تیار شد ۱۰۷۱ھ ہجری

حکیم سید شمس اللہ قادری

نہ خوف کر نامہ بر ذرا بھی مجھے فقط تجھسے کام یہ ہے — مری خبر اُنکو اسقدر دے کہ نام یہ ہے مقام یہ ہے
خدا کی مخلوق ہے ہر اک شئے خوشی ہے بندگی جسکو چاہین — سمجھ تو واعظ عبث ہے جھگڑا حلال یہ ہے حرام یہ ہے
نہین ہین جنت کی آرزوئین مدینہ کی لو لگی ہے ہمدم — کہ ہم سے دیوانون کی سکون تپش کا اصلی مقام یہ ہے
ہین غیر سے چپکے چپکے باتین وہ خود بھی گھبرائے پھر رہے ہین — کوئی زخود رفتہ آ نہ جائے کہین مگر انتظام یہ ہے

کسی کی باتین کہین کا قصہ ستم کے جھگڑے وفا سے شکوے
کسی کو جا کر غزل سُنائینگے خاک سبھل کلام یہ ہے

[1] ماثر عالمگیری۔

مولانا جلال الدین محمد بلخی الرومیؒ

مولانا جلال الدین محمد بلخی الرومی قدس سرہ بن مولانا بہاء الدین ولد سلسلہ نسب مین حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیقؓ کی ذات پاک سے وابستہ تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ "دیرا کمالات بسیار و خوارق عادات بیشمار است میان این قوم شانے عظیم و حالے قوی داشت و بر صحت احوال وے ہیچ اہل بصیرت را اعتراض نیست۔ در دیوان خود سخن بسیارے بپردہ میگوید و از کمال عشق مستانہ نالیدہ است اما یک کلمہ مخالف این طائفہ واقع نشدہ" مولانا کی مثنوی کے متعلق اہل بصیرت کا اتفاق ہے کہ تمام عارفون کے لیے حجت ہے۔ مولوی جامی فرماتے ہین کہ ؎ مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی اور خود مولانا کی تعریف مین فرماتے ہین کہ ؎ من چہ گویم وصف آن عالیجناب نیست پیغمبر ولے دارد کتاب۔ نفحات الانس مین مذکور ہے کہ مولانا روم ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ مین بمقام بلخ متولد ہوے اور ابھی پانچ ہی سال کی عمر تھی کہ صور روحانی اور اشکال غیبی فرشتگان نویسندہ اور نیکوان جن و خواص انس کہ ستودان قباب عزت ہین آپکے سامنے ظاہر ہوتے تھے چنانچہ مولانا بہاء الدین ولد نقل فرماتے ہین کہ جلال محمدؐ بلخ مین چھ برس کے تھے کہ جمعہ کے دن ایکمرتبہ لڑکون کے ساتھ بالاخانہ پر سیر کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا آؤ اس کوٹھے سے اس کوٹھے پر کود ین۔ جلال الدین محمدؐ نے فرمایا کہ ایسی حرکتین تو کتے بلی وغیرہ بھی کرتے ہین حیف ہے کہ ہم آدمی ہوکر ایسی باتون مین مشغول ہون اگر تمھاری جان مین کچھ قوت ہے تو آؤ آسمان کی طرف اوڑین یہ کہکر اسی حالت مین لڑکون کی نظر سے غائب ہوگئے۔ تمام لڑکے رونے چلانے لگے لیکن ایک لحظہ مین۔ رنگ بدلا ہوا آنکھین متغیر واپس آئے اور فرمایا کہ حسبوقت مین تم سے باتین کر رہا تھا مین نے ایک سبز پوش جماعت کو دیکھا۔ یہ لوگ مجھے تمھاری جماعت سے اوٹھا لیگئے اور آسمانون کے گرد پھراکر عجائب و غرائب ملکوت کو دکھلائے جب تمھارے رونے کی آواز سُنی تو پھر اس جگہ لاکر چھوڑ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عمر مین بھی تین تین چار چار روز بعد افطار فرماتے اور درحقیقت ولی مادرزاد تھے۔

ایک مدت تک مولانا نے اپنے والد ماجد سے تعلیم پائی۔ اُنکی وفات کے بعد نو برس حضرت برہان الدین محقق قدس سرہ کی خدمت مین رہکر فیوض و برکات فراوان حاصل کرتے رہے۔ ایکمرتبہ مولانا کے والد بلخ سے مکہ معظمہ جارہے تھے۔ نیشاپور مین شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کی

صحبت مین پہونچے - مولانا بھی والد کے ساتھ خدمت سے فیض مند ہوے - شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ نے آپ پر بہت مہربانی فرمائی اور اپنی تصنیف کتاب اسرارنامہ عطا فرمائی - اس کتاب کو مولانا ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور حقائق و معارف مین اسی کی اقتدا فرماتے - لیکن مرتبہ کمال آپ کو خواجہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت مین حاصل ہوا - چنانچہ خود ایک بیت مین اس جانب اشارہ فرماتے ہین

؎ کرد عطار کشف مولانا ٭ شربت از دست شمس بودش نوش - آپکے دیوان کے اشعار دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو فیض خاص روحانیہ حضرت مصطفوی صلعم و حضرت مرتضوی رضہ سے حاصل ہوا تھا چنانچہ غلبہ شوق سے بیخود ہو کر وجد و حال کی حالت مین فرماتے ہین - ؎ زخلق احمد مختار مستیم ٭ ز مہر حیدر کرار مستیم ٭ نسیم یا فتم از صبح توفیق ٭ ز طیب روضۂ اسحار مستیم ٭ چو من مستم ز مینا ے الٰہی ٭ نہ از مینا کہ از دیدار مستیم ٭ ز مشک و عود و عنبر گشتہ فارغ ٭ ز بوے طرۂ دلدار مستیم ٭ سحر گہ ہاتفی در داد پیغام ٭ از ان پیغام و بوے یار مستیم ٭ بیا اے زاہد شوریدہ احوال ٭ کہ من از عطر آن خمار مستیم ٭ تو از اسلام می لافی و طاعت ٭ من از احسان آن غفار مستیم ٭ چو منصور م در این انوار توحید ٭ انا الحق گفتہ و بردار مستیم ٭ من از یکتا ز زلفش بوے بردم ٭ کہ از بوے خوش تا تار مستیم ٭ نسیمے یافتم از شمس تبریز ٭ کہ من زان سالک اسرار مستیم ٭ خمش کردم نخواہم گفت دیگر ٭ کہ در انوار و در اسرار مستیم ٭

صاحب نفحات نے مولانا کے کلام قدسی کو کہین کہین نقل کیا ہے - اسمین سے کسیقدر یہان انتخاب کیا جاتا ہے - مولانا فرماتے ہین کہ من این جسم نیستم کہ در نظر مردم منظور بلک آن ذوقم و آن خوشی ام کہ در باطن مریدان از کلام نام من سر بر زند - اللہ اللہ چو آن دم را یابی و آن ذوق را بچشی خلیفت میدار و شکر ہا می گزار کہ من آنم" پھر حضرت چلپی حسام الدین کی طرف رخ کرکے فرمایا "اللہ اللہ با اولیاے حق زانو بر زانو باید نشستن کہ آن قرب را اشراست عظیم ؎ یکے لحظہ ازان دوری نشاید ٭ کہ از دوری خرابی ہا فزاید ٭ بہر حالے کہ باشی پیش او باش ٭ کہ از نزدیک بودن مہر زاید" آپ فرمایا کرتے تھے "مرغے کہ از زمین بالا پرد اگرچہ بآسمان نہ رسد اما این قدر باشد کہ از دام دور تر باشد کہ از زمرۂ خلق و اہل بازار ممتاز باشد و از زحمتہاے دنیا برہد و سبکبار گردد" آپ فرمایا کرتے تھے کہ "آزاد مرد آنست کہ از رنجانیدن کسے نہ رنجد و جوان مرد آن باشد کہ مستحق رنجانیدن را نہ رنجاند"

مولانا سراج الدین قونوی صدر وقت تھے لیکن مولانا سے خوش نہ تھے - انکے سامنے ذکر کیا کہ مولانا کہتے ہین کہ مین تہترون مذہب سے متفق ہون - چونکہ صاحب غرض تھے مولانا کو رنج دینے کی خواہش کی اور اپنے مقربون مین سے ایک کو جو دولتمند ذی استعداد تھا بھیجا کہ مجمع عام مین مولانا سے سوال کرے کہ آیا آپ ایسا اور ایسا کہتے ہین - اگر اقرار کرین تو خوب انھین صلواتین سنانا اور رنج پہونچانا

وہ صاحب تشریف لائے اور سب کے سامنے مولانا سے یہی سوال کیا مولانا نے اقرار کیا جسپر اُس سخت دل نے زبان درازی شروع کی اور بُرا کہنے لگا۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو مین اس سے بھی متفق ہون۔ وہ شخص شرمندہ ہوکر چلا گیا۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ محفل مجلس مین فرماتے ہین کہ "مرا این سخن ازو سے بسیار خوش آمد"۔ مولانا کی مجلس مین ایکمرتبہ حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رح کا ذکر ہو رہا تھا کہ شاہد باز آدمی تھے لیکن پاکباز تھے اور کبھی کوئی ناشائستہ کام انسے سرزد نہین ہوا۔ مولانے فرمایا "کاشکے کردے و در گزاشتے" اور فرمایا "کہ اوازار باب حریر در بہشت است کہ ما می شنویم"۔ ایکمرتبہ ایک جماعت نے مولانا سے امامت کی درخواست کی۔ شیخ صدرالدین قونوی بھی اس جلسہ مین موجود تھے۔ مولانا نے جواب دیا کہ "مامردم ابدالیم بہر جا کہ می رسم می نشینیم و می خیزیم امامت را ارباب تصوف و تمکین لائق اند"۔ یہ کہکر شیخ کی طرف اشارہ فرمایا کہ امامت کرین۔ اسکے علاوہ مولانا کا ایک شعر بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ زمرہ ابدال مین سے تھے بلکہ اس مرتبہ سے بھی آگے ترقی فرمائی تھی فرماتے ہین ؎ باز از بستی سوے بالا شدم ✤ طالب آن گلبرز یبا شدم ✤ خار بودم مدتے در کوئے دوست ✤ مدتے چون گلبنے بویا شدم ✤ از زمان ابدال گشتم از یقین ✤ بر طریق منزل دنیا شدم ✤ بازمی خواہم کز آنجا بگذرم ✤ زانچہ اینجا بے سر و بے پا شدم ✤ شمس تبریزی تو دادی عشق ✤ در میان عاشقان گویا شدم ✤

ایک دفعہ مولانا سے پوچھا کہ درویش بھی گناہ کرتا ہے۔ فرمایا اگر طعام بے اشتہا کھاتا ہے تو گناہ کرتا ہے کیونکہ بے اشتہا طعام کھانیسے زیادہ عظیم درویش کے لیے کوئی دوسرا گناہ نہین ہے۔ کتاب مناقب العارفین مین سلطان ولدؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ صوفیان اخیار نے حضرت الوالد ماجد سے سوال کیا کہ خواجہ بایزیدؒ نے فرمایا ہے کہ "رأیت اللہ علی صورۃ امرد" اس سے کیا مراد ہے فرمایا این معنی دو حکم دارد یا در صورت امرد حق را می دید۔ یا حق تعالیٰ خود بصورت امرد متصور میباشد بصورت میل بایزید"۔

مولانا کے ملفوظات مین ہے کہ ایکمرتبہ مولانا روم قدس سرہ اول ما خلق اللہ القلم کے اسرار بیان فرما رہے تھے۔ اسی سلسلہ مین یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایکمرتبہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اسرار اخوان صفا کو حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے خلوت مین بیان فرما رہے تھے اور وصیت فرما رہے تھے کہ یہ اسرار عظیم کسی نامحرم سے مت کہنا۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس دن تک تحمل فرمایا اسکے بعد اتنے بیقرار ہوے کہ دم گھٹنے لگا۔ عاقبۃ الامر بے خود وار صحرا کی طرف تشریف لیگئے اور ایک کنوئین مین سر مبارک ڈال کر تمام راز ایک ایک کرکے بیان فرمائے۔ اس حالت مین

غایت مستی سے دہن مبارک سے کف جاری تھا اور کونین مین گرتا جاتا تھا۔ اسکے بعد طبیعت کو گونہ سکون ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اس کنوئین سے ایک نے بلند ہوئی اور روز بروز بڑھنے لگی۔ ایک چوپان روشن دل تھا وہ اس حال سے مطلع ہوا اور اس نے کو کاٹ کر لیگیا اور چند سوراخ کرکے رات دن عاشق زار کی طرح بجایا کرتا اور گلہ بانی کیا کرتا۔ عرب کے قبائل مین اسکی بہت شہرت ہوئی کہ حیوانات تک اسکے گرد جمع ہوجاتے ہین اور چرنے سے باز رہتے ہین اور تمام عرب اسکے پاس آکر گانا سنتے ہین اور نے کی آواز کی غائت لذت سے ڈاڑھین مار مار کر روتے ہین اور لطف حاصل کرتے ہین۔ رفتہ رفتہ یہ حکایت سمع مبارک حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچی آپ نے حکم فرمایا کہ اس نے نواز کو بلا لائین اُسنے آکر صحابہ کے سامنے نے بجانی شروع کی۔ صحابہ کو آواز سنکر اتنا ذوق حاصل ہوا کہ بیخود ہوگئے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ این نواہا شرح آن اسرار است کہ من با علی در خلوت گفتہ بودم یہ حکایت بیان کرکے مولانا فرماتے ہین کہ اسی طرح جبتک کہ کوئی خود اہل صفا مین سے نہو اسرار اہل صفا کو نوائے نے مین سمجھنا اور ذوق حاصل کرنا ممکن نہین کیونکہ الایمان کلمۃ ذوق ؎ آہ دردے را ندارم محرمے + چون علی آہے کنم در قعر چاہ + چہ بجوشد نے بروید از لبش + نے بنالد راز من گردد تباہ +

سلطان ولد رح فرماتے ہین کہ ایک روز سلطان اسلام نے ایک کیسۂ زر جناب والد ماجد کی خدمت مین بھیجا۔ مولانا نے یارون کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ اسم اعظم کیا ہے۔ سب نے کہا حضور ارشاد فرمائین۔ آپنے اشارہ کرکے فرمایا "کہ اسم اعظم این زر و سیم است کہ ہم بحق میرساند و ہم باطل می آراید چہ بے وجود این نہ دنیا معمور است و نہ اہل آخرت مغرور و مسرور" ؎ نشاط مردمان از زر و سیم است + خوشی ہاے جہان از زر و سیم است + آپنے ارشاد فرمایا کہ "صحبت عزیز است کہ درین معنی حضرت خداوندم شمس الدین تبریزی فرمودہ است قدس سرہ کہ علامت مرید قبول یافتہ آنست کہ اصلا با مردم بیگانہ صحبت نتواند داشت و اگر ناگاہ در صحبت بیگانہ افتد چنان نشیند کہ کہ منافق در مسجد و کودک در مکتب و اسیر در زندان"۔ آپ مرض الموت مین اصحاب سے فرماتے تھے کہ میرے جانے سے غمناک مت ہو کہ نور منصور رح نے صد و پنجاہ سال کے بعد روح حضرت شیخ فریدالدین عطار رح پر تجلی فرمائی اور انکے مرشد ہوے۔ پس جس حال مین تم ہوگے میرے ہمراہ ہوگے جب حق تعالی کی عنایت سے فرد و مجرد ہوجاونگا اور عالم تجرید و تفرید ظاہر ہوگا اس تعلق کے باوجود بھی مین تمھارے ساتھ رہونگا۔ حضرت صدرالدین قونوی آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا کہ شفاک اللہ امید است کہ صحت یابد خدمت مولانا جان عالمیان است۔ فرمایا شفا

تمھیں مبارک ہو جب کہ عاشق و معشوق مین اس ایک پیراہن سفر کے سوا کچھ باقی نہین رہا ہے تو کیا تم نہین چاہتے کہ نور سے نور ملجاے ؎ من شدم عریان زتن او از خیال + من خرامم در نہایات وصال + شیخ و دیگر اصحاب یہ سنکر رونے لگے۔ مولانا نے یہ غزل فرمائی ؎ چہ دانی تو کہ در باطن چہ شاہے ہمنشین دارم + رخ زرین من منگر کہ پاے آہنین دارم۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یاران ما این سر میکشند۔ خواجہ شمس الدین آنجانب میخواند۔ اے قوم اجابت کنید و پاس دارید آن کس را کہ بجانب حق میخواند۔ اصحاب نے آپ سے التماس کیا کہ خلافت کے لیے کسے حکم ہوتا ہے فرمایا چلپی حسام الدین۔ تین بار یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا چوتھی مرتبہ پوچھا کہ سلطان ولد کے لیے کیا ارشاد ہوتا ہے فرمایا وہ پہلوان ہے اسے کچھ وصیت کی حاجت نہین چلپی حسام الدین نے پوچھا کہ آپ کی نماز کون پڑھاے۔ فرمایا صدر الدین قونوی رح۔

مولانا موید الدین سے بعض لوگون نے پوچھا کہ حضرت شیخ صدر الدین رح مولانا کی شان مین کیا فرماتے تھے۔ فرمایا سبحان اللہ ایکمرتبہ حضرت شیخ خاص خاص لوگون کے ساتھ یعنی مولانا شمس الدین مکی رح و شیخ فخر الدین عراقی و شیخ شرف الدین موصلی و شیخ سعید فرغانی رح وغیرہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ مولانا کی سیرت و سریرت کا ذکر ہوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ "اگر بایزید رح و جنید رح اس عہد مین ہوتے وہ بھی اس مرد مردانہ کی غاشیہ برداری کرتے اور اپنی جان پر احسان سمجھتے۔ وہ فقر محمدی صلعم کا خان سالار تھا ہم سب اسی کے طفیل مین ذوق حاصل کرتے ہین"۔ سب نے داد انصاف دی اور آفرین کی بعد ازان شیخ موید الدین رح نے فرمایا کہ مین بھی اس سلطان کے نیازمندون سے ہون۔

مولانا کی وفات ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ مین بہ زمانہ سلطان الپ خان بن ہلاکو خان قونیہ مین واقع ہوئی۔

آپ کے صاحبزادون مین حضرت بہاء الدین ولد الملقب بہ سلطان ولد سب سے زیادہ قابل ذکر ہین آپ مولانا کے لڑکون مین سب سے زیادہ محبوب تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ آپ اس طایفہ کے مقبولون مین سے تھے۔ صاحب نفحات الانس فرماتے ہین کہ "مولوی وے را خطاب کردے کہ تو مانندترین مردمانی بمن از روے صورت و سیرت"۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہمارا بہاء الدین نیک بخت ہے۔ عمدہ زندگی بسر کرتا ہے اور اچھی طرح جاتا ہے۔ ایک دن بڑی

[illegible] (۱۲۰۲ھ) معلوم ہوا کہ محض تیرے ظہور کی وجہ سے تھا

یہ سب باتین میری قول ہین اور تو میرا فعل ہے۔ سلطان ولد نے سید برہان الدین محقق و خواجہ شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔ شیخ صلاح الدین زرکوب کی لڑکی سے انکی شادی ہوئی تھی۔ انسے بھی بہت ارادت تھی۔ مولانا کی وفات کے ساتوین دن چلپی حسام الدین آپکے پاس آے اور کہنے لگے کہ آج سے آپ اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف فرمائیے اور مریدین اور مخلصین کو رشد و ارشاد فرمائیے اور ہمارے شیخ راستین بنیے۔ مین آپکی رکاب مین غاشیہ کندہ ہے پر رکھ کر بندگی کو حاضر ہون ؎ بر خانۂ دل ایجان آن کیست ایستادہ + بر تخت شہ کہ باشد جز شاہ و شاہزادہ۔ سلطان ولد نے سر جھکا لیا اور بہت روئے اور فرمانے لگے کہ مشیخت آپکے لیے ہے اور سوز و مفارقت میرے لیے۔ جسطرح حضرت والد ماجد کے زمانہ مین خلیفہ و نبرگوار تھے اسی طرح اس زمانہ مین ہمارے خلیفہ و نبرگوار ہو۔ گیارہ برس تک چلپی حسام الدین کو اس طرح قائم مقام اپنے والد ماجد کا بنا رکھا اور برہا برس تک اپنے والد ماجد کے کلام کی شرح و تصریح فرماتے رہے۔ ایک مثنوی بھی آپنے حدیقہ حکیم سنائی کے رنگ پر کہی ہے اور بہت سے معارف و اسرار اسمین بیان کیے ہین۔

صاحب نفحات بیان کرتے ہین کہ ایک روز مولانا نے سلطان ولد سے فرمایا کہ دمشق جاکر خواجہ شمس الدین تبریزی قدس سرہ کو لے آئین اور اتنا سیم و زر اپنے ہمراہ لیتے جائین اور اس سلطان کی کفش پر نثار کرین اور روم کی جانب کفش مبارک پھیرین۔ سو کہ جب دمشق پہونچا تو محلہ صالحیہ مین ایک گھر مشہور ہے۔ وہان جاؤگے تو حضرت خواجہ ایک فرنگی بچہ صاحب جمال کے ساتھ شطرنج کھیلتا پاؤگے۔ جب وہ جیتتے ہین تو زر لیتے ہین اور جب فرنگی بچہ جیتتا ہے تو تھپڑ کھاتے ہین۔ خبردار اس حال کو دیکھکر بدگمان مت ہونا کیونکہ وہ فرنگی بچہ بھی اسی طائفہ مین سے ہے لیکن اپنی حالت نہین جانتا ہے۔ خواجہ چاہتے ہین کہ اسے اپنی کیفیت معلوم ہوجائے۔ سلطان ولد نے دمشق کا رخ کیا اور جو پتہ بتایا گیا تھا اسی پتہ سے خواجہ شمس الدین کو پایا کہ اس لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہین۔ یہ جماعت کی جماعت آداب بجا لائی۔ فرنگی بچہ نے جب یہ دیکھا تو خواجہ کو پہچانا اور اپنی بے ادبیون سے شرمندہ ہوا اور سر بہ سنہ کرکے ایمان لایا اور سامنے کھڑے ہوکر کہا کہ تمام مال و دولت خیرات کرکے ہمراہ رہے مگر خواجہ شمس الدین نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ فرنگستان جاؤ اور وہان کے لوگون کو مشرف بایمان کرو اور اس جماعت کے قطب ہو۔ اسکے بعد سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم ہمراہ لائے تھے آپ کی کفش مبارک پر نثار کیا اور کفش مبارک کو روم کی جانب رخ کرکے رکھدیا اور مولانا روم اور تمام مخلصین روم کی طرف سے استدعا کی [illegible]

منگا کر سوار ہوے - اور سلطان ہمراہ رکاب ہوے - خواجہ نے فرمایا کہ بہاء الدین سوار ہو تو آپنے سر آگے جھکا کر فرمایا شاہ سوار اور بندہ سوار یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اسیطرح دمشق سے قونیہ تک پیادہ پا ہمراہ رکاب رہے - جب قونیہ مین پہونچے تو خواجہ شمس الدین نے سلطان ولد کی خدمتون کا مولانا سے ذکر کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ مین نے اس سے یہ کہا اور اسنے مجھے یہ جواب دیا بلکہ اس سے بھی زیادہ حد تحسین کین - یہ بیان کر کے فرمایا "مرا از محبت حق تعالے دو چیز است سر و سر سر را در راہ مولوی با خلاق فدا کردم و سر را بہ بہاء الدین ولد بخشیدم - اگر بہاء الدین را عمر نوح بودے و ہمہ را درین راہ صرف کردے آتش میسر نشدے کہ درین سفر از من بوے رسید و امید ہست کہ ایزد نیز نصیبہا یابد"

ایک دن مولانا نے سلطان ولد سے فرمایا کہ بہاء الدین اگر چاہتے ہو کہ ہمیشہ بہشت برین مین رہو تو ہر شخص کے دوست بنے رہو اور کسی کی طرف سے کین و بغض کو اپنے دل مین جگہ مت دو یہ فرما کر یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎ پیشی طلبی زہیچ کس باک مباش + چون مریم و موسی باش و چون میش مباش + خواہی کہ زہیچ کس نہ تو بد نرسد + بد کس مگوے و بد آموز و بداندیش مباش + تمامی انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام این کردہ اند و این سیرت را بصورت آوردہ اند لاجرم کافہ عالمیان مخلوب خلق ایشان گشتہ اند و مجذوب لطف ایشان شدہ -

سلطان ولد کی تصنیفات سے بہت سی کتابین اور رسالے ہین ایک کتاب فیہ مافیہ ہے ایک جگہ اسمین بیان کرتے ہین کہ اس راہ مین درست اعتقاد رکھنا چاہیے کیونکہ عالم حادث ہے نہ کہ قدیم - اسکی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مثلاً ہماری ساٹھ سال کی عمر ہے یہ گھر جسمین ہم بیٹھے ہوے ہین دیکھتے ہین کہ پہلے نہ تھا - پندرہ سال ہوے کہ یہ گھر تیار ہوا ہے - اگر اس گھر مین عنکبوت و موش وغیرہ حیوان پیدا ہون تو انمین یہ گھر آباد نظر آئیگا اور اسے قدیم کہینگے لیکن انکا یہ قول ہمارے [illegible] غلط ہوگا کیونکہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ یہ گھر کب تیار ہوا ہے اور یہ جانور اسکے در و دیوار سے پیدا ہوے ہین اسی طرح مخلوق بھی اس خانۂ دنیا مین پیدا ہوئی ہے - اور ہمین زیر زمین چلی جائے گی - اگر یہ لوگ عالم کو قدیم کہین تو انبیا و اولیا کے نزدیک جنکا وجود عالم حق مین اس عالم سے چند ہزار سال پہلے ہوا ہے اور انھون نے اس عالم کو پیدا ہوتے دیکھا ہے لوگون کا قدیم کہنا حجت نہین ہو سکتا - استغراق کے معنی یہ ہین کہ وہ خود درمیان مین نہو اور کوئی جہد و حرکت نہ رہے اور جو فعل [illegible] اسکو فعل نہ سمجھا جاے - اور اگر کہے کہ ابھی تک ہاتھ پاؤن مار رہا ہے تو اسے

غرق نہیں کہتے اور اگر اس حالت اضطرار میں چلایا کہ آہ میں ڈوب گیا تو اسے بھی استغراق نہیں کہتے جو لوگ انا الحق کہہ گزرے ہیں اُسکے یہی معنی ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا دعویٰ کیا۔ لیکن درحقیقت العبد کہنا اور دعوی عبدیت کرنا بڑا دعوی ہے اور انا الحق کہنا بہت بڑی تواضع کرنا ہے۔ جو کوئی کہ انا العبد کہتا ہے وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے ایک اپنی ہستی کا دوسرے خدائے بزرگ و برتر کی ہستی کا لیکن جو انا الحق کہتا ہے وہ اپنے آپکو معدوم و برباد کرتا ہے اور کہتا ہے انا الحق یعنی من نیستم ہمہ اوست۔ خبر خدا ہستی نیست اور یہ کہنا غایت تواضع و افتادگی کے باعث ہے لیکن لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک آدمی بندگی کرتا ہے اگرچہ خدائے بزرگ و برتر کے واسطے کرتا ہے لیکن آخر بندگی درمیان میں ہے اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خدا کو بھی دیکھتا ہے اور غرق آب نہیں ہوتا۔ غرق آب وہ شخص ہوتا ہے کہ اسمیں کوئی حرکت و فعل باقی نہ رہے۔ جو حرکت ہو پانی ہی کی حرکت ہو۔

سلطان ولدؒ اپنی وفات کی رات کو یہ بیت پڑھتے تھے ؎ امشب شب نیست کہ بنیم شاہی دریا بہم از خدائے خود آزادی۔ دسویں شب ماہ رجب ۷۱۲ھ کو آپ نے وفات پائی۔

انکی وفات کے بعد چلپی عارف آپکے صاحبزادہ باپ دادا کی جگہ پر متمکن ہوئے اور سولہ سال حق سجادہ ادا فرماتے رہے۔ چلپی عارف عارف مادرزاد تھے۔ پانچ ہی سال کی عمر میں آپسے خوارق عادت ظاہر ہونے لگیں۔ خود مولانا روم نے اُنکی تربیت فرمائی تھی۔ اسقدر کرامتیں اُنسے ظاہر ہوئیں کہ مولانا رومؒ و خواجہ شمس تبریزؒ سے بھی اتنی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ آپکا مشرب ملامتیہ تھا۔ کتاب مناقب العارفین میں آپ کے کمالات و حالات کا مفصل ذکر ہے۔ اس مختصر میں نہیں سما سکتا۔ ۷۲۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی چلپی عابد بن سلطان ولد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ وہ بھی صاحب کرامات و عالی درجات تھے۔ بکثرت خوارق عادات آپ سے ظہور میں آئیں۔ مناقب العارفین میں آپ کا بھی ذکر تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ ۷۳۹ھ میں آپ نے وفات فرمائی۔ آپ کے بعد بھی چند پشت تک سجادہ مشیخت اس خاندان بزرگ میں قائم رہی اور آپ کی اولاد امجاد بھی خلق کی تعلیم میں اپنے آباو اجداد کے طریقہ پر مشغول رہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

عبداللہ

یاروں سے تمنائے ملاقات گئی — وہ ہم نہ رہے عزم بزرہ بات گئی
یہ کہکے جوانی ہوئی رخصت ہم سے — نیند آئی ہے سونے گئے بڑی لت گئی

گاؤ خر

چراگاہ مین ہے وہ اک رودبار — بہت صاف پانی بہت خوشگوار
چمکتے ہین پتھر تہ آب نہر — کنارے کنارے ہے سب سبزہ زار
درختون کا سایہ بھی ہے جا بجا — ہوا ہے خوش آیند دلکش بہار
سبھی جانور دھوپ سے بھاگ کر — ہین آکے لیتے ہین دم بھر قرار
عجب ایک دن کی حکایت سنو — کہ یکجا ہوے گاؤ خر ایک بار

لب آب اک گائے آئی کہین — کہ پیاس اور گرمی سے تھی بیقرار
پیا آکے پانی وہان خوب سا — تو آنکھون مین آنے لگا کچھ خمار
ندی کے کنارے ٹہلتی رہی — جگالی بھی کرتی رہی بار بار
پس از چند ساعت وہین ایک خر — تھکا ماندہ پہونچا بصد انتشار
پیے آکے پانی کے دو چار گھونٹ — تو گویا ملی راحت جان زار
مزے مین جو خر مستیان کین شروع — قریب آکے لی گائے نے اک ڈکار
کیا خر نے فی الفور جھک کر سلام — کہ عادت ہے مسکین کی انکسار
ادب سے جو پوچھا مزاج شریف — تو کچھ گائے کے دل مین بھی آیا پیار
دیا سر جھکا کر یہ خر کو جواب — کہ ہان خیریت ! شکر پروردگار

زیادہ نہ تھی فرصت قیل وقال — مگر بول اٹھی گائے خر سے کہ ! یار
سنا ہین تم کہتے جا کے ہم درد دل — بشر کے مظالم تو ہین بے شمار
بنایا ہے انسان نے ہم کو غلام — حکومت ہے ان کی بہت ناگوار
غلامی سے آزاد ہون جانور — اسی فکر مین ہون مین سینہ فگار
نکالو تمھین کوئی تدبیر اب — کہ نکلے کسی طرح دل سے غبار

کہا ہنسکے خر نے کہ آخر سبب — مناسب نہین ہے یہ غم زینہار
خدا و نعمت کا واجب ہے شکر — کہ احسان سے اسکے ہین ہم زیر بار
خبر کیا تجھے ہے جو کچھ حال زار

ذرا دیکھ تو کھول کر چشم غور
کہ ہے دست دہقان سے اپنا فشار

بلا سے جو بچے ہون بھوکے مرے
کرین دودھ مکھن یہ سب زہر مار

مری آہ و فریاد سنتا ہے کون
نہین ذات پر اپنے کچھ اختیار

کبھی دل مین آیا رہا کر دیا
کبھی ہے گلے مین رسن استوار

گھما کر یہ دم ایک ہنٹر لگاؤن
یہی جی مین آتا ہے بس بار بار

کہا خرنے بی گاے کچھ خیر ہے
ذرا خواب غفلت سے ہو ہوشیار

شکایت نہین چاہیے آپ کو
کہ احسان دہقان کے ہین آشکار

میسر ہے سب آب و دانہ ہمین
فراغت سے کٹتے ہین لیل و نہار

ہری کھیتیان پر فضا سبزہ زار
اسی کے یہ دم سے ہے ساری بہار

بشر حضرت حق کا ہے اک سفیر
ملا ہے اسی کو یہ سب اقتدار

زمانہ مین ہے اسکا سکہ روان
یہی تو چلاتا ہے سب کاروبار

یہ سب سُنکے وہ گاے جھنجھلا گئی
چلی دیکھتی جانب سبزہ زار

مگر اپنے دل مین یہ کہتی چلی
کہ کہتا ہے سچ یہ خر نابکار

(ترجمہ)

بقلم سفیر

وجہ بیتابی فراق و وصل دلبر ہو گئے
جب نہ دیکھا رو دیے دیکھا تو مضطر ہو گئے

دیکھکر وہ آنکھ بے حس ہو گئے سب اہل بزم
آدمی تاثیر سے جادو کی پتھر ہو گئے

بات مانو یا نہ مانو رحم کھاؤ یا نہ کھاؤ
یہ بتا دو کیون جوان ہو کر ستمگر ہو گئے

ابر نیسان و شعاع مہر کا دعوی غلط
ہان ترے نیرنگ قدرت لعل و گوہر ہو گئے

بھر گئی مستی اُن آنکھون مین جوانی آ گئی
اب شراب حسن سے لبریز ساغر ہو گئے

یہ بھی شوخی ہے کوئی شوخی بڑے بیدرد ہو
ایسی چٹکی لی کلیجہ مین کہ مضطر ہو گئے

سادگی مین شاہد گل کی ادا ہی اور تھی
قطرۂ شبنم عبث کانون مین گوہر ہو گئے

خانہ بربادی سے پائی ہر حسین کے دل مین جا
سیکڑون گھر مل گئے ہم کو جو بے گھر ہو گئے

لذت زخم جنون شاید نہین تقدیر مین
میرے سر تک آتے آتے پھول پتھر ہو گئے

اے فضا کہتے ہین رنگ حافظ شیراز ہم
ذکر کیا اُنکا جو اُردو مین سخنور ہو گئے

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
کے
ایک سپہ سالار کی بہادری کا قصہ

آج سے تین سو برس پہلے کا قصہ ہے کہ دو سو بہادر مغلون کا ایک رسالہ راجپوتانہ کی سرحد پر سے گزر رہا تھا کہ اکبر کی فوج تے جالے۔ ان دنون اکبر گجرات کے فتح کرنے مین مشغول تھا۔

سورج کی شعاعون مین انکے ہتھیار جگمگا رہے تھے اور رنگا رنگ کی رنگین وردیان عجب بہار دکھا رہی تھین۔ یہ چھوٹی سی جماعت سر سے قدم تک اونچی بنی ہوئی زرہ بکتر پہنے ہوئے ہتھیارون سے مسلح لوہے مین غرق تھی۔ انکے چہرون پر شان برس رہی تھی اور انکے اسلحہ کی چمک اور صورتون کی تازگی سے معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگون کو اپنے گھرون سے نکلے ہوئے زیادہ عرصہ نہین گزرا۔ انکا نوجوان رئیس عباس خان ایک مغل سردار کا بیٹا تھا۔ جسکے محل سے یہ رسالہ چند ساعت پہلے نکلا تھا۔

عباس خان بلند بالا اور خوش رو جوان تھا اور جب اُسکو یہ خیال آتا کہ عنقریب اپنے غازی شہنشاہ کے پرچم کے نیچے اپنی بہادری اور جوان مردی کے جوہر دکھائیگا اور دربار شاہی سے نامور کے تمغے پائیگا تو اُسکا پرجوش چہرہ چمک اوٹھتا تھا۔ اسی رسالہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک اور جماعت عباس خان کے راستہ کی طرف آرہی تھی یہ ہندوؤن کی برات تھی کہ دولھن[1] کو اُسکی سسرال لیجا رہے تھے۔ آفتاب اب غروب ہوگیا اور اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر سے تمام جہان کو ڈھانک لیا ہندوؤن کی جماعت اسوقت نہر دہنی کے کنارے گھاٹ مین سے گزر رہی تھی کہ اتنے مین لٹیرون کے ایک گروہ نے اُنپر حملہ کیا اور بآسانی اُن تھوڑے سے راجپوتون پر جو دولھن کے ہمراہ تھے غالب آگئے اور منتشر کردیا اوسکے بعد اُنھون نے پینس پر حملہ کیا اور پردون کو جبر پھاڑ کر اپنے بیرحم ہاتھون سے ایک خوبصورت ماہ وش نازنین کو باہر کھینچ لیا۔ بیبسی بائی خوف زدہ ہوکر ان خونخوار رہزنون کی طرف تکنے لگی۔ افسوس! اسکی عمر صرف پندرہ برس کی تھی اور یہ اکلوتی لڑکی اپنے ماں باپ کے آنکھون کا نور اور دل کا سرور تھی پندرہ برس اُسنے عیش و آرام مین بسر کیے تھے اور اُسکے ناز اُٹھانے مین

[1] دولھن کا نام ہے۔

میکے والون نے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا۔ اب جو بیچاری یکایک راہزنون کے ہاتھ مین پھنس گئی تو اُسکے خوف و دہشت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُنکو تو وہ بھولے بھالے بچپن مین عفریت اور دیو سمجھا کرتی تھی۔ اسنے کبھی اُسنے ایسے ظالمون کو دیکھا نہ تھا۔ فقط نام سُنا تھا۔

اگر یہ بات ٹھیک ہے کہ خوبصورتی وحشی سے وحشی جانور کو رام کرسکتی ہے تو ان سنگدلون کو موم بنانے کے لیے اُسکا دلربا چہرہ کافی تھا۔ لیکن اُسکی سرگین نگاہون اور التجا کرنیوالی آنکھون کے جادو نے بھی اُنپر کچھ اثر نہ کیا۔ بلکہ نہایت درشت و سخت آواز سے اُنھون نے زروجواہر اُس سے مانگا انتہائے خوف کی وجہ سے وہ گہنا اُتار نہ سکی۔ اُسکے کانپتے ہوے نازک ہاتھ اُن بے بہا موتیون تک جو اُسکے کان اور گلے مین تھے نہ پہونچ سکے۔ اس حکم کی تعمیل مین یہ تاخیر دیکھکر اُنکے گستاخ ہاتھ اُس غریب کی طرف بڑھنے والی ہی تھے کہ عباس خان اور اُسکے ہمراہی خدا کی طرف سے مدد کے لیے پہونچگئے۔ بزدل لٹیرون کو ان سوارون کے مقابلے کی تاب کہان تھی سب کے سب فرار ہوگئے بیس سوارون نے اُنکا تعاقب کیا تلسی بائی عالم حیرت مین زمین پر بیٹھ گئی ابتک یہ سارا واقعہ اُسکی سمجھ ہی مین نہ آیا اور ابھی تک یقین نہ آیا کہ اب ظالمون کے پنجہ سے نجات پاکر اپنے ایک محسن کی حفاظت مین آگئی۔ افسوس اُسکے بھولے بھالے دل کو خبر تک نہ تھی کہ ظلم کے پنجہ سے نجات ملگئی تو کیا ہوا اب اُس سے بڑھکر ظالم یعنی عشق کے پھندے مین پھنسنا ہے۔

عباس قریب آیا تو تلسی بائی کی نظر اُسپر پڑی اُسکے چہرہ پر سرخی چھاگئی ساتھ ہی اُسمین چمک بھی پیدا ہوگئی۔ اب اس سرخی کو شرمندگی احسان خیال کیجیے یا کچھ اور غرضکہ اُسکے خیال مین اگر وہ ڈاکو دیو تھے تو عباس فرشتہ معلوم ہوا۔ عباس کے چہرہ پر بھی اسوقت وہ جلالت اور رونق برس رہی تھی کہ تلسی بائی نے کبھی ایسا خوبصورت شاندار جوان نہ دیکھا تھا خصوصاً اس زرق برق زرہ مین جو عباس اُسوقت زیب بدن کیے ہوے تھا۔ اور ہر عباس نے بھی کبھی ایسی عورت نازنین کو نہ دیکھا تھا اور پھر اس حالت مین کہ اُسکی جادو اثر نگاہون کی دل فریبی کو آنسوؤن نے دوبالا کردیا تھا اور عروسانہ پوشاک نے اُسکے دلربایانہ انداز مین چار چاند لگا دیے تھے۔ ایک ہی نظر مین دونون گھائل ہوگئے۔ عباس کا دل بے قابو ہوگیا اور اُسپر ایسا جادو چل گیا کہ وہ عباس جو پہلے عشق کے نام سے ناواقف تھا اب جلوہ گاہ حُسن مین بندہ بے درم بنا کھڑا ہے اور وہ عباس جو ابھی تھوڑی دیر پہلے دشمن کو پسپا کرنے کے صلہ مین انعام شاہی کا تصور باندھے ہوے تھا اب عشق نے اُسکو ایسا سبق پڑھا

میرا الغام ہے تو یہی کہ اتنی بات اُسکے مُنھ سے نکل جاے کہ "عباس تو ہمارا ہوچکا اب دوسرے خیال چھوڑ دے" اسکے جی مین تھا کہ بس اب باقی عمر اُسی کے ساتھ بسر کیجیے جسکے حوالہ دل کر دیا ہے۔ اب مجھے دنیا سے کیا علاقہ

لیکن غیب سے آواز آئی کہ "عباس دیکھ! کیا کرتا ہے۔ تیرا خیال غلط ہے۔ تیری ناموری اسمین ہرگز نہین ہے کہ تو ایک بے بس اور بے کس لڑکی پر اس طرح قبضہ کرے تو اپنے فرض کو بھول گیا تیری شان کے ہرگز شایان نہین کہ دشمن کو نشانہ بنانے کے عوض تیر عشق کا خود ہدف بن جاے اور ایک غریب لڑکی کی خوبصورتی دیکھکر اسقدر بزدل ہو جائے کہ اپنے اور اپنے آبا و اجداد کی عزت کو فدا کر دینے کو مستعد ہو۔ ہرگز نہین! ہرگز نہین! جا اپنا کام کر"

تھوڑی دیر تک عباس طرح طرح کے خیالات مین اُلجھتا رہا۔ سوچا کیا کہ آخر اسکو کیا کرنا چاہیے کبھی کہتا تھا کہ میدان جنگ مین مارنا اور مرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عشق کا شکار بنجاے۔ کبھی یہ خیال آتا تھا کہ کچھ ہو مین تو تلسی کو نہین چھوڑون گا پھر سوچتا کہ ساری دنیا مجھے کیا کہے گی مین جا رہا ہون کس کام کو اور مشغول کس کام مین ہو جاؤن۔ غرض کہ عزت کے خیال نے اُسکو اکبر کے پاس جانے پر آمادہ کر دیا اور اپنے مضطرب دل کو دونون ہاتھون سے تھام کر تلسی بائی کو پینس مین بٹھا دیا اور جب اُس کے ہمراہی جو ادھر اودھر چھپے ہوے تھے واپس آگئے تو سب ملکر تلسی بائی کے سسرال کے راستہ پر ہولیے۔ عباس پالکی کے ساتھ ساتھ کچھ سوچتا جا رہا تھا تلسی بائی کو وہ تو دیکھ نہ سکتا تھا لیکن تلسی بائی بار بار پینس کے پردون مین سے اُسکی طرف محبت کی نظرون سے دیکھتی جاتی تھی اور ہر ایک نظر اُسکے دل مین اس نوجوان اجنبی کی حمیت اور توقیر زیادہ کرتی جاتی تھی۔ تلسی بائی کے سسر کا محل اب نظر آنے لگا اور یہ جماعت اُس مقام پر پہونچی جہان تلسی اور عباس اپنے اپنے دلون کو ایک دوسرے کے حوالے کرکے ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے تھے۔ عباس آواز حزین سے "خدا حافظ" کہتا ہے اور وہ نازنین بیقرار ہو جاتی ہے اور پردے کو اوٹھا کر ایک بیش بہا الماس کی انگشتری اپنے حامی مونس محسن کے ہاتھ مین دیدیتی ہے۔ آخر مرتبہ نظرین دوچار ہوتی ہین اور دونون حسرت و یاس سے ایک دوسرے کا دم بھرتے ہوے اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جاتے ہین۔ اسمین کچھ شک نہین کہ تلسی کی اس حرکت پر اُسکو سخت مصیبتین جھیلنی پڑی ہونگی لیکن اُسکے دل سے اُس پیاری تصویر کو کون مٹا سکتا تھا جو ہمیشہ کے لیے نقش ہوگئی تھی اُسکی شادی ہو بھی جائے اور خدا اولاد بھی عطا فرماے لیکن جو یاد کہ اُسکی جان کے ساتھ وابستہ ہوگی وہ اُسی فرشتہ سیرت خوب رو نوجوان اجنبی کی ہوگی۔ اودھر عباس سے وہ بھولی بھالی پیاری شکل کہان بھولی جا سکتی تھی

[illegible] ہمیشہ حسرت آگین نگاہون سے اُسی

نازنین کا دم بھر گیا۔ جسکو اُسنے لیٹرون سے بچایا تھا۔

باب دوم

اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا اور عباس خان کو نہر رومنی کے کنارے کنارے جانے کا دوسری مرتبہ اتفاق ہوا۔ وہ ایک عربی نژاد گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ خوبصورت جانور اُس غنیمت مین ملا تھا جو فتح گجرات کے بعد عباس خان کے حصہ مین آئی تھی۔ اسکے زرہ بکتر خود سپر اُسی آب و تاب سے چمک رہے تھے جیسے اُس موقع پر جب ہم نے اُس سے اور ناظرین سے تعارف کرایا تھا۔ لیکن اس سبب سے کہ سال بھر جنگ و جدال کرنے کے بعد واپس آرہا تھا اُسکی سپر پر تلوارون اور نیزون کے نشان پڑے ہوے تھے۔ اکبر کے ساتھ اُسنے سورت مین دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا اور صرف ایک سورت ہی مین نہین بلکہ کئی اور موقعون پر بھی اپنی دلیری اور ہمت کا بڑی خوبی سے امتحان دیا۔

اب جنگ ختم ہو گئی تھی اور عباس کا باپ اس دار فانی سے کوچ کر چکا تھا اور یہ اپنے باپ کے مال و املاک پر قبضہ کر لینے کے لیے جا رہا تھا۔ ایک سال کی مدت گزری کہ اُسنے اسی مقام پر ایک نازنین کا جمال جہان آرا دیکھا تھا جو تھوڑی دیر کے بعد ایک خواب کی طرح اُسکی نظرون سے غائب ہو گیا۔ وہ ایسے مقام پر جا رہا تھا جہان اُسکو اکیلے زندگی بسر کرنا پڑے گی۔ وہ سوچتا تھا کہ عزت اور شان کو لیکر کیا کریگا جب اُسکے دوہم نشینی کے لیے جہان مین بجز اُنکی یاد کے جن سے اُنکو محبت تھی اور کوئی مونس نہین۔ اُسکو خیال آتا کہ رفتہ رفتہ اُن عزیزون کی یاد بھی بھول جائے گی جسکے بعد افسوس وہ خیال یار بھی نہ رہے گا جو اُسکی ہمچینی کے وقت ہمدرد کا کام دیتا۔ انھین غمگین خیالون مین مستغرق وہ رومنی کے کنارے کنارے چلا جا رہا تھا اور اُسکے خیال کا حال تازی کی چال سے ظاہر ہو رہا تھا عباس اپنی آیندہ حالت کی تصویر ہو بہو اس بیت مین پاتا تھا۔ ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم حدیث دل بہ کہ گویم عجب غمے دارم

چلتے چلتے اُسکی نظر ایک ارتھی پر پڑی جو مرگھٹ کی طرف جا رہی تھی۔ یہ میت ایک لڑکے کی معلوم ہوتی تھی جسکے ریشمی کفن اور ہمراہیون کے جم غفیر سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی امیر کا لڑکا ہے عزیز اقارب دوست احباب سبھی ساتھ تھے۔ ریشمی لباس پہنے ہوے چار برہمن سر برہنہ سر برہمن ڈوے کو اُٹھائے ہوے تھے جسکے آگے آگے برہمنون کی ایک اور جماعت ننگے پیر سر پر سفید کپڑا باندھے ہوے رام رام

مردے پر سے نثار کرتی تھی وارث میت اُسکے آگے آگے ایک انگیٹھی مین آگ لیے ہوے تھا جس سے اُس میت کو جلانا چاہتے تھے۔ اس غول مین دو گھوڑے تھے ایک پر نقارہ تھا اور دوسرے پر ایک سوار لپٹا ہوا جھنڈا ہاتھ مین لیے جا رہا تھا۔

جس وقت یہ ارتھی مرگھٹ کے پاس پہونچی تو یہ بات فوراً ظاہر ہوگئی کہ یہ لوگ ستی کی رسم ادا کرنے والے ہین۔ میت کے نزدیک ایک کمسن عورت کھڑی تھی جسکی صورت سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ وہ بدنصیب بیوہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ عنقریب آگ مین جھونکی جائیگی۔ اکبر بادشاہ ایسی ظالمانہ اور وحشیانہ رسم کے بالکل خلاف تھا اُسنے ایک قانون بھی جاری کیا تھا جسکے رو سے کوئی بیوہ اپنی مرضی کے خلاف شوہر کے ساتھ نہ جلائی جاوے۔ عباس اس منظر کو بہت دیر تک حیرت اور شوق سے دیکھتا رہا۔ ہمیشہ وہ بڑے جوش و خروش سے اپنے ہردلعزیز بادشاہ کے احکام کو پورا کرنے کی دل سے کوشش کیا کرتا تھا۔ اب جو اُسکو معلوم ہوا کہ ستی کی خوفناک رسم ادا ہونے والی ہے تو اُسنے مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ ہرگز اس موقع پر اپنی آنکھون سے بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتے نہ دیکھیگا بلکہ بجبر اسکا حکم جاری کرا کے چھوڑے گا۔

اس خیال سے وہ آگ کے قریب بلاخوف و خطر پہونچ گیا اور اُس لعنت و ملامت کی کچھ پروا نہ کی جو برہمنون نے اُسکی اس بیجا حرکت پر کرنا شروع کی تھی۔ نزدیک پہونچتے ہی اُسکی آنکھون نے ایسے شخص کو دیکھا جس سے ملنے کی امید نہ تھی اُسکے حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ عورت جسکے نازک بدن اور گورے گورے جسم کو آگ کے مہیب شعلے جلا کر راکھ کردینے والے تھے وہی بدنصیب تھی جسکو ایک برس پہلے عباس نے لٹیرون کے پنجہ سے نجات دی تھی۔ تلسی بائی کا شوہر ایک دائم المرض نحیف کمسن لڑکا تھا۔ تلسی اُسکے ساتھ شفقت اور محبت کرتی تھی اور وہ اُسکو اپنی بہنون سے بڑھکر چاہتا تھا اور اُسکے پیارے ہاتھون کے سوائے کسی اور کے ہاتھ سے دوا نہ پیتا کسی علاج سے اُسکو فائدہ نہوا اور آخر اُسکا وقت آگیا۔ قضا کے آگے کسی حکیم یا ڈاکٹر کی کچھ چل نہ سکی۔ سچ کہا ہے ع چون قضا آید طبیب ابلہ شود۔ اور بموجب آیہ کریمہ اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون تپ مزمن کی مہلک شکایت سے جان بحق تسلیم ہوا۔

بیچاری تلسی بائی گو خود جینے کی اب خواہش نہین رہی کیونکہ ہندو مذہب مین نکاح ثانی کی ممانعت تھی اور اسی وجہ سے نکاح کی خواہش اگر اوسکو تھی بھی تو وہ اُسکو پورا نہ کرسکتی تھی۔ وہ ... اُبھرا ہوا ... ہماری زلفین جنکا

کام دلون کو پھانسنا تھا افسوس کہ اب کس بیرسی کیحالت مین پڑی رہینگی۔ انمول اور بیش بہا جواہرات اور قیمتی پوشاک کے عوض اب اُسکو سفید لباس پہنا ہوگا۔ اور سب سے زیادہ وہ چیز جو اُسکو مرنے پر اور بھا رہی تھی یہ خیال تھا کہ شریر النفس لوگ اُسکے شوہر کے مرنے سے بدگمانی کرینگے اور جو کوئی دیکھیگا حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھیگا ان تمام وجوہات سے ممکن ہے کہ اُسنے برہمنون سے اپنی رضامندی ظاہر کردی ہو جنھون نے اس بدنامی سے بچنے کا سہل طریقہ یہ بتایا تھا کہ شوہر کی محبت کا دم بھرتی ہوئی اُسکے ساتھ آگ مین جل جاے۔ تلسی بائی نے چند لمحون کی تکلیف کو عمر بھر کی مصیبت کے خوف سے گوارہ کرلیا اُسکی شکل زندہ درگور کی سی ہوگئی تھی اُسکے گلے مین بیش بہا جواہرات تھے جو عنقریب برہمنون کو ملنے والے تھے۔

عباس خان کی نظر تلسی بائی پر پڑی دیکھا کہ ایک بیحس و حرکت پتھر کی مورت سامنے کھڑی ہے۔ اب تلسی بائی کی آنکھون نے بھی پہلی مرتبہ عباس کو دیکھا جسکے دوبارہ دیکھنے کی امید اُسکو ہرگز نہ تھی۔ اُسکی صورت پر جو مردنی چھائی ہوئی تھی وہ رفع ہوگئی۔ چہرہ دمکنے لگا اور فوراً امید نے اُسکو اپنی جھلک دکھادی۔ تلسی بائی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ بیشک اس عمر مین دنیا کو خیرباد کہنا اور پیرحسرتون اور آرزوؤن کو دل ہی دل مین لیے ہوے اُسکی تمام امیدون پر پانی پھیرنا اپنی جان پر صریح ظلم کرنا ہے۔ عباس تو پہلے ہی تلسی بائی کو دل حوالہ کرچکا تھا اب جو اُسکو اس بیکسی اور لاچاری کی حالت مین دیکھا تو اُس سے نہ رہا گیا۔ گھوڑے کو ایڑی اور برہمنون کے سردار کے پاس پہونچا اور ڈانٹ کر یا دلایا کہ "اکبری فرمان اس رسم کی ممانعت کرتا ہے جبتک کہ خود بیوہ راضی نہو"۔

برہمن نے استقلال سے جواب دیا "جناب آپ خود دریافت کرلین اس نے خود اپنی رضامندی ظاہر کی ہے تاکہ اپنے شوہر کے ساتھ جل کر اپنی محبت کا ثبوت دے"

عباس پھر تلسی بائی کی طرف مخاطب ہوا اور بولا "اے مصیبت کی ماری عورت سُن لے کہ اکبر بادشاہ کسی بیوہ کو بغیر اُسکی مرضی کے ستی ہونے کا ہرگز روادار نہین۔ کیا تیری یہی مرضی ہے کہ اس اُٹھتی جوانی مین اور ایسے موسم شباب مین جان سے ہاتھ دھوئے"

ان الفاظ نے تلسی بائی پر یہ اثر کیا کہ گویا اُسکے تمام بدن مین بجلی دوڑ گئی۔ دونون ہاتھ کمان کو عباس کی طرف پھیلا کر نہایت دردناک آواز مین چلائی "میرے آقا! میرے سردار! آپنے پہلے بھی ایک مرتبہ میری جان بچائی ہے بیشک ان ظالمون کے پنجہ سے مجھے چھڑایئے لیکن افسوس وہ تو میرے جلانے پر تلے ہوے ہین اور اگر آپ اُنکے ارادون مین مزاحم ہونے کی جرأت سے پہلے آپکو

قتل کر دیجئے جلد نکل جائیے اس ہیبت ناک مقام سے اپنے تئین بچائیے اور مجھ میری تقدیر پر چھوڑ دیجئے"
تلسی بائی کی اس فریاد نے برہمنوں کو خوف دلایا کہ کہین وہ اپنے شکار سے محروم نہ رہجائین
فوراً اُنھون نے عباس خان سے کہا" یہ پہلے دلی رضامندی ظاہر کر چکی ہے۔ آخری وقت کے الفاظ
جو محض موت کے خوف سے نکلے ہین وہ قابل سماعت نہین ہین" اسکے ساتھ ہی اُنھون نے اوس
آتشکدہ سے لکڑیون کو اُٹھا لیا کہ عباس اگر اُنکو اس ارادہ سے باز رکھے گا تو وہ بھی جان توڑ کر مقابلہ کرینگے
عباس خان گھوڑے کو آہستہ آہستہ تلسی بائی کے نزدیک لیگیا اور فوراً اُسکے کان مین
کہا کہ" اگر مین بھی اُتر پڑون تو اچھا نہین ہوگا۔ میری رکاب مین پاؤن رکھیے اور میرے ہاتھ کو مضبوط
تھام لیجیے۔ مین آپ کو اپنے پیچھے بٹھا لون گا۔ آپ گھوڑے پر آجائینگی تو یقین جانیے کہ ہم غول ہائے
بیابانی سے بچ گئے" بہادر ہندو لڑکی نے فوراً اُسکے حکم کی تعمیل کی اور آن کی آن مین اپنے عاشق کا
ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر چڑھ گئی۔ اور ساتھ ہی عباس خان نے اپنے مکان کی طرف باگ موڑی اور
بآسانی اُس مجمع کو چیرتا پھاڑتا نکل گیا۔ یہ سب واقعہ اسقدر جلد ہوا کہ برہمنون کو مقابلہ کا موقع
ہی نہ رہا۔ اگر تعاقب کرتے تو کہانتک؟ یہ گھوڑے پر بادیہ پیمائی کر رہا تھا اور وہ پیدل غرض کہ
اس طرح سے عاشق و معشوق نے اس مصیبت سے نجات پائی۔

لیکن تھوڑی ہی دور نہ گئے تھے کہ انکو ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا۔ وہین سے قریب
دو راجپوت سوار عباس خان اور برہمنون کا واقعہ دیکھ رہے تھے لیکن دوری کی وجہ سے اُنکی
مدد کو نہ پہونچ سکے۔ اب اُنھون نے اُسکو روکنا چاہا فوراً عباس نے اپنی نجیبہ سے دونون ہاتھ
کمر مین ڈالنے کو کہا۔ اُسنے ایسا ہی کیا۔ عباس نے تلوار نکال لی اور اپنے داہنی طرف کے
راجپوت پر جو زیادہ تر زور آور معلوم ہوتا تھا وار کیا تھوڑی دیر تک تینون مین تلوار چلتی رہی آخر کار
عباس نے بائین طرف کے راجپوت پر ایسی ضرب لگائی کہ اُسکو بیکار کر دیا اور فوراً دوسرے راجپوت
پر جھپٹا اور اُسکو اُسکے گھوڑے سمیت زمین پر الٹ دیا۔ پہلا راجپوت اپنے ساتھی کی مدد کرنے
کے لیے گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ عباس کا راستہ صاف ہوگیا۔ فوراً چل نکلا اور تھوڑی دیر کے
بعد وہ اپنے باپ کے محل مین پہونچ گیا جہان اُسنے تلسی بائی سے شادی کر لی۔ تلسی بائی کا باپ
عباس کو اس سے روک تو نہ سکتا تھا مجبوراً راضی ہوگیا بلکہ دل ہی دل مین خوش ہوا کہ چلو بلا سے
تلسی بائی سلامت رہے۔

عباس خان نے پہلے ہی سے اپنی جوانمردی کی وجہ سے اکبر کی نظرون مین عزت حاصل

کرلی تھی اب جو اُسنے سنی سے ایک عورت کی جان بچائی اور بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے دی تو اور بھی مقرب ہوگیا۔ خلعت سے سرفراز ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ مین اکبری دربار کا ایک نامور سردار اور محترم مشیر بنگیا۔

محمد قطب الدین حسین

مجذوب کی بڑ

مین نے بی اے کی ڈگری حاصل کرلی ہے۔ لوگون نے مجھے انجمن کا پریزیڈنٹ تسلیم کرلیا ہے اب مین کونسل کی ممبری کی درخواست کرونگا۔ اتبو کامیابی کی بہت بڑی امید ہے۔

مجھے کونسل کی ممبری نہین چاہیے۔ مین ایسے محکمہ کی ممبری لیکر جان جوکھون مین نہین ڈالنا چاہتا یہ عہدہ میرے لائق ہی نہین۔ پارلیمنٹ کی ممبری کی کوشش کرونگا ذرا دقت پڑے گی مگر نا امیدی کی کوئی وجہ نہین۔

لیکن اگر مین پارلیمنٹ کا ممبر بننا چاہتا ہون تو مجھے تہذیب یورپ کی تقلید کرنی چاہیے۔ مین انگلستان مین رہکر مشرقی تہذیب کا پابند نہین رہسکتا۔ میرے ساتھ میری جنبی بی بیان ہونگی مجھے ابھی سے اُنکا پردہ توڑوا دینا چاہیے تاکہ بے پردہ رہنے کی عادی ہوجائین اور میرے دوستون کو بھی پردہ کی ناگوار تکلیف نہ اُٹھانا پڑے۔ پردہ ترقی مین بھی حارج ہوتا ہے اور مین ایسی عادتون کے بالکل خلاف ہون جن سے ترقی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

لیکن نہین مین پردہ نہین توڑواؤنگا مجھے پردہ سے اُنس ہے مین اپنی سب بی بیون کو پردہ مین رکھون گا۔ پردہ عصمت وعفت کا محافظ اور روحانی ترقیون کا ذریعہ ہے۔ عورتون کو خوش ہونا چاہیے کہ پردہ کی بدولت مردون سے زیادہ پاکباز ہین۔

مجھے اپنے آدمیون کو انگریزی پڑھانا چاہیے تاکہ وہ بھی اعلیٰ جنٹلمین ہوجائین اور کسی یورپین بہادر سے ملنے مین نہ جھینپین۔ نہین مجھے انگریزی سے نفرت ہے۔ انگریزی تو نہ پڑھواؤنگا اس سے آدمی مین بد دماغی آجاتی ہے وہ اپنے کو میرے برابر سمجھنے لگینگے آقا اور نوکر کا فرق جاتا رہیگا مین کوٹ پتلون نہیون گا۔ ان سے بدن بھی چست رہتا ہے اور صحت بھی عمدہ۔ میرے ہم قوم مجھے دیکھکر خوف کھائینگے۔ اور یورپین میری عزت کرینگے۔ غور کیا جائے تو ہی تبدیل

مین کوٹ پتلون نہ پہنون گا مجھے ہاتھ پاؤن کو قید مین رکھنے کی ضرورت نہین اپنی طرح اپنے ہاتھ پاؤن کو بھی آزاد رکھنا چاہتا ہون مین ہندوستانی ہون ہندوستانیون کے لیے اُنکا دیسی لباس ہی زیادہ مناسب ہے۔ کوٹ پتلون پہن لینے سے صاحب بہادر حقارت سے دیکھینگے اور قوم کے نزدیک کر سمجھین سمجھا جاؤن گا۔ اور مجھے اُٹھتے بیٹھتے سخت تکلیف ہوگی۔

مجھے ہوادار جنگلے مین رہنا چاہیے۔ سول سرجن نے کہا تھا کہ علم الاجسام کی رو سے کھلے ہوے مکان صحت کے لیے مفید ہوتے ہین وہان مین تندرست بھی رہون گا اور سرسبز منظر بھی پیش نظر رہے گا دوسرے نئی تہذیب کی پرلطف زندگی ہوگی۔ ہان ہان آجکل تو وبائی امراض کا زور ہے ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے مین نئی تہذیب کے جوش محبت مین جنگل مین نہ بسونگا۔ مجھے اپنی قوم سے نفرت نہین ہے اور نہ تقلید بیجا کا دماغ ہے مین آبادی ہی مین ہندوستانی طرز کا مکان بنوا سکتا ہون۔ یہان مجھے اپنی صحت کے لیے خوف نہ کھانا چاہیے۔ اور اگلے زمانہ مین بھی تو مکانات تنگ گلیون مین تھے اُسوقت وبائی امراض کی کبھی کثرت نہوئی۔

مین گریجوٹ ہون مجھے انگلش والف حاصل کرنا چاہیے بغیر اسکے میری انگریزی کو فروغ نہین ہوسکتا میری قوم بالکل وحشی نہین ہے اسکی زندگی بھی متمدن ہے عورتین بھی تعلیم یافتہ ہیں مجھے اسکی ضرورت نہین کہ دوسری قومون سے ناتا جوڑون۔

میرے لیے ہندوستان کی سب سے بڑی سربرآوردہ ریاست نے وزارت کی خواہش کی ہے اور برطانیہ عظمیٰ بھی اپنا سفیر بناکر جرمن بھیجنا چاہتا ہے۔ مین ہندوستان کی ملازمت نہ کرونگا۔ مجھین صرف ہم قومون ہی مین عزت ہوگی اور گورنمنٹ کی ملازمت سے ہر جگہ۔ اگر یہان رہکر وزیر کہلاؤنگا تو وہان سفیر سلطنت۔ بادشاہون سے انٹروڈکشن ہوگا۔ وہ میری عزت کرینگے اور مین نائب السلطنت خیال کیا جاؤنگا نہین نہین مین ایسا کرنے کے لیے مستعد نہین ہون۔ ہندوستان میرا وطن ہے اور اسکی ایک ایک چیز میرے لیے مسرت بخش ہے۔ اسکے چھوڑنے کا خیال غلط یہانسے مسافرت کا قصد بیجا۔ مین اپنے پیارے وطن کو تخت سلیمان سے خوشتر سمجھتا ہون۔ ہندوستان میرا پیارا ہندوستان نہایت دلفریب جگہ ہے اسے کیونکر چھوڑ دون؟ یہان رہکر قوم وملک کی نفع رسانی کا موقعہ ملیگا تنخواہ بھی معقول ہوگی۔ ہندوستان ہندوستان ہی ہے بھانگے دس اور جگہ کے سو سے بھلے ہین۔ اور یہان کا سا آرام اور چین کسی جگہ میسر نہین آسکتا۔

اچھا مین ہندوستان مین رہونگا۔ لیکن میرے جلیس خلوت انگریزی تہذیب سے آراستہ ہون۔ ابھی میری قوم پوری مہذب نہین ہوئی ہے مجھے خوف ہے کہ میرے خیال بوڑھون کے سے پست نہو جائین نہین میری قوم مین بیداری پھیل گئی ہے اُسکے [illegible] ممبر روشن خیال ہین مجھ پر خراب اثر

نہین پڑسکتا اُن مین قومیت ہے اور ترقی کے راستون پر چل نکلے ہین۔

مین تہذیب مغرب کی قدر کرتا ہون کیونکہ وہ ترقی کے شاہراہ سے بہت قریب ہے اُسمین اخلاق بھی اچھا ہے اور تمدن بھی۔ جوش بھی ہے اور ہمت بھی۔ مین تہذیب مشرق سے نفرت کرتا ہون اسکی کوئی چیز تہذیب مغرب کا مقابلہ نہین کرسکتی اوسمین ضرورت سے زیادہ انکسار ہے۔

نہین مین غلطی کرتا ہون۔ مین منصف ہون اور انصاف کو پسند کرتا ہون۔ مشرقی تہذیب اچھی ہے اور بہت اچھی اُسنے سینکڑون سال تک ملک کو سیراب کیا اُسمین اعلیٰ اخلاق بھی ہے اور بہتر تمدن بھی۔ یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے اُسے بُرا سمجھکر چھوڑ دیا۔ اُسنے ہمین علو ہمتی شجاعت مروت احسان اور اخوت کا سبق دیا ہے۔ ہان مین انکسار کو اچھا جانتا ہون اُس سے آدمی ہر دل عزیز ہو جاتا ہے بیشک وہ ہمت بڑھاتا ہے۔ سپرسیٹ ہمتی کا جرم بے سرو پا جرم ہے۔ تہذیب مغرب اُسکی خوشہ چین ہے سینکڑون سال تک اُسنے تہذیب مغرب کو درست کیا ہے۔

مشرقی تہذیب! دنیا پر تیرا بڑا احسان ہے تونے ترقی کی شاہراہ بتائی ہے۔ بیشک ہم تیرے مجرم ہین اور سخت مجرم۔

'وارفتہ مزاج'

مشاعرہ

کیننگ کالج کے بعض انگریز پروفیسرون اور جناب حامد علیخان بیرسٹرایٹ لا کی کوشش سے کالج کی عمارت مین ایک بزم مشاعرہ منعقد ہوئی تھی جسمین اکثر شعرائے لکھنؤ نے بھی غزلین پڑھی تھین۔ ذیل مین چند طرحی غزلیات کے چیدہ اشعار درج کیے جاتے ہین:۔ ایڈیٹر

جناب مولانا ثاقب قزلباش لکھنوی

نہ دل کا غم نہ فکر خانہ برباد کرتے ہین
ہم اپنے آپکو بھولے ہین تم کو یاد کرتے ہین

اسیران قفس خود بھی بہت کچھ کہہ گزرتے ہین
چمن کے تذکرے آپسمین جب صیاد کرتے ہین

ہماری داستان غم رولاتی ہے زمانہ کو
وہ ہم ہین جو زبان غیر سے فریاد کرتے ہین

خدا آباد رکھے ہم صفیران گلستان کو
جو کوئی پھول کھلتا ہے تو ہمکو یاد کرتے ہین

نہین معلوم مین کس حال مین ہون باغ عالم مین
قفس والے بھی مجھکو دیکھکر فریاد کرتے ہین

لحد پر چلنے والے تم کہ ہم کچھ کہہ نہین سکتے
زمین رکھتی ہے منھ پر ہاتھ جب فریاد کرتے ہین

جناب مسٹر حامد علیخان حامد بیرسٹرایٹ لا

ہزارون طرح سے صاحب تمھین ہم یاد کرتے ہین
کبھی چپ ہین کبھی روتے کبھی فریاد کرتے ہین

اثر ہے یہ پریشانی مری جب یاد کرتے ہین
الٰہی خیر کرنا یہ دعا جلا دکرتے ہین

اوڑین جو خاک کے ذرے تو پیدا فرد کامل ہون
بجا ہے اسلئے مسٹر مری سر یاد کرتے ہین

رگیں کھنچتی ہیں غش آتا ہے فرط ناتوانی سے
ہماری جان پر بنتی ہے جب وہ یاد کرتے ہیں

تری قدرت کا اے خالق یہ ادنیٰ سا نمونہ ہے
کہ ہم اس عالم ایجاد میں ایجاد کرتے ہیں

ہم اُنکے حکم سے آئے رہے کچھ دن گئے یاں سے
ہمارے حق میں اب کیا دیکھیے ارشاد کرتے ہیں

جناب مولانا سید علی نقی صفی

لرز جاتے ہیں دل اُنکے بھی جو بیداد کرتے ہیں
کلیجہ تھام کر جب ناتوان فریاد کرتے ہیں

فنا کے شوق میں برسوں خموں نے خاک چھانی ہے
وہ ہر ذرہ میں سیر عالم ایجاد کرتے ہیں

شمیم میکدہ آتی ہے بے باکانہ مسجد تک
جناب شیخ کیا اس باب میں ارشاد کرتے ہیں

نظر ہے محضر خون شہیدان محبت پر
کسی کا نام کٹتا ہے کسی پر صاد کرتے ہیں

زمانہ کی ہوا یہ بھی ورق اکدن اولٹ دیگی
مگر اے کنج مرقد ہم تجھے آباد کرتے ہیں

لگی ہیں ہچکیاں دم توڑتا ہوں بستر غم پر
صفی شاید وہ بیماروں کو اپنے یاد کرتے ہیں

جناب مرزا محمد ہادی عزیز

حقیقت میں جو سیر عالم ایجاد کرتے ہیں
وہ ہر ذرہ میں اک دنیائی آباد کرتے ہیں

اسیران محبت آہ کیونکر یاد کرتے ہیں
حجاب قدس ہلجاتا ہے یوں فریاد کرتے ہیں

ہمارے ضبط میں پنہاں ہے نظم عالم ہستی
نہ ہو تم کو یقین اسکا تو ہم فریاد کرتے ہیں

نہ پوچھ اے عشق پُرمایہ حقیقت انکی ہستی کی
جو اپنے ساتھ اس دنیا کو بھی آزاد کرتے ہیں

نہ دیکھا ہوگا تو نے یہ تماشہ دور دنیا میں
سنبھل اے پیر گردوں دیکھ ہم فریاد کرتے ہیں

عدم کے قافلے تمکو خبر دیتے ہیں آ آ کے
عزیزان وطن تمکو عزیز اب یاد کرتے ہیں

جناب مرزا کاظم حسین محشر

دو روز سوز غم میں جبکہ تم کو یاد کرتے ہیں
دھوئیں اُٹھتے ہیں کیسے اسطرح فریاد کرتے ہیں

نہ جانے کیا گزر جاتی ہے زندان میں اسیر وں پر
کسیکو جب کسی کے سامنے آزاد کرتے ہیں

سمجھتا تھا نہ سمجھے کچھ حقیقت رنج پنہاں کی
یہ مانا اور ہم خون دل ناشاد کرتے ہیں

شب فرقت میں جو حرکت ہو اپنی اضطراری ہے
کبھی چپ بیٹھکر ہنستے کبھی فریاد کرتے ہیں

قفس کی تیلیوں پر گن رہے ہیں دن رہائی کے
حیات اپنی اسیروں قیدی صیاد کرتے ہیں

کرشمہ سنجی نازک مزاجی میں ترے صدقے
حسین جسوقت کرتے ہیں یہی بیداد کرتے ہیں

مسلمانان ہند کی معاشرت

اور

اُسکی اصلاح

نمبر ۲

آجکل جو جوش کہ مسلمانان ہند کے ہر طبقہ مین اصلاح تعلیم کی طرف نظر آتا ہے اسکے قابل تحسین ہونے مین کسی کو کلام نہین اور عملی ثبوت جو وہ دے رہے ہین کسی محب قوم کے دل کو خوشی اور انبساط سے بھر دینے مین قاصر نہین رہ سکتا۔ مگر یہ واضح رہے کہ اتفاق و اتحاد اور ترقی کی چیخ پکار مین کہین یہ اسکے حصول کے ایک بہت بڑے ذریعہ کو بھول نہ جائین اور صرف مغربی درسی تعلیم پر بھروسہ کرکے تمام امراض کے واسطے اُسے کافی نہ سمجھنے لگین کیونکہ ہمین کئی سال کے تجربہ کے بعد افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے مصلحون نے اپنے آپ کو اس فرض کے انجام دینے مین چندان قابل رشک نہین ثابت کیا ہے جسکو قومی قوام بنا نا کہہ سکتے ہین۔ اس نئی تعلیم کو ابھی دیکھنا ہے کہ وہ آیندہ زمانہ مین کہانتک ہماری رہنمائی کرسکے گی اور معاشرت کی اصلاح مین کس حدتک حالت موجودہ کو ترقی دیگی اسلیے ضروری ہے کہ بغیر اسکے کہ ہم کوئی ذریعہ اصلاح ڈھونڈھین حالات موجودہ کو اُنکی حالت پر چھوڑ دین۔ ہمین آزادانہ طور سے اس خاص مسئلہ کی طرف توجہ اور کوشش مبذول کرنا چاہیے اور مشرقی اور مغربی دونون طرح کے تعلیم یافتہ گروہون کو یکجہتی کے ساتھ زمانہ ماضی کے اخوان صفا کی پیروی کرکے اپنی قوم کو اُن عیوب معاشرت سے جنکی وجہ سے مہذب قومین اُسکے نام دہرتی ہین پاک اور مبرا کرنا چاہیے۔

ایسے بہت سے حقیقت دان اور ذفہیم مصلحان قوم نکلین گے جنکے دلون مین مسلمانون مین اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی تمنائین جوش مار رہی ہین مگر شاید وہ پورے طور سے اس بات کو نہین سمجھتے کہ یکجہتی معاشرت حصول مدعا کا سب سے پہلا زینہ ہے اور بلا اسکی مدد کے سچا اتفاق کبھی پیدا نہین ہو سکتا۔

جو غیریت ہمین اس ملک کے مسلمانون کے مختلف طبقات کے طریقہ ہاے بود و باش مین نظر آتی ہے اُسکی مثال زمانہ حال کے ممالک اسلامی مین اور نہ زمانہ گذشتہ کی تاریخ مین کہین پائی جاتی ہے۔ مین یہ نہین کہتا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی وضع قطع اختیار کرلین کیونکہ یہ ناممکنات سے ہے اور طبعی قوی کے خلاف ہے مگر ایک ہی قوم۔ ایک ہی ملک۔ بلکہ ایک ہی شہر اور محلہ کے رہنے والون کے لباس مین اسقدر فرق ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہان ہم ایک ہی حیثیت اور طبقہ کے افراد مین اگر ایک کو چکن پاجامہ جوتا پہنکر نکلتے ہوے دیکھتے ہین تو دوسرا کوٹ۔ پتلون اور بوٹ سے آراستہ دکھائی دیتا ہے۔ اگر ایک کے سر پہ عمامہ ہے تو دوسرا ترکی یا دوپلی ٹوپی پہنے ہے۔ اگر ایک کشادہ ہوادار کوٹھی مین رہتا ہے تو دوسرا شہر کے اندر ایک تنگ و تاریک مکان مین۔ غرضکہ صدہا باتون مین فرق دکھائی دیتا ہے۔ جسکی وجہ مغربی تعلیم کا اسقدر رائج ہونا اور عوام کا بلا کسی معیار کے بے ترتیبی کے ساتھ اپنے مذاق کے جدا جدا فیشنون مین بھٹکتے پھرنا ہے۔ مگر زمانۂ حال کا تمدن ہرگز اس امر کا روادار نہین ہے کہ ایسی مختلف العشا جماعتون کو اصلاح اور ترقی کے راستون پر بڑھنے دے۔ اگر یقین نہو تو یورپ کی طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھو کہ اُسکو اسقدر عروج جو اتفاق قومی کی بدولت نصیب ہوا اُسمین بہت بڑا معین و مددگار معاشرت کا یکسان ہونا ہے۔ اس جملہ کے یہ معنی نہین ہین کہ غریب و امیر ہر طبقہ کے لوگ وہان ایک ہی حیثیت کے مکانات۔ لباس اور طریقون کے ساتھ رہتے ہین۔ یہ ممکن ہے اگرچہ وہان کے سوشلسٹ[۱] فرقہ کا یہی آئیدیل (منشاے اعلیٰ) ہے مگر جبتک کہ بنی نوع انسان پر دماغی۔ اخلاقی اور جسمانی تعلیم کے مختلف اثرات اور دوسرے مقدرات اثر پذیر ہوتے رہینگے اوسوقت تک معاشرتی مساوات سب کو کیونکر ان امور پر حاصل نہین ہوسکتی۔

میرا مطلب صرف یہ ہے کہ زندگی کے طرز و طریق مین اعلیٰ و ادنیٰ عام حیثیت مین یکسان ہین گو جذبات مین یہ حالت نہین ہے۔ اور فرق صرف سامان زندگی کے مدارج و مقدار پر مبنی ہے نہ کہ عام اصول معاشرت پر۔ تمثیلاً انکے طریقہ بود و باش کا مقابلہ کیا جائے تو آپ دیکھینگے کہ ایک متمول لکھپتی اگر اپنے پرتکلف محل مین رہتا ہے تو اُسکا ادنیٰ نوکر بھی اُسی طریقہ سے اگر رہتا ہے اُسکا مکان گو چھوٹا ہے مگر خاندان کے ہر فرد کے لیے علحدہ کمرے ہین۔ اُسکے کمرہ کی دیوارین

---

[۱] اس جماعت کے افراد کا یہ خیال ہے کہ روے زمین کی تمام موجودات سے ہر شخص کو یکساں مساوی مستفید ہونا چاہیے۔ اُنکے خیال مین امیر و غریب۔ بادشاہ گدا مین معاشرتی حیثیت سے کوئی امتیاز نہونا چاہیے اسلامی تعلیم سے یہ خیال بہت دور جاپڑا ہے۔

نہیں ہیں بلکہ اُنپر کم قیمت کاغذ لگا ہوا ہے۔ کھڑکیوں میں بھی معمولی قسم کی جالی کے پردے پڑے ہیں میز کرسی بھی موجود ہے۔ گو ایسی قیمتی میزیں اور ایسی بھاری کرسیاں نہیں ہیں جیسی کہ اُسکے آقا کے مکان میں ہیں۔ دیواروں پر تصاویر بھی لگی ہوئی ہیں گو اُنکی قیمت شاید چند ہی شلنگ ہوگی، اور مالک کی تصویر کی قیمت ہزاروں پاؤنڈ ہوگی اور گو اُسکے اتنا بڑا باغ میسر نہیں مگر چند خوشنما گملے اور ہرا ورق ہر کمرے میں نظر آتے ہیں۔ گو اُسکے پاس ایک مزین لائبریری (کتب خانہ) نہیں ہے مگر کم قیمت دلچسپ کتابوں کی اُسکے یہاں بھی کمی نہیں۔ اُسکے مالک نے اگر اپنے ایک سوٹ پر دس پاؤنڈ خرچ کیے ہیں اور بیش بہا قیمت ٹوپیاں خریدی ہیں تو نوکر کے پاس بھی اپنی حیثیت کا ۳ شلنگ والا سوٹ اور اُسکے مناسب حال ٹوپیاں موجود ہیں جنکی طرز میں بادی النظر میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اگر مالک دو پاؤنڈ خرچ کرکے ٹھیٹھر دیکھنے جاتا ہے اور تاج اور اپنے طبقہ کی دیگر تقریبات سے حظ اُٹھاتا ہے تو خدمتگار بھی اسی نمونہ اور اُسی طرز پر اپنی حیثیت کی سوسائیٹی میں مطف زندگی حاصل کرتا ہے اور کسی طرح اپنے مالک سے کم نہیں ہے۔ کھاتے وقت دونوں نیز کرسی پر بیٹھتے ہیں اور دونوں کے دسترخوان پر اتوار کے ڈنر میں روسٹ بیف Roast Beef (بھنا ہوا گائے کا گوشت) اور ٹارٹ پڈنگ Tart & Pudding (ایک قسم کی کھیر) دکھائی دیتی ہے۔ اخبارات کا مطالعہ بھی ذکر کرتا ہے مگر دو پیسے سے زیادہ خرچ نہیں کرتا اور اگر بالکل غریب ہے تو لائبریری میں جاکر مفت پڑھ آتا ہے۔ دونوں معاملات ملکی میں اپنی اپنی رائے رکھتے ہیں اور واقعات اور اخبارات عام کو دلچسپی کے ساتھ دیکھتے اور اُنپر بحث کرتے ہیں۔

یہی تمثیل اُس ملک کے ہر چھوٹے بڑے پر صادق آتی ہے خواہ وہ غریب کسان ہو یا علو مرتبہ زمیندار معمولی بینک کا محرر ہو یا بڑا متمول تاجر۔ چھوٹا دستکار ہو یا اعلیٰ رتبہ کا لارڈ۔ پیادے کا سپاہی ہو یا وزیر اعظم جو کہ معمولی خانہ نشین بیکار مزدور تک اپنی حالت میں کسی سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح اُس قوم کے مختلف افراد اپنے اپنے علیحدہ گروہوں کے دائروں میں باہم ملتے جلتے نظر آتے ہیں گو اُنکی سوسائیٹی ایک دوسرے سے الگ ہے اور ہر ایک کا اپنا جدا دائرہ ہے لیکن سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ایک ہی روشنی سب پر پڑ رہی ہے۔ خواہ کسی پر کم پڑتی ہو اور کسی پر زیادہ۔ ہر شخص ایک ہی ذہن میں ہے اور سب کے سب ایک ہی مرکز معینہ کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ اسی کا نام یکجہتی معاشرت ہے سچا اتفاق و اتحاد اور یکسوئی خیال اُسکے مفید نتائج ہیں۔

ہماری قوم کو اس مثال سے سبق اور نتیجہ حاصل کرنا چاہیے اور سعی کرنا چاہیے کہ ایسا ہی اتحاد اُنمین پیدا ہوجائے جسکا قدرتی نتیجہ ترقی تمدن اور فلاح حال پر منعکس ہوکر زندگی کے تمام ادبار اور بدحالی کو دور کردیگا۔ مین اوپر لکھ چکا ہون کہ یہ سمجھ لینا کہ محض مغربی تعلیم دلا دینا کافی ہے اور یہی دوا تمام امراض کا علاج کردیگی سخت غلطی ہے اور اپنے آپ کو دھوکے مین ڈالنا ہے۔ تعلیم کتابوں پر منحصر نہین ہے بلکہ اسکا انحصار نتیجہ خیز مشاہدات۔ پاکیزہ محسوسات اور انکی غیر تعصبانہ اتباع اور معیار حسنہ کی دانشمندانہ تقلید پر ہے۔ عوام الناس کی زندگی مین انقلابات پیدا کرنے کے لیے حب قومی۔ فائدہ رسانی کا سچا اور مضبوط ارادہ اور اپنے اصول حسنہ پر مستقل مزاجی کے ساتھ قائم رہنے والی صفات کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہین بہت سی نئی تہذیب کے روشن خیال اور یورپ کی تعلیم سے بہرہ مند حضرات کو اس آخرالذکر صفت کے موجود نہونے کی وجہ سے اپنے مشن مین پوری کامیابی نہین ہوسکی ہے۔ گو انھون نے اپنے چند خاندانون کی حالت کی ایک حد تک اصلاح کرلی ہو مگر عام سوسائیٹی کے پرانی تعلیم و تربیت یافتہ لوگون کو فائدہ پہونچانے سے قاصر رہے ہین اسلیے درستی انتظام و تربیت عامہ مین کوئی مفید اصلاح نہین کرسکے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ سوسائیٹی کے سامنے کوئی ایسا دلپذیر اور پسندیدہ معیار نہین پیش کیا گیا جسکی تقلید پر اوسکی طبیعت آپ سے آپ مائل ہوجاتی۔ بخلاف اسکے گروہ مہذب نے خود غرضی سے صرف اپنی ذات کے لیے چند طریقے مشرقی و مغربی تہذیب سے ماخوذ کرکے بلا اسکے کہ عوام سے اس باب مین رائے لیجاتی محض خود مختارانہ طریقہ پر اپنی پسند کے موافق ایک خاص طرز معاشرت اختیار کرلیا جسے نہ تو قبولیت عام کا تمغہ مل سکا اور نہ جسکا مجموعی حیثیت سے عوام پر کوئی عمدہ اثر مترتب ہوسکا۔

ایسے مصلحان قوم کو لازم تھا کہ عوام کو اپنی جانب مائل کرنے کی کوشش کرتے اور اس کوشش مین مستعدی اور فراست سے کام لیتے اور اُنکے تعصبات کو نفرت سے نہ دیکھتے اور خود اپنی ذات کو ایک قابل تقلید نمونہ بناتے جو نہ تو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا اور نہ زمانہ جدید کی حالت سے متباین ہوتا یعنے ایک ایسا معیار پسندیدہ قوم کے سامنے پیش کرتے جسکی پیروی اور تقلید مین کسی کو اعتراض نہوتا اور ایسا نہوتا جیسا کہ آجکل ہر شخص اپنے اپنے علیحدہ طریقہ پر بھٹکتا نظر آتا ہے بلکہ اُنکے سامنے ایک ایسی شاہراہ کھل جاتی جسپر چلنے سے اتحاد قومی و ملی کے ساتھ ساتھ خیالات و معاشرت مین یکجہتی پیدا ہوتی اور سب کے سب انقلاب حال کے پل صراط کو بے دغدغہ عبور کرتے۔

اس اصلاح کے ساتھ ہی معاشرت و اخلاق کے وہ مسائل بھی قابل لحاظ ہین جنکی پیروی

بدرجہ اولیٰ ہر شخص پر لازم ہے اور جس سے افسوس کہ ہماری قوم بالکل بے بہرہ معلوم ہوتی ہے۔ پرائی تربیت و تعلیم سے اس بارہ مین بھی ہمین زیادہ مدد نہین ملتی کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ اکثر وہی لوگ جنھین اپنی دینی تعلیم پر ناز ہے جو فقہ و حدیث سے خوب واقف ہین۔ اخلاق محسنی۔ اخلاق جلالی۔ گلستان اور بوستان سب چاٹے بیٹھے ہین اور صوم و صلوٰۃ کے بھی سخت پابند ہین اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہے ہین۔ زیادہ تر اُنھین کے لیے سخت ضرورت ہے کہ تہذیب معاشرت کے سبق سیکھین اور سکھائین اور دنیا مین زندگی بسر کرنے کے آداب سے واقف ہون۔

محض کسی کتاب کا پڑھ لینا خواہ وہ علوم جدیدہ کی ہو یا قدیمہ کی کارآمد نہین۔ حتیٰ کہ محض مذہبی کتب کا پڑھ لینا بھی کافی نہین۔ علم کے ساتھ عمل چاہیے۔ عمدہ صحبت چاہیے اخلاق حسنہ کی حقیقی پیروی چاہیے۔ مذہب کی سچی تقلید بھی اُسی وقت ہوگی۔ مگر ایسے بہت سے لوگ نظر آتے ہونگے جو صوم صلوٰۃ کے ترک پر تو کافر بناتے پھرتے ہین مگر کسی کو جھوٹ بولنے۔ دغا کرنے اور منافقت سے باز رہنے سے منع نہین کرتے۔ افسوس کہ اُنکی نظر نہ ظاہر پر ہے نہ باطن پر اور نہ اپنے مذہب کی پیروی کرتے ہین اور نہ اُس سے درحقیقت متنفر ہین بلکہ اپنے نفس کے بندے ہین جو اپنی طبیعت کو بُری نہین معلوم ہوتی وہی سب کچھ ہے۔ نفسانیت کا یہ زور ہے کہ کوئی شخص بھی صفائی باطن سے کبھی اپنی اور اپنے بھائیون کی اصلاح کا خیال نہین کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ نہ خیالات مین یکسوئی ہے اور نہ معاشرت مین۔ اصلاح معاشرت کو ترقی تعلیم اور تمول قومی کے دوش بدوش چلنا چاہیے۔ یہ ضرور ہے کہ حالات موجودہ اخراجات زندگی کو افزون کردینگے جسے ایک گروہ آسانی سے اُٹھا سکے گا مگر عوام بغیر ترقی اسباب دولت کے برداشت نہ کر سکینگے اسلیے تعلیم صنائع و فنون و تجارت وغیرہ کو بھی ترقی کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھنا چاہیے اور اس جانب جدوجہد سے ہرگز غافل نہ رہنا چاہیے

ہمین سوشل ریفارم کو اب ایک دوسرے رخ سے بھی دیکھنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ہماری حکمران ایک ایسی قوم ہے جسکو اپنی تہذیب و معاشرت پر بڑا ناز ہے اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اُسکا یہ ناز بہت سی باتون کے لحاظ سے بالکل بجا ہے مگر اسکے ساتھ اُسکے دل مین مشرقی قومون کی طرف سے ایک قدرتی تعصب پیدا ہوگیا ہے جسکی وجہ سے وہ اُنکو اپنے سے کمتر اور حقیر تصور کرتی ہے اور اُنکے عادات و اطوار کو مضحکہ اور تمسخر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اسلیے اُنسے الگ تھلگ رہنا پسند کرتی ہے کپلنگ کا یہ شعر اوسکے پیش نظر رہتا ہے۔

"شرق شرق ہے اور غرب غرب۔ اور دونون ایک دوسرے سے کبھی نہ مل سکین گے"

اب کیا یہ حالت حاکم محکوم دونون کے لیے انتہا درجہ کی مضر نہین ہے؟ کیا یہ باہمی اجنبیت اور دوری آپس کی غلط فہمیون کا سبب ہو کر بہت سے خراب نتیجے جو ملک کی بہبودی کے لیے سخت نقصان رسان ہین پیدا نہین کرتی؟ اور آئندہ بھی کیا اس سے ضرر پہونچنے کا اندیشہ نہین ہے؟ میرے خیال مین دونون کا یہ فرض ہے کہ اس اندیشہ کی پوری اہمیت کو سمجھکر ایک دوسرے سے میل جول شروع کرین اور ہمپر لازم ہے کہ پہلے اپنے قدم آگے بڑہائین۔ یہ مانا کہ ایک عرصہ دراز تک یہ امر ناممکن ہے کہ ہماری سوسائٹی مغرب کی تہذیب سے اثر پذیر ہو کر اُسکی طرح متمدن ہو جائے تاہم چند اصلاحات ضروری اور مناسب حال سوسائٹی کو ایسے پایہ تک پہونچا سکتی ہین کہ کم سے کم وہ نشانۂ تضحیک اور ہدف مذلت بننے سے محفوظ رہے۔ اور یہی نہین کہ مغربی قومین ہمین قدر کی نگاہ سے دیکھنے پر مجبور ہون بلکہ ہماری ستھری اور پاکیزہ سوسائٹی سے اپنے لیے سبق حاصل کرین اور اسمین شامل ہونے کو اپنا فخر سمجھین نہ کہ عزت بخشی اور بندہ پروری جیسا کہ آجکل دیکھنے مین آتا ہے۔

اس قسم کے مضامین پر قلم اُٹھاتے وقت یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق و آداب تہذیب جدیدہ پر بھی تھوڑی سی بحث کیجائے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہین اور کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی تعلیم یافتہ متمول اور نئے فیشن کا گرویدہ کیون نہو اگر اخلاق حسنہ سے بے بہرہ ہے تو شریف کہے جانے کے قابل نہین ہے۔ زمانہ حال کی سوسائٹی پر نظر ڈالتے وقت ہمارے سامنے چند مختلف گروہ پیش ہوتے ہین:-

(۱) پرانے اخلاق و آداب سے متصف لوگ۔ انکی تعداد افسوس ہے کہ دن بدن کم ہوتی جاتی ہے

(۲) پرانے طرز پر زندگی بسر کرنے والے مگر عمدہ اخلاق سے بے بہرہ۔ افسوس کہ انکی تعداد مین کمی نہین۔

(۳) نئے طرز اور فیشن کے شیدا مگر خراب عادت رکھنے والے اور نئی تہذیب کے آداب سے بے بہرہ۔ یہ بھی افسوس کہ بہت کثرت سے نظر آتے ہین۔

(۴) جنھون نے نئے اور پرانے دونون آداب کو پوری طرح سے نہ سمجھکر ایک کو دوسرے کے ساتھ بری طرح خلط ملط کر دیا ہے۔

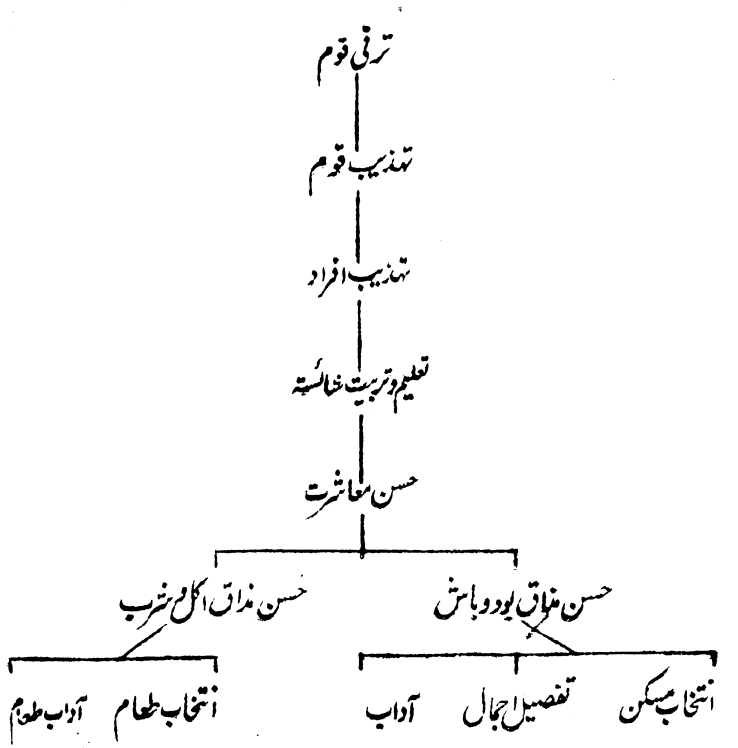
(۵) معدودے چند وہ لوگ جنھون نے "خذ ما صفا دع ما کدر" کے اصول پر عمل کیا ہے۔ انکی مثالین البتہ قابل تقلید ہین۔

یہ واضح رہے کہ مشرقی اور مغربی تمدن دونون کے قوانین آداب و اخلاق اصولاً ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہین ہین - مثلاً دروغ گوئی - بدچلنی - بے ایمانی اور اور طرح کی بہت سی باتین دونون مین مذموم سمجھی جاتی ہین اور دونون اس مسئلہ پر متفق ہین کہ شرافت کی صفت سے ایک دوسرے کا پاس عزت کرنا - بری باتون سے پرہیز کرنا - اچھی عادتون کو اختیار کرنا - بیدار طبع نہونا - غیور رہونا اور آئین آداب کا اپنی خود مختار اور رکجر طبائع کو تابع بنانا مہذب اقوام کا شعار ہونا چاہیے - یعنی معیار تہذیب و شرافت دونون کا یہی ہے - اگر اپنی ذات پر اس قسم کی پابندیان لازم کیجائینگی اور ہم حلقۂ تہذیب کو توڑ کر باہر نکل جائین گے تو تمام شیرازہ درہم و برہم ہوجائیگا اور انسان اپنی سالہا سال کی حاصل کی ہوئی صفات سے معرا ہوکر قدیم اور وحشی حالت پر لوٹ جائیگا

غرضکہ اصولاً دونون قومین ان مسائل کو مانتی ہین لیکن موجودہ طرز معاشرت کو دیکھکر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یا تو لوگ ان پرانے مہذب اصولون کو بھول گئے ہین یا مذموم رسم و رواج نے دخل پاکر انکو اسقدر بدل دیا ہے کہ بہت سے نقائص و عیوب پیدا ہوگئے ہین جنکی اصلاح ضروری ہے مگر یہ ضروری نہین کہ انکی اصلاح مغربی معیار آداب ہی پر ہو - البتہ اگر وہ تمام مقامی اور قومی خصوصیات کو نظر مین رکھکر عمدہ اور مناسب حال معلوم ہون تو کوئی وجہ نہین کہ ہم بے تعصبی کے ساتھ اُن کو اختیار نہ کرین یا اُنکے قبول کرنے مین پس و پیش کرین - لیکن ساتھ ہی اسکے اندھون کی طرح تقلید بھی نہ کرین اور یاد رکھین کہ بہت سی خوبیان ہمارے یہان ایسی موجود ہین جنکو حاصل کرنے کی یورپ کوشش کر رہا ہے اور مذہب اسلام کی مبارک تعلیم ہماری زندگی کے لیے ایسی رہنما ہے کہ اگر ہم سکو سمجھتے اور کاربند ہوتے تو آج کسی کو رونے کا موقع نہ ملتا -

اس طول طویل تمہید کے لیے ناظرین مجھے معاف فرمائین - بنظر اختصار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تمہید کے اختتام پر نفس مضمون کی وضاحت کے لیے ایک شجرہ پیش کیا جائے تاکہ میرا مافی الضمیر ناظرین کے پوری طرح ذہن نشین ہوجائے اور سمجھنے مین آسانی ہو - یہ ملحوظ رہے کہ معاشرت کے کن پہلوؤن سے ابتدا کی گئی ہے اور کس طرح ترقی قومی کے درجۂ اعلیٰ پر پہونچنے کی کوشش کی گئی ہے اور نیز یہ کہ ایک درجہ کو دوسرے کے ساتھ کس طرح نسبت لازم و ملزوم حاصل ہے -

شجرہ حسب ذیل ہے -



ڈاکٹر

حُبِ شوہر

اک بیل کو دیکھ کر شجر پر
پوچھا اُس سے یہ مین نے جاکر

کیا اسکا سبب ہے یہ بتا تو
لپٹی ہوئی کس لیے ہے اسپر

منت کشِ غیر کیون ہوئی ہے
چلتی نہین اپنے زور بل پر

احسان لیا ہے دوسرے کا
احمق نادان ہے سراسر

جب بیخ جدا تنا جدا ہے
ہو تو بھی رواں الگ زمین پر

نازک ہے حسین بھی ہے تو بیل
یہ تیری روش نہین ہے بہتر

جب بیل نے یہ سُنی ملامت
کہنے لگی اے حسین دخمہ

اے میری شریف پیاری لڑکی — اس کا الزام رکھ نہ مجھ پر
واقف نہیں اصل واقعہ سے — ظاہر نہیں راز اس کا تجھ پر
قابل ہوئی جب میں پھیلنے کے — لپٹا دیا مجھکو اس شجر پر
رشتہ کیا جس نے میرا قائم — تیرا ہی تو تھا کوئی برادر
قائم جب ہو گیا تعلق — ہو جاؤں جدا میں اُس سے کیونکر
اب فرض ہوا نباہ کرنا — کس طرح جدا ہوں ساتھ رہکر
جھیلیں گے جو آفتیں پڑینگی — بجلی جو گری جلیں گے مل کر
طوفان ہوا کے تند جھونکے — دونوں کو سہائیں گے برابر
ہمدم ہے مرا میں اُسکی دمساز — عاشق ہے ہر ایک دوسرے پر
وہ مجھ سے ہے خوش میں اُس سے خوش — ہیں عیش کے دن ہمیں میسر
باہم ہے جو رشتۂ محبت — کچھ بار نہیں ہے میرا اُس پر
کرتی ہوں دعا خدا سے ہر دم — لپٹی رہوں تا حیات اسپر
کرتی ہوں تجھے بھی میں نصیحت — ہو عقد ترا جو پاسے شوہر
ساتھ اُسکے اسی طرح بسر کر — لپٹی ہوں میں جس طرح شجر پر
ہو عہد وفا کا پاس تجھکو — ہرگز نہ جدا ہو اُس سے ملکر
نو عمر بسر ہنسی خوشی سے — بھولے سے بھی دل نہ ہو مکدر
ہمدرد رہوں ایک دوسرے کے — جھیلیں تکلیف دونوں مل کر

بیشک ہے وہ قابل ستایش
جس زن کے ہو دل میں حب شوہر

محمد اصغر اصغر وارثی

اصحاب ذیل کا شکریہ اُس توجہ و امداد کے لیے کیا جاتا ہے جو صاحبان موصوف نے الناظر کی توسیع اشاعت کے متعلق وقتاً فوقتاً ظاہر کی ہے۔ مس عطیہ فیضی۔ زہرا خانم صاحبہ۔ ایس بی بنت سید محمد شاہ۔ مولانا سید علی حیدر طباطبائی نظم۔ منشی احمد علی شوق قدوائی۔ منشی نسیم بھوپالی۔ مولوی سید ظہیر الدین احمد۔ شیخ مشیر حسین قدوائی۔ منشی رشید احمد ارشد۔ حکیم محبوب حسن۔ منشی محمود حسن۔ شیخ عبد الحکیم بسمل۔ شیخ اشتیاق علی۔ منشی ابرار حسین بی اے۔ مفتی احسان الحق۔ مولوی بدر الدین احمد بی اے۔ منشی سید حسن رضا۔

طبع شدہ مطبع محمدی۔ فتح محمد سوداگر۔ مولوی فاضل۔ مولوی محمد عبد الرحمن صاحب مولوی فاضل۔ مولوی محمد عبد الرحمن صاحب

حزنیہ

افسوس کہ ہمارے شہر کے معزز رکن ہندوستان کے طبیبون کے سرخیل اور فن طب کے مقدمۃ الجیش حکیم عبدالعزیز نے ۱۱ اکتوبر روز پنجشنبہ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون طب یونانی (جو دراصل طب اسلامی کہے جانے کی مستحق ہی) کو اس زمانہ مین جن بزرگون پر فخر و ناز ہو سکتا تھا انمین مرحوم کی ذات مبارک بلاشبہ سب سے اعلیٰ مقام پر تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بقول علامہ شبلی نعمانی ایسے زمانہ مین جبکہ ایک طرف تمام علوم مشرقی کی کساد بازاری ہو چکی ہی اور قدیم علوم کے جاننے والون کو خود اہل ملک نہایت بے وقعتی کی نظر سے دیکھنے لگے ہین اور دوسری طرف فن ڈاکٹری کو انکشافات و ترقیات جدیدہ اور طرح طرح کے آلات سے مسلح ہونے کے علاوہ حکام والا تبار کی نگاہ توجہ کا آب حیات بھی میسر ہے یہ امر نہایت تعجب۔ مسرت اور فخر کے قابل ہے کہ طب یونانی صرف ڈاکٹری کے مقابلہ مین ذلیل و خوار نہین ہے بلکہ واقعات اور تجربہ اس بات کو روز روشن کی طرح ظاہر کر رہا ہے کہ باوجود ادویہ کے خراب انتظام اور آلات کے فقدان کے فن ڈاکٹری کی وہ پوری مدمقابل ہے بلکہ بسا اوقات اُس سے افضل و اعلےٰ ثابت ہوئی ہے اور طب یونانی کی اس عظمت کو قائم رکھنے کے لیے بلاشبہ حکیم عبدالعزیز کا نام اس فن شریف کی تاریخ مین ہمیشہ نہایت جلی حروف مین ثبت رہے گا۔

حکیم صاحب مرحوم کی ذات پر صرف لکھنؤ ہی کو ناز کرنے کا موقع نہ تھا بلکہ سارا ہندوستان بجا طور پر اُنکے تبحر علمی پر فخر کر سکتا تھا کیونکہ ایسے لوگون کی زندگی جنکے چشمۂ فیض سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہو کوئی مقامی زندگی نہین بلکہ دراصل وہ بمنزلہ ایک قومی اور ملکی انسٹیٹیوشن کے ہے۔ ہمارے ملک مین جہان بدقسمتی سے تبحر علمی کا روز بروز فقدان ہوتا جاتا ہے وہان ہماری بدبختی سے جو چند باکمال اصحاب موجود تھے اُنسے بھی دنیا خالی ہوتی جاتی ہے اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہوگا کہ مرحوم کے قبل از وقت انتقال سے فن طب کا قصر عالی مسمار و منہدم ہو کر رہگیا۔

ہمین معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مرحوم کی اعلیٰ علمی قابلیت اور کثیر فیض عام کا اثر یہ ہوگیا تھا کہ گورنمنٹ اُنکا اعتراف ایک پرمعنی اور بلند پایہ خطاب کی صورت مین کرنا ضروری جانتی تھی اور اس مبارک کام کے لیے دربار شاہی کا مسعود موقع تجویز کیا گیا تھا۔

آسمان طب پر ایسے باکمال شخص کے اُٹھ جانے سے سردست جو اندھیرا سا چھا گیا ہے اُسکو رفع کرنے والی اگر کوئی روشنی ہو سکتی ہے تو ایک یہی شمع امید۔ کہ اُن کے صاحبزادگان جناب حکیم عبدالرشید و

جناب حکیم عبدالحمید کو بھی اپنے فن سے وہی محبت و شوق ہے جو جناب مرحوم کے فضل و کمال کو اعلےٰ منزلت پر پہونچانے مین ممیز اور تازیانہ کا کام دیتا رہا ہے۔

ہمین مرحوم کے اعزا و احباب سے عموماً اور اُنکے صاحبزادگان سے خصوصاً نہایت سچی ہمدردی ہے اور ہم اس موقع پر اپنے دلی حُزن و ملال کا اظہار کرتے ہوے جناب حکیم عبدالرشید و جناب حکیم عبدالحمید کی خدمت مین یہ عرض کیے بغیر نہین رہ سکتے کہ حکیم صاحب مرحوم کے کثیر التعداد مداحین اور اس فن شریف کے تمام سچے ہی خواہون کی نظرین اُنپر جمی ہوئی ہین اور آیندہ کی تمام امیدین اُنکی ذات سے وابستہ ہین۔

سلطنت مغلیہ کے چراغ گل ہوتے ہی فارسی زبان کا بازار سرد پڑ گیا۔ اور جو زبان کبھی ہندوستان کی عدالتی اور علمی زبان ہونے کا شرف رکھتی تھی آج اُسکی حالت زبون یہ ہے کہ آشنایان مذاق فارسی کی تعداد انگلیون پر شمار ہو سکتی ہے فارسی زبان مین شعر کہنے والے اگرچہ اب بھی تھوڑے بہت نکلین گے لیکن قدر دانون کی کمی سے رفتہ رفتہ یہ حالت ہوئی ہے کہ اُستادان فن مین سنجر عزیز اور گرامی کے سوا کسی کا نام نہین لیا جا سکتا۔

یہ خبر نہایت رنج کے ساتھ سُنی جائے گی کہ آغا کمال الدین سنجر جنکے کمال کی شہرت ہندوستان بھر مین پھیلی ہوئی ہے اور جنکے کلام کی لذت سے ناظرین الناظر کو بھی بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملا ہے رہگراے عالم بقا ہوے۔ مرحوم عرصہ سے فیاض والی رامپور کے دربار مین رہتے تھے اور جب کبھی لکھنؤ تشریف لاتے تو ہمین بھی اونکی زیارت کا شرف ضرور حاصل ہوتا۔

ہمین اُنکے بے وقت انتقال سے سخت صدمہ ہوا اور اُنکے پس ماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔

اکتوبر کے الناظر مین صفحہ ۱۵ سطر ۵ مین لکھا ہوا ہے:-

"میری مرضی کے مطابق میرے محترم دوست ملک معظم کے ایما سے لخت جگر م
میر عثمان علیخان بہادر بہت وقت سے تخت نشین کئے گئے"

اس عبارت کی صحت کر کے یون پڑھنا چاہیے۔

"میری مرضی کے مطابق برخوردار میر عثمان علیخان بہادر تخت نشین ہوے"

۲۰ اکتوبر کو علیا حضرت جناب بیگم صاحبہ بھوپال اپنے سفر یورپ سے واپس تشریف لائیں۔ ہم اپنی اُس عقیدت و ارادت کی بنا پر جو حضور عالیہ کے کارنامہ ہائے عظمت سے نہایت مخلصانہ طور پر وابستہ ہے اس موقع پر عرض مبارک باد کرتے ہیں۔

سفر کی صعوبتیں۔ دشواریاں اور مشکلات زمانہ موجودہ کی ترقیوں کی بدولت اگرچہ بمقدار کم ہوگئی ہیں کہ بنظر لفظی کے سمجھنا چاہیے لیکن ایک رئیس کا سفر خصوصاً جبکہ وہ صنف نازک سے تعلق رکھتی اور اسلامی اصول کے مطابق پردہ کی سخت پابندی کرتی ہوں ظاہر ہے کہ آسانیوں اور راحتوں کا مرادف کسی صورت سے نہیں ہو سکتا۔

علیا حضرت نے اپنے اس طویل سفر یورپ میں جن جن دشواریوں اور نکایف کا برداشت اور مقابلہ کیا ہوگا اُنکی تفصیلی کیفیت کی تو اس مختصر میں گنجائش نہیں ہو سکتی لیکن اگر ہم حضرت کسی ایک حالت کا اندازہ کر سکیں تو اُنکی ہمت بلند۔ استقلال مزاج اور بزرگی مقصد کی تزائی بخوبی میں اور ہر ایک کا نہایت پر شور ہو جانا یقینی ہے۔

یورپ کے کثیر التعداد اخباروں کے بے شمار نامہ نگاروں نے ایک طرف اور جانب لیسٹر کے ہجوم و انبوہ نے دوسری طرف جب سرکار عالیہ کے کسی اقامت گاہ اس امید و آرزو میں ہی نہ کیا ہوگا کہ جس قدر اور جس قسم کے اخبار علیا حضرت اور اُنکے ہمراہیوں کے متعلق معلوم ہو سکیں حاصل کیے جائیں تو یقیناً خاتون ہند کی سلسلہ سرداری کو اس سخت مشکل سے وہ ہر آمد ہونے اور لیڈی سے کیفیات و حالات کے ان مجنونوں کی تمنا دل کو برلانے میں سخت زحمت اٹھانا پڑی ہے

چنانچہ حضور عالیہ کے دوران قیام یورپ میں انگریزی اخبارات کے ذریعہ سے جو مختصر حالات ہم تک پہونچے وہ ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضور عالیہ کی ذات ہمایوں مسلمات طبقہ النسوان کے لیے عموماً اور خواتین ہند کے لیے خصوصاً اپنی اعلیٰ منزلت۔ دریا دلی۔ ہمدردی اور سچی اسلامی اسپرٹ کی وجہ سے موجب افتخار اور سرمایہ ناز ہے اُسی طرح علیا حضرت کا یہ سفر ہمارے ملک کے تمام رئیسوں۔ امیروں اور دولتمندوں کے لیے قابل رشک و تقلید اور سبب تحریک ہمت افزائی ہونا چاہیے۔

اگر تمام اسلامی ریاستوں کے فرمان روا ہوشمندی روشن ضمیری۔ فراخ حوصلگی۔ جوان ہمتی وسیع الخیالی اور اخوت قومی کی ایسی ہی زرین مثالیں پیش کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً تھوڑی ہی مدت میں ہماری قوم کی جمیع اخلاقی نہایت بلند ہو جائے اور مصیبت۔ ذلت اور رسوائی کی ساری

کلفتین دور ہو جائین۔

شہر بھوپال مین کچھ عرصہ سے طاعون کی بہت شدت ہے۔ چھوٹے سے شہر کے لیے ڈیڑھ دو سو اموات روزانہ کا اوسط بہت زیادہ ہے اس تباہی کے عالم مین دارالخلافہ مین حضور عالیہ کے ورود مسعود کے موقع پر بہت کچھ اظہار مسرت وشادمانی کے سامان ہوتے مگر رعایا پرور اور ہمدرد مجسم حکمران کے دل مین اپنے حلقہ بگوشون اور ہواخواہون کی جو محبت ہے اور انکی الم ناک پریشانیون نے اُنکے سراپا درد دل پر جو اثر کیا اُسکا تقاضا یہ تھا کہ عالیا حضرت نے اس قسم کی تمام خواہشات کو رد کر دیا اور خاموشی کے ساتھ اپنے دارالخلافہ کو تشریف لے آئین۔

ایک ایسے وقت مین جبکہ بازار موت گرم ہو اور بقول بعض قبرستانون مین ہر روز نت میلا لگا رہتا ہو عموماً چھوٹے بڑے سب بھاگ کر جان بچانے کی فکر کرتے ہین۔ چنانچہ سرکار عالیہ نے اپنے تمام عمال کو اجازت عام عطا فرمادی ہے کہ جو جہان مناسب سمجھے چلا جاے اور وہین بیٹھکر اپنی تنخواہین اور دراماہے وصول کرے۔ رعایا کی محبت اور ملازمین کی دلسوزی کی یہ علمی مثال ایک طرف اور حضور معدوحہ کے اختیار نفس۔ شجاعت اور استقلال مزاج کا یہ ثبوت کہ بلا اکراہ مبنی سے سیدھے دارالخلافہ مین تشریف لائین دوسری طرف ایسی عدیم النظیر اور فقید المثال کیفیتین ہین کہ ہمارا ہر تار نفس حضور کی مدحت سرائی اور قصیدہ خوانی کے راگ الاپتا اور تحسین و آفرین کے نغمہ سناتا ہے۔

خدا ایسی برگزیدہ خاتون کو دنیاے اسلام کے سر پر تا بدیر قائم رکھے اور اس عالم فانی کے ازخود رفتہ اور بیراہہ رو بندگان نفس کو اس مبارک ترین ہستی کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین حاصل کرنے کی ہمت دے۔

ہمارے کرم فرما حکیم سید شمس اللہ قادری کے رشحات قلم سے ہر ماہ الناظر کے اوراق مزین ہوتے رہتے ہین حکیم صاحب موصوف اُن چند نوجوانون مین ہین جنکی اوقات کا بیشتر حصہ علمی و ادبی انہماک مین صرف ہوتا ہے الناظر کے سوا اردو کے دوسرے ادبی رسالے بھی اُنکی جولانی قلم کے ممنون منت ہین۔ آجکل جناب ممدوح سلطنت آصفی کی ایک مفصل اور مبسوط تاریخ کی انضباط و تحریر مین مشغول ہین اور آپ کو تاریخ سے عموماً اور تحقیق و تلاش حالات سے خصوصاً جو دلچسپی ہے وہ اس بات کی پوری کفیل ہے کہ آپ کی یہ تصنیف تاریخ و محققانہ جستجو کا اعلےٰ نمونہ ہوگی۔ ہم بڑی بیچینی سے کتاب کے تیار ہو کر شایع ہونے کا انتظار کر رہے ہین۔

صرف ایک پیسہ

کا

کارڈ لکھکر اگر آپ پچاس ۵۰ صفحہ کا ایک نہایت دلچسپ

اچھوتا، اور دل کو بیقرار کرنیوالا ناول پڑھنا چاہتے ہین۔ تو

جنرل نیجر دی فسانہ ایجنسی لاہور

کو اپنا پتہ بھجوا دین۔ وہ زبردست اخلاقی ناول جسے

بچے اور مستورات بلا تکلف مطالعہ کر سکتے ہین

آپکی خدمت مین مفت حاضر ہوگا۔ اور ساتھ ہی آپ کو

ایک جدید لٹریری اسکیم

کا حال معلوم ہوگا۔ جو لاہور کے چند معزز اور لٹریری آدمیون

کے اہتمام مین معقول سرمایہ سے قائم ہوئی ہے۔

نوٹ ۱۹۱۱ء کے مد

تمدن

جسمین سید سجاد حیدر صاحب بی اے کا سفر نامہ استنبول شائع ہو رہا ہے یہ ۲۰۰ صفحہ کا با تصویر بہترین رسالہ جسنے شائع ہوتے ہی تمام ہندوستان مین دھوم مچادی اور جسمین ملک و قوم کے منتخب اہل قلم مضمون لکھ رہے ہین مولوی محمد عبدالراشد صاحب الخیری اور شیخ محمد اکرام صاحب کی ایڈیٹری سے نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی ٹائٹل تصویر غرض ہر اعتبار سے رسالہ اس قابل ہے کہ حامیان حقوق نسوان اور زبان اردو کے قدردان اس کا مطالعہ کرین جن بزرگان قوم کے مضامین ابتک شائع ہوے انکے اسم گرامی:-

شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی پروفیسر مرزا محمد سعید صاحب ایم اے۔ پروفیسر مشتاق احمد صاحب زاہدی بی اے۔ مولوی مفتی انوار الحق صاحب ایم اے مولوی جواد علیخان صاحب عالی ندوی۔ سید محمد مستحسن صاحب زیدی بی اے۔ مولوی سید اشرف حسین صاحب بی اے۔ سید سجاد حیدر صاحب بی اے۔ شمس العلما پروفیسر مرزا موسیٰ صاحب کوثر شیرازی۔ خالہ بہادر مولانا شاد صاحب عظیم آبادی۔

منیجر عصمت و تمدن دہلی

دلگداز! دلگداز!! دلگداز!!!

۱۸۹۸ء سے مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کی ایڈیٹری مین نکل رہا ہے۔ مضامین نہین تیر و نشتر یا کسی چشم فتان کی نگاہ ناز ہین جو دل مین اُترتی اور دل ہی مین رہجاتی ہے۔ اب صرف اعلےٰ درجہ کے ادبی و تاریخی مضامین ہوتے ہین ختم سال پر مولانا شرر کا ایک مکمل و مرتب ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جایا کریگا۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) سالانہ معہ محصول ڈاک۔ نمونہ اگر ٹکٹ نہ آئے تو بیرنگ روانہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو حضرات نہ پہونچنے کی شکایت کرکے سابق کے پرچے طلب فرمائینگے انکو بھی اطمینان کے لیے دو نمبر بیرنگ بھیجے جاتے ہین۔

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنؤ کرٹہ بزن بیگ خان

النا ظر بک ایجنسی

فلاور ملز لکھنؤ

المامون ہر دو حصہ - مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت فی جلد عہ

ایک نادان خدا پرست اور دانا دنیادار کی کہانی مصنفہ سر سید مرحوم لڑکون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل۔ اسکے پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اصلی نیکی کسکو کہتے ہین قیمت فی جلد ۱

مرزا چھوپا - علیگڈھ کالج کے متعلق سید سجاد حیدر بی اے کی ایک مزیدار نظم قیمت ۱

نبی جی کی خوشی - ایک زنانہ میلاد شریف قیمت ۱

اردو لشکر - ایک ترکیب بند اردو کی سرگزشت خود اردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین دربان پاکیزہ قیمت ۴ر

اطلاع

رسالہ البرہان جسمین اسلام کی حقیقت و حقیقت۔ اسکی سچی تعلیم۔ حقیقت و ضرورت نبوت تعلیم انبیاء۔ اُنکے علوم و فضائل و کمالات۔ اُنکا طریق تعلیم بالخصوص آنحضرت صلعم اور اُنکے اوصیاء کرام علیہم السلام کے علوم و کمالات۔ اُنکا طریق ہدایت اور اخلاق حسنہ۔ دیگر جملہ اصول اسلام اتفاق و اتحاد کی ضرورت۔ اسلام کے برخلاف جملہ ایرادات و اعتراضات کا رد جدید انکشافات۔ اصول تمدن وغیرہ وغیرہ مطالب پر براہین عقلیہ سے مع مطابقت بآیات و احادیث بحث کیجاتی ہے۔ اور اسمین بڑے بڑے علماء و فضلاء و گریجویٹ صاحبان کے اعلیٰ اور مفید مضامین درج ہوتے ہین۔ ہر انگریزی مہینہ مین ایک دفعہ بازار مکیمان لاہور سے شائع ہوتا ہے یہ اپنی وضع کا بیمثل رسالہ ہے اُسکی خوبی دیکھنے ہی پر موقوف ہے۔ اہل علم نے جیسی اسکی قدر کی ہے قابل رشک ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ عام سالانہ قیمت عہ کرنی پیشگی ہے۔

تحفۃ الاتقیاء یعنی فخر العلماء والفقہاء جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب تنزیہ الانبیاء کا **اردو** ترجمہ کتاب مذکور **خطبتہ الانبیاء** کا جواب ہے۔ جسکے مصنف نے جملہ انبیاء پر تہمت و الزام لگانے و ایرادات و اعتراضات کرنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا حضرت آدم سے لیکر جناب خاتم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اکثر انبیاء علیہ السلام پر بیحد اعتراضات کیے ہین سید علیہ الرحمہ نے عصمت انبیاء پر دلائل و براہین عقلیہ قائم کرنیکے بعد ہر ایک ایراد اور شبہے کا جواب نہایت خوش اسلوبی سے دیا ہے اور ہر ایک حیثیت سے بحث کی ہے اس کتاب کی قدر و منزلت دیکھنے ہی پر موقوف ہے اصل کتاب پر اور بھی بہت سی آیات و احادیث اور براہین کیطرف سے اضافہ کیگئی ہین اور بعض ضروری مقامات کی شرح بھی کیگئی ہے چونکہ سید علیہ الرحمہ نے اجمالاً بیان کیا تھا جس سے کتاب کی خوبی دوبالا ہوگئی ہے ہر مومن کے واسطے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ یہ کتاب دفتر البرہان لاہور سے عہ قیمت پر مل سکتی ہے۔

طریقۃ الصلوٰۃ جسمین جملہ واجب نمازون کے طریق اور اُنکے احکام کو اس طرز سے نہایت سلیس و بامحاورہ اُردو مین بیان کیا گیا ہے کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی بلا کسی کی امداد کے سیکھ سکتا ہے گویا یہ مختصر رسالہ اُستاد کا کام دیتا ہے نماز سیکھنے کے واسطے اس سے بہتر رسالہ دیکھنے مین نہین آیا۔ عہ قیمت پر دفتر البرہان سے طلب کرنا چاہیے۔

الہیۃ والاسلام:۔ اس کتاب مین ہیئت جدیدہ کو تعلیم اسلام کی موافق ثابت کیا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اسلام ان علوم کی تحقیق سے تیرہ سو برس قبل ان علوم کو بیان کر چکا ہے جو اسلام کی صداقت و حقیقت کی روشن دلیل ہے یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے اور اس مضمون کی پہلی کتاب ہے اسکا اردو مین ترجمہ زیر طبع ہے عنقریب دفتر البرہان سے شائع ہوگا۔

توحید القرآن:۔ مصنفہ جناب عمدۃ الاخیار فضل سبحانا مولوی سید محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل دام مجدہ۔ قرآنی توحید کے لیے بے بہا جواہرات کا خزانہ اپنی وضع کی بالکل نئی اور پہلی کتاب ہے جو حال ہی مین مطبع ناظم الہند لاہور مین طبع ہوئی ہے تقطیع ۲۰×۳۰ بر ۳۰۸ صفحہ عہ قیمت بالمحصول ڈاک پر دفتر البرہان و ناظم الہند لاہور مین سے مل سکتی ہے۔ **منیجر رسالہ البرہان لاہور**۔

محاربات صلیب

باب اول

(محاربات کی ابتدا ۱۰۹۶ء نہایت ۱۲۹۱ء)

دنیا کے وہ عظیم الشان واقعات جنکا اثر تاریخ عالم پر پڑتا ہے ایسا بہت کم ہوتا ہی کہ یکایک اور اچانک واقع ہوجائین - اُنکے مقدمات شاذ و نادر مخفی اور ہمارے علم سے باہر ہوتے ہین - جب ظہور واقعات ہوچکتا ہے اور اُنکے اسباب کی جستجو کی جاتی ہے تو بہت پہلے وہ کہین نہ کہین مضمر نظر آتے ہین - یہی حالت بلاشبہ اُن واقعات کی تھی جنکا اب ہم ذکر کرنے والے ہین اور جنکے ظہور سے چار سو برس پہلے اُنکے اسباب کی جھلک واقعات عالم کے افق مین نظر آتی ہے -

محاربات صلیب کی ابتدا اسلام کے عروج و ترقی کے دامن مین پوشیدہ نظر آتی ہے جبکہ یہ نیا مذہب بزور شمشیر[1] پھیلنا شروع ہوا تھا اور اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہین

[1] اسلام کے بزور شمشیر ترقی کرنے مین خود عیسائی مورخون مین اختلاف ہے - قدیم مسیحی مصنف یہی کہتے ہین لیکن زمانۂ حال کے مسیحیون نے کسی قدر رخ بدلا ہے اور کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر نہین پھیلا لیکن ہم

تمام اقوام مسیحی کو عالم سے نیست و نابود کردے یا کم سے کم اپنا مطیع و منقاد بنالے۔

اسلام کی تعلیم خاصۃً حصولِ فتوحات کی تعلیم تھی[۵۱] اور جو کامیابی اُسنے حاصل کی اسمین نہایت حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ تھوڑے ہی عرصہ مین مسلمانون کے جھنڈے قلب یورپ تک جا پہونچے اور تمام مسیحی دنیا حیبت و حیرت کی حالت مین جھکا لگا رہگئی اور اگر چارلس مارٹل کی نمایان فتح جس مین چار لاکھ مسلمانون کو ہزیمت ہوئی اُنکی رفتار مین حائل نہوجاتی تو بلاشک عیسایون کا وجود بظاہر اسباب معرض ہلاکت مین پڑجاتا[۵۲]

پس مشرق کی مسلمان اور مغرب کی برسے نام عیسائی قومین ایک دوسرے کے مقابل ایک عزم بالجزم کے ساتھ صف آرا ہوئین کہ معاملہ یکسو ہوجاے۔ آپسمین مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ اتہاے ساتوین صدی سے زمانہ جنگہاے صلیب تک مسیحیت اور اسلام مین سخت کشاکش رہی اور جب پیروان اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی سے اُسے خدشہ پیدا ہونے لگا تو اُسنے اپنے رقیب پر فتح حاصل کرکے اندلس کی چار دیواری کے اندر محدود کردیا۔ یہی نہین بلکہ برابر کوشش جاری رکھی کہ اس قطعہ یورپ مین بھی اسلام کے قدم ٹکنے نہ پائین۔

یہی تھا وہ باہمی تنازعہ جو منتہاے کمال پر پہونچکر محاربات صلیب کی صورت مین نمایان ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ ان دونون تمدنی اور مذہبی جماعتون کے باہم نزاع مین یہ زمانہ سب سے زیادہ نازک تھا جس زمانہ مین حروب صلیبیہ کی ابتدا ہوئی[۵۳] ایسے اسباب پیدا ہوگئے جنھون نے

نہ تفسیر کو اسلام سے مفصل کہہ سکتے ہین اور نہ مکمل۔ اعلاء کلمۃ اللہ مین بیشک اگر کسی نے مزاحمت کی ہے تو مصداق اس مثل کے کہ لاتون کے بھوت باتون سے نہین مانتے ضرور تلوار سے کام لینا پڑا ہے ۱۲ منہ ترجم [۵۱] اسلام کی تعلیم و ہدایت تھی اور اعلاء کلمۃ اللہ اسکا مقصد تھا جو تعلیم تھی وہی اسکی غایت تھی۔ تلوار اگر کبھی اُٹھی بھی تو اپنی مدافعت کے لیے یا کبھی اُن لوگون کو ہوشیار کرنے کے لیے جنکی ظلمت کفر نے آنکھون کو اندھا کرکے اسلام کے مقابلہ مین برسرپیکار کھڑا کیا تھا۔ اور جنکی جہالت وحشت گمراہی اور خرابی اخلاق سے دنیا کو شرم آتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کو ہمارے یہان کا ملک الشعرا اپنے زندہ جاوید مسدس مین یون بیان کرتا ہے یعنی راھی الی اللہ پیغمبر (اسلام) یون للکار کر کہتا رہتا ہے ؎

کرے ذات واحد عبادت کے لائق ۔ زبان اور دل کی شہادت کے لائق ۔ اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق ۔ اُسی کی ہے نت نام منکا وُ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ ۔ جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ ۔ نصاریٰ کے مقابلہ مین اپنے لیے بانی اسلام کا یہ ارشاد تھا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ ۱۲ منہ ترجم [۵۲] دیکھو شیگل کی کتاب فلسفۂ تاریخ لکچر دوازدہم ۱۲ منہ [۵۳] دیکھو گیزو کی تاریخ تمدن یورپ لکچر شانزدہم ۱۲

(۱) مراسات کے برپا ہونے میں ایک حد تک حصہ لیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ باہمی جذبات کی کشاکش انتہا درجہ پر پہنچ گئی تھی جنکے محرک مذہبی خیالات تھے۔ اور گو وہ کتنے ہی فاسد اور باطل کیوں نہوں لیکن ہر شخص انکے نشہ میں سرشار تھا۔ علوم و فنون کی حالت یہ تھی کہ انھوں نے راہبوں کے تاریک حجروں سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ محض پادری لوگوں کے معلم تھے اور مسیحیت اپنی شان آسمانی کے خلعت سے معرا ہوکر جھوٹے اور نمائشی زیورات سے آراستہ نظر آتی تھی۔ اسکا مقدس نام ہر ایسے درجہ باطل خیالات اور فحش ترین جرائم سے آلودہ کیا گیا تھا غرضکہ یہی خیالات ہر شخص پر غالب تھی۔

مذہبی جوش اس زمانہ میں عوام کا جوش تھا لیکن ان کمینہ اور باطل خیالات کے ساتھ ساتھ فوجی جوش و خروش بھی عام طور پر پھیلا ہوا تھا۔ تمام بڑے بڑے امیروں کی یہ حالت تھی کہ قیام و نقص امن انکی مرضی پر منحصر تھا۔ وہ قریب قریب ہمیشہ کسی نہ کسی سے لڑتے رہتے تھے۔ صرف جرأت و شجاعت ہی ایک ایسا جوہر تھا جسکی ہر جگہ قدر تھی اور جسکی وجہ سے ایک کو دوسرے پر ترجیح و فوقیت دیجاتی تھی۔[۱]

صلیبی لڑائیاں بھی اپنے اسی زمانہ کی حالت کا نمونہ تھیں۔ یہ زمانہ شجاعت و جوانمردی کا زمانہ تھا اور نائٹ ہونا ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ گویا دنیا میں اس سے زیادہ کوئی اعزاز نہیں ہے۔ بادشاہ اس خطاب کو حاصل کرنے تھے اور کوئی ایسا نہ تھا جو اسکی تمنا نہ رکھتا ہو۔ ہر شخص کے حوصلہ کی انتہا یہی پرواز یہ تھی کہ ایکدن اس مرتبہ کو پہنچے۔ چنانچہ اس جماعت کا نظام انھیں دو جذبات پر مبنی تھا جو ہر شخص میں سرایت کیے ہوئے تھے اور جنکے اثر سے جنگہائے صلیب کی تباہ و بربادی یعنی مذہبی اور فوجی جوش جو خواہ ایک دوسرے کے ضد کیوں نہوں جوانمردی اور شجاعت کے اثر سے ضرور وابستہ تھے۔ مثلاً جو سب سے بڑا گرجا ہوتا تھا وہاں عطائے مرتبہ نائٹ کی رسم ادا کیجاتی تھی اور تمام بشپ اور پادری اور دیگر نائٹ اور امیر و اُمرا جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ بلند آواز سے دعا کیجاتی تھی اور وہ شخص جسے خطاب عطا ہوتا تھا میز کے پاس جاکر پادری صاحب کے ہاتھ میں ایک تلوار دیتا کہ اسے لیکر برکت کی دعا دیں اور مذہب اور نیکوکاری کی حمایت میں تلوار اُٹھانے کا وعدہ لیں اور جب وہ شخص اس بات کا عہد کرتا تھا کہ اپنے جان و مال سے حمایت دین کیتھولیک میں کبھی دریغ نہ کریگا تب اُسے یہ مایۂ حیات یعنی نائٹ ہڈ کا خطاب دیا جاتا تھا۔[۲] یہی وقت تھا جبکہ صلیبی لڑائیاں ممکن ہو سکتی تھیں۔ ان لڑائیوں کے لیے جن خیالات اور جن جذبات کی ضرورت تھی وہ اب اس زمانہ کی سوسائٹی میں موجود تھے۔ جو شئے سب سے زیادہ جنگہائے صلیب کی باعث ہوئی وہ مسیحی دنیا کے وہ عقاید باطلہ تھے

---

[۱] دیکھو ہیوم صاحب کی تاریخ انگلستان جلد اول ۱۲ [۲] جیمس صاحب کی ہسٹری آف شیولری" باب دوم

جوار ض فلسطین کے متعلق عوام الناس کے قلوب مین سرائت کیے ہوے تھے۔ اسکے علاوہ زیارت ارض مقدس کا وہ شوق بھی بہت کچھ محرک تھا جو قدیم الایام سے لوگون مین چلا آتا تھا۔ چوتھی صدی عیسوی مین قسطنطین پر وشلیم کی زیارت کو گیا تھا۔ اسوقت اسنے اور اسکی ماں ہیلینا نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ اُس مقام کو جسی طرح ڈھونڈھ نکالین جہان انکے نئے مذہب نے پرورش پائی اور نشو ونما حاصل کی تھی[1] اسوقت سے عیسائیون کی یہ عام عادت ہوگئی کہ ارض مقدس کی زیارت کو جاتے اور نجات دہندۂ بنی آدم کے مصائب و تکلیفات اور وفات کی علامتون اور یادگارون کا پتا لگاتے۔ بالآخر جب مسیحیت مین فسق و فجور راہ پانے لگا اور کمالات انسانی کے اصول اور بجا آوری رسومات کی تاثیر قلوب انسانی پر غلبہ پاگئی تو لوگ ان مقدس مقامات کی زیارت کو عبادت عظیم جیسا کہ ثواب یقینی ہے سمجھنے لگے چنانچہ وہ جوق جوق زیارت کے لیے آنے لگے اور زیارت ارض مقدس مین بڑی ترقی ہوگئی۔

یہ لوگ نہایت خشوع و خضوع اور بڑے ذوق و شوق سے ارض یہودیہ کا سفر کرتے اور عیسائی زائر کوہ زیتون (ماؤنٹ زیون) کے قدیم جاہ و جلال والے مقامات مین ایک عجیب مسرت و خوشی کے ساتھ چکر لگاتا نظر آتا تھا۔ ایک فصیح البیان مصنف[2] کیا خوب لکھتا ہے کہ "اُس پاس کے قصبات قرب و جوار کے اضلاع سب کے سب اُسکی (زائر کی) نظر مین عزیز تھے۔ ہر ایک قدر و منزلت مین اُسکے سامنے ثانی تھا۔ شہر کے دروازے۔ سڑکین۔ نشیب و فراز۔ اونچی اونچی زمینین نیچی نیچی گھاٹیان سب کی سب اُسکی نگاہون مین مقدس نظر آتی تھین۔ اُس ہوا مین۔ اُس فضا مین بزرگی نظر آتی تھی۔ کیونکہ کس کے دم کے ساتھ ہوا اندر گئی ہوگی؟ کس کی آواز اس فضا مین گونجی ہوگی؟ وہ زمین اوسکی نظرون مین مقدس تھی۔ کیونکہ کسکے قدم وہان پڑے ہونگے؟ کسکا جسم وہان چلتا پھرتا ہوگا؟ اُس چشمے مین تقدس کی شان تھی۔ کیونکہ کسکے لبون تک اسکا پانی گیا ہوگا؟ اور کس کی آہ اُس کے تموج سے ہم آہنگ ہوئی ہوگی؟ جنگل اور صحرا۔ باغ اور باغات۔ پہاڑ اور ٹیلے سرتاپا مقدس نظر آتے تھے۔ اُس جگہ کی عدالت۔ اجلاس۔ ستونہاے عمارت سب مین شان بزرگی دکھائی دیتی تھی۔ اوس راستہ مین اک بزرگی و تقدس کی شان تھی جو اس مقام مرگ تک جاتا تھا جسپر زیارت کرنے والے نے اپنی امیدون کا دار مدار کر رکھا تھا۔ اس مزار کا تاریک راستہ سرتاسر پاک و مقدس تھا جسکے خالی غار مین اسکے سامنے وہ شئے نظر آتی تھی جسپر اسقدر اُسے فخر و مباحات تھا۔ جسوقت اُسکی نظر یروشلیم کے سواد پر پڑتی اسکے تمام خیالات تازہ ہوجاتے اور پرانی باتین نئی معلوم ہونے لگتین۔

---

[1] موسیو کاڈی کتاب تاریخ جنگہاے صلیب جلد اول صفحہ ۲ [2] تاریخ چارلس پنجم مصنفہ رابرٹسن جلد اول حصہ اول۔

یہ سب دیکھکر کچھ تو تکلیف کچھ عظمت اور کچھ مسرت کے خیالات پیدا ہوتے۔ جو جو نیا مقام نیا آسمان نئی زمین اسکی نظر مین آتی ویسے ہی افق کی وسعت کے ساتھ اسکے دل مین بھی وسعت ہوتی جاتی اور جیون جیون یہ تصویر بڑھتی جاتی واقفیت کا ایک گہرا اثر اسکے قلب مین پڑتا جاتا اور ہر نئی زندہ چلتی پھرتی دکھائی دیتی

علاوہ اس دلچسپی کے جو اس شہر کے ساتھ عام طور پر پیدا ہوتی تھی اور بہت سے اثرات تھے جو دسوین صدی عیسوی مین اکٹھا ہوکر زائرین بیت المقدس کی تعداد بڑہانے کے باعث ہوے۔ ایک عام خیال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ اب قیامت قریب ہے اور ہر شخص اس بات کا خواہشمند نظر آتا تھا کہ اُس مقام کی جاکر زیارت کرے جہان یہ گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ فیصلہ کے لیے ظاہر ہون گے پیروان صلیب یہ کہکر اور اپنے دل کو سمجھاتے تھے کہ اس کام سے انکے گناہ دُھل جائینگے اور حضرت عیسیٰ (علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ پس مردون اور عورتون کے گروہ در گروہ اقصاے یورپ سے روانہ ہوکر ارض مقدس کا رخ کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ صرف ایک مقام بوویریا (Bavaria) سے ایک سال مین بارہ ہزار آدمی زیارت بیت المقدس کے لیے روانہ ہوے تھے[۱]

ایک زمانہ دراز تک جبکہ تمام ارض یہودیہ قیصران روما کے قبضہ مین تھی راستہ بالکل آسان معلوم ہوتا تھا اور مسافرین یا زائرین کی راہ مین کوئی خطرہ نظر نہ آتا تھا یا اگر شاذ و نادر آتا بھی تو نہایت آسانی سے اُسکا دفعیہ ہوجاتا تھا مگر جب فلسطین مین مسلمانون کا عمل دخل ہوا تو حالت بالکل بدل گئی اور عیسائی زائر بڑی بیرحمی اور ظالم کے شکار ہونے لگے۔ باوجود اسکے زائرون کے شوق زیارت مین کوئی کمی نہ آئی بلکہ دسوین اور گیارھوین صدی عیسوی مین انکی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اُن دنون جبکہ پاپاے روم ظلمت کے پردہ مین نہان تھے سفر کی مصیبتون اور یروشلیم پہونچکر جو تکلیف نصیب ہوتی تھی ان سب نے ملکر شوق زیارت مین اور ترقی پیدا کردی۔ سمندر نے پر اُن مصائب سے ایک اور تازیانہ لگا

---

[۱] موجودہ مملکت جرمنی کا ایک صوبہ ۱۲ [۲] سر جارج ڈبلو کاکس ایم اے اپنی کتاب حروب مین زیارت بیت المقدس پر فتح عرب کو بیان کرتے وقت لکھتے ہین کہ واقعی حضرت عمر کی فتح سے سواے اسکے اور کچھ نہین ہوا کہ یہ پاک شہر دوایسی قومون کے حصہ مین آگیا جنمین سے ہر ایک اسکو پاک و مقدس سمجھتی تھی اور اُن نیک و متبرک بزرگون کے تبرکات کی عزت و حرمت کرتی تھی جنکے پاک اجسام اس سرزمین کے نیچے آرام کر رہے تھے مسیحیون کو سواے اسکے اور کسی شکایت کی گنجایش نہ تھی کہ حسب نجات دہندہ کی وہ پرستش کرتے تھے اُسے فاتح لوگ صرف ایک پیغمبر تسلیم کرتے تھے اور وہ بھی اس پایہ کا کہ اگر اپنے پیغمبر سے ہم رتبہ نہین تو صرف اُنھین سے کسی قدر کم مانتے تھے" ۱۲۔ ہوقعات کے سامنے مسلمانون کے برتاؤ کی ظالمانہ بیان کرنا اگر کسی سے ممکن ہے تو عیسائیون سے جنکے تعصب نے قومی انصاف کی آنکھون پر ظلمت کا پردہ ڈالدیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی انجیل مقدس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ محض ایمان لانا نجات اخروی کے لیے کافی ہے کسی عمل کی ضرورت نہیں اور حضرت مسیح کی قربانی نے جو سب کی طرف سے فدیہ ہو گئی تھی فضل الٰہی ہر ایک کے لیے نجات کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ باوجود اسکے کسی کی نظر اس جگہ نہیں پڑتی تھی اور تکالیف و مصائب جھیل جھیل کر کے زیارت بیت المقدس جوگ اور تپسیا میں وہ شے تلاش کرتے تھے جو سوائے حضرت مسیح کے قدم مبارک کے اور انکی سچائی اور خون پر سیدھا سادا ایمان رکھنے کے اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتی تھی۔ سیکڑوں ہزاروں ایشیا کا عزم کرتے تھے لیکن انمیں سے صرف بعض متفرق اشخاص گھر لوٹنا نصیب ہوتا تھا لیکن یہ عازمان وطن جب یورپ کے شہروں میں ہو کر گزرتے تو اپنے مصائب کی کہانیاں لوگوں کے سامنے بیان کرتے جس سے کلیسیہ مقدس کو آتا تھا۔ یہ لوگ ارض مقدس سے واپسی کے بعد عجائبات سفر لوگوں سے بیان کرتے اور مقامات مقدسہ کے تبرکات جو ساتھ لاتے تھے دکھاتے بلکہ بالفعل خود ان تبرکات اور برکت زیارت کی وجہ سے متبرک سمجھے جاتے تھے۔ جہاں کہیں بیٹھ جاتے لوگ جوق جوق آکر انکی کہانیاں سننے جمع ہو جاتے۔ سب سے زیادہ اپنی بیتی ہوئی تکلیفوں اور مصائبوں کا بیان ہوتا اور اپنے بھائیوں کے آلام کا ذکر کیا جاتا۔ یہ سب باتیں ایسی نہیں تھیں جنھیں سنکر کوئی بھی سننے والا ہمدردی کے جوش سے خالی رہتا۔ اسی طرح ہر سال ترکوں کے خلاف عوام کے خیالات کی موجیں بڑھتی گئیں یہانتک کہ سینوں میں ضبط کا یارا باقی نہ رہا اور رودادوں کی بھڑاس نکالنے کی راہ ڈھونڈھنے لگے۔ آخر کار جنگہا سے صلیبی نے کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لیے عالم کو اپنا جلوہ دکھایا۔[1]

باب دوم

واقعات ابتدائی ۹۹۰ء عنایت ۱۰۹۶ء

صلیب کی حمایت میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا خیال سب سے پہلے دسویں صدی عیسوی کے اخیر میں پاپائے روم سلوسٹر ثانی کے دل میں پیدا ہوا۔ اُسنے ایک خط "عام گرجا" کے نام تحریر کیا کہ کلیسائے یروشلیم تباہی سے بچایا جائے۔ اس پیام کے جواب میں صرف شہر پیسا (Pisa) کی طرف سے جواب آیا اور اسکی کوششیں غارتگری کی شکل میں ساحل شام پر ظاہر ہوئیں۔[2] یہ خیال جو اس طرح عدم سے عالم وجود میں آیا شکل سے کوئی قابل احساس صورت

---

[1] شاہد ہند ۔ [2] رابرٹسن جلد اول نمبر ۲ ۔ [3] میو ریٹر باب سوم صفحہ ۴۰۰ ۔

رکھتا تھا۔ یا یوں کہو کہ کسی آیندہ ظاہر ہونے والے واقعہ کا محض سایہ ہی سایہ تھا۔ آیندہ آنے والی صدی نے کوئی قابل احساس بات نہ دیکھی جبتک کہ ۱۰۹۵ء کا آغاز ہوا جبکہ قسطنطنیہ کی حالت مرض خطرناک میں تھی اور کسی طرح اوسکی سلامتی نظر نہیں آتی تھی۔ اس زمانہ میں شہنشاہ مینوال (Manuel) دوازدہم نے پوپ گریگوری ہفتم کے سامنے دست استمداد پھیلایا۔ جو درخواست شاہنشاہ نے قدمبوس آب پاپائے روم کی خدمت میں پیش کی تھی وہ نہایت درجہ ادب و تعظیم کے الفاظ میں تھی اور اُسمیں کلیسائے مغرب سے اپنا نہایت گہرا تعلق ظاہر کیا گیا تھا۔ گریگوری ایسے ہی موقعہ کا منتظر تھا کہ کفر و الحاد کی شاخ کنی۔ یونانی و لاطینی کلیساؤں کا اتحاد اور مسلمانوں پر عیسائیوں کی کامیابی کی کوئی صورت نظر آئے۔ پس اسنے فوراً ہی اس موقعہ سے کام لیا اور تمام عیسائی دنیا کے بادشاہوں کو مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کے لیے ورغلانا شروع کیا۔ اُسنے متعدد خطوط لکھے جنمیں سے ایک شاہنشاہ ہنری چہارم کے نام تھا اور دوسرا اُن سب لوگوں کے نام تھا جو مذہب عیسوی کی حمایت میں ہتھیار اُٹھانا چاہتے ہوں اور تیسری ایک گشتی تھی جو تمام حامیان ملت عیسوی کے پاس روانہ کی گئی۔[1]

پاپائے روم کو اس کوشش میں صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ پچاس ہزار آدمی اس مہم کے لیے اُسکے پاس جمع ہو گئے۔ اس کامیابی پر وہ پھولا نہیں سماتا تھا اور آیندہ فتح و نصرت کے اسقدر سبز باغ نظر آتے تھے کہ اُسنے خود اپنے لیے اس جماعت کی سرداری تجویز کی۔ لیکن یہ خیال بہت عرصتک اسکے دل میں باقی نہ رہا کیونکہ کلیسائے مشرق کے مصائب دیکھکر اُسے اپنا خیال اس جانب متوجہ کرنا پڑا۔ حمایت صلیب میں لڑانے کے ساتھ ہی ساتھ اسنے یہ کوشش بھی شروع کی تھی کہ تمام مغربی ممالک میں کلیسائے روم کو برتری حاصل ہو جائے جسمیں اسے ناکامیابی ہوئی اور اس ناکامیابی کے ساتھ جہاد کے بھی تمام خیال اُسکے دل سے نکل گئے۔

لیکن گریگوری کی تجویز اپنا اثر دکھانے سے بغیر نہ رہی اور گو اُسکے سپاہیوں نے فلسطین کی طرف قدم نہ اُٹھایا اور ممالک ایشیا پر اُسکی تیاریوں نے کوئی اثر نہ ڈالا تاہم اسکا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ تمام عیسائیوں میں مسلمانوں کے خلاف ایک غیض و غضب کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُنکے مظالم کے چرچے جگہ جگہ ہونے لگے اور یہ بات لازمی طور پر سمجھ لی گئی کہ مسلمانوں پر اُسی سرزمین میں جاکر حملہ کرنا چاہیے جہاں ہلال اس طرح کامیابی کے ساتھ گستاخانہ طور پر لہرا رہا ہے اور جہاں صلیب نے اپنی ابتدائی کامیابیاں اس شد و مد کے ساتھ حاصل کی تھیں۔ جس طرح اک خاموش آتش فشاں پہاڑ کی آگ اس کے

[1] مراسلات گریگوری جلد اول باب ۴۹

آگیا ہی کھینچ کے ماءاللحم مینخوارو چلو ہے یہی موسم یہی موقع خریدارو چلو

خزان کا زمانہ پانی کا قحط کھیتیان خشک ہوگئین درختون کی پتیان زرد ہوکر گرگئین شاخین مرجھاگئین نشوونما کی قوت زائل ہوگئی۔ اتفاقاً برسات بھی نہ ہوئی۔ گرمی لگ گئی۔ زمین نے سال بھر کے لیے اپنا پوٹا تر کرلیا۔ اب وہی سوکھے ہوئے درخت ہرے بھرے ہوگئے۔ کونپلین پھوٹین۔ کلیان نکل آئین۔ پھول لگے پھل لگے ؎

شاخ مین کلیان نکلکر خود بخود کھلنے لگین ڈالیان خوش ہوکے آپسمین گلے ملنے لگین

یہی حالت ہمارے ماءاللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوئے اعضاب اسیطرح تروتازہ ہوجاتے ہین جیس طرح مرجھائے ہوئے درخت جسنے موسم سرما مین تین چار بوتلین پی لین گویا اسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرالیا یہ وہ باکیزہ شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہوجاتی ہے سستی کاہلی۔ کمزوری کافور ہوجاتی ہے۔

کھلے خزانے عرب مین پئین عجم مین پئین یہ وہ شراب ہی زاہد جسے حرم مین پئین

ماءاللحم عنبری دوآتشہ۔ ہر سال ہمارے شفاخانہ مین سیکڑون منبی۔ تقوی۔ نصفی چڑی بوٹیون اور گوشت سے ہمیشہ تازہ میوہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور پبلک مین مقبول ہوچکا ہے ایکی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفیدہ تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمائشون کی تعمیل ہورہی ہے جلد منگائیے دیر نہ کیجیے

فوائد:- اعضاے رئیسہ مین غیر معمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتون کو جلادیتا ہے۔ سینہ کی بیماریون کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچون کے لیے مادر کا شیر۔ جوانون کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھون کے لیے آبحیات۔ عورتون کے لیے سامان نمودِ حُسن۔

قیمت فی بوتل عہ رکیلہ رجن عہ ایک بوتل مین ۱۲- اونس ہوتا ہے۔ پیرونجات مین تین بوتلون سے کم نہین روانہ کیجاتین۔ ریلوے پارسل منگوانے مین خریدار کو محصول مین کفایت ہوگی۔

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو دلچسپ ومفید معلومات نظم ونثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست ہے مع جنتری ۱۹۱۲ء بلاقیمت۔ سرکاٹکٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔ درخواستین ذیل کے پتہ سے آنی چاہئین۔

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ الیس اے حکیم سخاوت علی۔ لکھنؤ

اگیا ہی کھینچ کے ماءاللحم میخوار و چلو ہے یہی موسم یہی موقع خریدار و چلو

خزان کا زمانہ پانی کا قحط کھیتیاں خشک ہوگئیں درختوں کی پتیاں زرد ہو ہو کر گر گئیں شاخیں مرجھا گئیں نشوونما کی قوت زائل ہوگئی۔ اتفاقاً ابر اٹھا۔ پانی برسا۔ جھڑی لگ گئی۔ زمین نے سال بھر کے لیے اپنا پوٹا تر کر لیا۔ اب وہی سوکھے ہوئے درخت ہرے بھرے ہوگئے۔ کونپلیں پھوٹیں۔ کلیاں نکل آئیں۔ پھول لگے پھل لگے ؎

شاخ میں کلیاں نکلکر خود بخود کھلنے لگیں ڈالیاں خوش ہو کے آپسمیں گلے ملنے لگیں

یہی حالت ہمارے ماءاللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوئے اعضاب اسیطرح تروتازہ ہوجاتے ہیں جیس طرح مرجھائے ہوئے درخت جسنے موسم سرما میں تین چار بوتلیں پی لیں گویا اسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرالیا یہ وہ باکیزہ شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہوجاتی ہے سستی کاہلی۔ کمزوری کافور ہوجاتی ہے۔

کھلے خزانے عرب میں پئیں عجم میں پئیں یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم میں پئیں

ماءاللحم عنبری دوآتشہ۔ ہر سال ہمارے شفاخانہ میں سیکڑوں منبی۔ مقوی۔ منصفی جڑی بوٹیوں اور گوشت طیور تازہ میوہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور پبلک میں مقبول ہوچکا ہے ابکی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفیدہ تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمائشوں کی تعمیل ہورہی ہے جلد منگائیے دیر نہ کیجیے

فوائد:- اعضاے رئیسہ میں غیر معمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتوں کو جلا دیتا ہے۔ سینہ کی بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچوں کے لیے مادر کا شیر۔ جوانوں کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھوں کے لیے آبحیات۔ عورتوں کے لیے سامان نمودِ حُسن۔

قیمت فی بوتل عہ ریگیر رجن ۵ء ایک بوتل میں ۱۲- اونس ہوتا ہے۔ بیرونجات میں تین بوتلوں سے کم نہیں روانہ کیجاتیں۔ ریلوے پارسل منگوانے میں خریدار کو محصول میں کفایت ہوگی۔

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو دلچسپ و مفید معلومات نظم و نثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست ہے مع جنتری ۱۹۱۲ء بلا قیمت۔ سرکانٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔ درخواستیں ذیل کے پتہ سے آنی چاہئیں۔

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ ایس اے حکیم سخاوت علی۔ لکھنؤ

دیر مانگیر رعایت کا ہر ایڈیٹری کے ہمراہ ہر گھڑی اوپر مفت دیجاویگی لہذا فرمائش جلد آنی چاہئے

شرط یہ ہے اگر کوئی چیز ہی خلاف تحریر ہو تو شوق سے واپس کر دیجئے گا۔ جملہ رقم دی پی پی بھیجا جاوے گا۔ اپنا نام و پتہ خوشخط لکھئے گا۔

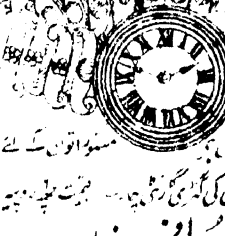
آٹھ روزہ واچ ... مرتبہ چابی بھرنے سے آٹھ روز برابر چلتی ہے وقت ایسا ٹھیک بتلاتی ہے کہ ایک سکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑتا اعلیٰ درجہ کی پالش اور نہایت خوبصورت ڈیزائن پر بنائی گئی ہے صفائی کی بھی ضرورت نہیں ۱۰ سال گیرنٹی نقد ۱۰ روپیہ وی پی ۱۱ آنہ ہمراہ ہر گھڑی ۱۱ آنہ



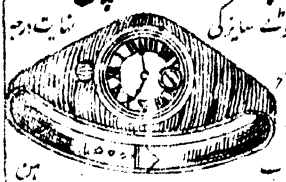
شاہانہ واچ یہ گھڑی دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کے مانند ہے اور دونوں ڈھکنوں پر ایسی خوشنما ... ہوئی ہے کہ ... اصلی سونے کی پالش ... ہے ... ۱۰ سال گیرنٹی نقد ۱۰ روپیہ وی پی ۱۱ آنہ ہمراہ ہر گھڑی ۱۱ آنہ



زنانی چوڑیدار رسٹ واچ یہ گھڑی اوپر دونوں ڈھکنوں پر نہایت خوشنما نقاشی ہوئی ہے اور ہیرے لگے ہوئے ہیں ۱۰ سال گیرنٹی نقد ۱۰ روپیہ وی پی ۱۱ آنہ ہمراہ ہر گھڑی ۱۱ آنہ



کلائی پر باندھنے کے لئے رسٹ واچ معہ بیلٹ یہ گھڑی بالکل چھوٹے سائز کی ہے نہایت درجہ کی خوبصورت ہے وقت دینے والی گھڑی ہر باندھنے کے لئے کا جواب ہیں بیلٹ کالر سلور اور سیاہ کیس کی فیشنبل اور پائیدار کے منقش ہیں ۱۰ سال گیرنٹی نقد ۱۰ روپیہ وی پی ۱۱ آنہ ہمراہ ہر گھڑی ۱۱ آنہ



ڈوپٹہ ریشمین ساختہ بنگال نہایت نفیس قابل دید مہکدار ہر رنگ کا مانند آب رواں ... ۲ گز لمبا ... ۳ گز رنگ کا ... ڈوپٹہ ململ کے خاص متوا کے چھپے ہوئے بیل بوٹے دار اعلیٰ اعلیٰ ... ۲ گز لمبا ... ۳ گز

پھوپھنی جوڑہ جڑاؤ ... ۱۰ آنہ

پھوپھنی جوڑہ نقشی ... ۱۰ آنہ

گڑے ہاتھوں کے سونے کا ملمع کیا ہوا ... ۱۰ آنہ

جھومکے معہ کرنپھول جالیدار نہایت ... ۱۰ آنہ

درشنی انگوٹھیاں سونے کا ملمع کی ہوئی ... ۱۰ آنہ

عرق خضاب ... ۱۰ آنہ

حسن افزا ... ۱۰ آنہ

المشتہر ایم محمد حبیب جنرل مرچنٹ نمبر (۳۰) شہر متھرا

ایک سرسری نظر

مستقبل اسلام - مشہور مستشرق پروفیسر وامبری کے خیالات کو ملک کے لائق نوجوان مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) نے اُردو کا لباس زیبا پہنا کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ ہر فرد مسلمان کو ان بیش بہا خیالات کی قدر و قیمت کرنا چاہیے۔ قیمت عہ/

رعایت - خریداران الناظر کے لیے صرف عہ/ قیمت رکھی گئی ہے۔

تاریخ تمدن - بکل کی ہسٹری آف سویلیزیشن کا قابل دید ترجمہ جو مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل ایل بی وکیل بارہ بنکی کی قدرت انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔ مجلد عہ/ غیر مجلد عہ/

تاریخ ابوالبشر - امریکہ کے پروفیسر رڈیا تھ کی تاریخ عالم کا ترجمہ جسمیں آغاز نوع انسانی کی کیفیت حسب تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ مین لکھی گئی ہے۔ عبارت کا زور دیکھنے کے قابل ہے۔ قیمت عہ/

اثبات واجب الوجود - فلاسفہ اور سائنس نے متشککین اور منکرین کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ کتاب اُنکے خیالات باطلہ کی تردید اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ قیمت عہ/

قوت خیال - کیریکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم ہے۔ نوجوانون اور عورتون کے لیے اسکا پڑھنا بیحد سود مند ہوگا۔ قیمت ۴/

قاسم و زہرہ - شاعر قادر الکلام منشی احمد علی شوق قدوائی کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ خود مصنف کو جس تصنیف پر ناز ہو اُسکی تعریف کیا کی جاسکے۔ قسم اول ۱۲/ قسم دوم ۸/

دیوان وحشت - مولانا رضا علی وحشت کی شاعری کو تمام استادان فن نے تسلیم کیا ہے۔ قیمت عہ/

تحقیق سخن - مولانا شفق عمادپوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے ایک مفید اور کارآمد رسالہ شاعری کی ضروری بحثون پر نہایت لطیف پیرایہ مین لکھکر شائع کیا ہے۔ عیوب سخن قیود سخن۔ اور اصناف سخن پر ایسا جامع اور مختصر رسالہ پہلے نہین لکھا گیا۔ قیمت ۸/

گنجینۂ نو بہار - حضرت شفق عمادپوری کی رباعیون کا مجموعہ جسکی ہر رباعی پر جناب جلیل کا یہ مصرعہ تاریخ صادق آتا ہے ع ہر رباعی تازگی مین فرد ہے۔ قیمت ۶/

رنج و راحت - لڑکیون کے پڑھنے کے قابل جمیلہ کی سرگذشت۔ ایک پر لطف اور دلگداز کہانی قیمت ۸/

کنز المعانی - سورۂ فاتحہ کی بے مثل تفسیر جسمین ہر ہر آیت کی جداجدا ترکیب نحوی و شان نزول و اسرار و نکات وغیرہ پر نہایت مدلل بحث ہے بڑے بڑے علمانے ملاحظہ فرما کر دل سے پسند فرمایا ہے قیمت ۶/

حدیقۂ آخرت - ملک مین ایک اعلیٰ درجہ کی سیلا دشریف کی شرکت کی سخت ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ قابل قدر رسالہ لکھا گیا ہے۔ قیمت ۸/

آئینۂ پیغمبر - سراپائے رسول اکرم صلعم کا یہ لاجواب مسدس فصاحت۔ بلاغت اور مضمون آفرینی مین بیمثل ہے قیمت ۱/

مینجر الناظر بک ایجنسی۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

گولیان!!　　گولیان!!　　گولیان!!

لیجئے! آپکو بقاء صحت وزندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نہیں

ہماری ایجاد کردہ اننگ نگر گولیو نکا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب وغریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکیٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیو نکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین - یعصبی کمزوری کو جڑسے کھودینا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - اور تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - دماغ مین جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا جسم کو تندرست وتوانا بنانا مردہ دلون مین تازگی اور پھونکنا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے - مردہون یا عورتین اور بچون کے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانے مین - یہ گولیان شیر کا کام کرتی ہین - اگر انہین تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انفیس استعمال کیا ہے اثبات دیانت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۰ گولیان ہوتی ہین صرف علاوہ محصول ڈاک ہے اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوالیجئے - جو اردو - انگریزی - ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین شائع ہوئی موجود ہین - اور ہم محصول ڈاک اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے - اب تک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائینگی - ملنے کا پتہ -

ویدشاستری منی شنکر گووندجی - آننگ نگر دواسیی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجئے! آپکو بقاء صحت وزندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نرہی

ہماری ایجاد کردہ آنند نگرہ گولیو نکا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب وغریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیونکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین یہ عصبی کمزوری کہ جڑے کھودینا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن میں جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست وتوانا بنانا مردہ دلون مین تازی روح پھونکنا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے - مرد ہون یا عورتین ادنے کہ ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانے مین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر انہین تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہے اسکے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عہ۱ر علاوہ محصول ڈاک ہر اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوالیجئے - جو اُردو، انگریزی ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - ۵۰ صفحے چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصول ڈاک اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے - ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کا بیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائین گی ملنے کا پتہ -

ویدشاستری منی شنکر گووندجی - آنند نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

عطر! عطر!! عطر!!!

کارخانۂ شیخ سخاوت حسین لکھنو

لکھنو ہندوستانی فیشن کا مرکز ہے - اور اس تباہی و بربادی کے زمانہ میں بھی اخلاق و طرز معاشرت میں سارے ہندوستان کی رہبری کر رہا ہے - اور تمام باتین درکنار خاص عطر کے بارہ میں جو اعتدالی خوبی و لطافت و نفاست کے ساتھ ہے اور بامزہ محافظ ہے اُسمیں بھی اسوقت تک کوئی شہر لکھنو کی ہمسری کا دعوے نہیں کر سکا - لکھنو اپنے عطروں کی اعتبار آج تمام شہر دنیا پر اپنا نمایان فخر ظاہر کر رہا ہے - صرف دیکھنے کیلئے بلکہ امتحاناً اس کارخانہ سے جو کہ عرصہ سے جاری ہے طلب فرمائیے - ناپسند ہو واپس کر دیجئے - ہان محصول ڈاک تو آپ سے لیا جائیگا - مگر پوری قیمت بعد ڈاک فوراً روانہ ہوگی روپیہ نقد نے پر بذریعہ ویلو پی ایبل تعمیل ہو سکتی ہے -

عطر

نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ
عطر حنا	صرف ۱۲ سے ۱۲ تک	عطر گل حنا	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر مجموعہ	عطار
عطر مینا	صرف ۱۲ سے ۱۲ تک	عطر بیلی	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر سہاگ	عطار ۱۲ سے ۱۲ تک
عطر چنبیلی	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر گلاب	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر گلرنگ	لاجواب
عطر کیوڑا	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر جوہی	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر گل	سے صرف
عطر خس	سے ۱۲ تک	عطر نسترا	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر خلاصہ	صرف
عطر فتنہ	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر سوتی	سے ۱۲ تک	عطر مہک	عطار
عطر چمپا	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر تاسمن	سے ۱۲ تک	روح خس اصلی	سے صرف
عطر کیسری	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر عروس	۱۲ سے ۱۲ تک	روح بادیرہ اصلی	لاجواب سے
عطر ارتی	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر گل حنا	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر کیسہ اصلی	صرف سے
عطر گلاب	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر صندل	۱۲ سے ۱۲ تک	عطر رات رانی	صرف سے

عمدہ اور خوشبو دار تیل

غالباً آپکو بھی اسکی شکایت ہوگی کہ عمدہ اور خوشبو دار تیل کم سے کم قیمت کا عام طور پر آپ نہیں پا سکتے - آپ کی شکایت رفع کرنے کے واسطے اس کارخانے نے کوشش کی ہے - آپ ضرور منگوا کر استعمال کیجئے -

فہرست

روغن چنبیلی	۱۲ سے ۱۲ تک	عطار سیر	روغن حنا	۱۲ سے ۱۲ تک	عطار سیر
روغن بیلہ	۱۲ سے ۱۲ تک		عرق گلاب فی بوتل	۱۲ سے ۱۲ تک	
روغن کیوڑہ	۱۲ سے ۱۲ تک		عرق کیوڑہ فی بوتل	۱۲ سے ۱۲ تک	
گولیان تمباکو	۱۲ قدر فی روپیہ				
گولیان تمباکو	۱۲ قدر فی روپیہ				
قوام تمباکو	۱۲ قدر فی روپیہ				

شیخ سخاوت حسین مالک کارخانہ عطر چوک لکھنو

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

ماریان جو دوا کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہو جاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر زالہ دکھ مین سچائی دکھلاتا ہے ۔

آبحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہی جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔

آبحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہی جو کسی مہلک بیماری مین بھیسے دیگانہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت **آبحیات** کی ایک شیشی عطاروں کی دو کانون اور ڈسپنسریون سے بےنیاز کر دیتا ہی کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی **آب حیات** اگر آپ کے پاس ہے مرض بے وقت دن کو یا رات کو۔ سر پر آئے اُسیوقت دید بجھے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا کہان گیا۔

فوائد مصدقہ

ہمون ڈاکٹرون۔ عالمون۔ فاضلون کے ہزارہا سارٹیفکٹ موجود ہین اور ہر روز نئے اسناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر کی دوا ہے۔ کھانسی خشک ضیق النفس دمہ۔ بخار۔ تے صفراوی۔ گھبراہٹ تشنگی۔ معدہ کا جلن۔ درد شکم۔ ٹ مین ریاحی درد۔ نفخ۔ پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا۔ برسون کا بخار۔ طپش دل خفقان۔ مالیخولیا۔ مراق د کم آنا۔ سرسام خون کی قے آنا۔ خون تھوکنا۔ پیچش۔ اسہال صفروی۔ ملاعون۔ ہیضہ کا کوئی علاج ہو آبحیات ہے درد دانت۔ درد کان۔ درد پہلو۔ درد سینہ۔ درد کمر۔ درد گردہ۔ درد سر۔ آدھے سر کا درد۔ درد اٹیری۔ رنج کا درد۔ بواسیر کا د۔ مُنہ کے زخمون کا درد۔ بھگندر۔ مقعد کا نکلنا۔ مسوڑون سے خون بہانا۔ ورم گوش۔ خارش۔ خنازیر ر دال۔ زخم آتشک۔ نکسیر۔ کرم شکم۔ خوطہ کا ورم۔ آگ سے جلنا۔ بدبو ناک سے آنا۔ گلو مین گلٹیان بڑھکر ناق ہونا۔ نلون کا درد۔ اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانہ نکلتے ہین وہ اُسکے لگانے اور کھانے سے د ہو جاتے ہین۔ بچھو۔ سہڑ۔ سانپ کاڈنک پر لگانے سے فی الفور درد دور ہو جاتا ہے ورم نہین ہونے پاتا۔ ل مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے بس ہر ایک عیالدار حکیم کے پاس کا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

نکہ یہ دوا نہر یلی ادویہ سے مبرا و پاک ہے اسلیے ہر ایک عمر کا بچہ۔ جوان۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد بلا کسی اندیشہ کے ستعمال کر سکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہو جاتے ہین۔

ہر قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہو سکتے ہین۔ سونا۔ سکہ۔ تلعی۔ پارہ۔ ہرتال۔ کھوٹی دھاتی۔ جاندی وغیرہ

ملسلون۔ مسافرون۔ عیالدارون کا ہمدرد اور خزانچی کا کام دیتا ہے قیمت بلحاظ خواص و فادہ روپیہ لی جاتی ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ فی شیشی۔

ادھی درجن صدر

ر درجن بعصد

س پتہ پر درخواست کرو جو موجد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

حاذق الحکمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور۔ موچی دروازہ۔

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیومس ہیرایل (یعنے) روغن نایاب

تمام اعضا میں دماغ بادشاہ مانا گیا ہے۔ اگر زکام۔ بالوں کا سفید ہونا۔ دماغی کمزوری۔ رنگ زرد اور ضعف بصارت معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ دماغ میں کمزوری اور کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ہے۔ ہمارا تیل ہر کیمیاوی خواص سے ترکیب دیا گیا ہے جو بالوں کے گرنے سر کے چکرانے۔ دردسر کے دور کرنے۔ کم خوابی خفقان اور دیگر امراض دماغی کیواسطے بیحد مفید ہے۔ اسکے استعمال سے بالوں کی جڑ مضبوط اور بالوں کی زیادہ ہوتی ہے۔ مدرس ڈاکٹر طالبعلم وکیل۔ بیرسٹر اور ضعف دماغ کے شکایتی لوگوں اور خصوصاً عورتوں کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیے۔ یہ تیل بالوں کو خوشبودار کرتا ہے خود تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہے۔ اسکے استعمال سے سر میں جوئیں غیرہ مطلق نہیں پڑتی ہیں قیمت فی شیشی ۱۱ر محصول ایک شیشی ۳ر اور تین شیشیوں کے لئے ۶ر

قیومس سالٹ (یعنے) نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ۔ دردشکم۔ دردقولنج۔ قراقر۔ نفخ۔ بواسیر ریاحی۔ بدہضمی۔ ہضمہ۔ دردمثانہ۔ دردگردہ۔ کھٹی ڈکار اور قبض کے دور کرنے میں ازحد مفید ہے۔ اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ نمک بھوک بہت لگاتا ہے معدہ کی جملہ خرابیوں کو دور کرکے ہاضمہ کو قوت دیتا ہے ہر شخص کو لازم ہے کہ ہمارے اس ایجاد کردہ نمک کو اپنے گھر میں رکھے اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھائے قیمت فی شیشی ۴ر

قیومس ہیرڈائی (یعنے) خضاب قیومی

بجل اشتہاری دنیا میں خضابوں کی بھرمار ہے۔ مگر تسلی آمیز الفاظوں سے اطمینان ہونا غیر ممکن ہے جب تک یہ تجربہ نہ ہو۔ ہمارے دواخانہ میں جو خضاب تیار ہوتا ہے وہ ایک شیشی کا ہے۔ اسکی خوبیوں کو بیان کرنا بیکار ہے تاوقتیکہ خود شائقین اسکی تعریف نہ کریں۔ خضاب کا کام ہے کہ بالوں کو سیاہ کرے۔ جلد پر داغ دھبہ نہ ہو۔ بالوں کی رنگت کوئی مرکب ایسی کرخنی نہ پیدا ہو۔ جو بالوں کو سوزش نہ کرے۔ ہمارے خضاب میں یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ اور تمام برائیوں سے پاک ہے اگر بال سیاہ نہ ہوں یا جلد پر داغ آوے۔ تو قیمت واپس کر دیجاے گی۔ ایکبار تو ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کریں قیمت فی شیشی عہ محصول ڈاک ۳ر ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶ر

قیومس ریگولیٹر (یعنے) حب شفاء النساء

یہ گولیاں مستورات کے امراض رحم کے دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ یا ماہواری ایام ٹھیک طور سے نہ آتے ہوں۔ یا بند ہو گئے ہوں تلوؤں یا ہتھیلی میں آگ سی لگی رہتی ہو۔ یا اور ایام سے تین چار روز قبل رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ کبھی کبھی رطوبت بھی جاری رہتی ہو۔ علاوہ ازیں حمل نہ قائم رہتا ہو۔ یا حمل ضائع ہو جاتا ہے ان سب شکایتوں کے دور کرنے میں ہماری یہ گولیاں تیر بہدف کا کام کرتی ہیں۔ ایکماہ دونوں وقت استعمال کرنا چاہیے گولیوں کی قیمت عہ محصول ڈاک ۱ر

المشتہر
شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبدالقیوم۔ تالتلا لین نمبر ۱ کلکتہ

ڈاکٹر لالور

کا

فاسفوڈائن



دماغی کمزوری، فالج، نکموائی، ڈراؤنے خواب دیکھنا، قویٰ کا قبل از وقت انحطاط، نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت تناسلیہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہوتا ان امراض کے لیے ضرر اور قابل اعتماد علاج ہین اس دوائے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم کر رکھی ہے۔

فاسفورس کے اس مرکب عصبی کمزوری اور جسمی ذلیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات بکلیف سیرت انگیز سرعت ہی دور ہو جاتے ہین

خبردار!

"فاسفوڈائن کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محکمہ تجارت کے اعلیٰ افسرون نے محفوظ کر لیا گیا ہے" اس لیے اسکی نقل (رنگ مین یا کسی دوسری حیثیت سے) فروخت کرنے والون سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی۔ قانون کی رو سے یہ اس قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳-۸۴ء مین اعلیٰ سند ملی تھی۔ عالمگیر

کے بالکل خلاف تقویت دیتی ہے، ہاضمہ مین فرحت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی ہے اور قبض رفع ہو جاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بحال ہو جاتا ہے، آنکھین روشن اور جلد صاف اور صحت قائم ہو جاتی ہے بالون مین مصنوعی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعضا سے تمام زہریلا اثر دور ہو گیا ہے۔

دنیا کے تمام ملکون کے باشندون اور

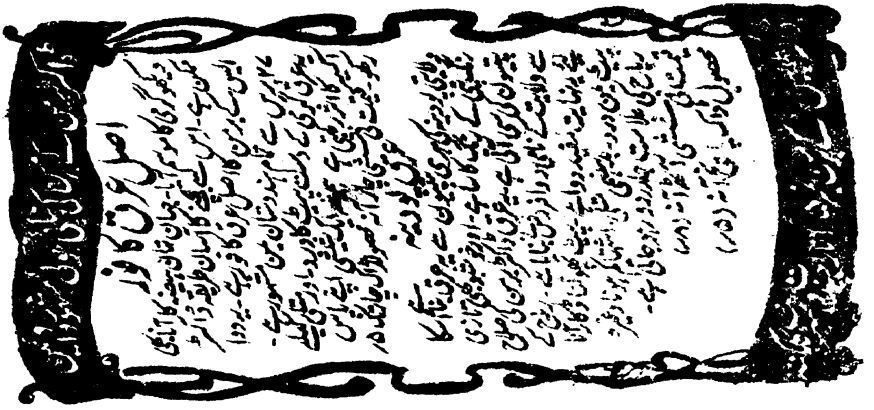
اسکی قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہین، عصبی اور دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت

فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی شاندار صفت اور معززین کی قدردانی نصیب نہین ہوئی۔

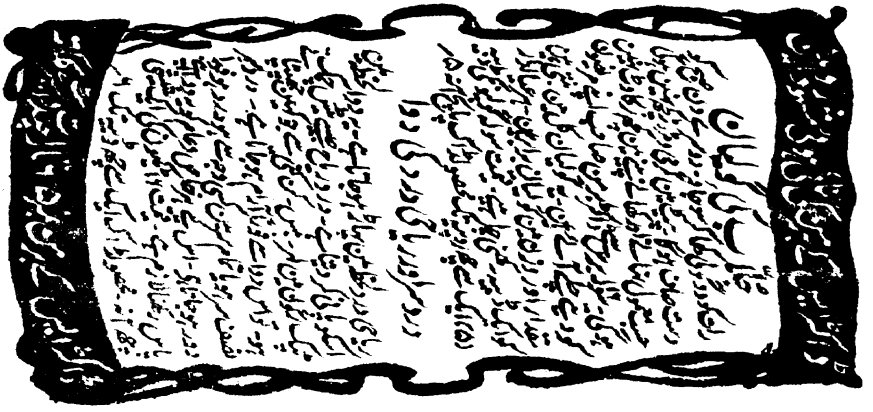
ہندوستان بھر کے دواسازاور دوا فروش بحساب فی بوتل (خورد) سے (کلان) مہر فروخت کرتے ہین۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" ہیمپ اسٹیڈ۔ لندن انگلستان مین بنایا جاتا ہے۔



اصل عرق کافور



خالص کستوری

TO BE HAD OF

DR S.K. BURMAN

5161 TARA CHAND DUTT STREET

CALCUTTA

النا ظر پریس واقع خیابانی گنج لکھنؤ میں طبع ہوا

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں

۱۳ ۲۷ھ

الناظر

نمبر ۳۰ — یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء — جلد ۵

کلید و دمنہ	منشی دیانت حسین صدیقی	۱
عقل انسانی	ابوالعلا سعید احمد ناطق لکھنوی	۴
رباعیات کوثر	حاجی حکیم محمد عابد علی کوثر خیرآبادی	۹
حیدر نائک	ف۔ ک	۱۰
غزل	پروفیسر مولانا سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۲۱
نوائے عاشق (نظم)	منشی سید خورشید علی مہر دہلوی	۲۲
غزل	مولوی محمد نجیب اللہ نجیب لکھنوی	۲۳
جامع قہ طبہ	مولوی نعمت خان	۲۴
"دیکھو تو" (نظم)	مولوی سید محمد فاروق	۲۷
گورغریبان والوں سے خطاب	مولوی علی احمد ندوی	۲۸
چند پند (نظم)	خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی	۳۰
غزلیات	حضرت فائز عما دپوری۔ حافظ محمد یعقوب اوج گیاوی۔ منشی محمد حسن نحوی۔ منشی افتخار علی جگر۔ مولوی عالم علی شوخی۔	۳۱
حضرت شیخ محی الدین اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ	عبداللہ	۳۳
نالۂ بسمل (نظم قومی)	ڈاکٹر شیخ عبدالحکیم بسمل ہوشیارپوری	۴۹
مسلمانان ہند کی معاشرت اور اسکی اصلاح نمبر ۳	"ڈاکٹر"	۵۱
عرض مدعا	ظفرالملک علوی	۵۷
ریویو ۵۸	خبرین ۵۹	
محاربات صلیب	مولوی معشوق حسین خان بی اے	۹-۱۶

ایڈیٹر۔ ظفرالملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت سالانہ قسم اول ۱۲ قیمت فی پرچہ ۱ قیمت سالانہ قسم دوم ۸ قیمت فی پرچہ ۱

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلی والا

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ..... عہ

ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت ... عہ

باٹلیوالا کا خضاب جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ..... ہے

باٹلیوالا کی مقوی گولیان۔ اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ..... عہ

باٹلیوالا کا سفوف دندان۔ دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ..... عہ

باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم۔ ایکزیمن اچھا کر دیتا ہے قیمت عہ

یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور رسٹھر سے بھی ملتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ۔ ایل باٹلیوالا وارلی لیبوریٹری دادار بمبئی

شہاب الدین اینڈ سنز حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ زنانہ انگریزی ہندوستانی فیشن کی اعلےٰ سے اعلیٰ پوشاک نہایت خوشنما اور موزون تیار کرتا ہے ۱۸۷۶ء سے یہ کارخانہ پبلک کی خدمت انجام دے رہا ہے کاشی سلک جاپان سلک۔ جامہ وار سلک۔ اور علاوہ انکے جاپانی اور ولایتی طلسین صوفیانے وغیرہ اپکے ڈریس اور گون وغیرہ بھی بافراط مہیا رہتے ہین ایکبار ہمین آرڈر دیجیے پھر کہین اور فرمائش دینے کو آپ کا جی نہ چاہے گا پیمائش کا فارم اور کپڑون کے نمونے طلب کیجیے۔

قطب الدین منیجنگ پروپرائٹر

فہرست اشیاء موسم گرما

تہان کا مدانی بوٹیدار عہ سے ۱۰ عہ تک

تہان کا مدانی وچکن قابل دید سے ۱۲ عہ تک

تہان چکن بیل بوٹیدار۔ عہ سے ۱۰ عہ تک

دوپٹہ کا مدانی نفیس عہ سے ۱۰ عہ تک

دوپٹہ کا مدانی بیل بوٹہ سے ۱۲ عہ تک

دوپٹہ چکن بیل بوٹیدار عہ سے ۱۰ عہ تک

ساری چکن کا مدانی ہر قسم کی عہ سے ۱۰ عہ تک

ساری چکن بیل بوٹیدار عہ سے ۱۰ عہ تک

کرتے چکن ہر قسم کے لائق ۱۲ سے ۱۰ عہ تک

کرتے بچون کے متفرق عمر کے ۱۲ سے ۱۰ عہ تک

رومال دستی انگریزی طرز کے ۱ سے ۱۰ عہ تک

کلاہ دوپلڑی چکن کی ۱۶ سے ۱۰ عہ تک

کلاہ گولی چکن کی ۱ سے ۱۰ عہ تک

کلاہ میرٹھ و امروہہ دہلی کی ۱۸ سے ۱۰ عہ تک

شلوکے زنانہ قابل دید ۱۲ سے ۱۰ عہ تک

کارخانہ محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن لکھنؤ گلی پارچہ چکن



حضرات۔ ہماری مہربان گو بمنظ نے جلسلہ حسن خدمات وعمدگی مال کارخانہ ہذا کو تمغہ اور سارٹیفکٹ عطا فرما کر سودیشی کی حمایت اور دیسی تجار کی حوصلہ فزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی ابرا اور روسا بدیشی اشیاء کے دلدادہ ہین۔ لہذا اگر آپ کے دلمین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیاء کی خریداری مین مدد دیجیے۔ صرف ملکی اشیاء کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال ہو سکتا ہے مختصر فہرست ہدیہ ناظرین تا مکین ہے

المشتہر

محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن

چکن مرچنٹ لکھنؤ گلی پارچہ

فہرست اشیاء موسم سرما

فرد رضائی سلی ہوئی مع استر و گوٹ کرنٹ منگواتے ہی استعمال کیجیے عہ سے ۱۰ عہ تک

فرد بغیر سلی ہوئی پختہ عہ سے ۱۰ عہ تک

لحاف مین سکھ پختہ بغیر سلے ہوئے عہ سے ۱۰ عہ تک

پکنگ پوش پختہ ..... عہ سے ۱۰ عہ تک

پائین کھانیوالی تمباکو کی گولیان قوام مشک زرہ نہایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی دماغ مفرح قلب جاذب رطوبات فضلیہ دافع درد دندان مصفی دہان وغیرہ وغیرہ ہین حوصلہ چالیس سال سے تمام ملک مین مقبول ہو رہی ہین۔ اگر ہماری تحریر کے خلاف یا کسیوجہ سے ناپسند ہون واپس کر دیجیے قیمت سوتہ محصول واپس کیجائے گی تفصیل یہ ہے۔ گولیان نقرہ ہو بہو مثل ہوتی ہے فی روپیہ ۲ تولہ ۱۰ تولہ۔ گولیان طلا ورقا سادی فی روپیہ ۲ تولہ ۸ تولہ۔ قوام جسکی گولیان بنتی ہین فی روپیہ ۵ تولہ ۱۰ تولہ زردہ مغلئی مشک فی سیر للعہ و عہ

الناظر

P. G.
OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD

نمبر ۳۰ یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء

کلیلہ ودمنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اگرچہ فارسی کتابون مین کلیلہ دمنہ کا۔ سنسکرت نام۔ کرتک دمتک لکھا ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ کتاب مذکور۔ ہتوپدیش کا ترجمہ یا اقتباس ہے۔

ہتوپدیش کے مصنف کا نام۔ وشنو شرما تھا۔ یہ باکمال ذات کا برہمن۔ مگدہ دیش کا باشندہ اور انتظام مدن وعلم جوتش کا عالم متبحر تھا۔ علاوہ ازین دیگر علوم وفنون رائج الوقت مین بھی خاصی دستگاہ رکھتا تھا۔ پنڈت چانکیہ۔ جو پاٹلی پتر (پٹنہ) کے بودھ راجہ مہاراجہ چندر گپت کا اوستاد اور مہی تھا۔ وشنو شرما۔ اوسی کا سہ پاٹھی یعنی ہم مکتب تھا۔

چانکیہ نے۔ چندر گپت کے آٹھ سوتیلے بھائیون کو جنکا دعوی سلطنت۔ اُنکے زعم مین نہایت زبردست تھا۔ مع اُسکے باپ مہانند کے۔ بڑے توڑ جوڑ اور دغا فریب سے مار کر چندر گپت ہی کو مالک تاج وتخت بنا دیا۔[1]

---

[1] جسوقت سکندر اعظم نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے۔ اُسوقت مگدھ دیش کی راجدھانی راجگیر سے پاٹلی پتر۔ یعنی پٹنہ کو منتقل ہوآئی تھی۔ اور راج گدی پر مہانند۔ جو نندبنس کا پہلا راجہ ہوگزرا ہے بڑی شان وشوکت سے جلوہ افروز تھا۔ مہانند کے نو بیٹے تھے۔ ان مین سے ایک جسکا نام چندر گپت تھا ایک نائن بسماقمرا کے بطن سے تھا۔ باقی آٹھ شہزادے۔ دوسری مختلف رانیون سے تھے۔ جو غریب چندر گپت کو حقیر وذلیل سمجھتے اور اپنے کو بڑا عجیب الطرفین خیال کرتے تھے۔ حالانکہ خود مہانند یعنی

چندر گپت نے بھی صاحب سریر ہو کر اپنے محسن اوستاد کے اس احسان بیکران کا شکریہ اسکو وزیر اعظم اور مشیر خاص مقرر کر کے۔ کما حقہ ادا کیا۔

چندر گپت کو راج گدی تو مل گئی۔ مگر اتنی ہی کامیابی سے کیا ہو سکتا تھا۔ چانکیہ کو سوشل اور پولیٹکل انتظامات اور دونون انتظام۔ ہر قسم کے خطرات سے پاک وصاف کرنے کے لیے نہایت عقل و تدبیر کمال دوراندیشی و مآل بینی۔ اعلیٰ درجہ کے فن و فریب اور بڑے بڑے مغالطون سے کام لینا پڑا۔ اور سب سے بڑا کام پرانے شاہی خاندان اور اُسکے طرف دارون کا۔ کما حقہ قلع و قمع کرنا تھا۔

چانکیہ نے اس غرض کی انجام دہی کے لیے۔ قابل قابل جاسوسون اور رازدارون کو مختلف کامون پر مقرر کیا تھا۔ جو اپنے اپنے فرائض کو بڑی ہوشیاری اور حزم و احتیاط سے ادا کرتے تھے۔ وشنو شرما بھی۔ اُنھین منتخبہ اشخاص مین سے ایک شخص تھا۔ جس کے متعلق۔ موافقین۔ مخالفین۔ دونون گروہون کے اندرونی و بیرونی حالات کا ٹوہ لگانا تھا۔

چانکیہ نے اُسکو جوگی کے بھیس مین طرفداران مخالف کے پاس بھیجا تھا۔ جو اپنے کو اُنکا جان نثار دوست ظاہر کر کے۔ ہمیشہ انکے دلی ارادہ کا پتا لگاتا رہتا اور چانکیہ کو اس سے باخبر کرتا رہتا تھا اس بات کا پتا مُدرا راکشش[۵۱] کے اُس مقام سے چلتا ہے۔ جہان چانکیہ تنہائی مین بیٹھا ہوا آپ ہی آپ۔ اپنے اُن جانباز دوستون کے نام گنتا ہے۔ جو اُسکی فریب آمیز کارروائیون مین شریک اور معین و مددگار تھے۔ وشنو شرما کا نام۔ وہ بڑے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ لیتا ہے۔

ہندوستان کی اور تصنیفات کی طرح کتاب زیر ریویو کے مصنف کا بھی ٹھیک پتہ لگانا سخت مشکل ہے۔ مگر ایک ہندو محقق[۵۲] وشنو شرما ہی کو۔ اس بینظیر کتاب کا مصنف قرار دیتے ہین۔

ان نادانون کا باپ بھی۔ ایک شودری عورت سے تھا۔ دنیا مین ہنستا گھر ضرور بستا ہے۔ خدا نے چندر گپت کی حمایت پر چانکیہ ایسے چلتے پرزے کو کھڑا کر دیا جس نے مغرورون کو بیہودہ خیال کا مزا چکھا کر چندر گپت ہی کو تخت نشین کرا دیا۔ چندر گپت نے مگدھ راج کو بڑی وسعت اور رونق بخشی۔ اُسوقت ہندوستان مین۔ خال خال سورج بنسیون اور چند بنسیون کے راجہ باقی رہگئے تھے ورنہ سارا ملک مہاراجہ چندر گپت ہی کی وسیع قلمرو مین شامل تھا۔ تواریخ مین یہ شاہی خاندان چندر گپت کی مان۔ مُرا جماعت کے نام پر موریہ کھترانے کے لقب سے ملقب ہے۔ ۵۱ مدرا راکشش۔ ہے تو ایک ناٹک یعنی قصہ کی کتاب۔ مگر تاریخی پہلو لیے ہوے ہے۔

۵۲ اس نظم سنسکرت کا مصنف کبی۔ بشاکھ دت ہے۔ جو مہاراجہ پرتھی راج کا بیٹا تھا۔ پرتھی راج دہلی کا سب سے آخری ہندو فرمانروا ہوا۔ شہاب الدین غوری نے اسکو شکست فاش دیکر ہندوستان مین اسلامی سلطنت کی مضبوط بنیاد ڈالی جو تقریباً پانسو برس تک قائم رہی۔ بشاکھ دت کی ولدیت مین بوجہ اُسکے دادا کے نام مین شبہہ پڑجانے کے اختلاف ہے۔ مگر آخر کو وہ پرتھی راج ہی کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ ۵۳ راجہ شیو پرشاد۔ آئینہ تاریخ نما نمبر ۳ مین

اسکی نتیجہ خیز حکایتین ہندوؤن کی مختلف مقدس کتابون مین جو بتہ جستہ منتشر اور متفرق تھین مثلاً مہابھارتھ پنچ تنتر وغیرہ وغیرہ مین سخن فہم و معنی رس وشنو شرما نے۔ اُن حکایتون کو منتخب کرکے ایک کتاب کی صورت مین جمع کیا اور اُس مجموعہ کا نام۔ ہتوپدیش رکھا۔

مضامین کتاب اور دیگر لوازم تصنیفات پر غور کرنے سے یہ بات فوراً۔ دل مین اُتر جاتی ہے کہ لائق مؤلف نے اسکی تالیف و ترتیب مین کمال عرق ریزی۔ نکتہ سنجی وقت نظری اور وسیع الخیالی سے کام لیا ہے۔

انسانون کے مختلف طبقات بلکہ حیوانون کی مختلف اجناس کی افتاد طبع کا۔ مبصرانہ اندازہ کرکے اُنکے فطری اخلاق اور طبعی عادات کو دلچسپ قصون کے پیرایہ مین بیان کیا ہے اور منتخبہ حکایات کو کمال دقیقہ سنجی سے اُن اوصاف پر منطبق کرکے حکایتون سے ہر قسم کے نتیجے مستنبط کیے اور اُنسے سوشل اور پولیٹیکل دونون قسم کی نصیحتین پیدا کین۔ کشاکش زندگی مین عقل و فہم کو جن جن موقعون پر لغزش ہوتی ہے نہایت غور و تامل سے اُن مواقع کا احاطہ کیا۔ اور ساتھ ہی سلاست بیان اور حسن ادا کو۔ تمام کتاب مین خوبی سے قائم رکھا ہے کہ مطالعۂ کتاب سے کسی عمر اور کسی طبقے کے آدمی کا جی نہین اکتا جائے لڑکے۔ جوان۔ بوڑھے عالم۔ جاہل۔ دیندار۔ دنیادار۔ مُلّا۔ صوفی۔ فقیر غنی۔ فرمانروا۔ فرمانبردار کاشتکار۔ صنّاع۔ محنتی۔ سُست۔ ہُنرمند۔ بے ہنرے۔ الغرض جملہ طبقات اور اصناف کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرنے مین برابر کے حصہ دار ہین۔ یہ سب (اور اسی قسم کی اور بہت سی) باتین لائق وشنو شرما ہی کے حصے کی ہین نہ ہر ایک مولف و مصنف کے حصے کی ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند ۔۔۔ نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست ۔۔۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

الحق کلام کامل کے یہی معنی ہین کہ ہر فرقہ۔ ہر گروہ۔ ہر مذہب۔ اور ہر مشرب والا اپنے اپنے مذاق کے موافق اُس سے مستفید ہو سکے۔ ؎

بہار تازہ دمنش۔ دل و جان تازہ میدارد ۔۔۔ برنگ اصحاب صورت را بہ بوار باب معنی را

(باقی آیندہ)

دیانت حسین صدیقی

لکھتے ہین "وشنو شرما نے ہتوپدیش مین (جسکا ترجمہ کلیلہ دمنہ ہے) بیل گیدڑ اور لومڑی کی کہانی لکھی ہے۔ تو اُن کے یعنی ہندوؤن کے نزدیک اُنھین انسان کی طرح ذی عقل اور ناطق بھی جاننا چاہیے"

عقل انسانی

خود عقل کا مقتضا یہ ہے کہ عقل سے زیادہ کوئی شے قیمتی نہین ہوسکتی اور کیونکر ہو جبکہ علم و تجربہ ایسی نعمت عقل ہی کے لیے ہے۔ اگر ان دونون چیزون سے اُسکو کوئی فائدہ نہو تو یہ ایک غیر ضروری چیز تھی تا العموم تمام حکما اور عقلا اس امر کو تسلیم کر چکے ہین کہ اگر عقل کامل ہو تو ہر چیز حاصل ہوسکتی ہے چنانچہ افلاطون کا مقولہ ہے کہ سوائے دولت کے ہر چیز عقل سے مل سکتی ہے۔ تو جب ہم کو اسکی بہت شدید ضرورت ہے بلکہ تمام معاملات کا دار و مدار عقل ہی پر ہے تو لازم ہے کہ اسکو حاصل کرنے کی (اگر حاصل ہو سکے) یا اسکو ترقی دینے یا صاف کرنے کی فکر کرین مگر ان ارادون سے پہلے اوسکی فلاسفی پر غور کر لینا ایک حکیمانہ فعل ہوگا۔

اول سوال یہ ہے کہ عقل کا ماخذ کیا ہے؟ جہانتک غور کیا جاتا ہے سوائے روح انسانی کے اور کوئی شے نہ اسکا مصدر ہوسکتی ہے نہ کسی اور کی یہ ماتحت ہوسکتی ہے جو لوگ روح کو نہین مانتے ہین اسوقت اونکی طرف مخاطب نہین ہون کیونکہ اگر پہلے روح کو ثابت کرون تو یہ بحث فوت ہوجائیگی روح انسانی کے ماننے والے اور اُسکے اوصاف جاننے والے اس امر سے انکار نہین کر سکتے کہ عقل یا قوت ممیزہ مع قوت مدرکہ اوسیقدر درجۂ کمال کو پہونچتی جائے گی جسقدر روح انسانی کی قوت بڑھتی جائے گی اور روح کا ترقی پانا دوسرے لفظون مین نورانیت کا بڑھنا کہا جا سکتا ہے اسی حقیقت کی بنا پر روشن خیالی اور روشن دماغی کے الفاظ مستعمل ہوتے ہین۔ اسکے بعد اب ہم کو یہ فرع بساطت کے ساتھ بیان نہ کرنا چاہیے کہ عقل کسبی ہے یا فطری کیونکہ جب روح و عقل متحد الحقیقۃ ہین تو در انحالیکہ روح فطری ہے عقل کیونکر اکتسابی ہوسکتی ہے مگر ترقی عقل ضرور اُسی طرح ہوسکتی ہے جس طرح روح کی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ عقل کا سب سے اہم اور مخصوص کام کیا ہے؟ جہانتک غور کیا جائے گا یہی متحقق ہوگا کہ جو شخص نتیجہ پر نظر رکھ کے بسر اوقات کرے اور ہمیشہ ایسے امور مین منہمک رہے جو آخر الاخرین اُسکے لیے مفید نتیجہ پیدا کرین وہی زیادہ عقلمند اور صاحب عقل کامل ہے۔ اور یہ سب امور وہی ہونگے جو اخلاقاً اچھے ہونگے اور حسن اخلاق اُسی شخص کو حاصل ہوگا جسکی روح غالب یا قوی یا مصفی (جو کچھ کہو) ہوگی تو اب غالباً یہ ثابت ہوگیا کہ روح کی صفائی اور کمال عقل یہ دونون لازم ملزوم ہین اگر کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو عقلمند کہے جو متقی اور کاٹیان ہو اور

ہمیشہ اپنے اغراض نفسانی مین بالمقابل دوسرون کے کامیاب ہوجاتا ہو تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سب سے بڑا احمق ہے کیونکہ گو وہ نتیجہ اپنے لیے مفید نکالتا ہے مگر اُس نتیجہ کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہو مثلاً ایک شخص سکہ بنانے مین بڑا ہوشیار ہے اور وہ اسقدر ذہین ہے کہ اُسکا مصنوعی سکہ بہ نسبت دوسرے قلب سازون کے خوب چلتا ہے مگر اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دس برس تک قید سخت کی تکلیفین اُٹھائیگا اور وہ لوگ سچ جائینگے جو بنا نہین سکتے تو گو اس کائنی پن کا نام لوگون نے عقل فساد رکھا ہے اور گویا عقل کی دو قسمین کردین جسکی ایک قسم عقل سلیم ہے۔ مگر نفس الامر مین یہ دو قسمین ایسی ہی ہین جیسی احادیث کی اقسام ہین ایک قسم حدیث موضوع کہی جاتی ہے جو کہ درحقیقت حدیث نہین ہے اسیطرح عقل کی دوسری قسم عقل فساد قرار دیگئی ہے مگر واقعی امر یہ ہے کہ یہ بالکل خلاف عقل ہے کیونکہ عقل ہمیشہ سلیم ہوگی غیر سلیم یعنی مفسد اور بد انجام ہو ہی نہین سکتی۔

اس مسئلہ کے طے ہونے کے بعد جو کچھ مجھکو کہنا ہے اور در اصل جسکی یہ تمہید ہے وہ یہ ہے کہ عقل کے تجلیات انسان مین اسقدر مختلف ہین جسقدر تمام انسانون کے امزجہ مین اختلاف ہو گویا ہر انسان مین عقل کی ایک خاص مقدار ہے جو دوسرے مین نہین۔ اسکے ثبوت مین صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ کوئی دو شخص دنیا مین ایسے نہین مل سکتے جو تمام عمر مین ہر قول ہر فعل اور ہر رائے مین متفق رہین۔ مین نے اس دعوے مین فعل کو بھی قول اور رائے کے ساتھ شریک کرلیا ہے غالباً عام لوگون کو یہ خیال ہوگا کہ فعل کا تعلق عقل سے اسقدر نہین ہے جس قدر رائے اور تجویز کا مگر یہ بڑی غلطی ہے اور چونکہ یہ ایک نازک اور غیر معمولی مسئلہ ہے اسکی مختصر گفتگو بہت دلچسپ ہے۔ مین قسم کے آدمی ہوتے ہین ایک وہ جو اچھے بُرے کا امتیاز بخوبی نہین کرسکتے اور اس بے امتیازی کی وجہ سے بعض کام اُنسے ایسے ہوجاتے ہین جنکا نتیجہ مفید اور خاطر خواہ نہین نکلتا۔ دوسرے قسم کے وہ لوگ ہوتے ہین جو بخوبی سمجھتے ہین کہ یہ تدبیر بہتر اور فلان تجویز غلط ہے اور بالعموم نتیجہ اُنکے موافق اور نیک انجام ہوتا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو سمجھتا ہے مگر اپنی تجویز کے موافق عمل نہین کرسکتا اولین کی بابت تو کسی کو کلام نہین مگر آخر الذکر قسم مین سے جو شخص ہوتا ہے وہ اگر اپنے آپ کو عقلمندون مین شمار کرتا ہے تو یہ اُسکی جہالت ہے کیونکہ وہ اس فلسفہ سے شاید واقف نہین ہے کہ جو قوت غالب ہوتی ہے وہ افعال کی محرک اور اعضا و جوارح پر حاکم ہوتی ہے چنانچہ جسپر جس وقت غصہ غالب ہوتا ہے اُسوقت اُسکے اعضا وہی افعال کرتے ہین جو مقتضائے قہر و غضب ہین تمام اعضا اُسکے ماتحت اور کل قویٰ اُسکے محکوم اور اُس سے مغلوب ہوتے ہین یہانتک

کہ عقل بھی اسیطرح جب محبت غالب ہوتی ہے یا کوئی اور قوت۔ تو گو وہ شخص صائب الرائے ہو اور صحیح تجویز و تدبیر تک رسا ہو مگر چونکہ وہ اثر صحبت یا اپنے نفسانی جذبات کی وجہ سے اپنی عقل کی تجاویز و ہدایات پر عمل نہین کر سکتا ہے لہذا یہ حکم اُسکے لیے غلط ہے کہ اُسکی عقل قوی تر اور غالب نہین بلکہ دوسری قوتین جنکی تحریک سے وہ بڑے کام کرتا ہے اُسکی عقل پر غالب ہین لہذا وہ کامل العقل بلکہ عقلمند ہرگز نہین عاقل وہ ہے جسکی عقل اُسکی تمام قوتون پر ہر فعل کے وقت غالب رہے لیکن افسوس ہے کہ عقل ہر انسان مین کم و بیش ہے اور چونکہ اسکا وجود کچھ نہ کچھ ہر شخص مین ہے اسوجہ سے ہر شخص اُسکا مدعی ہے مگر روشن خیال لوگ کبھی اپنی عقل پر پورا بھروسہ نہین رکھتے اور وہ کوئی عقلی بات دعوے سے نہین کہتے۔ علاوہ اس اختلاف کے ایک خاص فرق لوگون کی عقلون مین اور بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ جسکی روح کو جس خاص شئے سے مناسبت ہوگئی ہے اُسکی عقل اُسی معاملہ مین زیادہ روشن ہوگئی ہے اور ایک تیسری تفریق یہ ہے کہ تغیر مزاجی کی وجہ سے بعض وقت کسی معاملہ مین انسان کی عقل کام نہین دیتی اور بعض وقت فوراً پہونچ جاتی ہے اور یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عقل چونکہ ایک روحانی امر ہے لہذا جسکی روح مین قوت انفعالی زیادہ ہوتی ہے وہ دوسرون کی روح کا اثر زیادہ اور جلد لیتی ہے اسی وجہ سے اکثر طلبا اپنے ہم سبقون اور اوستادون کے پیرو ہوتے ہین۔ یہ سب انسانی کمزوریان جو اختلافات عقل کی پیروی مین پوشیدہ ہین ہر فلسفی کو تنبیہ کرتی ہین کہ کوئی اپنی عقل پر بھروسا نہ کرے اور اپنی بلکہ اپنے ہم خیالون کی راے کو مخالف پارٹی پر یقینی ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے تو وہ مالک عقل ہے نہ صاحب علم۔

اگر مین عقل انسانی کو بے اعتبار ثابت کرنے مین کامیاب ہوا ہون تو میری یہ بات غور کے لیے سُنی جاے کہ جن اشیا کا وجود آج تک عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے یہ ضرور نہین کہ نفس الامر مین اُنکا وجود نہو اور جو لوگ اُنکے قائل ہین اُنپر اگر سادہ لوحی کا اطلاق کیا جائے تو وہ اس قدر بلا خوف تردید نہو کہ اُنکے خیالات کی مطلق نفی کر دیجاے۔ ممکن ہے کہ جو چیزین ہماری عقل مین نہین آتین وہ فی الواقع موجود ہون۔ آنکھ اوسی طرح جسم انسان کا ایک جزو ہے جس طرح انسان تمام کائنات کا۔ تو آنکھ جس شئے کو نہ دیکھ سکے اُسکی نسبت یہ انکار کرنا کہ وہ بے اصل ہے اور محض وہم ہے اُسکی غلطی ہوگی اسی طرح جب انسانی عقل پر مادہ ترقی و تنزلی نا متناہی ہے تو اگر تمام بنی آدم کوئی امر تجویز کرین ممکن ہے کہ غلط ہو چہ جائیکہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ ہو لہذا اگر ہم ایک بالکل رکیک اور مضحک واقعہ بھی پیش کرین جسکی مخالفت عام ہو تو اُسکے لیے بھی ہم کہہ سکتے ہین کہ شاید یہی صحیح ہو

اور یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی اثبات کے لیے چند آدمیون کی شہادت کافی ہوتی ہے اور نفی کے لیے ایک کرور آدمیون کی تقریر ناقابل سماعت ہے۔ اُن رکیک اور مضحک امور مین سے جنکا ذکر کرنے والا نشانہ ملامت ہونے کے قابل ہے ایک امر بھوت پریت جن شیاطین کا وجود ہے اس سے بحث نہین کہ مضمون نگار کا لکھنے والا یا سننے والا وہم پرست یا اُن مخلوقات وہمی کا منکر ہے کیونکہ یہ صرف ایک مثال ہے جو بظاہر عقل انسانی مین نہین آتی اور مین اس مثال کے ذریعہ سے یہ دکھانا چاہتا ہون کہ خود نوع انسان بلکہ طبقۂ اہل علم مین یہ امر مختلف فیہ ہے اور اسکو بڑی معزز قدامت حاصل ہے کیونکہ ان اشیا کا ذکر قدیم یونانی رومی اور یورپین فلسفیون اور اُن مورخون نے کیا ہے جو علم و عقل اور تجربہ مین مسلم الثبوت اور مستند صائب الرائے مانے جاتے تھے اور جاتے ہین۔

پلوٹارک[1] کے نام سے غالباً اکثر انگریزی تعلیم یافتہ واقف ہونگے اور اُسکے جاننے والے اُسے صرف واقعہ نگار نہین بلکہ فلسفی سورخ جانتے ہین اُسنے رومیون اور یونانیون کی جو سوانحعمریان لکھین ہین تو تقریباً ۳ ثلث کتاب مین ان ہی واقعات اور مخلوقات کا ذکر ہے جنکے وجود سے عام مخالفت ہے اور خال خال اُنکی موافقت و تائید ہوتی ہے۔ تھسیوس (بانی ایتھنز {شہر یونان}) کی سوانح عمری مین لکھا ہے کہ تھسیوس کے باپ ایجیس نے اپالو (ایک بت) سے مشورہ لیا تو اُسنے پیشینگوئی کی کہ اگر وہ غیر عورت کو ہاتھ لگائے گا تو اُسکی سلطنت جاتی رہے گی چنانچہ جب اُسنے لاکتھوس کے اغوا سے اُسکی لڑکی کو اپنے محل مین داخل کیا تو اُس سے تھسیوس پیدا ہوا مگر ایسے اتفاق درپیش ہوے کہ ہمیشہ کے لیے اُس کے خاندان سے ریاست جاتی رہی اور خود ایجیس پہاڑ پر سے گر کر مر گیا۔ اسی کے حالات مین لکھا ہے کہ موکل زہرہ تھسیوس کا مسخر ہوگیا تھا اور وہ عورت کی شکل مین متشکل ہو کے اُسپر فریفتہ ہوگیا تھا چنانچہ لڑائیون مین اُسنے مدد کی اور ایک کشتی مین خاص طور پر اُسنے مسمرزیم[2] یا ہپناٹزم یا میگناٹزم کے طور پر دورہی سے اُسکی مدد کی اور وہ غالب آیا اور متعدد مرتبہ تھسیوس کو الہام ہوے ہین۔

اس تھسیوس کے مدمقابل رولس بانی روم کی سوانح مین لکھا ہے کہ اسکے نانا کے بھائی نے ایک مرتبہ اپنے ایک مکان پر ایک غیر معمولی مخلوق کو جسے جن یا کوئی آسیب یا موکل کہنا چاہیے (مگر

---

[1] Plutarch یونان کا مشہور فلسفی اور سورخ قرونیا کا باشندہ تھا شہنشاہ ٹراجن نے اوسکی بڑی عزت افزائی کی اور صوبہ ایلیریا کا گورنر مقرر کر دیا۔ وہ اپنے وطن مین ۱۲۰ء مین فوت ہوا۔

[2] مسمرزیم اپنے موجد مسمر کے نام سے موسوم ہے اس فن کا منشا ایسی نیند لانا ہے کہ عالم بیداری کی طرح خواب آلود شخص کے قوائے دماغی و ذہنی کام دیتے ہین۔ ہپناٹزم اور میگناٹزم اسی کی شاخین ہین۔

پلوٹارک نے اُسے بھوت لکھا ہے) دیکھا اور یہ نہین کہ قوت واہمہ نے چند منٹ کے لیے دکھا دیا ہو بلکہ تین روز تک برابر اُسکا نظارہ ہوتا رہا اور اُس سے گفتگو بھی ہوئی چنانچہ اُسنے ایک عورت کی فرمایش کی، رومس کے نانا نے اپنی بھتیجی اُسکی نذر کی اوسکے بطن سے رومس پیدا ہوا حالانکہ رومس کی مان کو کسی اور مرد نے ہاتھ نہین لگایا تھا اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ وہ قید سخت مین تھی اور سوائے ایک عورت کے کوئی اُسکے پاس نہ تھا اُس قید خانہ مین اُسکے رومس پیدا ہوا مگر رومس کے نانا نے جو اپنے بھائی کی تمام نسل سے اسلیے مخالفت رکھتا تھا کہ جو سلطنت اُسنے اپنے بھائی کی غصب کرلی تھی وہ اوسکے کسی وارث کی مدد سے کہین واپس نہ لے لی جاے رومس کو دریا برد کرنے کے لیے ایک ملازم کے ہاتھ بھیجدیا وہ قعر دریا مین تو نہ پھینک سکا تھوڑے پانی مین ڈال کے چلا آیا، رومس اور اُسکا دوسرا توام بھائی رمیس دونون بہتے ہوے اُس ساحل پر پہونچے جہان اب اٹلی آباد ہے اور جو کہ پہلے روم کہلاتا تھا، ان دونون بھائیون کی پرورش بھیڑنی نے دودھ پلاکے اور بڑہئی (پرند) نے اناج کھلاکے کئی برس تک کی پھر بادشاہ کا گلہ بان انھین اُٹھا لیگیا۔ اور جب یہ جوان ہوے تو دونون نے اپنے غاصب نانا کو مارڈالا اور حقیقی نانا کو سلطنت دلائی اور مان کو قید سے چھڑایا اور شہر روم آباد کیا اور اسکی تمام زندگی مین بکثرت ایسے واقعات گزرے ہین جو عقل انسانی کے بالکل خلاف ہین اُس کو بکثرت الہامات وبشارات ہوے اور ہر ایک کا نتیجہ پیشینگوئی کے موافق نکلا یہانتک کہ رومس ایک روز دفعتہً غائب ہوگیا اور کوئی مستند شہادت ایسی نہ ملی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وہ قتل کرڈالا گیا حالانکہ وہ ایسا معمولی شخص نہ تھا کہ بآسانی اور چپ چپاتے قتل کردیا جاتا۔ وہ ایسا زبردست بہادر تھا کہ ایکدن اپنی قوت آزمانے کے لیے اُسنے ایک مقام پر کھڑے ہوکے برچھا پھینکا تو وہ ایک پہاڑ کے اندر گھس گیا جس کو بہت سے آدمیون نے مل کر نکالنا چاہا مگر نہ نکل سکا، اُسکی ڈانڈ بلوط کی تھی چند روز کے بعد قوت نامیہ نے اُس سے بلوط کا درخت پیدا کردیا اور وہ تقریباً ہزار برس تک رہا خود پلوٹارک نے رومس کے حالات مین لکھا ہے کہ جب تک کوئی غیر معمولی قوت شریک نہو یہ ممکن نہین کہ رومس سے وہ کارہاے نمایان سرزد ہون جو خلاف قوت انسانی ہے یونانیون کا عام خیال تھا کہ رومس اور رمیس موکل مریخ کے صلب سے تھے اوسی کی طرف سے انکی پرورش ہوئی کیونکہ بھیڑنی اور بڑہئی دونون مریخ سے منسوب ہین اور تمام لڑائیون مین اُسنے کمک کی۔

(باقی آئندہ)

سعید احمد ناطق

رباعیات کوثر

ساجد ترا کل جہان ہے مسجود ہے تو
طالب ترا کن فکان ہے مقصود ہے تو
ہر مومن و بت پرست شیدا تیرا
صدقے ترے نام کے وہ معبود ہے تو

دشوار ہر ایک کام آسان ہو جائے
جس چیز کا سامان نہ سامان ہو جائے
تیری نظر مہر جو ہو رب کریم
ذرہ ابھی خورشید درخشان ہو جائے

ایام نشاط و کامرانی پھر آ
سرمایۂ عیش زندگانی پھر آ
پیری نے مٹائی زندگی کی لذت
اے عہد شباب و نوجوانی پھر آ

معشوقوں سے ہم نے دل لگانا چھوڑا
خوش چشموں سے آنکھ کا لڑانا چھوڑا
چھوٹا جس دن سے لکھنؤ اے کوثر
بزم شعرا میں آنا جانا چھوڑا

افسردہ برنگ گل چمن سے نکلے
گریاں صفت شمع لگن سے نکلے
کھینچے لیے جاتی ہے گیا کو قسمت
ہم گرد سفر بن کے وطن سے نکلے

یہ جاہ و حشم نہ ہوشیاری سے ملا
جو کچھ کہ ملا رحمت باری سے ملا
ذرے سے بنے مہر درخشاں کوثر
ہم کو یہ عروج خاکساری سے ملا

کب تک کوئی سیر مسجد و دیر کرے
اسلام سے اُنس کفر سے پیر کرے
کوثر ہے چشم مست ساقی کا خیال
اللہ مرا خاتمہ بالخیر کرے

ایام نشاط و کامرانی کب تک
آخر یہ غرور نوجوانی کب تک
گزری شب عیش صبح پیری آئی
ہشیار ہو مست سرگرانی کب تک

حیدر نائک

امن برطانیہ کی جو برکتین ہم ہندوستانیون کو بالفعل حاصل ہین اُنکی وجہ سے اس امن و آسائش کے زمانہ مین گزشتہ دو تین صدیون کے اُن پُر آشوب حالات و واقعات کا قیاس کرنا مشکل ہے جبکہ سلطنت مغلیہ چراغ سحری کی مصداق بنگئی تھی اور ملک مین ہر چہار طرف شورشون اور بیچینیون کی بلائین نازل ہورہی تھین خاصکر مرہٹہ گردی کی وجہ سے وہ طوفان بے تمیزی برپا تھا کہ تمام ہندوستان مین کسی متنفس کی جان و مال خطرے سے خالی نہین رہے تھے اگرچہ اسوقت بھی مسلمان راجپوت اور چھتریون کی سی شریف اور معزز قومین کہین کہین برسر اقتدار نظر آتی تھین مگر مرہٹون اور قزاقون وغیرہ کے استیصال اور عام امن انتظام قائم رکھنے کے لیے سب مین توی اور شایستہ حکمرانون کی ضرورت محسوس ہورہی تھی چنانچہ اس ضرورت کو برٹش گورنمنٹ کے عدل و انصاف اور خوش تدبیری نے بوجہ احسن پورا کردیا۔ لیکن استحکام سلطنت برطانیہ سے پیشتر حالت یہ تھی کہ تمام مملکت ہند مین فتنہ و فساد کے ہنگامے آئے دن برپا رہتے تھے اور چارونہ طرف طوائف الملوکی کا بازار گرم تھا۔ انھین پر آفات صدیون مین اکثر حوصلہ مند اور جوشیلے سپاہی زادے ایسے پیدا ہوے جو اسوقت کے بعض عیش پسند و آرام طلب سلاطین کے طفیل مین کچھ نہ کچھ نام و نمود حاصل کرتے رہے مگر ان سب خوش اقبال و ہونہار نوجوانون مین کسی ایک کو بھی ایسی عالمگیر کامیابی نصیب نہین ہوئی جیسے کہ ایک غریب سپاہی نے حاصل کین جو حیدر صاحب سے حیدر نائک ہوے اور رفتہ رفتہ نواب حیدر علیخان بہادر والی میسور کے نام سے تاریخ ہندوستان مین اپنا ذکر چھوڑ گئے۔

اس بیان کی تائید مین زوال عہد مغلیہ کی عام حالت اور حیدر علیخان کے صفات ذاتی اور مدارج ترقی کا اندازہ کرنے کے لیے فارسی زبان کی ایک تاریخ کے چند فقرے درج ذیل کیے جاتے ہین:

"اگرچہ اختلال نظام مہام دولت دہلو یہ سبب عجز و زبونی طرفدار و فرصت دولت غنیمت شمار گردیدہ ولیکن از میان آن ہمہ جاہ جویان نواب حیدر علیخان ممتاز بمزید قابلیت کشور کشائی و صلاحیت دارائی مخازیو دچہ این سپہدار بختیار نہ مانند دیگر نوابان و صوبہ داران پس زر نیابت و باجگذاری دعوی استقلال در حکومت و طرفداری کردہ و نہ مانند قدیم راجگان ہندوستان سراز

اطاعت و فرمانبرداری برتافتہ باسترداد مرزبانی خاندانی خویش قدم ہمت برافشردہ رنگے بروے کار آوردہ بلکہ بمحض سعادت طالع و بلندی فطرت وعلوے ہمت وتوانائی وصلابت اعضا وتیزی وقوت حواس ظاہر و نیرومندی قواے باطن وکمال تفرس وتفطن از حصنیض سپہداری باوج گرانمایہ کشور خدیوی وشہریاری ترقی نمودہ"[1]

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود اس تمام شہرت وقابلیت کے حیدر نائک نے ٹیپو سلطان اور فرانسس والون کے دام فریب مین آکر آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی سے کسی قدر مخالفت مول لینے مین غلطی کی اور یہ ایسی فاش غلطی تھی جسکا تلخ تجربہ اُسکو اپنی زندگی مین خود ہوگیا تھا چنانچہ بمقام ارنی اپنی آخری شکست کے موقع پر حیدر علیخان کی زبان سے جو جملہ نکلا تھا وہ یہ تھا کہ "کاش مین ایسی قوم کے ساتھ مراسم اتحاد قائم کرنے کی کوشش کرتا جسکے ایک سے زیادہ نفر قتل ہوجائین تب بھی اُسکا کوئی نقصان نہین ہوسکتا کیونکہ اس قوم کا ہر فرد خود افسری کے لائق نظر آتا ہے"

اسمین شک نہین کہ اگر حیدر علی کچھ روز اور زندہ رہتا تو سرکار انگریزی کا سچا دوست اور نیز خواہ ثابت ہونے کے علاوہ آج اُسکی غیر معمولی شہرت پر اسطرح پانی نہ پھر جاتا۔ چنانچہ حیدر علیخان کے حالات زندگی کو بغور دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بذات خود انگریزی قوم کی بہادری اور آزاد پسندی کا معترف اور دل سے طرفدار تھا۔ مگر جب تقدیر بگڑی اور اسباب ناموافق پیش آئے تو حیدر نائک کی تمام ترقی تباہ وشہرت و بلندنامی خاک مین ملگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حیدر علی ایک شریف[2] اور معزز سپاہی میر فتح علی نائک کا بیٹا تھا اور حیدر علی کی والدہ مجید بیگم

[1] کارنامہ حیدری مطبوعہ مطبع آفتاب عالمتاب کلکتہ ۱۲۴۶ھ۔ [2] حیدر علیخان کے حالات خاندانی کی نسبت مختلف بیانات ہین مگر معتبر روایت یہ ہے کہ حیدر علی کے مورث اعلی حسن بن یحیی شریف مکہ تھے حسن بن یحیی کی اولاد مین ایک صاحب حسن بن ابراہیم القلابات روزگار کی بدولت ۱۳۰۰ ہجری مین وارد ہندوستان ہوے اور متولی روضہ مقدس حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مہمان رہے متولی صاحب نے حسن بن ابراہیم کو شرافت خاندانی اور اطوار نیک کے لحاظ سے اپنی فرزندی مین قبول کیا حسن بن ابراہیم کی وفات کے بعد انکے پوتے میر محمد علی نے اجمیر کی اقامت ترک کرکے دہلی کا سفر کیا اور دہلی سے دکن مین بمقام گلبرگہ آکر توطن اختیار کیا اور گلبرگہ مین درگاہ حضرت خواجہ گیسو دراز کے سجادہ نشین ہوے۔ میر معصوم صاحب کی صاحبزادی آپکے عقد نکاح مین آئین۔ میر محمد علی کے وفات کے بعد انکے صاحبزادے میر فتح علی نے گلبرگہ کی بود و باش چھوڑ کر سپاہیانہ منصب اختیار کیا اور ناظم برار متعلقہ بیجاپور کی فوج مین ملازم اور نائک کے لقب سے سرفراز ہوے اس عرصہ مین میر فتح علی کی شادی سید برہان الدین پیرزادہ تنجاور کی صاحبزادی سے ہوئی بعد ازان ۱۱۳۱ھ مین ناظم برار کی ملازمت

ایک درویش مشرب بزرگ کی صاحبزادی تھین - میر فتح علی نائک راجہ میسور کی فوج مین معزز عہدہ پر فائز اور خطاب نائک ممتاز تھے - مگر باپ کے انتقال کے بعد حیدر علی نے اپنی والدہ اور ماموں کے سایۂ شفقت مین تربیت پائی - اگرچہ حیدر علی کو نوشت و خواند اور علمی قابلیت حاصل کرنے کا موقع نہین ملا لیکن اسکی طبیعت مین انتہا ہی سے چستی اور مستعدی ذہانت اور بیدار مغزی کے صفات پائے جاتے تھے اور رفتار و گفتار سے بہادری و شجاعت - ملک گیری و دادگستری کے جوہر نمایان تھے - باوجود جہالت و بیباکی کے اپنے ہمرکابین مین وہ محض لکھر سپاہی نہین معلوم ہوتا تھا بلکہ اسکی ذات مین خودداری - اعانت ذاتی اور تعلیندی کے اعلیٰ اوصاف موجود تھے - مشہور ہے کہ فرانس کے بہادر جنرل نپولین بونا پارٹ کی طرح حیدر صاحب بھی اپنے ہمسن لڑکون کی فوج بنا کر کھیلا کرتا تھا اور ان سب کا سردار ہمیشہ وہ آپ بنجاتا تھا اس طرح سپاہیانہ کھیل کود مین ایام طفلی بسر کرنے کے بعد حیدر علی اور اُسکا بھائی شہباز خان جوان ہوکر حسب استحقاق موروثی راجہ میسور کی فوج مین نائک کے عہدون پر ممتاز ہوگئے[1] - اور اپنے بھائی شہباز خان کے بعد انتقال ۱۷۴۲ء مین حیدر نائک اپنی جان نثاری و کارگزاری کے صلے مین راجہ میسور کی افواج کا سپہ سالار یا کمانڈر انچیف مقرر ہوگیا -

اُس زمانہ مین ہندوستان مین ایک طرح کا نظام فوجی قائم تھا لہذا حیدر نائک کو راجہ میسور کی طرف سے علاوہ تنخواہ و منصب وغیرہ کے تعلقہ بنگلور کی قلعہ داری عطا کی گئی چنانچہ وہ اپنی ذاتی فراہم کردہ فوج کے ساتھ قلعہ بنگلور مین بسر اوقات کرتا رہا - اُسی وقت سے اسکی بہادری و جنگ آزمائی کی شہرت دور و نزدیک پہونچنے لگی تھی جسکی بدولت اکثر چھوٹے تعلقدار یا پالیگار اپنے حریفون کے مقابلہ مین اور گروہ مرہٹہ کے دست بُرد سے بچاؤ کے لیے حیدر نائک سے امداد و اعانت کے طلبگار رہتے تھے اور اسکے معاوضہ مین حیدر نائک کو اپنے حدود متعلقہ مین اضافہ کرنے کے موقع ملتے رہے اور اسکے جاہ و منصب مین روز افزون ترقی ہوتی گئی چنانچہ راجہ میسور کے دربار مین رفتہ رفتہ حیدر نائک کا رسوخ زیادہ ہوگیا اور ہر مشکل موقع پر حیدر نائک کی خدمت پر بھروسہ کیا جانے لگا - یہانتک کہ ۱۷۵۶ء مین پیشوا نے

چھوڑ کر راجہ میسور کی فوج مین دو ہزار پیادہ اور پانصد سوار کی سپہ داری پر مامور ہوگئے اسی زمانہ مین یعنی ۱۷۴۹ء مین فتح علی نائک کے گھر مین فرزند ارجمند طالع پیدا ہوا جسکا لقب حیدر صاحب اور نام حیدر علیخان رکھا گیا (نشان حیدری مولفہ میر حسین علی کرمانی افسر توپخانہ افواج حیدری)

[1] حیدر علیخان نے راجہ میسور کی ملازمت مین سرفراز ہونے کے بعد عبد الحکیم خان ناظم کرنول کی بیٹی کے ساتھ شادی کی جو بعد کو فخر النسا بیگم کے نام سے ٹیپو سلطان کی والدہ ہوئین -

مملکت میسور پر چڑھائی کردی تو راجہ میسور نے فی الفور حیدر علیخان کو مرہٹون کی مدافعت کے لیے طلب کیا مگر اس زمانہ مین حیدر نائک دوسری طرف اپنے فتوحات مین مصروف تھا لہذا جبتک حیدر نائک پایۂ تخت میسور یعنی سرنگپٹن تک پہونچے راجہ میسور نے خوف زدہ ہوکر مرہٹون سے رقم کثیر بطور خراج ماچوتھ دینے کے معاوضہ پر صلح کرلی چنانچہ اسی رقم کے مطالبہ مین مرہٹون کی متواتر یورشون نے سلطنت میسور کو بیشتر اوقات درہم و برہم کردیا خصوصاً حیدر علی کو مرہٹون کا یہ مطالبہ نہایت شاق گزرتا تھا جسکے لیے زمانۂ تخت نشینی کے بعد نواب حیدر علیخان بہادر کو سخت زحمتون اور دشواریون کا سامنا ہوتا رہا[۱]

قلعہ دار بنگلور رہونے کی حیثیت سے حیدر نائک کو پہلی مرتبہ انگریزی کمپنی کی فوج کا مقابلہ کرنا پڑا جسکی صورت یہ ہوئی کہ فرانسیسیون اور انگریزون مین باہمی جنگ چھڑ گئی - اس جنگ مین راجہ میسور کے حکم سے حیدر نائک نے فرانسیسیون کی مدد کے لیے ۱۷۵۴ء مین بمقام ترچناپلی فوجکشی کی مگر فرانسیسی افسرون کی نالائقی[۲] سے میدان سرکار کمپنی کے ہاتھ رہا -

---

[۱] نواب حیدر علیخان کو جماعت مرہٹہ کے ساتھ ہمیشہ سے دلی کاوش تھی اور وہ مرہٹہ طاقت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکدینے مین برابر ساعی رہا چنانچہ شیخ عبدالرحیم اپنی تالیف "کارنامہ حیدری" مین صفحہ ۶۳ پر لکھتے ہین کہ "درمیان ایران عبدالحمید خان جماعت مرہٹہ را داخل مقصد و مرام خود توہم میکرد - و آنچنان حیلہ و فسون برہم زدن جمعیت آن نمیگزاشت کہ وضع خاص حکومت شان بآسانی برہم میخورد بکار میبرد کہ او را بکام دل فیروز میگردید - و ازاین معنی مایوسی نبود کہ بقیاطیس اتہ [illegible] بالشان برہا یافتہ انگیزی خاطر اتفاق الشان معطل و بیکار دارد تا آن زمان کہ [illegible] فروغی اقتدار دولت روز افزون رست آنہا دل الشان بستہ گردانند"

[۲] روایت ہے کہ اس جنگ مین فرانسیسیون کی مدد کے لیے حیدر نائک نے اپنے بھائی میر مخدوم علیخان کو بھیجا یا تھا جسکی نرمیت پر وہ بیحد ناخوش ہوا اور میر مخدوم علیخان کو اپنے منصب عالی سے گراکے معمولی سپاہیون کے درجہ پر پہونچا دیا اس سزائے سخت کو دیکھکر تمام افسران بنگلور حیدر نائک کی سیاست سے بیحد خائف ہوگئے اور سب نے متفق اللسان ہوکر میر مخدوم علیخان کی سفارش کی لیکن جب میر قصور افسران فرانس کا ثابت ہوا تو اسوقت حیدر نائک کی محبت برادرانہ نے جوش کیا اور وہ خود مع خدم و حشم اپنے بھائی کی عفو تقصیر کے واسطے قصر عمانی سے روانہ ہوا اور جب راستہ مین اپنے بھائی کو پاپیادہ خستہ حال دیکھا تو بے اختیار ہاتھی سے اُتر پڑا اور بھائی کو گلے سے لگایا اور اپنے سپاہ مین اسکے ہاتھی پر بٹھا کر واپس آیا - ایوان قلعہ داری مین آنے کے بعد میر مخدوم علی خان کو خلعت و منصب و مرتبہ سے سرافراز فرمایا - اس واقعہ سے رعایا سے بنگلور کا ہر زن و مرد متاثر تھا اور سب افسران فوج کے دلون مین حیدر نائک کی ہیبت سیاست چھاگئی تھی

(فتوحات حیدری)

۱۷۶۵ء مین جب راجہ میسور نے حیدر نائک کو مادھو راؤ پیشوا کی مدافعت کے لیے طلب کیا ہے تو اس زمانہ مین حیدر علیخان راجہ میسور کے حسب ایما ممالک کرناٹک وخطہ بالاپور وغیرہ کی تسخیر مین مصروف کار بار تھا۔ ان تمام خیر معمولی کارگزاریون اور نمایان عظمت واقتدار کی بدولت راجہ میسور کے بعض ارکین دربار خاصکر کنارہ کی راؤ دیوان میسور اسکا مخالف بنگیا تھا اور حیدر علی کی گرفتاری کے لیے دیوان میسور نے یہ چال پھیلایا کہ حیدر نائک کو دھوکے سے سرینگپٹن مین طلب کرکے قید کردینا چاہا مگر حیدر نائک کی چالاکی و بہادری سے دیوان میسور کی یہ تدبیر کارگر نہو سکی

اوسوقت سے حیدر نائک قلعہ بنگلور اور اُسکے متعلقات پر خود مختارانہ حکومت کرنے لگا لیکن ابھی ایک اور مرحلہ اسکو پیش آنے والا تھا جسکی بدولت وہ ریاست میسور کا مستقل فرمانروا بنگیا ۱۷۶۶ء مین راجہ میسور کی فوج نے قلعہ بنگلور پر حملہ کردیا مگر حیدر نائک نے راجہ کی فوجون کو شکست فاش دی اسی عرصہ مین سری رنگپٹن پر وٹھل سیوا جی مرہٹہ نے یورش کی جس سے راجہ میسور کی قوت بہت گھٹ گئی لہذا اس موقع کو غنیمت دیکھکر حیدر علیخان نے اُسی سال یعنے ۱۷۶۶ء مین سری رنگپٹن پر جاکے قبضہ کرلیا اور راجہ میسور کو نظر بند بناکے تمام ریاست میسور پر خود قابض ومتصرف ہوگیا۔ اگرچہ حیدر علیخان نے سابق راجہ میسور کے اختیارات سلب کرلیے تھے مگر بپاس نمک اور اس لحاظ سے کہ راجگان میسور قدیم خاندان وزیا نگرم کی یادگار رہین راجہ میسور کی ظاہری عزت وتوقیر بدستور قائم رکھی چنانچہ نسلاً بعد نسلاً حیدر علی کے زمانہ مین اسی راجہ کی اولاد رسوخ شاہی وآداب مسند نشینی کے ساتھ میسور کی راجگی پر برائے نام مسند نشین ہوتی رہی اور معزول راجہ میسور کے گزارے کے لیے پایتخت میسور سرینگپٹن کے قریب ایک جاگیر بھی دیدی گئی تھی۔

۱۷۶۱ء کے پیشتر میسوری راج ایک چھوٹی سی ریاست مین محدود تھا اور عام بطمی وابتری کی وجہ سے اس ریاست پر مرہٹون کو تاخت وتاراج کرنے کے اکثر موقع ملتے رہے لیکن حیدر علی خان نے میسور پر قبضہ پانے کے بعد جنوبی ہند کے اکثر زرخیز اور شاداب حصے اپنے قلمرو مین شامل کرلیے اور وسعت وآبادی کے علاوہ ملک کی اکثر بدنظمیان دور ہوگئین۔ حدود میسور مین راستے لٹیرون اور غارتگرون سے تقریباً پاک ہوگئے تھے۔ پنڈاری اور اکثر جرائم پیشہ قومون کو حیدر نائک نے اپنی فوج مین داخل کرلیا تھا اور جنگی قوت اسقدر مضبوط ومستحکم بنائی تھی کہ مرہٹہ حملہ آور برابر شکستین کھاتے رہے۔

ان تمام وجوہ سے ریاست میسور مین ۱۷۶۰ء کے بعد ایک مستقل سلطنت کی حیثیت قائم ہوگئی تھی اور حیدر علیخان کے جانشین ٹیپو سلطان کے وقت مین میسور کی رونق دوبالا ہوگئی۔ سری رنگپٹن

اور اُسکے قرب وجوار مین اکثر شاندار عمارتین تعمیر ہوئین - جا بجا علوم وفنون کے چرچے ہونے لگے - تجارت وزراعت روز افزون تھی - غرضکہ ہمہ وجوہ وحشی اور جاہلون مین تہذیب وتمدن کی جھلک پیدا ہوگئی یہانتک کہ تاج برطانیہ کے زیر حمایت آنے کے بعد میسوری انتظام کی خوبیان دوسری ریاستون کے لیے سبق آموز ہوگئین - چنانچہ میسور کے طبعی حالات اور ترویج ترقی کا دہندلا سا خاکہ ایک مثنوی کے چند ابیات ذیل مین نظر آئے گا -

ہمایون کشوری خرم زمینے — طرب زا مرز بوے دلنشینے — وطن گاہی نشاط وخرمی را — طرب گاہی پری وآدمی را
ہوایش داستان زعفران زار — نسیمش را شمیم زلف دلدار — بنایش معدن یاقوت وگوہر — بجایش مخزن لولو وعنبر
گلستان در گلستان لالہ زارش — گلستان در گلستان نوبہارش — زساج وآبنوس وعود وصندل — زپان وبید مشک وسندل
بہشتے گشتہ با بلبل ہیاہو — بدامانش گل وریحان چو ہر سو — بباغ رشک از فردوس رضوان — نخستین حاکمانش راجہ بودند — کہ بر ہر خطہ دارائی نمودند
زدانشیان زمان سیمین بازو — سپہدار مہین شیر سلحشور — کہ بنیادہ اساس ملک میسور
قوی رائے وقوی بازو قوی بخت — سرش زیب کلاہ پاش افسرت — چو آن دارائے دین رخت زجہان بست — بتخت خسرو آفاق بنشست
شہ سلطان نشان نیسا خاہا — ہمائے سلطنت ظل الٰہی — مہی بہرام کین ومشتری خو — طرفدار دکن سلطان ٹیپو
محمد نام مجموعہ ورنج بردار — دلیر گرم کین وبرق پیکار — بکین ومہر زہر وآبگین ریز — برزم اسکندر ودر بزم پرویز
رواج دین احمد بود کارش — چو عہد مہدی آمد روزگارش — صناعت خانہا بنیاد کردو — جہان ازداد دین آباد کردو
بسے آئین شاہی کردایجاد — بسے دولت سرانہا دنیاد — زبس آرایش وسامان وسارش — کہ بست این مملکت را زان طرازش
شدہ یکسر دکن چون باغ رضوان — پراز ناز ونعیم وحور وغلمان — زمانہ آن ورق را درنوشتہ — بشستہ نقش دیگر بر نشستہ
کنون آن تاج وتخت از داؤد آمد — درآمد زیر فرمان بریطین — ہمہ خوشحوی وآزاد وہنرمند — ہمہ دلجوی وراد وپاک پیوند
سخن کوتہ بسے ہشیار کارند — دوروزہ زندگانی خوش گزارند

فرمانروائے میسور ہونے کے بعد ہی حیدر علیخان نائک کی عظمت واقتدار کے تمام اقطاع ہند مین ڈنکے بجنے لگے مگر اسی اثنا مین ایک اور واقعہ جلیلہ حیدر نائک کو اعزاز وافتخار حاصل ہونے کا پیش آیا جو اُسکے حالات زندگی مین خاص اہمیت رکھتا ہے یعنی مرہٹون نے اعلیحضرت نظام الملک فرمانروائے حیدرآباد کی خدمت مین باریاب ہوکر علاقہ جات سرادو بالا گھاٹ متعلقہ صوبہ بیجاپور کا اجارہ حاصل کرلیا تھا مگر جب احمد شاہ دُرانی اور سرکار انگریزی کی بدولت دربار پیشوا کی بنیادین متزلزل ہوگئین تو اوسوقت نواب بسالت جنگ ناظم بیجاپور نے مرہٹون سے علاقہ جات مذکور الصدر مسترد کرلینے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے نواب حیدر علیخان کی امداد طلب کی چنانچہ ۱۷۶۱ء مین قلعہ

ہسکومہ متعلقہ سرا حیدر علیخان کی امداد سے فتح ہوگیا اور علاقہ جات سرا و بالا گھاٹ مرہٹون سے چھین لینے کے بعد نواب بسالت جنگ نے حیدر علیخان کو زر نقد کے معاوضہ مین دیدیے۔ نیز وعدۂ دوستی و اتحاد دائمی کے ساتھ شہنشاہ دہلی کی خدمت مین حیدر علیخان نائک کی سفارش بھی کی چنانچہ مورخ لکھتا ہے

" پس از انقضاے روزے چند سفیر محمد شاہ بادشاہ دہلی باتحاد نامہ و سپر و شمشیر مرصع کار و پالکی ہمارۂ و چتر جواہر نگار و ماہی مراتب و کوس و علم بادیگر ہدایا و نوادر روزگار رسیدہ و آوازہ فتوحات تازہ و بلند نامی بے اندازہ اش آویزہ گوش جہان و جہانیان گردید اکنون سپہدار نامدار ملقب بغراے نواب حیدر علیخان بہادر خواندہ شد"[1]

اس عروج و اقبال کے بعد نواب حیدر علیخان بہادر کے جاہ و جلال اور مال و منال مین بھی روز افزون ترقی ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۷۶۱ء مین ریاست کنڑہ حیدر علیخان کے قبضہ مین آئی جس کا پایۂ تخت قلعہ بدنور المعروف بہ حیدر نگر تھا۔ قلعہ حیدر نگر مین کثیر دولت و ثروت نقد و جواہرات وغیرہ حاصل ہوے اور قلعہ مذکور کی تسخیر گویا نواب حیدر علیخان کی آیندہ کامیابیون کے لیے سنگ بنیاد ہوگئی۔ چنانچہ قلعہ بدنور کی تسخیر کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے یعنی راجہ بدنور لاولد مرگیا تھا اور اسکی رانی قلعہ بدنور پر دادِ حکمرانی دے رہی تھی مگر ایک اور دعویدار ریاست پیدا ہوا جو راجہ منونی کا متبنّے کہلاتا تھا۔ چونکہ بدنور مضافات علاقہ سرا مین واقع تھا لہذا راجہ کے متبنّی نے اپنی مان کے خلاف نواب حیدر علیخان کے سامنے استغاثہ پیش کیا۔ اوسپر حیدر علیخان نے اُن دشوار گزار کوہستانی مقامات پر بذات خود فوج کشی کردی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رانی نے اپنے متبنّی فرزند کو ریاست بدنور کا راجہ بنا دیا اور حیدر علیخان کو بمعاوضہ سرپرستی قلعہ منگلور نذر کیا گیا مگر قلعہ منگلور پر تصرف کرنے کے بعد جب حیدر علیخان نے مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ رانی مذکور اور اُسکے جانشین نے متفق ہوکر اس عرصہ مین ایک خوفناک سازش کے سامان کیے تھے۔ چنانچہ مُلّا فیروز صاحب فتوحات برطیّ لکھتے ہین کہ

سگالیدہ باہم دگر ہام و پور	کہ چون وارسد حیدر از منگلور
گسستہ نہان کاخ را تا رو پود	فرود آوریم آن سر بر سرش
کنون حال زن نشنوانے نیکخوے	کہ چون بود کارش پس از مرگ شوے
از و شاد زالسان کہ زیبت ہمن	وراخواند نزد یکیش آن چارہ گر

[1] کارنامہ حیدری مولفہ عبدالرحیم مطبوعہ کلکتہ۔

برہمن پرستار بت خانہ بود ببنزدش یکے خانہ شاہانہ بود پئے حیدر آن خانہ کردہ پسند
کہ پرجانش آرد ازآنجا گزند بگفتش زبت خانہ تا آن سرا نماید زمین راتہی جا بجا
کشاید ہ زیر زمین رہ فراخ رساند سر نقب تا زیر کاخ بدانسان کہ فرمود آن شوخ زن
بانجام آورد آن برہمن چو حیدر رہ پرداخت از منگلور بیامد بجائے کہ بُد مام و پور
پذیرہ شدہ پور و مام و سپاہ دران کاخش آوردہ از گردرہ بفرمان دارندۂ جان و تن
بکاخ اندر آمد یکے برہمن بہ حیدر سخن گفتن آغاز کرد سر راز پوشیدہ را باز کرد
نہان بخیہ افگند بر روے کار بر و نقب پنہان نمود آشکار شنید و ز دانش برآشفت سخت
برآن مادر و پور گم کردہ بخت

اس ناسپاسی و محسن کشی کے معاوضہ مین راجہ بدنور کی تمام ریاست اور مال و اسباب پر نواب حیدر علیخان بہادر نے قبضہ کر لیا راجہ اور رانی اپنے کیفرکردار کو پہونچے۔ مگر اس ریاست مین چونکہ راجگان قدیم کے وقت سے خزانہ معمور تھا اسلیے یہ نعمت غیر مترقبہ حیدر علیخان اور اسکی فوج کے افسران و ملازم وغیرہ کے حصہ مین آئی۔ اس واقعے کو نواب حیدر علیخان نے فال نیک سمجھ کر بدنور کا نام حیدر نگر رکھدیا اور ریاست کنڑہ پر تسلط قائم کرنے کے بعد قلعہ حیدر نگر کے زر و جواہر سے مالا مال ہوکر پایہ تخت میسور یعنی سرینگپٹن کا رخ کیا۔ اور راستہ مین نسبت و اتفاق کی بدولت جنوبی ہند کے سرسبز و شاداب خطہ ملیبار کو بھی حدود میسور مین شامل کر لینے سے حیدر علیخان کی حشمت و جاہ مین غایات اضافہ ہوگیا یعنی علی راجہ حاکم ملیبار نے راستے ہی مین بلا طلب حاضر خدمت ہوکر بلحاظ اخوت اسلامی حیدر علیخان کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرلی اور اسکو مع فوج و لشکر اپنی دارالریاست کانانور مین مدعو کیا۔ یہ مسلمان راجہ قوم مایلہ کا ایک خوشرو نوجوان تھا جسکو کسی وجہ سے راجہ کانانور نے اپنا داماد اور جانشین بنالیا تھا چنانچہ راجہ ملیبار کے مرنے کے بعد اسکی وصیت کے مطابق علی صاحب بخطاب علی راجہ مسند راجگی ملیبار پر متمکن ہوا۔ مگر علی راجہ کی ہندو رعایا کو غیر قوم کی حکومت سخت ناگوار تھی چنانچہ اسکی رعایا مین گروہ نائران وغیرہ اکثر شورش و بغاوت کے ہنگامے برپا کرتے رہتے تھے اسکے علاوہ مرہٹون کی خانہ برانداز یون سے علی راجہ اسقدر پریشان اور کمزور ہوگیا تھا کہ اسنے حیدر علی خان سے توسل اختیار کرنے کا موقع غنیمت سمجھا۔

چنانچہ ۱۷۶۱ء مین علی راجہ نے حیدر علیخان کو اپنا آقا و سرپرست بنا لیا۔ اس غیر متوقع کامیابی کے بعد نواب حیدر علیخان اپنے دارالملک سرینگپٹن کی طرف روانہ ہوا مگر قریب تر

زمانہ مین - یعنے وہ حدود ملیبار سے کچھ دور آگے بڑھ گیا تھا کہ دفعتہً علی راجہ کے خلاف نائر گروہ نے پھر بغاوت شروع کردی اور ایکبارگی غریب و مسکین قوم ماپلہ کو نیست و نابود کردینے کے ارادے سے قتل و غارت کا بازار گرم کردیا۔ علی راجہ نے اس حالت کی اطلاع اپنے آقائے نامدار کی خدمت مین کی لیکن برسات کا موسم آگیا۔ اور اُس زمانہ مین سرزمین ملیبار مختلف چھوٹی بڑی گھاٹیون اور طوفان خیز دریاؤن کی وجہ سے بالکل ناقابل گذر ہوگیا تھا تاہم نواب حیدر علیخان کی حمیت قومی کو اسقدر جوش ہوا کہ فساد نائرون کی تباہی قوم ماپلہ کی اطلاع پاتے ہی اپنے لشکر کو پلٹ چلنے کا حکم محکم صادر فرمایا۔

چنانچہ علی راجہ کی امداد کو پہونچنے کے لیے نہایت مستعدی و جانفشانی سے حیدر علیخان بہادر نے یہ تدبیر نکالی کہ ملیبار کے ماہی گیرون کی چھوٹی چھوٹی کشتیان تعداد کثیر مین فراہم کرلین۔ اسوقت برسات کی وجہ سے دریاے کاویری طغیانی پر تھا مگر آہنی کشتیون کی مدد سے مع چیدہ افسران فوج کے تھوڑی سی جمعیت لیکر دریاے کاویری کو عبور کرگیا اور کمال بہادری و جانبازی کے ساتھ نایرون کی لغاوتون کو جابجا فرو کرتا ہوا علی راجہ کی تسکین و تشفی کے لیے کانانور پہونچ گیا۔ اس عرصہ مین باقیماندہ افواج حیدری جو دریاے کاویری کے پار پڑی ہوئی تھی وہ بھی آگئی جسکے سپاہی جوش انتقام مین سراسیمہ ہورہے تھے چنانچہ ان فوجون کے اکٹھا ہوجانے کے بعد نواب حیدر علیخان نے علی راجہ کی رعایا مین مارشل لا جاری کردیا اور کچھ عرصہ تک افواج حیدری کے ہاتھون نایر لوگ تہ تیغ بیدریغ ہوتے رہے اسکے بعد عام امن و انتظام کی غرض سے اور نیز برسات کا خراب موسم گزرجانے کے انتظار مین نواب حیدر علیخان بہادر معہ اپنے لشکر کے ملک ملیبار مین اقامت گزین رہا اور اس عرصہ مین علی راجہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ جزائر مالدیپ کی مہم پر بھیجدیا۔[1]

واضح ہو کہ عہد مغلیہ کے زمانہ سے بیرون ہندوستان کی فتوحات کی نوبت نہین آئی تھی مگر حیدر علیخان کی خوش اقبالی سے علی راجہ بحری راستون سے جاکے جزائر مالدیپ پر فتح یاب ہوا اور

[1] قوم ماپلہ کے لوگ چونکہ دریائی سفر کے عادی تھے اور علی راجہ کے پاس چند بحری کشتیان بھی تھین لہذا حیدر علیخان نے کچھ اور کچھ دیگر چند نئے جہازات تیار کرنے کا حکم دیا اور علی راجہ کو اپنی فوج مین امیر البحر کے عہدہ پر ممتاز فرمایا۔ ان جہازات وغیرہ کی تیاری سے بحری لڑائیون مین کام لینے کے علاوہ حیدر علیخان نے ارادہ کیا تھا کہ مختلف اطراف عالم مین تجارتی کاروبار جاری کیا جاے اور مغربی قومون کی طرح ہندوستان مین بھی تجارتی کمپنی قائم کیجاے مگر ان تمام عاقبت تدابیر کو عمل مین لانے کے لیے اُسکو اپنی زندگی مین فرصت نہ مل سکی۔

(نشان حیدری)

وہان کے راجہ کو گرفتار کرلایا۔ لہذا یہ فتوحات بھی نواب حیدر علیخان کی مدبری اور دانشمندی کا نمایان ثبوت ہیگئے چنانچہ مؤلف کارنامہ حیدری لکھتا ہے "انتزاع ملک کنڑہ کہ مساعی اورنگ زیب عالمگیر در تسخیر آن رائگان رفتہ بود و ثمرے نہ بخشیدہ۔ و استخلاص جزائر مالدیوہ کہ در عہد بیرون از حصر و شمار اند و اکثر سلاطین مغولیہ را ازان آگاہی نبود۔ آنقدر در مکنت و جاہ حیدر علیخان افزودہ کہ تمامی امیران ہندوستان و سرداران آن سفیران خود را بہر ادائے رسم تہنیت و مبارکباد نزد حیدر علیخان بہادر روانہ نمودند و شاعران مدحت سرا در فضا ئے خود او را بہ رتبہ سکندر ذوالقرنین ترجیح دادند" ان تمام مہمات سے فارغ ہوکر حیدر علیخان اپنی فوج کو لیے ہوے کمال عظمت و جبروت کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ مین کالیکوٹہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی جسپر قوم نابر کا راجہ زمیورن برسر حکومت تھا چنانچہ زمیورن نے اپنی شہر پناہ سے باہر آکر حیدر علیخان کا استقبال کیا اور حاضر خدمت ہوکر تحفہ و تحائف پیش کرنے کی اجازت حاصل کی مگر بعد کو ایک ناگہانی واقعہ کی وجہ سے ریاست کالی کٹ بھی نواب حیدر علیخان کے تصرف مین آگئی جسکے متعلق صاحب جارج نامہ لکھتا ہے ؎

چو حیدر بپرداخت از رزم گاہ — بسوے کلی کوٹ شد با سپاہ — در آنجا کسے را کہ منشور بود
بہ شاہوری آن مرد مشہور بود — بہ پیکار نفراختہ یال و شاخ — نہ دروازہ مشہد بست و نہ کاخ
چو در شہر آورد حیدر سپاہ — پدیدہ شد مش رائے کشور براہ — روان گشت دستش گرفتہ بدست
بیاورد او را بہ کاخے نشست — بگفت این یوم فرخندہ باد — بہ پیش تو چون من بسے بندہ باد
بگفتن مخور ہیچ تیمار و غم — نیاید بروے تو از من ستم — بدر یوست از من نہ بیند گزند
بدانسان کہ بودی کنم ارجمند — چو حیدر رجد اگشت از پیش رائے — ز کاخ اندر آمد بہ پردہ سرائے
یکے برہمن بد تر از اہرمن — سراسوز و کاخ افگن و خانہ کن — بگفتش کہ اے گشتہ از راہ دین
چرا مہر حیدر نمودی گزین — دہی گاؤ خور را سوے پیش راہ — تبر زین چہ باشد بہ گیتی گناہ
بپاداش این کار ناپر گروہ — بہ رنجند و گردند از تو ستوہ — نماید بیرونت از قوم خویش
بدانند دورت ز آئین و کیش — بنا شد پر اندوہ شد جان رائے — بآتش برافروخت کاخ و سرائے

خود ش را و ران تیز آتش بسوخت — جہان را دل از کار او بر فروخت

زمیورن کے اس طرح جل کر خودکشی کر لینے کا واقعہ ایسا تھا جسکو سن کے حیدر علیخان بہت متاسف ہوا اور زمیورن کے ارکان خاندان جنھون نے نیک طینت راجہ کو ذات برادری سے خارج کرکے خودکشی پر مجبور کیا تھا ان سب پر حیدر علیخان نے ناراض ہوکر ریاست کالیکوٹ کو مسخر کرلیا

اور کوئمبتور ایک ہمسایہ ریاست تھی جسکا راجہ حیدر علیخان کا مطیع و فرمانبردار تھا لہذا ریاست کالیکٹ کا بھی انتظام راجہ کوئمبتور کے سپرد کرکے نواب حیدر علیخان بہادر نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا راستہ مین ملیبار کی دوسری چھوٹی بڑی ریاستین جو مرہٹون کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے آمادہ بغاوت پائی گئین مثل کوچین و کوٹرک وٹراونکور وغیرہ پر قبض و تصرف کرتا ہوا اواخر ۱۷۶۶ء مین اپنے پایہ تخت سرینگپٹن کو واپس آگیا سال بھر کے اندر کنڑہ (کوکنارا) ملیبار اور بالاگھاٹ جنوبی کی فتوحات حدود میسور مین شامل کرلیگئین تھین اس کامیابی و خوشحالی کی وجہ سے حیدر علیخان بہادر کی شہرت و نام آوری دور دور پھیلنے لگی اور ہندوستان بھر مین اسکی عظمت و جاہ کا غلغلہ بلند ہوگیا یہ زمانہ وہ ہے جب مملکت ہند مین سرکار انگریزی کے قدم جمنے لگے تھے اور اُنکے حریف فرانسیسی لوگ بھی جابجا اپنی ریشہ دوانیان کرتے جاتے تھے انگریزی کمپنی کے صدر مقامات اسوقت تک جنوبی ہند مین فقط بمبئی اور مدراس تھے اور فرانسیسی گورنر پھلری (پانڈیچری) مین رہتا تھا ان دونون تجارتی کمپنیون سے حیدر علیخان کو کوئی وجہ پرخاش نہین تھی بلکہ ہر سہ تجارتی مرکز حدود میسور سے قریب واقع ہونے کی وجہ سے فرانسیسی جماعت اور صاحبان عالیشان دونون قومین حیدر علیخان کی دوستی اور اسکی امداد و اعانت کے محتاج تھین چنانچہ حیدر علیخان نے سامان تجارت کی حفاظت و حمایت مین کوئی کمی نہین کی تھی بلکہ اشیاء درامد و برامد اسکے ملک سے بلا محصول لیجانے کی دونون مغربی قومین مجاز تھین خاص کر انگریزی قوم کے ساتھ دوستی و اتحاد رکھنے کا حیدر علیخان کو زیادہ خیال تھا جیسا کہ آئندہ واقعات سے بھی ثابت ہوگا مگر اس زمانہ مین مرہٹہ طاقت چونکہ شمالی ہند مین انگریزون اور پنجاب مین احمد شاہ ابدالی کی وجہ سے بالکل ٹوٹ چکی تھی اور اب صرف جنوبی ہند مین مرہٹون کا کسیقدر اثر و اقتدار باقی تھا لہذا مرہٹون کو نواب حیدر علیخان والی میسور کی روز افزون ترقیات دیکھکر خدشہ پیدا ہوگیا اور جب حیدر علیخان نے ملیبار وغیرہ کی ریاستون کا انتظام شروع کردیا جو مرہٹون کی متواتر لوٹ مارون سے تباہ اور خستہ حال ہورہی تھین تو حیدر علیخان کی اس مدبرانہ کارروائی کو وہ ٹھنڈے دل سے نہین دیکھ سکتے تھے اسلیے کہ کسی منتظم گورنمنٹ کا وجود وہ ہمیشہ اپنے فوائد کے خلاف سمجھتے رہے ہین چنانچہ ہندوستان مین انگریزی تسلط قائم ہونیکے بعد بھی ہر جگہ مرہٹے سدراہ ہوتے رہے مگر بدقسمتی سے خود حیدر علیخان انگریزون کا مخالف مشہور کیا گیا ہے یہانتک کہ درسی کتابین جو اسکولون کے نصاب مین داخل ہین اُنکے بھی اکثر مضامین سے حیدر علیخان اور انگریزون کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے اسکے علاوہ بہت سے قصے اور کہانیان اسی طرح کی عام طور پر شائع ہوگئیں ہین مثلاً کہا جاتا ہے

کہ سرکار کمپنی بہادر کے ملازمین اکثر راتون کو خواب مین حیدر نیین ہارس حیدر نیین ہارس (سوار حیدری) کہکر چونک پڑتے تھے یا انگلستان[1] کی دائیان ضدی بچون کو رونے دہونے سے باز رکھنے کے لیے حیدر علی کا نام لے دیا کرتی تھین اور معصوم بچے اس نام کو سنکر سہم جاتے تھے مگر ان تمام بے سروپا قصون کو چھوڑکر واقعات پر نظر کیجاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نواب حیدر علیخان کا اصل مخالف اور دشمن صرف مرہٹون کا گروہ تھا بلکہ حیدر علیخان نے جنوبی ہند مین خود سرکار انگریزی کا راستہ دشمنون کے خس وخاشاک سے پاک کردیا۔ چنانچہ ملیبار وغیرہ کے وسیع اور سیر حاصل مقامات پر مرہٹون کی قوت کو حیدر علیخان نے پیشتر ہی کمزور کردیا تھا جسکے بعد رفتہ رفتہ تمام دکن مین حکومت برطانیہ کا جھنڈا لہرانے لگا۔

ف ک

آکے مجھ تک کشتی مے ساقیا اولٹی پھری
آج کیا ندی بھی اولٹی ہوا اولٹی پھری

آتے آتے لب پر آہ نارسا اُلٹی پھری
وہ بھی میرا ہی دبانے کو گلا اولٹی پھری

مُڑکے دیکھا اُس نے اور وار ابرو اُنکا چلگیا
اک چھری سیدھی پھری اور اک ذرا اُلٹی پھری

لاسکا نظارۂ رخسار روشن کی نہ تاب
جاکے آئینہ پہ چہرہ کی ضیا اولٹی پھری

جوڑا بول اکیدن بوسے تھے پیش آیا وہی
گنبد گردون سے ٹکرا کر صدا اولٹی پھری

راست بازون ہی کو پیسا آسمان نے رات دن
وائے قسمت جب پھری یہ آسیا اولٹی پھری

رزق کھا کر غیر کی قسمت کا۔ زنبور عسل
تو نے دیکھا حلق تک جاکر غذا اولٹی پھری

توستائش گر ہے اوسکا جو ہے تیرا مدح خوان
یہ تو اے مشفق ضمیر مرحبا اولٹی پھری

جس پہ آئی تھی طبیعت کی اُسی نے کچھ نہ قدر
جنس دل مانند جنس نارروا اولٹی پھری

یا تو کشتی ڈوبتی تھی یا چلی ساحل سے دور
وائے ناکامی پھری بھی تو ہوا اولٹی پھری

ہجر کی شب مجھ کو اُلٹی سانس لیتے دیکھ کر
ایک ہی دم مین وہان جاکر صبا اولٹی پھری

جی گیا مین اُسکے آجانے سے دشمن مرگیا
دیکھ کر عیسیٰ کو بالین پر قضا اولٹی پھری

مرگیا بے موت مین آخر اجل بھی دور سے
کوچۂ قاتل کا تبلا کر پتا اولٹی پھری

ہے مرا دیرانہ غم نظم ایسا خوفناک
موج سیل آئی تو لے کر لوریا اولٹی پھری

علی حیدر طباطبائی

[1] رسالہ حمائر مس آف حیدر علی خان نواب بہادر۔

نوائے عاشق

قرار مجکو نہین ایکجا کہین اصلا
کہ چلتا پھرتا ہون چارون طرف برنگ ہوا

ابھی یہان تھا ابھی اونچی دور جا پہونچا
فراق یار مین وحشت سے مین ہون اور صحرا

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
کہ سر بہ کوہ و بیابان تو دادۂ مارا

تپان ہے سینہ مین دل مضطر سے جان نزار
قرار کو کسی پہلو نہین ہے آج قرار

بدل رہا ہون مین بستر پہ کروٹین ہر بار
اُٹھے وہ آہ کے شعلے کہ جل اُٹھا گھر بار

نگویمت کہ چہ آہم بجسم و جانم کرد
نہفتہ لیکن ازین سوزہا تو نم کرد

جو روکون آہ کو تو ہو لہو دل ناشاد
زبان خاک ہو جل کر اگر کرون فریاد

اودہر یہ ڈر کہ نہ روٹھے وہ بائی بیداد
اودہر یہ ڈر کہ نہو جان ناتوان برباد

نہ حالت است کہ باگریہ ربط باید کرد
نہ طاقت است کہ فریاد ضبط باید کرد

جو ضبط نالہ کیا آہ نے بھری سسکی
جو روکا آہ کو تو جان ناتوان کھسکی

بچا تا ہون جو اُسے تو نہین ہے خیر اسکی
سبھی مریض خبرلون مین ایک کس کسکی

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم
حدیث دل بہ کہ گویم عجب غمے دارم

کیا ہے ضبط فغان کو مگر محن ہے وہی
کہ داغ دل سے ہرا سینہ کا چمن ہو وہی

جلا ہوا شرر آہ سے بدن ہے وہی
وہی تپش ہے وہی سوز ہے جلن ہو وہی

دلم ز نالہ فرو ماند آہ من باقی است
بہار رفتہ و سرسبزی چمن باقی است

ہوا ہے جب سے جدا مجھ سے تو مرے گلفام
یہ گھر کا گوشہ ہو اور مین ہون درد دہی کام

نہ رات رنج سے خالی نہ دن نہ صبح نہ شام
پلک پلک سے گریزان ہوئی ہے نیند حرام

ز اشک چشم مبادان چمن بہ برم
بدین امید کہ باتو شبے بسر بہ برم

جگر فگار ہے دل ناتوان ہے تن زخمی
کھنچی ہے جان رگون سے ہوا بدن زخمی

پڑے ہین داغ لہو کے کہ ہے کفن زخمی
ہرے ہین زخم کہ مدفون ہے پرمحن زخمی

شہید عشق ز خاک لحد چسان پوشد
کہ لحظہ لحظہ ازان خاک خون ہمی جوشد

عجب بلا ہے شب ہجر اے دل نادان
کسی کے حال زبوں کا کوئی نہین پرسان

ہے ایک شمع سو وہ بھی بہ حال خود گریان
مین اشک ریز ہیان ہون وہ اشک ریز وہان

دو رنج بردہ یکے شمع یک مین محزون
دو زار مردہ یکے شمع یک مین محزون

چمن سے دور ہے تو اور مین کوئی یار سہی ہون
جدا تو گل سے ہی مین اپنے گلعذار سے ہون

جو تو خفا تو مین بیزار جان زار سے ہون
نہ تو قرار سے ہے اور نہ مین قرار سے ہون

بنال بلبل اگر با منت سر یاری است
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری است

غلط ہے مجھپہ گمان رند کا غلط الزام
مین بادہ کش ہون مجھے خشک نہ سے کیا کام

ے وسبو سے لڑی رہتی ہے نگاہ مدام
نہ کچھ حلال سے مطلب نہ کچھ خیال حرام

صلاح کار کجا و منِ خراب کجا
بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

کیا ہے چشم فسون ساز نے تری یہ کیا
نظر جو آتا ہے ہر ایک مبتلائے بلا

ہر ایک سمت سے رونے کی آرہی ہے صدا
پڑا ہے پیٹنا گھر گھر بتون کی چاہت کا

منم بعشق تو ہرگز نہ آن جہان نالان
کہ ہست یار ز دست تو یک جہان نالان

شب فراق تصور بھی آئے گر اوس کا
تو سمجھون مہر یہی مین کہ یار آ ہو نچا

مگر ہے وہ بھی تو اوس بت کیطرح مجھ سے خفا
مرے نصیب مین شاید نہین ہے یہ کہنا

در آ در آ کہ ز تو کار منِ بجان آمد
عجب عجب کہ ترا یاد دوستان آمد

جو اوسکے دام محبت مین ہے وہ ہے آزاد
نہ فکر کچھ اوسے دنیا کی ہے نہ دین کی یاد

نہ عیش سے اوسے راحت نہ رنج سے فریاد
نہ لب پہ شکر نہ حرف شکوہ بیداد

کسے کہ کاکل پیچیدہ ہاے بند تست
رہا ست از ہمہ او گرچہ در کمند تست

سید خورشید علی مہر دہلوی

تا دو گیسو عنبر افشان کردۂ
ہر دو عالم را پریشان کردۂ

دل کہ روشن از فروغ روے تست
ذرہ را خورشید تابان کردۂ

جان و دل از دست خلقے بردۂ
آشکارا لطف پنہان کردۂ

حلقہ ہاے مو بمو افگندۂ
رخنہا در کار ایمان کردۂ

از رخ خود تا بہ افگندی نقاب
مہر و مہ را محو حیران کردۂ

ہست میل سرمہ کلکت اے نجیب
لکھنؤ را ہم صفاہان کردۂ

ابو الخیر محمد نجیب اللہ نجیب لکھنوی فرنگی محلی

جامع قرطبہ

دنیا کی تاریخ کو پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے کہ زمانہ کبھی ایک حال پر نہیں رہتا۔ ہر دم اور ہر لحظہ اسکو تغیر ہے۔ مسلمانوں کے عظیم الشان تمدن کی زبردست یادگاریں نہ صرف ایشیائی براعظم پر قائم ہیں بلکہ یورپی ممالک بھی ہمارے اسلاف کی بے شمار یادگاروں کو اپنے میں لیے بیٹھے ہیں۔

"جامع قرطبہ" اُس دارالعلوم کی مقدس یادگار کا نام ہے۔ جو ہر طالب علم کو تاریخ اندلس کی صفحہ گردانی میں پیش نظر ہوا کرتے ہیں ہر طالب علم اُسکی کم و بیش حالت سے ضرور واقف ہوتا ہے۔ زمانہ کی نیرنگی کی تمثیل پر میں ایک مضمون لکھنا چاہتا تھا اس ضمن میں میں نے اور تو کچھ نہیں "جامع قرطبہ" کے عروج و زوال پر ایک بے تکا مضمون لکھ ڈالا ہے۔ معزز ناظرین سے امید ہے کہ اس سے صرف اچھا سبق حاصل فرمائینگے۔ اور سہو و خطا پر نظر عفو سے کام لینگے۔

جس وقت بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ مشرقی بلاد سے ختم ہوا۔ اور دورۂ ملک نے سلطنت کا تاج سفاح کے سر پر (جو عباسیون میں پہلا بادشاہ ہے) ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء میں رکھا۔ تو پہلا مقصد جو اس بادشاہ نے اختیار کیا وہ یہ تھا کہ جہانتک ممکن ہو سکے بنی امیہ کو دنیا سے نیست و نابود کیا جاے تاکہ ایسا نہ ہو نہیں پھر عروج نصیب ہو جائے۔ اُس بادشاہ کے جور و ستم سے اکثر اپنی جان بچا بچا کے بھاگ نکلے اور جو اسکے چنگل میں گرفتار ہوے زندہ نہ بچے۔ اس غیر معمولی سختی کا مقصود یہ تھا کہ اہل بیت اطہار پر بنی اُمیہ نے جو جو مظالم برپا کیے تھے اُنکا دل کھول کر انتقام لیا جاے۔ ان بھاگے ہوؤں کی تعداد میں مسمی عبدالرحمن بن معاویہ بھی ایک ہونہار نوجوان تھا جسکی قسمت میں بادشاہ بننا لکھا تھا۔ جو ہزار خرابی بڑی بڑی معرکہ آرائیون کے بعد مصیبتیں اور آفتیں جھیلتا جان بچاتا بلاد اندلس جا پہونچا۔ وہان پہونچکر ایسی چال چلی کہ یہان کے جتنے با اثر حاکم و اُمرا تھے سب اُسکے معتقد ہو گئے۔ اسکی حکمت عملی اور عام اخلاق کا وہان ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہان کے لوگون نے اُسے اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ اور اسی طرح ایک نئی خلافت کی بنیاد قائم ہو گئی جسکا آغاز ۱۳۹ھ مطابق ۷۵۶ء سے ہوتا ہے۔ شہر قرطبہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیکر مسلمانون سے بیعت لی۔ جب قرطبہ کو اندلس کے شہرون میں دارالخلافہ بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ تو اُسکی اسقدر شان بڑھی کہ دنیا کی بڑی سی بڑی سلطنت میں بھی کوئی شہر اُسکا ہم پلہ اور ہم رتبہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔ جابجا شہر میں نہرون سے پانی پہونچایا گیا۔ بجری کا رخانہ جات

قائم کیے۔ علوم وفنون اور ملکی تجارت کو بڑی ترقی دی۔ اس بانی خلافت اندلس کے عہد سلطنت مین جس عظیم الشان تاریخی یادگار کی بنیاد پڑی وہ جامع قرطبہ ہے جسکا مجھے ذکر کرنا ہے۔ اسکے علاوہ فن زراعت کو اسکے عہد مین بہت بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ انار۔ کھجور۔ ناشپاتی۔ روئی۔ چاول۔ توت۔ شکر۔ پستہ وغیرہ وغیرہ اور قسم قسم کی ترکاریان رنگ برنگ کے پھولون کے درختون کے پودے دور دراز ممالک سے منگوا کر بڑے اہتمام کے ساتھ پرورش کیے جاتے تھے۔ آئین سلطنت کا وہ انتظام تھا کہ ہر مذہب وملت کو پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ دہان کے باشندون کے اخلاق ستودہ تھے۔ فراست ودانشمندی مین یورپی ممالک کے باشندون کے اُستاد مانے جاتے تھے فنون جنگ مین وہ کمال حاصل کیا تھا کہ یورپ کے مشہور سیاحون نے یہان آکر انکے جلال وجبروت پر فاضلانہ ریویو کیا ہے فن طباعت یہان خاص ترقی حاصل کی تھی۔ اکثر نسوان سے بھی فن طباعت مین ید طولیٰ رکھتی تھین۔ طالبان علم دور دراز ممالک سے تحصیل علم کے لیے اس نامور شہر مین آتے تھے اور دولت علم سے مالامال ہوتے جاتے تھے۔ یہ شہر دنیا بھر کے علوم وفنون کا سرچشمہ بنا ہوا تھا۔ دارالخلافہ مین صنعت وحرفت کا یہ عروج تھا کہ صرف ریشم بانی کا کام کرنیوالونکی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے مسلمانون کے قدیم دستور کے مطابق اس عروس البلاد مین ہزارہا رفاہ عام اور پبلک افادہ کی عمارات تعمیر تھین صرف پبلک حماموں کی تعداد (۹۰۰) بتائی جاتی ہے جس مین ہر خاص وعام غسل کرسکتے تھے۔ علی ہذا سو (۱۰۰) مسجدین بھی شان وشوکت کے ساتھ کھڑی اسلام کے عظیم الشان جبروت کو بتاتی تھین۔ اور دس لاکھ فدائیان اسلام تھے جو پانچون وقت موذن کی پُرتاثیر آواز پر کان لگائے رہتے تھے۔ اور اُس خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت بجالاتے تھے۔ ان مساجد مین سے سب سے افضل جامع قرطبہ تھی۔ جو دنیا کے عجائبات سے شمار ہوا کرتی ہے جسکی ابتدائی تعمیر کا کام ۷۸۶ء مین شروع ہوا۔ اور جسکی تعمیر مین بیشمار دولت صرف ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر مین جو لکڑی صرف ہوئی وہ صنوبر کی تھی۔ جسکا دریا کے کنارے ایک گنجان جنگل واقع تھا۔ جامع قرطبہ کی تعمیر مین لکڑی اسطرح صرف ہوئی کہ بعد تکمیل اس بادیہ بے پایان کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اسکے نہایت عالیشان اکیس دروازے تھے جو سب کے سب اعلیٰ صناعی کے نمونے تھے۔ جو پیتل کے پتّرون سے جڑے ہوے تھے اندرون حصہ مسجد کے ستونون کا اونیس قطار مین تھا۔ جو شمال سے جنوب کو ایک سیدھی قطار مین چلا گیا تھا۔ یہ ستون اس ندرت کے ساتھ ایک دوسرے سے مناسب فاصلہ پر استادہ تھے۔ کہ دیکھنے والون کو محو حیرت بنا دیتے تھے۔ ان ستونون کو کوئی بھی صحت کے ساتھ شمار نہین کرسکا۔ جن سیاحون کو اس مقدس عمارت کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بھی مختلف الرائے ہین۔ کسی نے چار سو اور کسی نے پانسو بیان کیا۔ ممبر جسپر خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ ہاتھی دانت اور ایک خاص قسم کی قیمتی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔

جس مین ایک خاص صنعت یہ تھی کہ وقت ضرورت بالکل علیحدہ علیحدہ کر لیا جاتا تھا۔ صحن مسجد مین چار حوض بہت ہی خوشنما بنے ہوے تھے۔ مسجد کے مغربی بازو پر مسافر و مساکین کے ٹھہرنے اور آرام لینے کیلئے بیشمار کمرے بنے ہوے تھے۔ اذان دینے کے لیے جو منار بنایا گیا تھا۔ اُسکی بلندی دوسو چالیس فٹ بیان کیجاتی ہے۔ رات کے وقت مسجد مین چار ہزار چار سو فانوس روشن رہتے تھے۔ جسمین سالانہ جو بیس ہزار رطل تیل صرف ہوتا تھا۔ مسجد کے خدام اور ملازمین کی تعداد تین سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔ خوشبو کے لیے عود و لوبان جو جلایا جاتا تھا اُسکی سالانہ مقدار ایک سو بیس رطل تھی دیوار و نیز جابجا کلام پاک کی آیات تحریر تھی۔ ایک حجرہ مسجد مین مخصوص تھا جسمین کلام ربانی رکھے جاتے تھے چاندی کے جھاڑ وسط سقف مین آویزان تھے اور جس وقت اُنمین روشنی کیجاتی تھی تو پر لطف منظر پیدا کرتی تھی۔ مقابل مسجد ایک چمن بنا ہوا تھا جس مین اقسام اقسام کے میوون کے درخت نصب تھے۔ اور اس چمن کی خوبصورتی کے لحاظ سے ایک بہت بڑا مبا چوڑا حوض بہت ہی خوشنما بنا ہوا تھا۔ مسجد کا صدر دروازہ اس چمن مین کھلا ہوا تھا جہان سے نمازی لوگ وضو کرکے برہنہ پا مسجد مین داخل ہوتے تھے۔ اور مقابل دروازہ کے ایک کمان بنی ہوئی تھی جسکی بلندی تیس فٹ اور عرض پندرہ فٹ یہ کمان باب العفو کے نام سے مشہور تھی۔ پیشانی پر جلی قلم سے کلام پاک کی یہ آیت تحریر تھی۔ "یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری" اس کمان پر تین سو فٹ کے قریب ایک مربع مینار ایستادہ کیا گیا تھا۔ جو قرطبہ مین دور دور تک اسلام کی شان و شوکت کا اظہار کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ایسی حالت مین یک بیک زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ آناً فاناً معاملہ دگرگون ہوگیا۔ کہان ہے وہ جامع قرطبہ کہ جس جگہ روزانہ دس لاکھ مسلمان خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اوسی جگہ اب توحید فی التثلیث کی تعلیم دیجاتی ہے۔ نہ وہ ممبر رہا اور نہ وہ بنیاد! انقلاب زمانہ اسی کا نام ہے جسکو بدلتے ایک لمحہ کی دیر نہین لگتی کسی شاعر کا کیا اچھا شعر ہے۔

بیک ساعت بیک لحظہ بیک دم دگرگون می شود احوال عالم

نعمت خان

تضمین از حضرت قضا بر بیت غنی کشمیری

دنیا ہے جسنم جو نہ پورے ہون مقاصد جینے کا مزا خاک نہین بے می و شاہد
آتی ہے ہنسی مجھکو تری عقل پہ زاہد بامرد ہدلان چند نشینی بہ مساجد
خمخانہ نشین باش کہ خم زندہ بگور است

دیکھو تو!

(مسلم یونیورسٹی کا شاندار مستقبل)

فلاحِ قوم کی ہاتھ آگئی تدبیر دیکھو تو
چمکنے کو مسلمانون کی ہے تقدیر دیکھو تو

جہالت سے مٹی تھی خاک مین جس قوم کی عزت
وہ ہوگی کیمیائے علم سے اکسیر دیکھو تو

مسلمان جو پھسڈی تھے فضائل اور معارف مین
وہی ہونگے بساطِ دہر پر اب میر دیکھو تو

جلائے علم سے چمکیگا روے ملتِ بیضا
دماغ و دل مین پھیلائینگے ہم تنویر دیکھو تو

علیگڈھ قرطبہ ہونے کو ہے فضلِ الٰہی سے
علوم دین کی ہاتھ آنے کو ہے جاگیر دیکھو تو

رواق و طاق سے اُٹھے گا شورِ اللہ اکبر کا
در و دیوار دین بگے نعرۂ تکبیر دیکھو تو

یہان سے نوجوان نکلینگے بنکر طوسی و رازی
بڑھیگی جنسِ علم و فضل کی توقیر دیکھو تو

یہان ہونگے پیدا بوعلی سینا و غزالی
کرینگے کشورِ حکمت کو جو تسخیر دیکھو تو

بنائے قصرِ دنیا ہوگی محکم انکی ہمت سے
بنینگے سقفِ دین کے یہ جوان شہتیر دیکھو تو

کبھی سرسید احمد خان نے جو اک خواب دیکھا تھا
سر آغا خان ہوے اُس خواب کی تعبیر دیکھو تو

نہین اس قول مین کچھ شک کہ دیر آید درست آید
شرر قوم کے حق مین ہوئی تاخیر دیکھو تو

خدا کا شکر ہے بنتی ہے یونیورسٹی اپنی
کہ "باب العلم" کی ہوتی ہے یہ تعمیر دیکھو تو

سر آغا خان کی ہمت کا ثنا خوان اک زمانہ ہے
اُنھین کا پڑھتے ہین کلمہ جوان و پیر دیکھو تو

کہان ہوتے ہین یون ناوک فگن سچے نشانے کے
جو اک اللہ کیا بیٹھا ہدف پر تیر دیکھو تو

لبِ معجز نما سے طرزِ جان بخشی ہویدا ہے
کہا "قم" اور زندہ ہو گئی تصویر دیکھو تو

یہ ثابت ہو گیا اسلامیو ہی جان تم مین بھی
تمھارے جود کا شہرہ ہے عالمگیر دیکھو تو

تمھارا بذلِ قومی آج افسانہ ہے دنیا مین
کہ ہے یہ ثبت لوحِ وقت پر تحریر دیکھو تو

فرائض مین جو اپنے اسطرح ہشیار ہوتے ہین
تو حل پل بھر مین اُنکے عقدۂ دشوار ہوتے ہین

سید محمد فاروق ہوشیارپوری

گور غریبان والوں سے خطاب

اے عالم برزخ اور ملک عدم کے سیاحو! اور اے وہان کے دلفریب سین دیکھکر محو حیرت بن جانے والو! اپنی بیخودی سے چونکو! ہوش مین آؤ، حواس سنبھالو! اور ذرا اپنی اُس غفلت کو جو تم پر ایک عرصہ دراز سے چھائی ہوئی ہے دور اور رفع کرو، بہت غافل اور بے خبر رہ چکے، اب کچھ ہماری سنو اور اپنی سناؤ! دیکھو تو تمھارے یہان سے چلے جانے کے بعد زمانہ نے کس کس طرح پلٹے کھائے، کیا کیا رنگ بدلے، اور اس عالم مین کیسے کیسے انقلاب ہوے، جنکی تمھین ذرا بھی تو خبر و اطلاع نہین،

گو کیسا ہی دلفریب منظر اور کتنا ہی دلچسپ سین تمھاری آنکھون کے سامنے کیون نہو مگر ایسی غفلت اور محویت بھی کس کام کی، تم کو گئے ہوے ایک مدت مدید گذرنے کو آئی، تمھین خواب غفلت کے بستر پر پڑے ہوے ایک زمانہ گزر گیا، مگر تم ہو کہ وہی خواب غفلت مین پڑے ہو ہے اب تک اُسکی میٹھی نیندون کے مزے لے رہے ہو، اور تمھین دنیا و مافیہا کی خبر تک نہین،

اچھا ہان یہ تو بتاؤ، تم وہان پہونچے کس کس طرح؟ راستے مین تمھین کیا کیا مشکلین پیش آئین؟ اور کیسی کیسی دشواریان سدراہ ہوئین؟ اب تم وہان کیسے ہو، اور تمھاری اُس جگہ کیسی گزرتی ہے؟

بھئی تم تو بڑے ہی بیمروت نکلے، اور بہت ہی بیوفا ٹھہرے! تم سے ہمین ایسی اُمید نہ تھی، کیا یہ فقط منھ دیکھنے ہی کی محبت تھی یا کچھ اسکی اصلیت بھی تھی؟

سامنے تو تم ہم سے بڑی بڑی ہمدردیون کا اظہار کرتے تھے، بڑی دون کی لیتے تھے اب وہ دم بھرنا کیا ہوا؟ وہ محبت و شفقت جسکے تمھین بڑے دعوے تھے اور جسپر تمھین بہت کچھ ناز بھی تھا کیا ہوئی اور کدھر گئی؟ تم نے آنکھ سے اوجھل ہوتے ہی بے رخی کا کچھ ایسا پہلو اختیار کر لیا، کہ اپنے دل سے ہماری ایک رہی سہی یاد بھی بھلا دی!

کیون بھئی! مصرع ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا؟ اور نہین تو کم از کم ایک آدھ سطر ہی سے یاد کر لیا ہوتا، تمھین پتہ بھی معلوم تھا لہذا اسکی بھی کوئی معذوری تھی، پھر سمجھ مین نہین آتا کہ یہ فراموشی اور خاموشی کیسی؟ کچھ نہین

تم ہمین بھول گئے ہوشاید ہم تمھین یاد کیا کرتے ہین

تمھین اپنی جگہ پر سوچو اور غور کرو جس کے ساتھ تمھارا عمر بھر کا ساتھ رہا ہو جو مدتون تمھاری محبت کا دم بھرنے والا رہ چکا ہو اُس سے علیحدہ ہوتے ہی ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لینا کیا یہ ایک اخلاقی جرم اور خلافِ دوستی برتاؤ نہین؟ تم وہان چاہے کیسے ہی عدیم الفرصت ہو اور چاہے ہمارے نام کا وظیفہ ہی کیون نہ پڑھتے رہتے ہو مگر ہم تو یہی کہینگے کہ تم بڑے بیوفا نکلے۔

آخر ہم سے کونسی خطا سرزد ہوئی جو تم نے قطع تعلق کر لیا! یا ہم نے تمھارے کس حکم کی تعمیل نہ کی جسکی بنا پر تم ہم سے خفا ہو گئے اور ایسے خفا کہ مڑکے بھی نہ دیکھا؟

ہماری دانست مین تو ہم سے کوئی تصور نہین ہوا اور مانا کہ ہم سے کوئی عدول حکمی ہو گئی مگر تمھین درگزر کرنا تھا یا کم از کم ہمین اپنے جرم سے واقف کر دیتے، ہم بشر تھے، اور بشر سے خطا تقصیر اور بھول چوک ہوتی ہی رہتی ہے، تمھین والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس پر نظر کر کے ہماری غلطیون پر چشم پوشی سے کام لینا تھا، نہ کہ یون اکبارگی بغیر کسی شکوہ و شکایت کے مدتون کے دوستانہ برتاؤ اور محبت کے قدیم راہ و رسم کو ایک لحظہ بھر مین ایسا بھلا دیا کہ سلسلۂ تعلقات ہی منقطع کر دیا، تمھین ایک ذری سی بات پر قیامت تک کے لیے ہم سے یون بگاڑ کرنا، اسطرح خفا ہو جانا، اور یون روٹھ کے ہماری اُن تمام امیدون اور تمناؤن پر جو تمھاری ذات اور تمھارے دم کے ساتھ وابستہ تھین پانی پھیر دینا تو نہ چاہیے تھا۔

ہمین تو تمھارے پتہ سے بھی واقفیت نہ تھی نہ راستہ ہی معلوم تھا کہ خط بھیج کے معذرت کرتے، یا خود پہونچکر تم سے اپنی خطاؤن کی تلافی کراتے، تمھین مناتے، تم سے معافی مانگتے، اور تمھین ہمیشہ کے لیے یون خفا نہ ہو جانے دیتے!

تم تو ایسی دور دراز جگہ جا بسے جہان انسان کی طاقت نہین کہ زندہ پہونچ سکے۔ تمھارے شہر، تمھاری آبادی، اور تمھارے ملک تک تو سنتے ہین، لوگ مر مر کے پہونچتے ہین، اور جو جاتا ہے وہین کا ہو رہتا ہے اور گویا واپس آنا جانتا ہی نہین۔ کسی مین یہ صلاحیت ہی نہین نظر آتی جو تمھارے پاس جا کر وہان کے مفصل حال کی خبر لائے،

اول تو وہان جانا کوئی گوارا ہی نہین کرتا اگر بہ دقت تمام کوئی رضامند کر کے بھیجا بھی جاتا ہے

تو یا خود تم ہی اُسے واپس نہیں آنے دیتے اور اپنا بنا لیتے ہو یا وہاں خدا جانے کون کون سی دلچسپیاں ہیں جنھیں دیکھ کے انسان ایسا گرویدہ ہوجاتا ہے کہ خود ہی اُن سے کام نہیں لیتا،

بھئی وہاں کی خبریں سُننے اور وہاں کے حالات دریافت کرنے کے لیے ہمارا جی بہت تڑپتا اور ترس ترس کے رہ جاتا ہے کیا اچھا ہوتا کہ اور نہیں تو تم سے سلسلۂ خط وکتابت ہی جاری ہوجاتا تم کچھ اپنی کہتے، کچھ ہماری سُنتے اور باہمی تبادلۂ خیالات سے ہم تم ایک دوسرے کو مسرور اور محظوظ کرتے۔

علی احمد۔ ندوی۔ اعظم گڈھی

چند پند

ہند میں ہے ہم مسلمانوں کی آبادی قلیل — اور اس قلت پہ کچھ کم کم ہے اب تعلیم بھی
اس مرض کی ہے ہمارے حق میں یہ کافی دوا — ہم لعاب کہنہ کچھ اپنے کریں ترمیم بھی
علم تو حاصل کریں محنت کریں دل کھولکر — "اجتماعی قوتوں" کی ساتھ ہو اسکیم بھی

کردیا ازکار رفتہ جہل نے کتنا ہمیں
ایک تو کڑوا کریلا اور اسپر نیم بھی

ایضاً

زر لاؤ شرافت تو کوئی چیز نہیں ہے — نہ کرکے رکھو بغچے میں اب چال چلن کو
حاصل ہے قناعت تو ہے آرام بہت کچھ — مُنھ کھول کے برباد نہ کر اپنے سخن کو
تعلیم جدیدہ نے سکھائی ہمیں شوخی — آخر یہ بگاڑے نہ کہیں چال چلن کو
مین ناشتہ کرنے کی ہوا فکر میں مشغول — کہنے لگے صاحب کہ ہوئی دیر لٹن کو

گھر پھوک کے دکھلائیں تماشا یہ مسلمان
کوڑی نہ کبھی پاس رکھیں اپنے کفن کو

خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

غزلیات

در خیالِ چشمِ او ستانہ میگردیم ما
صورتِ مے اندرین پیمانہ می گردیم ما

بزم گاہ و خلوت و میخانہ و دیر و حرم
شمع باشی ہر کجا پروانہ می گردیم ما

پائے رفتن گونہ میداریم در راہِ جنون
صورتِ سیل اندرین ویرانہ می گردیم ما

در بساط دہر جاے ما بہ ہر دل از وفا است
اسپ شطرنجیم در ہر خانہ می گردیم ما

خلق را سرگشتہ دارد در جہان فکرِ معاش
آسیا آسا بہ گردِ دانہ می گردیم ما

نوخطان را نیست گر مہرے درین پیری بما
آشنائے سبزۂ بیگانہ می گردیم ما

از زبانِ حال می گوید دلِ صاحبدلان
کز صفا رشکِ دُرِ یک دانہ می گردیم ما

جان ما را جزوِ پیچینِ زلف تو نبود قرار
ہر طرف چون آہوے صحرا نہ می گردیم ما

جلوہاے نورِ ما ہر جا ست فائز در ظہور[۵۲]
گل بگلشن شمع در کاشانہ می گردیم ما

فائز عماد پوری

یہ جاہ و احتشام یہ عز و وقار صبح
کرتا ہے آسمان زر انجم نثار صبح

کیا پر فضا ہے باغ مین رنگ بہار صبح
ہر سو کھلے ہوے ہین گل لالہ زار صبح

ہر سو شب فراق کی چھائی ہے تیرگی
ہے پردۂ نقاب مین روے نگار صبح

دیکھین تو چونکتے ہین وہ کب خواب ناز سے
کس وقت لوٹتا ہے طلسم غبار صبح

اے غافلو اٹھو سوے راہ طلب چلو
دیکھو ہوا کی چال چلا راہوار صبح

شان و شکوہ خسرو خاور کو دیکھ کر
شبنم کے قطرے ہوتے ہین بیمقدار صبح

بسمل کی طرح کٹ جو گیا ہے گلوے شب
نکلی بنام چرخ سے کیا ذوالفقار صبح

وعدہ کی رات آکے مصیبت مین گھر گئے
اُس رشک مہ کو شام سے ہے انتظار صبح

اوج حزین ہے کنج قفس مین اسیر غم
ٹوٹے گی عندلیب چمن مین بہار صبح

اوج گیاوی

---

[۵۱] تلمیح است بنام حضرت محی السالکین مولانا شاہ نور الحق عثمان قدس سرہ کہ آب الجد حضرت فائز بودند ۱۲ منہ

[۵۲] و این تلمیح است بنام حضرت غوث الدہر مولانا شاہ محمد ظہور الحق محدث عمادی قدس سرہ کہ جد بزرگوار حضرت فائز بودند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۱۲ منہ

شبِ وعدہ ہے اُٹھینگے نقاب آہستہ آہستہ
کرینگے دور وہ شرم و حجاب آہستہ آہستہ

ادا ؤن مین شرارت آچلی شوخی نگاہون مین
چلا بچپن اب آتا ہے شباب آہستہ آہستہ

ہمارے زخم دل سے یون لہو جاری ہے رہ رہکر
ٹپکتے ہون لہو سے جیسے شراب آہستہ آہستہ

نفس کے ساتھ طے کرتا ہے انسان راہ ہستی کی
ہوا کے ساتھ چلتا ہے حباب آہستہ آہستہ

اِدھر ہے رعب کے ماری اُدھر ہے شرم کے مارے
سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

نحوی لکھنوی

کافر عشق بت دشمن ایمان ہم تھے
شکر کرتے ہین خدا کا کہ مسلمان ہم تھے

جب مین کہتا ہون کہ تھی غیر کی آغوش مین تم
کس ڈھٹائی سے وہ کہتے ہین کہ ہان ہان ہم تھے

سیر جلنے کی ہمارے نہ کسی نے دیکھی!
ہجر مین شمع سر گور غریبان ہم تھے

ہو کے بسمل جو تڑپنے کی ہمین حسرت تھی
ساتھ قاتل کے لیے تیغ و نمکدان ہم تھے

اُسنے جب قید سے چھوڑا تو رہے گرد قفس
اپنے صیاد کے پروردۂ احسان ہم تھے

شعلۂ روئے بتان نے بھی نہ ہم کو پھونکا
آگ نے بھی نہ جلایا وہ مسلمان ہم تھے

بیخودی تھی ہمین ہوش تھے یا غفلت تھی
خیر جس حال مین تھے آپکے خواہان ہم تھے

دُر دِ ساقی نے ہمین تھوڑی سی دی سب کے بعد
دَور مین رات پس حلقہ مستان ہم تھے

بخشدے مہر خدا اے بت کافر گناہ
تجھکو سجدہ نہ کیا خاک مسلمان ہم تھے

رنگ بدلا نہ زمانے کی طرح ہم نے جگر
رہگئے یادگار زمانے کو وہ انسان ہم تھے

جگر (از بمبئی)

دُور کن از دل خیال اعتبارِ زندگی
زانکہ بر آب است بنیادِ حصارِ زندگی

چند انفاس اندکا نرا آمد و شد بر لب است
بر حسابِ دست کُل دارو مدارِ زندگی

دل منہ بر جلوۂ جولانی اوزانکہ ہست
از کفت خارج عنان راہوارِ زندگی

ہست محکم تر بعالم گر کنی نیکو نظر
تار و پودِ عنکبوت از پود و تارِ زندگی

نقد وقتِ خویش را کن صرف در افعالِ نیک
زاد عقبیٰ کن فراہم در دیارِ زندگی

از مکافاتِ عمل در آخرت غافل مباش
ہر چہ خواہی آن بکن در روزگارِ زندگی

پند صائب گوش کن شوخی کہ نیکو گفتہ است
دل منہ بر جلوۂ ناپائدارِ زندگی

شوخی سندیلوی

حضرت شیخ محی الدین اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ اکبر اپنے زمانہ کے اکمل الکاملین مین سے تھے۔ جسقدر رموز تصوف آپ نے بیان فرمائے کسی نے اسقدر نہین ظاہر کیے آپ قائلین وحدت وجود کے امام تھے۔ آپ سے کرامات وخرق عادات لاتعد ولاتحصٰی صادر ہوے ہین۔ شیخ الاسلام صاحب قاموس قدس سرہ لکھتے ہین کہ مجھے آجتک نہین معلوم ہوا کہ کوئی شخص علم شریعت وحقیقت مین امام محی الدین ابن عربی شیخ اکبر کے منبع علم کو پہونچا ہو کیونکہ وہ ایک دریاے ناپیدا کنار تھے اور انکی تصنیفات بحر زخار ہین۔ کسی نے ایسے رموز ومفید مطالب نہین بیان کیے اور انکی کتابون کا مطالعہ کرنا حق تعالیٰ سے قربت حاصل کرنا ہے

آپ کا اصلی نام محمدؐ ہے اور محی الدین آپ کا لقب اور عبداللہ کنیت ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام علی بن محمد عربی ہے۔ سنہ ۵۶۰ھ مین دوشنبہ کی شب سترھوین رمضان المبارک کو بمقام مرسیہ اندلس مین پیدا ہوے اور آپ کا طریقہ مالکی تھا۔

آپ کا کلام اسقدر عجیب ولطیف ہوتا تھا کہ علماے ظاہر اسکے سمجھنے سے قاصر تھے اسلیے اکثرنے آپ پر (نعوذ باللہ) کفر کے فتوے لگائے۔ علامہ قطب الدین شیرازیؒ فرماتے ہین کہ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریعت وحقیقت دونون مین کامل اور بے نظیر فرد تھے جو لوگ اُنکے کلام پر طعن کرتے ہین وہ کیا کرین اُسکو وہ سمجھ نہین سکتے تھے اور جو کوئی انکو بُرا کہتے ہین تو اُنکو ایسا جانو جیسے وہ لوگ ہین جو نبیون کو بُرا کہتے ہین۔ امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہین کہ امام محی الدین عربی بہت بڑے جلیل القدر ولی اور اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہین کہ شیخ اکبر عارفون کے مربی ہین اور حضور پرنور صلعم کے قدم بقدم چلنے والے۔ اُنھون نے حضرت شیخ اکبرؒ کے منکرون کے جواب مین ایک کتاب بھی لکھی ہے جسکا نام تنبیہ النبی فی تبرئۃ ابن عربی رضہ ہے۔ امام ابن سعد یافعیؒ کہتے تھے کہ حضرت شیخ اکبر کو ولایت عظمٰی حاصل تھی۔ امام سبکیؒ فرماتے ہین کہ حضرت امام محی الدین بن عربی آیۃ من ایات اللہ تھے اور اس زمانہ من علم وفضل کی کنجی انھین کے ہاتھ مین تھی۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اور حضرت شیخ کمال الدین کاشیؒ فرماتے ہین کہ امام محی الدین ابن عربی کامل ومحقق وصاحب کرامات تھے۔ شیخ قطب الدین حموی قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ دیکھو امام محی الدین عربیؒ کے منکر مت ہو اور انھین بُرا مت کہو

کیونکہ اولیاء اللہ کا تخم مسموم ہوتا ہے اور انسے بغض رکھنے والے اکثر نصرانی مرے ہین - ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض نے شیخ کی عبارت مین کوئی چھوٹی عبارت داخل کردی تاکہ لوگ حضرت کو ظاہر شریعت کا مخالف سمجھنے لگین اور انکی اپنی حسد کی آگ بجھے - ایک شخص مسمی جمال الدین ابن الخیاط یمن کا رہنے والا تھا - اسنے چند مسائل لکھکر بلاد اسلام مین بھیجے اور کہا یہ محی الدین عربی کے عقاید ہین آپ لوگون کی کیا رائے ہے چونکہ وہ عقائد لغو تھے اسلیے سب نے بُرا کہا - علامہ فیروز آبادی کہتے ہین کہ حضرت شیخ اکبر ان لغو عقائد سے پاک ہین اور یہ اشعار اُنکی تعریف مین کہے

وما علی اذا ما قلت معتقدی دع المجھول یظن الجھل عدوا واللہ واللہ واللہ العظیم ومن
اقامہ الحجۃ للدین برھانا ان الذی قلت بعض من مناقبہ مازرت الا لعلی زرت نقصانا

یعنی مجھے سزاوار نہین کہ اُنکو اپنا ہم پایہ خیال کرون ان جاہلون سے درگزر کرو جو جہل سے اُنھین دشمن سمجھتے ہین خدائے بزرگ و برتر کی قسم جسنے اُنھین حجت دین اور برہان بنایا ہے کہ مین نے اُنکی مدح وثنا کرنے سے اُنکے مرتبہ کو بڑہایا نہین ہے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہین اس مدح سے اُنکی منقصت نہ ہوئی ہو - شیخ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہین کہ حضرت شیخ اکبر کا مکان شام مین تھا اور شیخ نے تمام علوم شام ہی مین حاصل کیے - شام وہ ملک ہے کہ اسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہے کہ علیکم بالشام فان فیھا الابدال -

حضرت شیخ اکبر کو کسی نے بُرا کہا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہین اسلیے کہ بڑے لوگون کو بُرا کہنے والے بھی ہوا کرتے ہین - انبیا کو بُرا ہی نہین کہا بلکہ لوگون نے قتل کیا ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال سب پر روشن ہے - انھین بُرا کہنے والے ابتک موجود ہین - اولیاء اللہ کو انکے زمانہ مین لوگون نے بُرا ہی نہین کہا بلکہ طرح طرح کی ایذا دی ہے حضرت ممشاد دینوری کو لوگون نے ایک عورت سے بدنام کیا - حضرت سہل ابن عبداللہ تستری کو لوگون نے شہر بصرہ سے نکال دیا - حضرت ابوسعید فرار پر کفر کا فتوی لگایا گیا - حضرت جنید بغدادی کا بھی یہی حال ہوا - حضرت محمد بن الفضل بلخی کو لوگون نے بدعتی کہا اور شہر سے نکال دیا - ابوعثمان مغربی کو لوگون نے مکہ سے نکالدیا حالانکہ وہ بہت بڑے مجاہد - علامہ اور صاحب حال تھے حضرت ابوبکر شبلی پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور حضرت امام ابوبکر نابلسی کو باین فضل وکمال واستقامت فی الدین جو ملک مغرب سے مصر تک مشہور تھے زندیق کہکر بدنام کیا اور بادشاہ سے کہکے اولٹا منگوا کر کھال کھنچوائی - اسی طرح حضرت ابوالحسن شاذلی کو لوگون نے زندیق کہکر ملک مغرب سے نکالدیا

شیخ بدرالدین ابن جماعہ سے لوگون نے ابن عربیؒ کا حال پوچھا آپ نے فرمایا تم کو کیا ہوا ہے جو ایسے شخص کے بارے مین مذبذب ہو جسکے فضل وکمال اور جلالت قدر پر تمام عالم نے اتفاق کیا ہے۔ شیخ مخزومی فرماتے ہین کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت عزالدین بن عبدالسلام نے انکو زندیق کہا ہے تو بیخ جھوٹھ ہے کیونکہ صلاح قالنسی صاحب فوائد مشائخ بیان کرتے ہین کہ ایکدن ہم لوگ شیخ عزالدین کی مجلس درس مین شریک تھے اور ردت کا بیان ہو رہا تھا۔ قاری نے زندیق کی لفظ کو پڑھا ایک نے کہا یہ لفظ عربی ہے دوسرے نے کہا عجمی ہے۔ تب ایک عالم نے کہا یہ فارسی ہے معرب ہے اسکا اصل زن دین تھا۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کفر چھپاتا ہو اور ایمان ظاہر کرتا ہو۔ تب ایک طالب عالم نے کہا کوئی مثال فرمایئے اسپر ایک شخص نے عزالدین بن عبدالسلام کی طرف مخاطب ہوکر کہا جیسے محی الدین ابن عربی ہین۔ شیخ چپکے رہے اور کچھ نہ بولے۔ حضرت صلاح الدین فرماتے ہین کہ حضرت اُسدن روزہ سے تھے جب مین نے شام کو دسترخوان بچھایا تو دریافت کیا کہ حضرت آجکل قطب کون ہے آپ نے مسکراکر فرمایا کہ مین اس زمانہ مین سوائے ابن عربی کے کسی دوسرے کو قطب نہین دیکھتا ہون۔ مین سر نیچے کرکے تھوڑی دیر حیرت کرتا رہا بعدہ مین نے کہا کہ اُسوقت آپ نے سکوت ظاہر کرکے رضامندی کیون ظاہر فرمائی تھی فرمایا وہ عالمون کی مجلس تھی وہان سوائے سکوت کے مجھکو کوئی چارہ نہ تھا۔

احیاء العلوم مین مذکور ہے کہ جس کسی کو اس علم یعنی تصوف سے کچھ بہرہ نہین اُسکے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ جو لوگ کتاب وسنت سے اُسے مدلل نہ پائین تو عمل موقوف رکھین اوسکی حقیقت سے انکار نہ کرین۔ لوگون نے حضرت شیخ اکبر کے کلام کو سمجھا نہین اور اس سے انکار کیا۔ حالانکہ یہ نہایت نامناسب تھا۔ اپنی چھوٹی سی عقل تمام علوم پر حاوی سمجھنا نادانی ہے۔ خدا فرماتا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ایک تو خود انسان کو کم علم عطا فرمایا ہے اُسپر ہر شخص کی استعداد اور نصیب ہے۔ کسی کو اگر علم کا زیادہ حصہ نہین ملا ہے تو اُسے لازم نہین کہ اس شخص کے علم کا انکار کرے جسے خدا نے اُس سے زیادہ حصہ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی صفت علم سے متصف ہوتا ہے تو اُسکے مخالفین بہت پیدا ہو جاتے ہین۔ وہ اسرار اور علوم جنکو حضرت شیخ اکبرؒ نے ظاہر فرمایا وہ ہین جنکے بارے ہین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھکو رسول اللہ نے دو قسم کے علوم عطا فرمائے ہین۔ ایک کو مین نے ظاہر کیا ہے اور اگر دوسرے کو ظاہر کرون تو تقطع ھذا البلعوم (یہ حلق کاٹ ڈالا جائے) حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم مین حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین رضی سے ان دو شعرون کو اسی ضمن مین نقل کیا ہے۔ ؎

یارب لو جوھر علم البحر ہ بقیل لی انت انت ممن یعبد الوثنا ۔ اے میرے خدا اگر مین جوہر علم کو ظاہر کرون تو لوگ مجھ بت پرست کہینگے

ولا ینکل برجال المسلمین دمی + یرون القبح ما یانونه حسنا۔ اور مسلمانوں میری خونریزی کو جائز رکھینگے اور نیز برے افعال کو اچھا سمجھینگے
امام غزالیؒ فرماتے ہین کہ اس سے علم لدنی مراد ہے جسے ہر کوئی نہین جانتا۔ اگر منکرین کو انکار ہے تو
حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے قصہ مین تامل کرین۔ شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہین کہ جب
کوئی بڑا شخص ہوتا ہے تو اُسکے مقابل مین اُسکا دشمن بھی ظاہر ہوتا ہی اور اشراف واہل علم ہمیشہ بلامین
مبتلا رہتے ہین۔ ایسی ہی حالت ہمارے زمانہ مین سید احمد خان رح کی بھی تھی جنکے کفر کے فتوے مکہ اور
مدینہ سے لائے گئے لیکن الحق ویعلو ولا یعلی۔ انکی لگائی ہوئی بیل علی رغم انف الاعداء ایسی
مینڈھ چڑھی کہ لوگ خود دیکھ سکتے ہین۔

حضرت شیخ اکبرؒ کو تصوف مین ایک واسطہ سے حضرت شیخ الجن والانس سیدنا عبدالقادر
جیلانی رح سے خرقہ ملا ہے اور حضرت خضرؑ سے بھی ایک ہی واسطہ مین چنانچہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے
اس خرقہ کو شہر موصل کے باہر ۶۰۱ھ مین ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جامع سے پہنا ہے اور ابن جامع
نے حضرت خضر علیہ السلام سے خرقہ پہنا ہے اور جس مقام پر جسطرح سے ابن جامع کو خضرؑ نے
پہنایا ہے اُسی مقام پر اُسی طرح سے بغیر زیادت ونقصان کے ابن جامع نے مجھکو پہنایا ہے۔ حضرت
خضرؑ سے ایک دوسری نسبت بے واسطہ بھی حضرت شیخ اکبر کو حاصل ہے۔ انھون نے خود اسکا ذکر فرمایا ہی
آپ بہت بڑے صاحب تصانیف تھے لیکن افسوس اس زمانہ مین بہت کم کا پتہ ملتا ہے
حضرت شیخ مجدالدین فیروزآبادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہین کہ مین نے بچشم خود حضرت شیخ اکبرؒ کے
ہاتھ کا ایک اجازت نامہ دیکھا ہے۔ یہ شاہ حلب کے واسطے لکھا گیا تھا۔ اسکے آخر مین یہ بھی تھا کہ
اپنی کل تصنیفات کی روایت کی اجازت مین نے تمھین دی ہی اور وہ کتابین فلان اور فلان ہین جب
مین نے گنا تو اجازت نامہ مین چار سو کتابین تھین۔ اسمین انکی تفسیرین بھی تھین۔ ایک نصف قرآن
کی تفسیر پچانوے جلدون مین تھی اور آیہ وعلمناہ من لدنا علما تک ختم کر دیا تھا اور دوسری
پوری تفسیر آٹھ جلدون مین تھی۔ اسمین محقق مفسرین کا طرز اختیار کیا تھا اور اسی مین ریاض الفردوسیہ
فی الاحادیث القدسیہ بھی شامل تھی۔ انکے علاوہ ایک تفسیر متصوفین کے طرز پر بھی تحریر فرمائی تھی۔ اس
زمانہ مین جسقدر آپ کی تصانیف موجود ہین انمین فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم سب سے زیادہ
بزرگ کتابین ہین۔ شیخ سراج الدین بلقینی رح فرماتے ہین کہ امام ابن عربیؒ نے اوائل عمر مین علم معرفت وحقائق
کے دریا مین غوطہ مارا ہے اور اخیر مین فصوص وفتوحات اور تنزلات موصلیہ کے ساحل پر نکلے۔ یہ تینون
کتابین آپ کی امہات کتب سے ہین۔ یہ سب کتابین لوگون نے خود شیخ سے پڑھی ہین اور سند لی ہے

فصوص الحکم آپنے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لکھی ہے چنانچہ ابتداے کتاب مین خود فرماتے ہین کہ اخیر عشرہ ماہ محرم ۶۲۷ھ مین بمقام دمشق مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپکے ہاتھ مین ایک کتاب ہے اور مجھ سے فرماتے ہین کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اسکو لو اور تمام لوگونپر ظاہر کرو تاکہ لوگ اس سے فائدہ اُٹھائین مین نے عرض کیا سمعاً وطاعۃً لسر وتسلیم پس اس کتاب کو خالصۃً لوجہ اللہ لکھا اور جسقدر کہ حد حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی اس سے مین نے نہ زیادتی کی اور نہ کمی اور خداے بزرگ وبرتر سے شیطان کے تسلط سے پناہ مانگی۔

حافظ عبد اللہ ذہبی حضرت شیخ اکبرؒ کے نہایت مخالف تھے۔ ایکبار لوگون نے اُنسے پوچھا کہ امام محی الدین عربی نے فصوص الحکم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لکھا ہے تو اُنھون نے باوجود سخت مخالفت کے جواب دیا کہ ایسا علامہ کبھی جھوٹ نہین کہہ سکتا شیخ مجد الدین فیروز آبادی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہین کہ حضرت شیخ اکبرؒ کی تصنیفات کا خاصہ یہ ہے کہ جو کوئی انکا مشغلہ رکھتا ہے اُسے علوم وفنون کے دقیق مسئلے پانی کی طرح آسان ہوجاتے ہین یہ کہنا کہ انکا پڑھنا پڑھانا جائز ہے کفر ہے کیونکہ انکار کرنے والا اپنے فہم ناقص سے کتاب وسنت کے مطالب کا انکار کرتا ہے۔ ایکبار لوگون نے انھین شیخ مجد الدین سے پوچھا کہ فصوص وفتوحات وغیرہ جو کتابین حضرت شیخ اکبر کی طرف منسوب ہین کیا انکا پڑھنا پڑھانا درست ہے؟ اور کیا یہ شیخ سے بھی پڑھی یا سنی گئی ہین؟ اُنھون نے جواب دیا ہان یہ کتابین شیخؒ سے پڑھی اور سُنی بھی گئی ہین اور حافظ برزالی وغیرہ نے انھین خود شیخ اکبرؒ سے پڑھا ہے اور مین نے خود قونیہ مین فتوحات پر شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اجازت دیکھی ہے۔ شیخ اکبر کی کتابون کا مطالعہ کرنا اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنا ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہین وہ راہ راست سے منحرف ہین کیونکہ شیخ اکبر اپنے زمانہ مین ولایت عظمیٰ اور صدیقیت کبریٰ پر فائز تھے۔ انکے مخالفون پر اللہ کی ناخوشی کی پہلی علامت یہ ہے کہ انھین اتنے بڑے فوائد سے محروم رکھا۔ لوگون کا یہ افترا ہے کہ شیخ خلاف شریعت کہتے ہین۔ انکا مرتبہ اور تبحر علمی کبھی اسکا متقاضی نہین ہو سکتا اور ابن عربیؒ کبھی اوس رسول کی مخالفت نہین کر سکتے جنھون نے اپنی شریعت غرا کا آپ کو امین وراز دار بنایا ہے۔

غرض کہ ایک زمانہ کا انکار وہ تھا اور ایک زمانہ ایسا آیا جبکہ لوگ عود ولوبان سلگا کر نہایت مقدس جگہ مین بہت ادب کے ساتھ فصوص الحکم کا درس دیتے تھے اور بکثرت علمانے اسکی شرحین لکھی ہین جنمین سے ایک شیخ بدر الدین ابن جماعہ بھی تھے شیخ مخزومی نے بھی ایک کتاب مین شیخ اکبرؒ کے کلام پر اسرار کو ظاہر کیا ہے اور اُسکا نام کشف الغطا رکھا ہے۔

شیخ اکبر کی کتابون پر کوئی ریویو لکھنا خواہ مختصر ہی کیون نہ ہو اس مختصر مضمون کی گنجائش سے باہر ہے اسلیے صرف فتوحات مکیہ اور فصوص کے بعض مقامات اقتباس کرکے درج ذیل کیے جاتے ہین فتوحات مکی کے باب ۳۶۷ مین شیخ اکبر اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین عالم واقعہ مین حضرت ادریس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا اور ابتداے عالم کے متعلق انسے کچھ پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھکو مدت عالم کی ابتدا کا حال نہین معلوم اور نہ یہ جانتا ہون کہ مخلوقات کس حد تک پیدا ہوتی رہین گی کیونکہ ہر نفس کے ساتھ ایک نئی خلقت پیدا ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کی صفت خلق ابدی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور دنیا و آخرت ہمیشہ رہے گی۔ مین نے کہا یا نبی اللہ قیامت کی کوئی علامت مجھسے فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ تمھارے جد آدم قریب کا وجود اسکی بڑی علامت تھی۔ مین نے کہا کہ حضرت دنیا کے بعد بھی کوئی دار اسکے سوا ہے فرمایا کہ ہان ایک ہی دار دار وجود ہے اور دنیا تمھین لوگون کے سبب سے دنیا ہوئی۔

فتوحات کے ساتوین باب مین فرماتے ہین کہ عالم کی عمر کا کروڑون برس سے بھی اندازہ نہین ہو سکتا۔ پھر اسی باب مین فرماتے ہین کہ عالم طبیعی کی عمر کے اکہتر ہزار برس جب گزر چکے تب اللہ نے موالید ثلاثہ کو پیدا کیا۔

اسکے چون ہزار برس بعد اللہ جل شانہ نے اس دنیا کو پیدا کیا اور جب دنیا کو ترسٹھ ہزار برس گزر چکے تب اللہ جل شانہ نے جنت و دوزخ کو بنایا۔ دنیا اور آخرت مین نوے ہزار برس کا تفاوت ہے اور اسکا نام آخرت اسلیے ہوا کہ وہ بعد مین آنے والی ہے۔ آخرت کی کوئی انتہا نہین کہ اسکا احصا کیا جا سکے اور جب دنیا کی عمر کے ستر ہزار برس اور آخرت کی عمر کے آٹھ ہزار برس گزر چکے تب اللہ جل شانہ نے آدم کی مٹی کا خمیر کیا۔ تری و خشکی کے جانور پیدا کیے۔ زمین کے عفونات سے حشرات الارض کو پیدا کیا تاکہ ہوا عفونات سے پاک رہے واللہ اعلم۔

فتوحات کے باب ۳۹۰ مین فرماتے ہین کہ مجھے یہ نہین معلوم کہ کسی نے خلق عالم کی ابتدائی حد جانی ہو اور یہ ممکن نہین ہے کیونکہ اکثر ستارے فلک اطلس مین ایسے ہین جنمین کواکب ثابت نہین ہین اور انسان کی عمر انکی حرکت کو نہین پہچان سکتی کیونکہ وہ بظاہر ثابت معلوم ہوتے ہین مگر درحقیقت ثابت بطی رفتار کے ساتھ سیر کی حالت مین ہین۔ فلک اقصیٰ کا ہر ایک ستارہ ایک درجہ کو سو برس مین طے کرتا ہے اور جس درجہ سے اسکی سیر شروع ہوتی ہے وہان تک پہونچنے مین جتنے سال لگتے ہین اتنی مدت کا ان کواکب ثابتہ کا ایک دن ہوتا ہے۔ اب حساب کرلو کہ اس فلک

ہین تین سو ساٹھ درجہ ہین اور ہر درجہ کو سو برس مین ایک ستارہ طے کرتا ہے۔ پھر شیخ اکبر فرماتے ہین کہ منارہ مصر کی بنا اُسوقت ہوئی ہے جسوقت ستارہ نسر برج اسد مین تھا (بعض نسخون مین ہے کہ وہ برج حمل مین تھا) اب وہ ستارہ ہمارے وقت مین برج جدی مین ہے۔ اس سے تم اہرام مصری کی قدامت کا اندازہ خود کرلو۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ اسکے بنانے والے کون شخص تھے اور انسان بھی تھے یا کوئی اور مخلوق تھے؟ عبدالکریم جیلی اس کلام کی شرح مین لکھتے ہین کہ نسر طائر ایک برج سے دوسرے برج تک تیس ہزار سال مین منتقل ہوتا ہے حضرت ابن عربی رضؓ کا عقیدہ ہے کہ عالم یقیناً حادث ہے لیکن اسکی تاریخ کا پتہ نہین ملتا۔

فتوحات مکیہ کے باب ۷۳ مین حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ عالم کبھی قطب سے خالی نہین ہوتا۔ جیسے کہ کبھی رسولونؑ سے خالی نہین ہے اور اسی واسطے اللہ جل شانہٗ چار نبیون کو زندہ رکھا ہے۔ تین انمین سے نبی شارع ہین یعنی ادریس والیاس وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور ایک حامل علم لدنی ہین یعنی حضرت خضر علیہ السلام اور اسکی توضیح یہ ہے کہ دین حنفی کے چار رکن ہین جیسے کہ گھر کے چار رکن ہوتے ہین اور وہ رسل اور انبیا اور اولیا اور مومنین ہین۔

فتوحات کے باب ۳۸۳ مین فرماتے ہین کہ جاننا چاہیے کہ قطب سے تمام دائرۂ وجود عالم کون وفساد کی حفاظت ہوتی ہے اور دو امامون سے عالم غیب وشہادت کی حفاظت ہوتی ہے اوتاد سے حق تعالیٰ جنوب وشمال ومشرق ومغرب کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ابدالون سے حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی محافظت فرماتا ہے۔ قطب ان سب کا محافظ اور نگہبان افسر ہے اور اس عالم کون وفساد کے تمام امور کا اُسی کی ذات پر دار مدار ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہین کہ جسطرح اللہ جل شانہ کے امہات صفات سات ہین اسی طرح سات ابدال بھی ہین انھین سے حفاظت جہات ہوتی ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہین کہ ہر ابدال کو مدد انبیا کی روحون سے پہونچتی ہے جو ایک ایک آسمان مین ہین۔ مین ان سات ابدالون سے مکہ معظمہ مین حطیم حنابلہ کے پیچھے ملاہون ان سب کو رکوع کی حالت مین پایا۔ بعد فراغت نماز مین نے سلام کیا۔ اُنھون نے جواب دیا پھر مین نے اُنسے باتین کین۔ مین نے کسی کو اونسے زیادہ خوش رو خوش خلق اور خوش شغل نہین پایا۔

فتوحات کے باب ۷۳ مین فرماتے ہین کہ بڑی وراثت ختم ولایت ہے اور ختم کی دو قسمین ہین ایک اعلیٰ ہے دوسرا ادنیٰ۔ اعلیٰ یہ ہے کہ ولایت مطلق کا وہ خاتم ہو۔ ادنیٰ یہ ہے کہ ولایت مقیدہ محمدیہ کا خاتم ہو۔ پس مطلق ولایت کے خاتم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہین

اخیر زمانہ مین نزول فرمائینگے اور ولایت مطلقہ کے آپ خاتم ہونگے اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم ایک شخص ملک مغرب کے ہونگے اور وہ خاندان اور ملک دونون مین اشرف قوم ہونگے۔ وہ آج ہمارے زمانہ مین موجود ہین اور مین ۵۹۵ھ مین انسے ملا تھا اور مین نے انمین ختم کی مُہر بھی دیکھی تھی جسے حق تعالیٰ نے اپنے بندون کی آنکھون سے مخفی رکھا ہے۔ انھون نے اس مُہر کو مجھے جسد کھول کر بتلایا اور مین نے دیکھا کہ جو اسرار و علوم ربانی وہ بیان کرتے ہین اس سے لوگ انکار کرتے ہین۔

فتوحات کے باب ۳۶۳ مین فرماتے ہین کہ یہ لوگون کی کیسی بے انصافی ہے کہ جن صفات الٰہی کو انبیا کمین اُنپر ایمان لائین اور جب انھین کو کوئی عالم اور مقرب پیرو رسول کے تو انکار کرین یہ نہین جانتے کہ دریا ایک ہی ہے اُسی سے دونون چشمے بہتے ہین .... انھین کوشش کرنا چاہیے کہ وہ خود اس درجہ سے مشرف ہون اور برا نہ جانین اسکا مشاہدہ کرین۔

باب الوصایا مین آپ فرماتے ہین کہ تم ائمہ مجتہدین پر طعن کرنے سے بچو اور یہ کبھی نہ کہو کہ وہ معارف و اسرار سے محجوب تھے جیسا کہ بعض جاہل اور بے علم صوفی کہا کرتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ ائمہ مجتہدین کا قدم علوم غیب مین راسخ تھا۔ اگرچہ وہ بغلبہ ظن حکم کرتے تھے لیکن انکا ظن علم یقینی تھا۔ انمین اور اہل مکاشفہ مین صرف راستہ کا اختلاف ہے اور یہ لوگ تشریع کے جہت رسولون کے مرتبہ مین ہین۔ پھر باب ۳۶۹ مین فرماتے ہین کہ قیامت کے دن یہ علماے مجتہدین انبیا کی صفون مین ہونگے امت کی صفون مین نہونگے اور ہر رسول کی جانب مین ایک عالم اس امت محمدیہ کا ہوگا اور یہ وہ علما ہونگے جنھین احکام و حالات و مقامات و منازل مین صاحب سند ہونے کا درجہ حاصل ہوگا انکے اخیر مین خاتم ائمہ مجتہدین محمدیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہونگے۔

فتوحات مکیہ باب ۲۸۵ مین فرماتے ہین کہ اولیا اللہ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ انکی وحی کے مختلف طریقے ہین۔ کبھی وہ خیال مین پاتے ہین اور کبھی وہ حس مین دیکھتے ہین اور کبھی اپنے دل مین پاتے ہین اور کبھی لکھی ہوئی عبارت پاتے ہین اور یہ اکثر اولیا اللہ تعالیٰ کو واقع ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابو عبداللہ تصیب البانی اور تقی ابن مخلد شاگرد امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتابت ہی کے ذریعہ سے ملک الالہام وحی پہونچاتے تھے اور جب وہ خواب سے بیدار ہوتے تو ایک کاغذ پر کچھ لکھا ہوا پاتے تھے۔ حضرت شیخ فرماتے ہین کہ علامت یہ ہے کہ ہر طرف سے برابر پڑھا جاتا ہو اور جب ورق اوٹتے ہین تو کتابت بھی اُلٹتی ہے شیخ فرماتے ہین کہ مین نے خود اس کتابت کو دیکھا ہے وہ ایک فقیر کے مطاف مین اسی صفت پر اُتری تھی اسمین دوزخ سے اُسکی نجات لکھی ہوئی تھی۔ فرماتے ہین کہ کبھی

بندہ کو خاص طریقہ سے الہام ہوتا ہے اور وہ جہت ہر انسان مین حق تعالیٰ کی جانب سے ودیعت ہے۔ اس سے ملک الالہام کو بھی خبر نہین ہوتی لیکن لوگ اس سے انکار کرتے ہین تیز قدمی کرتے ہین چنانچہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کا قصہ موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جو حضرت خضرؑ کے الہامات کا انکار کیا اوس سے وہ معذور تھے کیونکہ وہ نبی تھے اور نبی ہمیشہ سے بالمشافہ لینے کے عادی ہوتے ہین اور چونکہ وہ صاحب شریعت ہوتے ہین اسلیے اُنکو فرشتہ کا واسطہ ضرور ہے تاکہ اوسکی حقیقت مین وہم کو بھی دخل نہو۔ فتوحات کے باب ۳۶۴ مین حضرت فرماتے ہین کہ ملک نبی اور ولی دونو پر نزول کرتا ہے لیکن کیفیت نزول سے دونون مین فرق ہے۔ نزول و عدم نزول سے فرق نہین کیفیت نزول یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین پر بالذات وہ نزول کرتے ہین اور اولیاء اللہ پر بالتبع نبی اُن امور کو سمجھانے کے لیے جو نبی لایا ہے لیکن فہم و ادراک مین نہین آتے۔ کبھی ملک الالہام ولی اللہ پر بشارت کے ساتھ نزول کرتا ہے جیسا کہ خود قرآن پاک مین اللہ جل شانہ فرماتا ہے الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ۔ یہ اکثر موت کے وقت واقع ہوتا ہے۔ اس مسئلہ مین حضرت امام غزالیؒ کو اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ نبی اور ولی کی وحی مین فرق یہ ہے کہ نبی پر فرشتے نازل ہوتے ہین اور ولی کی وحی مین فقط الہام ہوتا ہے فرشتہ کبھی نہین نازل ہوتا لیکن شیخ اکبرؒ فرماتے ہین کہ امام غزالیؒ نے غلطی کی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ اُن لوگون کو اسکا ذوق حاصل نہین تھا۔ انھون نے سمجھا کہ ہم نے تمام مقامات سلوک کے طے کرلیے ہین اور چونکہ ملک الالہام کو نہین دیکھا اسلیے اُسے انبیاء کے ساتھ مخصوص کیا۔ ان لوگون کا ذوق ضرور صحیح تھا لیکن یہ حکم باطل ہے۔ خود انکا قول ہے جب کوئی ثقہ آدمی کوئی بات نئی کہے تو اسے تسلیم کرنا چاہیے اور اہل اللہ جتنے ہین سب ثقات مین سے ہین۔ شیخ فرماتے ہین کہ ابو حامد غزالیؒ کو اپنے زمانہ مین اگر کسی کامل ولی اللہ سے ملاقات کی نوبت آتی اور انکو خبر دیتے کہ فرشتہ اولیاء اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے تو ضرور قبول کرلیتے اور کبھی انکار نہ کرتے۔ پھر فرماتے ہین کہ مجھپر ملک الالہام نے غیر متناہی علوم لیکر نزول کیا ہے۔ ہندوستان مین ایسے بہت سے بزرگ گزرے ہین جنپر ملک الالہام نزول کرتا تھا مثلاً حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق بانسوی ؒ جو اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ امی محض تھے اور جب آپکو کوئی بات اس طور پر معلوم ہوتی تو فرماتے "مکبر دیت ہے کہ بردیت ہے" اور پھر وہ کلام ارشاد فرماتے اور اکثر الفاظ کلام اللہ مین ارشاد فرمایا کرتے باوجودیکہ آپ نے پڑھا نہین تھا۔

فتوحات مکیہ کے باب ۹۳ مین شیخ فرماتے ہین کہ امت محمدیہ مین کوئی ایسا شخص نہین ہے جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو کیونکہ جب حضرت عیسیٰؑ فرود ہونگے تو اسی

شریعت محمدی کے مطابق حکم کرینگے اور قیامت مین اُنکا حشر دو طرح پر ہوگا ایک انبیا کے زمرہ مین دوسرا اولیا کے زمرہ مین۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ سوائے حضرت خضر علیہ السلام کے سب سے افضل ہین کیونکہ انکا مقام برزخی ہے جو ولایت اور نبوت کے بیچ مین ہے۔ ابن عربی رضؓ فرماتے ہین کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بالمشافہ مجھسے فرمایا ہے کہ میرا مقام صدیقیت سے اوپر اور نبوت سے نیچے ہے اسکا نام مقام فردیت ہے لیکن امام غزالی رحؒ نے اسکا بھی انکار کیا ہے۔

حضرت شیخ اکبرؓ فتوحات مین فرماتے ہین کہ مین نے سالہا سال فاطمہ بنت ولیہ کی خدمت کی ہے اور اسوقت اُنکا سن پچانوے سال کا تھا لیکن چہرہ پر رونق و تازگی ایسی ہی تھی جیسی عالم شباب مین ہوتی ہے اور مین انھین دیکھنے سے شرم کیا کرتا تھا۔ حق تعالی کے ساتھ انکا عجیب و غریب حال تھا۔ ہمارے ابنائے جنس مین سے جو لوگ اُنکی خدمت مین آتے تھے اُن سب مین مجھ سے زیادہ خوش تھین اور مجھکو خدمت مین رہنے کو اکثر فرماتین اور میرا نام لیکر فرماتین کہ مین فلان جیسا کسی کو نہین دیکھتی اور جب مین اُنکے سامنے جاتا تو ہمہ تن میری طرف متوجہ ہوجاتین اور اکثر فرمایا کرتی تھین کہ مین اُن لوگون پر تعجب کرتی ہون جو حق تعالی کی محبت کا دعوی کرتے ہین لیکن اس سے خوشی نہین کرتے کہ اللہ انکا مشہود ہے اور ایک چشم زدن کے لیے بھی انسے غائب نہین ہوتا۔ فتوحات کے باب ۷۳ مین آپ فرماتے ہین کہ اولیاء اللہ مین سے ہمیشہ ایکمرد یا ایک عورت صاحب مقامات ہوتی ہے جس سے بکثرت کرامات سرزد ہوتی ہین اور بندگان خدا کو نفع پہونچتا ہے۔ اسے ہر شئے پر قدرت ہوتی ہے اور وہ سب کا سردار ہوتا ہے اور ہمیشہ حق کے ساتھ رہتا ہے اور اسی کے حکم سے کام کرتا ہے چنانچہ بغداد مین ہمارے شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہی مقام حاصل تھا مین اُنسے نہین ملا ہون لیکن اُنسے ملا ہون جو اُنکے زمانہ مین انھین کے ہم پایہ تھے لیکن بعض چیزون مین ہمارے شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رحؒ انسے بڑھے ہوئے تھے فتوحات کے باب ۳۰ مین فرماتے ہین کہ مجھے بتحقیق معلوم ہوا ہے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ قطب وقت تھے اور تصرفات کی اُنھین اجازت تھی۔ اسلیے بے حساب کرامتین اُنسے ظاہر ہوئین

فتوحات مکیہ کا ذکر ختم کرکے اب مین کسی قدر فصوص الحکم کے بعض مضامین کا یہان اقتباس درج کرتا ہون۔ یہ کتاب حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے اخیر زمانہ کی ہے اور آپ کی تمام تصنیفات کا نچوڑ ہے اسی کی وجہ سے ایک زمانہ مین آپ پر کفر کے فتوے لگے اور اسی کو اسکے بعد عود و عنبر سے جگہ خوشبودار کرکے باوضو پڑھتے تھے۔ یہی وہ کتاب ہے جسے حضرت ابن عربی رضؓ نے حسب الحکم حضرت سرور کائنات صلعم تحریر فرمایا اور اسی کے متعلق انکا دعوی ہے کہ مین نے اسے جون کا تون بلا کم و کاست پہونچادیا ہے

یہ کتاب مختلف فصوص مین منقسم ہے پہلی فص فص آدم علیہ السلام کی اور اخیر فص فص محمدی صلعم اسیطرح ہر فص ایک ایک پیغمبر کے نام سے موسوم ہے اور انمین وہی اسرار بیان کیے گئے ہین جنکا تعلق اس نبی کی ذات خاص سے ہے - یہ مضمون اسقدر مختصر ہے کہ اسمین اختصار کے طور پر بھی ایک فص پر علحدہ علحدہ کچھ لکھنے کی گنجائش نہین ہے - اسلیے مین نمونہ کے طور پر فص اول پر اجمالا کسیقدر لکھکر ختم کرتا ہون - اہل ذوق وشوق اصل کتاب مین جب ان مضامین کو پڑہینگے اور غور وتامل سے بار بار پڑہینگے تو خود ہی تمام اسرار یکے بعد دیگرے منکشف ہوتے جائینگے -

فصوص الحکم مین حکمت الٰہیہ فی کلمۃ آدمیہ ابتداے آفرینش کے متعلق فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ کے اسماء حسنیٰ کی کوئی انتہا نہین اور ہر اسم اسکی ایک صفت کے ساتھ موسوم ہے - جب اُسنے چاہا کہ حقائق اسماء یا یون کہو کہ اپنی حقیقت کا خود معائنہ فرمائے تو عالم کو بمنزلہ ایک آئینہ کے خلق فرمایا جسمین اسکی حقیقت کا مشاہدہ و نظارہ ہو سکے پس باعتبار اسکی صفت خلق کے یہ عالم مثل ایک وجود کالبدی کے جو معتدل الخلق ہو ظاہر ہوا جسمین روح نہ تھی یعنی مثل آئینہ بے جلا کے تھا - مگر شان الٰہی یہ ہے کہ جو شئی معتدل الخلق ہو اسمین روح الٰہی کے قبول کرنے یعنی فیض تجلی دائمی کے قبول کرنے کی استعداد ضرور ہونی چاہیے اور یہ استعداد بھی عالم مین بحیثیت اپنی خلق کے موجود تھی - اسلیے گویا اسمین نفخ روح فرمایا یعنی استعداد قبول عطا فرمائی - ملحوظ رہے کہ ایسی حصول استعداد کو نفخ روح سے تعبیر فرمایا ہے - غرض کہ شان الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ اس آئینہ عالم کو جلا دیجاے پس حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جو اس عالم کی جلا اور اس کالبد کے روح روان تھے اور فرشتے اس عالم یعنی انسان کبیر کے بعض قواے روحانیہ اور حسیہ کی جگہ ہوے - چونکہ خلقت انسان مین جمعیت الٰہیہ ودلیعت ہے اسلیے اسمین ہر مقام عالی پر پہنچنے اور مرتبہ حاصل کرنے کی لیاقت موجود ہے جسکا ادراک بھی محض کشف الٰہی سے ممکن ہے - انھین جامع حقائق ہونے کی وجہ سے انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا مرتبہ عطا کیا گیا ہے - خداے بزرگ وبرتر کی بارگاہ مین انسان کی جگہ ایسی ہی ہے جیسے پتلی کی انسان کی آنکھ مین - اسی پتلی سے بصارت ہے اگر یہ نہین تو بصارت بھی نہین - اسی سے حق تعالیٰ نے اپنی خلق کی جانب نظر فرمائی اور انپر رحم فرمایا پس انسان حادث ازلی ہے اور چونکہ اللہ کی صفت خلق دائمی ازلی ہے اسلیے خلقت دائمی ابدی ہے - اسی انسان سے وجود عالم تمام ہوا اسکی مثال انگوٹھی کے نگینے کی سی ہے جسپر نقش و علامت بنائی جاتی ہے کہ مُہر کا کام دے اور بادشاہ کے خزانون کی حفاظت کرے - انھین اوصاف کی وجہ سے انسان خزانۂ اللہ ہوا اور وجود انسانی سے اللہ جل شانہ اپنی تمام مخلوقات کی حفاظت فرماتا ہے -

پس جبتک انسان کامل عالم مین موجود رہے گا عالم بھی محفوظ رہے گا اور جب یہ نہ رہے گا تو عالم بھی نہ رہے گا جس طرح خزانہ جب اسکی حفاظت باقی نہین رہتی تو خود بھی باقی نہین رہ سکتا جب اس عالم سے انسان کامل منتقل ہوکر عالم آخرت مین جائیگا تو گویا وہان کے خزانون پر مہر لگی گی اور وہ دائمی ابدی ہوگی۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے مرتبہ کو پہچانے۔ اسکے سامنے فرشتون کی نظیر موجود ہے جو خاص خاص اسماء کے ساتھ اللہ جل شانہ کی عبادت کرتے تھے اور انکے سوا دوسرے اسماء کا انھین علم نہ تھا انھون نے اپنے علم کو کامل سمجھکر اور آدم کی ظاہری خلقت پر نظر کرکے حق تعالیٰ سے نزاع کی کہ تو ایسی مخلوق کو خلیفہ کرتا ہے جو زمین مین فساد و خونریزی کرے گی۔ انھون نے اپنی حقیقت کو نہین پہچانا اسلیے یہ بات اُنسے سرزد ہوئی اگر وہ جانتے تو کبھی نہ کرتے اسپر طرہ یہ کہ اپنی تسبیح و تقدیس کے دعوی کو بھی پیش کیا اسلیے انبؑ انی اعلم ما لا تعلمون کا تازیانہ لگا۔ اے انسان یہ تیرے ہی سمجھانے کو اللہ جل شانہ نے قصہ بیان کیا ہے۔ تجھے چاہیے کہ اپنی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کرے اور ہر حال مین ادب کو ملحوظ اور دعوے سے زبان کو بند رکھے کیونکہ جسطرح فرشتون کو بہت سے اسماء کا علم نہین تھے۔ تجھے بھی اُسکے تمام اسماء پر وقوف نہین ہے۔

امور کلی گو اپنا وجود عینی نہو مگر معہود فی الذہن ضرور ہین اسی لیے انھین امور باطن سے تعبیر کی جاتی ہے۔ انکا اثر ہر وجود خارجی مین ساری و جاری ہے بلکہ عین امر وہی ہین اور ہر وجود عینی کا استناد اُنسے کیا جاتا ہے یعنی امور کلیہ اور موجودات خارجہ اگرچہ ایک اعتبار سے تابع و متبوع۔ لازم و ملزوم اور موثر و متاثر ہین لیکن باعتبار اسکے کہ تمام حقائق کی حقیقت ذات الٰہیہ پر منتہی ہوتی ہے حقیقۃً دونون ایک ہی ہین کیونکہ یہ حقائق مرکب ہین طبیعت جوہریہ متبوعہ اور حقیقت عرضیہ تابعہ سے اور موجودات خارجہ اعراض مین اور امور کلیہ جوہر اور عرض جوہر سے علیحدہ نہین ہی جیسے علم و عالم۔ حیات و حی۔ لیکن جسطرح علم کا مقتضی یہ ہے کہ جسمین یہ صفت علم ہو اسے عالم کہا جائے اسیطرح موصوف کے لحاظ سے صفت اسکی متقاضی ہے کہ اگر موصوف قدیم ہے تو صفت بھی قدیم ہو اور اگر موصوف حادث ہے تو صفت بھی حادث ہو۔ پس اس ارتباط مفعولات و موجودات عینیہ کی رو سے ہر امر کلی محکوم بہ اور وجود خارجی محکوم علیہ ہوا۔ امور کلی جب موجودات عینی کی طرف منسوب ہوتے ہین تو انپر بھی محکوم علیہ کا حکم کیا جاتا ہے اور چونکہ وہ اپنے موصوف مین بغیر تجزی کے پائے جاتے ہین اسلیے انمین تجزی ممکن نہین جیسے کہ انسانیت نوع انسان کے ہر فرد مین بغیر تجزی موجود ہے اور تعدد افراد سے تعدد ماہیت نہین ممکن ہے۔ پس جبکہ امور کلی جو غیر خارجی اور موجودات

عینی جو خارجی ہین انمین باوجود نسبت عدمیہ کے ایک قسم کا ارتباط ہے تو موجودات عینیہ مین باہم بہت زیادہ ارتباط ہوگا۔ اسی طرح حادث و محدث کا باہمی ارتباط ہے۔ حادث کو اپنے محدث کے ساتھ رشتہ احتیاج ہوتا ہے کیونکہ اُسکا وجود اسی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے پس حادث کی صفت ہوئی موجودات بذات غیرہ یعنی واجب بالغیر اور محدث کی صفت ہوئی موجود بذاتہ یعنی واجب الوجود پس جب ذات واجب الوجود نے چاہا کہ حادث کو وجود مین لائے تو تقاضا اس امر کا ہوا کہ کل اشیاء اسماء و صفات مین سے سوائے اسم ذات کے اسمین و دیعت رکھی جائین اور وہ حادث تمام اسماء و صفات کے لحاظ سے باستثنائے وجوب ذاتی واجب الوجود کی صورت پر ہو۔ غرضکہ جب امر الٰہی اس طرح وارد ہوا تو اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت کا راستہ ہمین اسیطرح بتایا کہ اپنی حقیقت پر نظر کرین چنانچہ فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور خود رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اسی طرح اللہ جل شانہ نے ہماری حقیقۃ حادثہ کے علاوہ اور دوسری حادث اشیاء کی طرف دیکھنے اور فکر کرنے کے لیے فرمایا ہے مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے۔ سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ ایک دوسری جگہ ہے۔ و فی الارض اٰیات للموقنین۔ اسی طرح بہت جگہ اپنی معرفت کا طریقہ بتایا ہے۔ پس جب بندہ اپنے نفس کو پہچانتا ہے تو اپنے رب کو بھی پہچان لیتا ہے کیونکہ جتنی صفات سے اللہ موصوف ہے بندہ بھی انھین صفات سے موصوف ہے سوائے صفت وجوب ذاتی کے اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنا کلام اپنے بندون کی زبان مین اوتارا غرض کہ جب ہم نے حق تعالیٰ کو پہچانا اور اپنی ہر چیز کی نسبت اسی کی طرف کی پس حق تعالیٰ نے بھی ہمارے لیے اپنی ذات کی صفت ہماری صفات سے کی اور جب ہم نے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا تو ہم نے اپنی ذاتون کا مشاہدہ کیا اور جب ہم نے اپنی ذات کو دیکھا تو اُسی کی ذات کا مشاہدہ[1] کیا۔ اسمین شک نہین کہ ہم ہزار ہین اور وہ ایک ہے۔ یہان ہزار ہا ہزار عالم ہین اور وہان ایک ذات واجب الوجود ہے گو ہماری حقیقت جامعیہ ایک ہے لیکن ہم مین سے ہر ایک مین فرق ہے تاکہ تمیز کیا جا سکے۔ اگر یہ فرق کرنے والی شے نہ ہوتی تو کثرت مین وحدت ممکن نہ ہوتی۔ اسیطرح بندہ اور خدا مین ایک شے فرق کرنے والی ہے یعنی ہم محتاج ہین وہ حاجت برار ہے۔ ہم حادث ہین۔ وہ محدث ہے۔ ہم مخلوق ہین

[1] کما قال اللہ تعالیٰ۔ و اقرضوا اللہ قرضاً حسناً۔ واللہ یستھزی بھم۔ ویمکر اللہ منھم۔ ولنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔ انما القوۃ للہ جمیعاً۔ لہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ تبارک الذی بیدہ الملک۔ و ما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیھم۔ ونحن اقرب الیہ منکم۔ انما نوادیھم لوجہ اللہ۔ ان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ۔ مرضت فلم تعدنی

وہ خالق ہے۔ نہ وہ محتاج ہے نہ وہ حادث ہے نہ وہ مخلوق ہے۔ وہ ان صفات سے ممتاز غنی وقدیم وخالق ہے اسکے لیے نہ صفت اول ہے اور نہ صفت آخر کیونکہ ان دونون سے تقیید لازم آتی ہے۔ وہ عین اپنی اولیت مین آخر ہے اور عین اپنی آخریت مین اول ہے۔ اور یہی معنی ھو الاول ھو الاخر کے ہین اللہ تعالے نے اپنی ذات کو ظاہر و باطن کے صفات سے موصوف کیا۔ پس اسی رعایت سے ایک عالم شہادت بنایا اور دوسرا عالم غیب بنایا ہم باطن حق کو اپنے باطن سے اور ظاہر حق کو اپنے ظاہر سے حاصل کرین اور اپنی ذات کے لیے صفات رضا اور غضب اختیار فرمائین پس عالم کو ڈرنے والا اور امید رکھنے والا بنایا اسی لیے ہم اسکے غصے سے ڈرتے ہین اور اسکی رضا کی کوشش کرتے ہین غرضکہ اسی طرح تمام صفات کا مظہر انسان کو بنایا اور اپنے دونون ہاتھون جمال وجلال سے انسان کامل کو بنایا جو تمام حقائق و مفردات عالم کا جامع قرار پایا۔ اس طرح عالم شہادت اور خلیفہ باطن کو پیدا کرکے سلطان حجاب مین ہو بیٹھا۔ اللہ جل شانہ نے اپنی توصیف مین فرمایا کہ وہ حجب ظلمانیہ مین مخفی ہے یعنی حجابات طبیعیہ مین پوشیدہ ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ حجب نوریہ مین مستور ہے یعنی ارواح لطیفہ حاجب بارگاہ ہین۔ عالم چونکہ خود لطیف وکثیف کے درمیان مین ہے اسلیے خود ایک حجاب ہے۔ باوجودیکہ عالم حادث محتاج ہونے کی وجہ سے اپنے موجد کا دست نگر ہے لیکن چونکہ اسمین وجوب ذاتی کے لیے کوئی مختص نہین ہے اسلیے پروردگار عالم کی ذات کا ادراک کبھی نہین کیا جا سکتا۔

اللہ جل شانہ نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے اسلیے بنایا کہ انھین بزرگی عطا ہو اسی لیے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے پر پوچھا ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدی اور آدم کی بزرگی جسنے انھین مسجود ملائک بنایا صرف اسی مین تھی کہ اونھین صورت عالم اور صورت حق دونون کو جمع فرمایا تھا۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور یہی گویا دونون ہاتھ اللہ تعالے کے تھے اسی جامعیت کے باعث حضرت آدم علیہ السلام خلیفہ مقرر ہوے۔ اگر آدمؑ اللہ کی صورت پر اس عالم مین نہوتے اور انمین وہ سب چیزین نہ ہوتین جو رعایا اپنے بادشاہ کے جانشین مین طلب کرتی ہے تو وہ خلیفہ ہی نہین بنا سے جا سکتے تھے۔ پس لازم ہوا کہ انمین وہ تمام چیزین موجود ہون جنکی احتیاج رعایا کو پڑتی ہے ورنہ خلافت کا صحیح اطلاق نہین ہو سکتا پس اس لفظ کا اطلاق صحیح طور پر صرف انسان کامل پر ہو سکتا ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی صورت ظاہری حقائق وصور عالم کے بموجب بنائی اور صورت باطنی اپنی صورت پر بنائی اسی لیے انسان کی شان مین فرمایا ہے کہ مین اُسکی بینائی اور شنوائی ہو جاتا ہون اور یہ نہین فرمایا کہ مین اُسکی آنکھ اور کان ہو جاتا ہون۔ اسکے بعد آدمؑ کی صورت ظاہری و باطنی مین فرق فرمایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موجودات عالم مین سے ہر شئے مین قدر اوسکی استعداد کے سریان فرمایا لیکن خلیفۃ اللہ کی سی جامعیت کسی کو نہین بخشی - اگر موجودات عالم مین حق تعالیٰ اس طرح اپنی صفات کے ساتھ سرایت نہ فرماتا تو اس شئے کا وجود ممکن نہوتا - اسی ارتباط وجودی کے سبب سے عالم کو اپنے وجود کے بارے مین حق تعالیٰ سے احتیاج واقع ہوئی - غرضکہ حضرت آدم کی تخلیق اسطرح فرمائی اور اُنسے تمام آدمیون کو پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہے - یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء - یعنی اے لوگو ڈرو اس پروردگار سے جس نے تم کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا اور اس شخص سے اسکی زوج کو بنایا اور ان دونون سے بہت مردون اور عورتون کو عالم وجود مین لایا -

اسکے بعد حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے یہان صرف اسقدر بیان کیا جسکے لیے مجھے حضرت رسالت پناہ صلعم کا ارشاد ہوا تھا - مجھے اللہ نے جسقدر علم عطا فرمایا ہے اگر اُسے بیان کرنے پر آؤن تو اس عالم وجود مین نہین سما سکتا -

اس فص کے بعد فص شیثیہ ہے - پھر فص نوحیہ پھر فص ادریسیہ پھر فص ابراہیمیہ علی ہذا القیاس الے خاتم الانبیاء والمرسلین احمد مجتبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام حکمتین الگ الگ فصوص مین بیان کی گئی تھین - مخفی نہ رہے کہ ہر فص ایک بحر زخار ہے جسکا سمجھنا اور حکمت الٰہی پر مطلع ہونا ہر شخص کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس کتاب کی شان نزول ہی یہی ہے کہ لوگ پڑہین سمجھین اور علوم الٰہی پر مطلع ہون

بعض نے حضرت شیخ رح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے قوم نوح وقوم ہود وقوم صالح علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو اہل قرب مین سے کہا ہے حالانکہ یہ قطعی جہنمی ہین مگر اس مین بھی معترض بجائے معنی کے الفاظ پر جان دے دیتے ہین حضرت شیخ نے حسب فحوائے آیۃ "نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون" اور "کل شئی یرجع الی اصلہ" ان اقوام کو خدا سے بمقابلہ ان لوگون کے جو اس عالم شہادت مین موجود ہین قریب تر کہا تو اسمین کونسا بخلاف نص انھین جنتی بنایا - نہ معلوم ان ظاہر پرست معترضین کا ان اقوام نے کیا بگاڑا ہے جو انھین دوزخ کے سوا کسی دوسری جگہ یہ دیکھ ہی نہین سکتے - یہ اللہ جل شانہ کے فضل پر منحصر ہے کہ ایک رند خرابی کو نیت مین جگہ دے اور اوسکی شان لاابالی کو اسکی کچھ پروا نہین کہ عابد ہزار سالہ جہنم مین جائے - خدا کے معاملے خدا ہی کے ساتھ ہین کسی دوسرے کا انکے بارے مین جھگڑنا سخت بیوقوفی ہے - اسی طرح فرعون کے بارے مین حضرت شیخ اکبر نے ناجی فرمایا ہے اسپر بھی معترضین بہت ناراض ہین حالانکہ خود ہی قرآن پاک کو نہین پڑھتے اور سمجھتے - قرآن پاک مین

اللہ جل شانہ نے آسیہ زوجہ فرعون کی زبانی صاف کہلوایا ہے کہ انہ قرۃ عین لی ولک عینی ان ینفعنا یعنی یہ میرا اور تمہارا دونوں کا قرۃ العین ہے قریب ہے کہ ہم دونوں کو یہ نفع پہونچائیگا حضرت آسیہ کو تو یہ نفع پہونچا یا کہ حضرت موسیٰ کی بدولت وہ ایمان لائیں اور فرعون کو بھی یہی نفع پہونچا یا جبکہ اُسنے ڈوبتے وقت کہا کہ میں ایمان لایا اُس رب پر جسپر بنو اسرائیل ایمان لائے معترضین نے فرعون کا اُسوقت کا ایمان نہیں قبول کیا ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہٖ الا قوم یونس" لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ آیت اسپر دلالت نہیں کرتی کہ یہ ایمان انکو آخرت میں بھی نفع نہ دیگا۔ قوم یونس کا جو استثنا ہے وہ اسطرح ثابت ہوا کہ لما اٰمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا۔ یعنی جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ذلت وخواری کے عذاب کو دنیا ہی میں اُنسے اُٹھا لیا یعنی جن لوگوں پر یہ استثنا صادق نہیں آتا اُنپر سے ذلت وخواری کا عذاب دنیا ہی میں نہیں اُٹھا لیا گیا اور وہ لوگ عذاب دنیا میں مبتلا ہوئے چنانچہ فرعون بھی اس عذاب میں مبتلا ہوکر غرق دریا ہوا اسکی حالت محتضر یا معزغر کی سی حالت نہ تھی جسکا ایمان مقبول نہیں ہوتا بلکہ اس شخص کی سی تھی جو قتل کے واسطے لایا گیا ہو۔ پس نجات بخشی اللہ جل شانہ نے اسکی روح کو عذاب آخرت سے اور اسکے جسد کو دنیا میں بھی جیسے کہ خود ارشاد فرماتا ہے فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ اور یہ نجات بدن خود اسکی دلیل ہے کہ عذاب الٰہی اسکے ساتھ صرف حیات تک رہا اور بعد ممات باقی نرہا پس روح وجسد دونوں کو نجات ملگئی۔

حضرت شیخ ابو بکر خوانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ اوائل میں فصوص الحکم کا میں بہت مشتغل رکھتا تھا ایکبار میں رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے نہایت ادب سے پوچھا کہ آپ فرعون کے بارے میں کیا فرماتے ہیں زبان حق ترجمان سے ارشاد ہوا کہ جو اسمیں لکھا ہے وہی کہو پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ وجود میں آپ کیا فرماتے ہیں ارشاد ہوا قدیم میں قدیم ہے اور حادث میں حادث۔

غرض کہ کسی کو بقول حضرت شیخ صلاح الدین صفدی قدس سرہ اگر علم لدنی والے کے کلام کو دیکھنا منظور ہو تو وہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف کو دیکھے آپ کے ہمعصر یہ بزرگ تھے شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ شیخ نجم الدین کبریٰؒ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ شیخ صدر الدین قونویؒ شیخ مویدالدین جندیؒ شیخ ابو الحسن شاذلی مغربی۔ ابو العباس رسی۔ ابن الفارس حموی مصری۔ عزیز الدین نسفی۔ ابن الصباغ۔ فخر الدین عراقی۔ نجیب الدین بزغش شیرازی۔ برہان الدین ترمذی۔ نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائی۔ جمال الدین جوزقانی۔ سیف الدین باخرزی۔ سعد الدین۔ ابو محمد عبد اللہ مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کا زمانہ حضرت محی الدین ابن عربی رضؓ کے اخیر عمر سے ملتا ہے۔ جسوقت فصوص الحکم لکھی گئی اُسوقت مولانا کی عمر ۲۳ سال کی تھی حضرت امام غزالی رح شیخ اکبر علیہ الرحمہ سے ۵۵ سال پیشتر

گزرے ہین۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کل اوناسی برس چھ یوم اس عالم فانی مین رہکر جمعہ کی شب بائیس ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ مین بمقام دمشق انتقال فرمایا اور آپ کا مزار شریف جبل قاسون کے دامن مین جو صالحہ کے نام سے مشہور ہے آجتک فیض بخش خاص وعام ہے۔

عبداللہ

نالۂ بسمل

ہو رہے ہین پھر مرے صبر وسکون ابن السبیل
کاروان ہوش مین برپا ہے شور رحیل

فرش آتش ہے بساط آرزو میرے لیے
لوٹتا ہون مین ان انگارون پہ مانند خلیل

درد کو دم کی صدا دیتے ہین زخمون کے دہن
رقص بسمل ہوگیا ہے ابن مریم کا مثیل

زیر کوہ غم دبا ہے یون مرا جسم نحیف
ایک مور ناتوان ہو جیسے زیر پاے پیل

کچھ نہین کھلتا کہ مین کیون کر ہوا خونین کفن
یہ سمجھتا ہون کسی تیغ ستم کا ہون قتیل

کردیا جس نے جہان اندھیر میری آنکھ مین
میری نظرون سے نہین پوشیدہ وہ چشم کحیل

ہے مرا روے سخن دہر ستم گر کی طرف
کردیا چشم غزالان مین مجھے جس نے ذلیل

یون تصرف سے کیا مدغم مجھے اغیار مین
آب ہو جاتا ہے جس صورت ہوا مین مستحیل

جسم قومیت پہ اب ہر فرد ہے اک عارضہ
جسکے استخراج پر ہے حاذقون مین قال وقیل

یہ وہ حالت ہے کہ اک ہستی ہو سرتاسر عدم
یہ وہ صورت ہے کہ سرتاپا مرض ہو اک علیل

آہ! اس سرحد پہ پہونچا ہے تنزل قوم کا
خندہ زن ہین آج اسپر کل جو تھے اسکے ذلیل

کارنامے اپنے سب دہر ستم گر مٹ گئے
پیس ڈالا تونے ہم کو گردش چرخ محیل

تھی یہ قومیت جہان مین درۃ التاج جہان
محو تھا معدوم تھا اس کا مثیل اسکا عدیل

تھی یہ قومیت زمانے بھر مین یکتاے جمال
دیکھکر نظارگان کہتے تھے اللہ الجمیل

تھی یہ قومیت مصاف زندگی مین کامیاب
فوج مور اسکے مقابل لشکر اصحاب فیل

تھی یہ قومیت سپہ سالار جنگاہ عمل
تھا نہ زنگ آلود جسکا کوئی کانٹا کوئی کیل

تھی یہ قومیت کہ جسکے علم کا دارالقضا
اہل عالم کے لیے تھا ایک دیوان اپیل

تھی یہ قومیت کہ تھا جسکا موسس خیر خلق
تھی یہ قومیت کہ تھا جس کا ملازم جبرئیل

اس لیے عرفان کے کیفی ہوگئے صہبا پرست
اس خرابات جہان مین تھی یہ وحدت کی سبیل

آہ! وہ افسانہ ماضی تھا اب یہ حال ہے — بے ہنر گر ہین تو ہم مین - ہین تو ہم مین ہین ذلیل
جیتے ہین لیکن بھروسے پر کسی کے لطف کے — دلکوڈہارس ہے مصیبت مین کوئی ہوگا کفیل
گرچہ اچھے دن ہماری قوم کے آنے کو ہین — شاق ہے لیکن ہمین اب جسقدر باقی ہے ڈہیل

خون ہوا جاتا ہے دل بس بس خدا کے واسطے
داستان غم ہوئی جاتی ہے اے سبل طویل

تا بہ کے صرف شکایت حسن انداز بیان — بس اُٹھا دست دعا پیش خداوند جلیل
اے کہ تو ہر دو جہان مین قبلۂ حاجات ہے — اے کہ تیرا لطف ہے ذوق اجابت کا کفیل
کب پہونچتی منزل جودی پہ کشتی نوح کی — ناخدائی ہو گئی تیری خدائی کی دلیل
گر تری رحمت نہوتی جلوہ ریز التفات — جنت الفردوس بنتی کس طرح نار خلیل
گر نہوتا فضل تیرا شامل حال کلیم — راستہ دیتا اُسے ہرگز نہ آب رود نیل
واسطہ دیتا ہون سرکار نبوت کا تجھے — دور آخر مین جو بھیجی جاے ہبوط جبرئیل
ہان وہی سرکار جو ہے رحمۃ اللعالمین — مصدر انوار وحدت مظہر شان جمیل
وہ سراپا نور جسکی ذات اقدس کے طفیل — پائینگے ہم کوثر و تسنیم و خلد و سلسبیل
پھر اُسی صورت ہرا ہوجاے گلشن قوم کا — اس زمین شعر مین پیدا ہون یہ زرع و نخیل
تیرے آگے کچھ بھی ان ہونی نہین اے کارساز — تابع فرمان ہے تیری ترقی کی سبیل
کون پا سکتا ہے تیری قدرتون کی انتہا — تیری ہر قدرت ہے مولی تیری قدرت کی دلیل
مرہم الطاف کے پھاے لگادے ایک بار — تیرا سبل تیرا بندہ مدتون کا ہے علیل

انت شافی انت ما فی فی مہمات اکا مور
انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل

عبد الحکیم سبل

گفتار بوقت خویش زری گردد — زو ہر بد و نیک بہرہ وری گردد
باران بہار ز اعتدال موسم — در ہر گل و در بجد گہری گردد

نکوئی گر رود زین دہر نیکو تر شود پیدا — چو گیرد قطرۂ راہ عدم گوہر شود پیدا
غبار خاطر دانا ست اظہار ہنر کردن — صفا بر خیزد از آئینہ چون جوہر شود پیدا

مسلمانان ہند کی معاشرت

اور

اُسکی اصلاح

نمبر ۳

واضح رہے کہ قوموں کی خوبی معاشرت و تمدن کے لیے اُنکے طریقہ ہاے بود و باش مین حسن مذاق ایسا ہی ضروری ہے جیسے کہ عمدہ دماغی و اخلاقی تعلیم و تربیت - پاکیزہ خصائل - اور حسن مذاق انکا

حسن مذاق انھین آخرالذکر صفات کا نتیجہ ہے اور اسکے ساتھ ایسی لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے کہ گویا ایک آئینہ ہے جسکو دور ہی سے دیکھنے سے افراد کی اُن خوبیون کی جھلک فوراً نظر آجاتی ہے اور ایک معیار ہے جسپر قومون کی اچھی یا بُری تہذیب کا دارومدار قرار دیا جاتا ہے اسلیئے اس موقع پر ہم اس مسئلہ پر پورے طور سے بحث کرینگے اور اول حسن مذاق بود و باش کو دیکھین گے جسکے لیئے یہ ضروری ہے کہ محل وجاے سکونت پر تفصیل وار بحث کیجاے اور نتیجے اخذ کیے جائین اور پرانے طریقہ مین جو عیوب نظر آتے ہین اُنکو پہلے بیان کرکے اصلاح کی تدابیر بتائی جائین اور یہ دیکھا جاے کہ انکا اثر معاشرت پر کیسا پڑتا ہے اور کہانتک وہ اور حسن معاشرت ایک دوسرے کے تابع اور لازم و ملزوم ہیں -

انتخاب مسکن ہماری زمانہ موجودہ کی سوسائیٹی باستثناء چند افراد کے سکونت شہری کو ترجیح دیتی اور نیز اُسکو اختیار کرنا پسند کرتی ہے - لیکن بہت سے وجوہ ہین جنکے بنا پر اس عادت کو ہم قابل اعتراض و اصلاح سمجھتے ہین اور بہت سی اُن بُری عادات اور نتائج کا اُسکو ملزوم ٹھہراتے ہین جو قومی زندگی مین بلحاظ صحت و اخلاق و اطوار ان کی بدولت پیدا ہوتے ہین - ان وجوہات پر مختصراً حسب ذیل بحث کی جاتی ہے :-

وجہ اول - بلحاظ حفظان صحت

(۱) علم تشریح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارا کل جسم مختلف اور ہزارون گونہ اور اعصاب کا مجموعہ ہے اور اگر اس مجموعہ کے ایک حصہ سے عضلات (muscles) بنے ہین تو دوسرون سے ہڈیان - اعصاب - شرائین غرضکہ تمام دیگر اعضا مع اعضاے رئیسہ کے مختلف

تارہاے (Tunes) جسمانی کی مختلف صورتین ہین اور ان مین کا ہر ایک تار مجموعہ ہے بہت سے
خانون کا (Cells) گاگویا اس طرح اگر ہمارے جسم کو ایک عمارت تصور کیا جائے
ہوا تو یہ خوردبین سے دکھائی دینے والے خانے اُس کی اینٹین ہین جنکا شمار
خارج از حساب ہے - ہر ایک خانہ جاندار ہے یعنی مادۂ اولی (Protoplasm) اپنے
اندر رکھتا ہے جو اُسکی پرورش کے لیے ضروری ہے اور جسکی مدد سے اسکا نمو ہوتا ہے - بعضون مین
حرکت پیدا ہوتی ہے اور نئے خانے پیدا ہوتے ہین جو کہ مادۂ اولی کے زوال کے بعد ان کے جانشین
ہوتے ہین - ہمارے جسم کے یہ ننھے ننھے جاندار خانے اپنے مادہ اولی کی حفاظت کے لیے کس چیز کے خواستگار
ہین ؟ جسطرح ریگستان مین ایک پیاسا پانی کے لیے فریاد ین کرتا ہے جس طرح سوکھے ہوے پودے
مینھ کے انتظار مین اپنی چھوٹی ٹہنیون کو اُٹھاے ہوے آسمان کی طرف دیکھتے ہین اور جس طرح
شبنم کی تروتازگی کے لیے تر ستے ہین بالکل اسی طرح ہر ایک خانہ شب و روز یہ صدا دے رہا ہے
"آکسیجن ! آکسیجن - مجھے دو" - اور اس نعمت عظمی کو وہ رطوبات حیوانی جو اُسکے چارون طرف موجود ہے
خون سے حاصل کر کے فوراً حاضر کرتی ہے - خون اُسکو پھیپھڑون سے اپنے اثناے دوران مین جذب
کرتا ہے اور پھیپھڑے بذریعہ اپنی نالیون کے مُنھ اور نتھنون کی راہ سے ہوا کو اندر لیکر آکسیجن کو اخذ
کر لیتے ہین - آکسیجن کی قلت سے ہر ایک کی حالت ردی اور تباہ ہونے لگتی ہے اسقدر کہ دماغ بخوبی
کام دینے سے مُنھ چراتا ہے - دل وجگر - معدہ اور گردے اپنے کو عاجز سمجھنے لگتے ہین - خون کی حالت
بدلنے لگتی ہے اور سانجام کار اسکے نتایج اضمحلال - دھڑکن - بدہضمی - قلت خون اور کمزوری وغیرہ
کی صورتون مین ظاہر ہونے لگتے ہین - پھیپھڑے کے خانے اس کمی کو سب سے زیادہ محسوس کرتے
ہین اور رفتہ رفتہ اسقدر کم ہو جاتے ہین کہ باہر کے کسی دشمن کو نہین روک سکتے - یہ دشمن ہماری
زندگی کے درپے ہو کر افواج شیطانی کی طرح نظر سے اوجھل ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتے ہین اور
بقطیریا کے نام سے موسوم ہین - انمین سے ایک جسکا نام ٹوبرکل ہے خاص طور سے پھیپھڑون کے
درپے رہتا ہے اور جب اُنکو کمزور دیکھتا ہے تو موقع پاکر اپنے حملہ سے نہین چوکتا جسمین اگر کامیابی
ہوئی تو سل اور دق کی مہیب وخطرناک بیماریان اپنی صورتین دکھاتی ہین - ظاہر ہے کہ کھلی ہوئی
جگھون اور بستی کے باہر رہنے والون کو جہان کی ہوا عمدہ اور پاک ہوتی ہے یہ اور اسی قبیل کے
دیگر عوارض کم لاحق ہوتے ہین - تیرہ وتار مکانات مین اور تنگ گلیون کے اندر خصوصاً گھر کے اندر
بند رہنے والی عورتون مین انکی بہت زیادہ کثرت نظر آتی ہے اور اسلیے دیہات کے رہنے والون کی

عمرین زیادہ ہوتی ہین اور شہر کے رہنے والے اُنکے مقابلہ مین اعلےٰ درجہ کی تندرستی سے محروم رہتے ہین۔

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہین ہے کہ شہر کے محلون کی ہوا بیرونی بستی سے کہین زیادہ خراب اور غلیظ ہوتی ہے اسلیے کہ اُسمین آکسیجن کی کمی ہے اور کاربن گیس کی زیادتی۔ اور اوزون جو خلاصہ ہے آکسیجن کا اور تندرستی انسانی کے لیے ہوا کا سب سے بڑا جزو ہے وہ تو نام کو نہین ہوتا۔ اور اُسمین گرد غبار۔ غلاظت کے ذرے اور ضرر رسان بقطیریا جسکی تعداد بیشمار ہے بکثرت ہوتے ہین۔ سڑکون کی تعفن اور کوڑے گھر کی بدبو ان نقائص پر اور اضافہ کرتی رہتی ہے۔ علاوہ برین گرد و پیش کے مکانات کا دھوان بخارات فضا کو ہر وقت خراب کرتا رہتا ہے اور بلا لحاظ اسکے کہ عمارات کتنی ہی بڑی اور وسیع کیون نہون اُنکے رہنے والون کی صحت پر اطراف کی خراب ہوا کا اثر مترتب ہوے بغیر نہین رہ سکتا۔ یہ مانا کہ عرصۂ دراز کی بود و باش احساس کو کند کر دیتی ہے جسکی وجہ سے فوری اثر نہین محسوس ہوتا لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسکا اثر ہی نہین ہوتا۔ بہت سے زہر ایسے ہوتے ہین (جنمین سے ایک خراب ہوا بھی ہے) جنکا اثر تبدریج انسان کی صحت پر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ بقطیریا کی افراط کی ایک عام فہم دلیل یہ ہے کہ ایسے اطراف مین زخم بڑی مشکل سے اچھے اور مندمل ہوتے ہین۔ اور فوری اثر کا حال اُن لوگون سے پوچھیے جو باہر رہنے کے بعد یکایک شہر کے اندر سکن گزین ہوتے ہین اس تغیر سے کئی روز تک اُنھین دردسر کی شکایت رہتی ہے اور ہاضمہ اور اشتہا مین فرق آجاتا ہے۔

وہ نتائج جو تبدریج اس قابل اعتراض طرز معاشرت سے پیدا ہوتے ہین بکثرت ہین۔ اُنکی تفصیل کے لیے ایک کتاب علیحدہ لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ دائمی بدہضمی اور خون کی خرابیون کو ایک طرف چھوڑکر سب سے بڑا اور سب سے مہلک اور موذی مرض جو خاص طور پر ہوا کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے وہ تپ دق کے نام سے موسوم ہے جو ہر سال ہمارے ہزارون پیارے نوجوانون کو لقمۂ اجل بناکر صفحۂ ہستی سے اُنکا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ تپ دق کے بقطیریا اور خراب ہوا مین ایک خاص نسبت اور تعلق ہے اسی کے سایۂ عاطفت مین وہ پرورش پاتا اور زندہ رہتا ہے۔ اور کمزور سینہ والون کو اور اُن لوگون کو جنمین قوت مدافعت کم ہے اور جنھون نے دمی تریاقات کا حصہ کم پایا ہے ذرا سا موقع پاکر اپنا مجروح و اسیر بنا لیتا ہے۔

صاف اور پاکیزہ ہوا اس ظالم کے دفع کرنے مین عجیب و غریب خاصیت رکھتی ہے مین نے کچھ دن ہوے ایک رپورٹ مین پڑھا تھا کہ لندن مین ایک محلہ ایسا تھا جہان کے رہنیوالے ہر سال اسی بیماری مین مبتلا ہوتے تھے۔ لیکن جب اُسکو توڑکر منہدم کر دیا اور لوگون کو شہر کے باہر

آباد کردیا تو اُسکے دوسرے ہی سال یہ حیرت انگیز تبدیلی دیکھی گئی کہ نصف فیصدی سے بھی کم اس بیماری مین مبتلا ہوے - اگر کسی کو اسکے ثبوت کی ضرورت ہے تو خود اپنی آنکھ سے ایسی بے شمار رپورٹون کا معائنہ کرکے تشفی حاصل کرسکتا ہے -

انگریزون کی زندگی پر نظر ڈالنے سے ہمکو پتہ چلتا ہے کہ اس مہذب قوم کو عمدہ اور پاکیزہ ہوا سے کسقدر شوق وذوق ہے اور ہم پر لازم ہے کہ اس اچھی مثال کی ضرور تقلید کرین - انکا یہ شوق بمنزلہ طبیعت ثانی کے ہوگیا ہے - جہان دیکھو یہ لوگ تفریحات کے لیے کھلے میدانون مین چند گھنٹے روز ضرور صرف کرتے ہین - انکے باغات مین بکثرت لوگون کا مجمع رہتا ہے اور خصوصاً لندن کے رہنے والے سمندر کی اس ہوا کے شیدا ہین - ذرا سا بھی موقع ملا اور شہر کو چھوڑکر نزدیک کے ساحل پر چلے گئے - گرمی کے موسم مین جانے والون کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ اسٹیشنون پر تماشا نظر آتا ہے - ہر آدھ گھنٹہ مین بھری ہوئی گاڑیان سمندر کی طرف چھوٹتی ہین جہان موسم کے زمانہ مین بعض اوقات جگہ ملنا دشوار ہوجاتی ہے - لوگ ٹڈی دل کی طرح کنارون پر صعت پر ورہوا اور جان بخش دھوپ سے لطف اُٹھانے کے لیے غول در غول دکھائی دیتے ہین اور ایک ایسا سین نظر آتا ہے کہ ایشیا کا رہنے والا کبھی نہین بھول سکتا - خراب ہوا سے انکو عموماً اتنا شک - خوف اور نفرت ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے - مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کے یہان جانے کا مجھے اتفاق ہوا - سردی بہت شدت سے پڑرہی تھی لیکن مین دیکھتا تھا کہ انکے خوابگاہ کے کمرہ کی بڑی کھڑکی جسکا رخ باغ کی طرف تھا خواہ برف گرے خواہ پانی برسے مگر دن رات کھلی رہتی تھی - مین نے متعجب ہوکر پوچھا کہ کیا اُن کو موسم کی سختی کی وجہ سے ایسی جگہ تکلیف نہین ہوتی اور زکام وغیرہ مین مبتلا نہین ہوجاتے - اسکے جواب مین وہ ہنسکر کہنے لگے کہ پانچ سال سے مین اسی طریقہ پر رہتا ہون اور ایک دن بھی بیمار نہین پڑا - انفلوئنزا اور زکام گھر مین سب کو ہوچکا ہے مگر مجھکو کبھی نہین ہوا - کمل اور آتش دان سردی سے بچاتے ہین - سامنے کا سائبان مینھ سے محفوظ رکھتا ہے اور باہر کی تازہ ہوا اُن تمام شکایتون کا جو دن رات لوگون کو لاحق ہوا کرتی ہین ایسا عمدہ علاج کردیتی ہے کہ آج تک کسی طبیب کو بلانے کی ضرورت نہین پڑی - اسی سلسلہ مین مجھے ایک اور صاحب کا قول یاد آیا جو مجھسے ایک روز کہنے لگے کہ جب سے مین نے شہر سے دور رہنا اختیار کیا ہے میرے خاندان کی صحت پر ایسا حیرت انگیز اثر پڑا ہے کہ ڈاکٹرون کا بل چوتھائی سے بھی کم ہوگیا اور علاوہ اس بڑی کفایت کے یہ کیا کم ہے کہ اپنے عزیزون کو تندرست اور خوش دیکھکر دل کو تسکین و اطمینان ہوتا ہے اور راحت زندگی مین اوسکی وجہ سے اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ دنیا کی سب نعمتین اُسکے سامنے ہیچ ہین

مجھے ایک اور مثال یاد آتی ہے۔ میرے ایک شناسا ایک دن طبی مشورہ لینے کے لیے میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ کیا کروں دو سال سے چند ایسے عجیب عوارض مین مبتلا ہون کہ زندگی تلخ ہوگئی ہے۔ بہت سے حکما کا علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہین ہوا۔ مین اُنکو دیکھکر یہ سمجھ نہ سکا کہ کس مرض مین مبتلا ہین اسلیے ایک بڑے طبیب حاذق کا نام مینے بتایا جو لندن کے مشہور حکما مین سے ہین اور کہا کہ مناسب ہوگا کہ آپ وہان تشریف لے جائین کیونکہ اُنکی راے بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ غرضکہ وہ گئے اور تین دن کے بعد میرے پاس پھر آئے اور بہت کشیدہ خاطر ہوکر اور ناک بھون چڑھا کر کہنے لگے کہ آپنے عجیب شخص کے پاس مجھے بھیجا جسنے کامل ایک گھنٹہ تک ہر طرح سے میرا امتحان کرکے فیس کی تین گنیان اپنی جیب کی نذر کین اور ایک عجیب و غریب نسخہ میرے ہاتھ مین تھما دیا۔ مین نے اس نسخہ کو لے کر دیکھا تو صرف دو جملہ لکھے ہوے تھے "تازہ ہوا" اور "سمندر کا ساحل"۔ دو مہینہ بعد اتفاق سے پھر اُن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مجھے پہلے اُنکو پہچاننے مین دقت ہوئی کیونکہ اُنکا رنگ روپ صحت کے دلپذیر اثر سے بالکل بدل گیا تھا۔ حرکات مین پھرتی اور مزاج مین اسقدر بشاشتی پیدا ہوگئی تھی کہ یقین نہین ہوتا تھا کہ یہ وہی شخص ہین۔ ہنسکر کہنے لگے کہ مین چھ ہفتہ کے سمندر کے سفر سے ابھی واپس آیا ہون۔ مین نے سوچا تھا کہ خیر اب آخر مین اُسی جھکی ڈاکٹر کا کہنا کر دون مگر واللہ جادو اور معجزہ کی کی بھی اسکے سامنے اہلیت نہین۔ مین ایسا تندرست ہون کہ تمام عمر مین کبھی ایسا نہ تھا اور بلا کسی دوا کے ایک خوراک پیے ہوے میری تمام شکایتین دھوین کی طرح اوڑ گئین۔

عمدہ اور پاک ہوا کے اثر کی اسی طرح ایک نہین بلکہ سیکڑون مثالین میرے سامنے موجود ہین خصوصاً تپ دق کا سا موذی مرض جسکے لیے تمام دنیا کی دوائین بے سود ثابت ہوئی ہین اگر کسی سے دنیا مین تو وہ عمدہ ہوا ہے۔ ولایت مین ایسے مریض جنکو اس ملک مین لا علاج سمجھا جاتا ہے چند ماہ کے سینی ٹوریم (Sanatorium) کے قیام اور سوئٹزرلینڈ کی روح پرور ہوا مین رہنے سہنے یا سمندر کے سفر کرنے کے بعد ایسے مضبوط اور تندرست ہو جایا کرتے ہین کہ کسی بیماری کا گمان ہی نہین ہو سکتا۔

خراب ہوا شیر خوار بچون کی تندرستی پر بھی بہت جلد اپنا اثر دکھاتی ہے۔ انکے معدے کی بیماریان بچپن مین طرح طرح کے عوارض پیدا کرتی ہین اور میرے خیال مین ہندوستان مین اس قدر کثرت اموات کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم اپنے پیارے بچون کو محبت مین آکر لپیٹ لپیٹ مکانون کے اندر بند رکھتے ہین اور [illegible] مرضی کے خوف سے (جو ایک سخت جاہلانہ خیال ہے)

بہت پس و پیش کرتے ہین۔ اگر چھوٹے سے پودے کو کسی بند مقام مین ہوا اور روشنی سے چھپا کر رکھا جائے تو کتنی جلدی اُسکی ٹہنیان کمزور ہو جائینگی اور پتے مرجھا کر گر پڑینگے بعینہٖ یہی حال شیر خوار بچون کا ہے۔ تازہ ہوا اُنکی نشو و نما کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ نباتات کے لیے۔

ایک مرتبہ لندن مین شیر خوار بچون کی نمائش ہوئی تھی اور سب سے زیادہ تندرست اور وزن دار بچون کو انتخاب کر کے اُنکی ماؤن کو انعام تقسیم کیے گئے تھے۔ اس باہمی مقابلہ کے فیصلہ کے لیے بڑے بڑے عالم اور مشہور حکما وہان آئے۔ بالآخر چھ بچے انتخاب کیے گئے اور اُنکی ماؤن سے بچون نے پوچھا کہ تم نے کس طرح انکی پرورش کی ہے۔ کسی نے کہا میلنس فوڈ (Mellins food) کھلا کر کسی نے کہا ورال (Veal) کسی نے دیگر مسمن مرکبات کے نام لیے مگر جو بچہ سب سے زیادہ تندرست تھا اور اول نمبر منتخب کیا گیا تھا اُسکی مان نے جواب دیا "ڈاکٹر! مین نے اس کو صرف اپنی چھاتی کے دودھ اور تازی ہوا سے پرورش کیا ہے۔" یہ کلام اُس عورت کا اس قابل ہے کہ ہر مان اوسکو سنہرے حروف سے لکھکر اپنے گلے مین لٹکالے۔

جس ملک کا مین ذکر کر رہا ہون وہان اس مسئلہ پر توجہ کی یہ حد ہے کہ تازہ ہوا کے فنڈ اور تازہ ہوا کی سوسائٹیان غریب اور بے استطاعت باشندگان شہر کے لیے قائم کی گئی ہین تاکہ اُنکی سیر قصبات کے لیے وقتاً فوقتاً سامان مہیا کرین۔ متوسط الحال۔ امرا اور تجار مین ہفتہ کے آخر دن شہر کے باہر چلا جانا ایک لازمی دستور زندگی ہوگیا ہے اور جیسا مین اوپر بیان کر چکا ہون ہر چھوٹا بڑا موسم گرما کی چھٹی کا بڑی بیچینی اور انبساط کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔ گویا کہ عید کا دن آنے والا ہے۔ مصنفین مصور۔ پروفیسر۔ وکلا۔ پالٹکس مین سرگرم رہنے والے ممبران پارلیمنٹ غرضکہ سب دماغی کام کرنے والے تازہ ہوا کے ایسے شیدا اور دل دادہ نظر آتے ہین کہ مجھے یقین ہے کہ اگر ان لوگون کی طبایع سے یہ صحت پرور مذاق مفقود ہو جاے تو انگلستان کی سلطنت درہم و برہم ہو جاے۔ یہ مذاق اگرچہ ہندوستان تک مین موجود ہے اور شاذ و نادر ہی کبھی کوئی ایسا انگریز نظر آئے گا جو خراب اور تنگ تاریک مکان مین رہتا ہو یا کام سے تھک کر کھلے ہوے مقامات مین جہان ہوا تازہ آتی ہے تفریح کے لیے نہ جاتا ہو۔

"ڈاکٹر"

آنرا کہ نصیب از خرد و ادراک ست — در معرکۂ جہاد خود چالاک ست
ہر چند کہ زندہ پاک و مردہ است پلید — این نفس پلید چون بمیرد پاک ست

عرض مدعا

الناظر کا موجودہ حجم کسی طرح ہمارے مضمون نگار کرم فرماؤن کی جولانی طبع کا ساتھ دینے کے قابل نہین ہے جسکی وجہ سے ہم کو اُن حضرات سے بار بار نہایت شرمندہ ہونا پڑا ہے جو مہربانی فرماکر اپنی کتابین ہمارے پاس بغرض ریویو ارسال فرماتے ہین۔ اور اپنے معزز معاصرین کا تو ہم کچھ بھی حق نہین ادا کرسکتے۔ اس پریشانی کو محاربات صلیب کی اشاعت نے اور بھی بڑہا دیا تھا لہذا ہم نے یہ تہیہ کرلیا ہے کہ جنوری ۱۹۱۲ء سے الناظر کے صفحات مین بقدر ایک جزو کے اضافہ کردیا جائیگا۔ اس اضافہ کے ہم ناظرین پر عام طور سے اگر کوئی بار ڈالینگے تو صرف اسقدر کہ اُن سے الناظر کی توسیع اشاعت مین اُس اعانت کے امیدوار رہینگے جس کا باوجود پورا استحقاق ہونیکے اسوقت تک مطالبہ نہین کیا گیا تھا۔

ہمین یقین ہے کہ ہماری اس مودبانہ التماس پر ہمارے معزز معاونین خاص توجہ فرمائینگے اور حسبقدر اعانت کے لیے دست سوال پھیلانے مین ہم پست ہمت معلوم ہوے ہین اسی قدر وہ بذل کرم مین اپنے آپ کو بلند حوصلہ ثابت کرینگے۔

وہ متقدر بزرگ جو ہماری خدمات کی قدر افزائی اس طور پر فرماتے ہین کہ زیادہ قیمت ادا کرکے قسم اول کے پرچہ منگواتے ہین اُنکو ہم اپنی طرف سے اس قسم کی تکلیف دینا نہین چاہتے بلکہ بجاے اُسکے قسم اول کے پرچہ کی قیمت مین خفیف سا اضافہ مناسب جانتے ہین آیندہ سے قسم اول کے پرچہ کی قیمت صرف سالانہ مع محصول ڈاک ہوگی۔

خاکسار اوائل نومبر سے سفر مین ہے اور چونکہ یہ سفر محض الناظر کی ضرورتون کی وجہ سے کیا گیا ہے اور وسط جنوری سے پہلے ختم نہو سکے گا اسلیے اگر جنوری کا پرچہ کسی قدر تعویق سے پہونچے تو امید ہے کہ الناظر کے کریم النفس معاونین وقدردان ہماری معذرتون پر نظر کرکے چشم پوشی فرمائینگے خصوصاً اس وجہ سے کہ اس قسم کی یہ پہلی ہی درخواست ہے اور خدا کرے کہ آخری بھی ہو۔

خادم ظفر الملک

ریویو

(سوانحعمری حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام)

نیرنگ قدرت نت نئے تماشے پیش نظر کرتی ہے جسروا قبال کا پرچم جنبک مسلمانون کے سر و نبر لہراتا رہا علوم و فنون کی زعفران زار سلطنت اُنکے نگین حکمرانی سے مسخر رہی اور تہذیب و شائستگی کی مشکبار حکومت اُنکی حلقہ بگوشی کا دم بھرتی رہی۔ مگر تقارۂ دولت کا اُنکی درباری سے علحدہ ہوتا تھا کہ ادبار و بدبختی نے دیو بلید کی طرح چھاپا مارا اور متاع عقل و خرد اور سرمایۂ علم و ہنر جو کچھ صدہا سال کی محنت و جانفشانی سے حاصل ہوا انکے حیطۂ اقتدار اور قبضۂ اختیار سے نکل گیا فن تاریخ مین جو کمال مسلمانون نے حاصل کیا تھا اُسکی داد دینے مین ایک عالم رطب اللسان ہے اور اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا اسلیے کہ اگر ہمارے اسلاف نے اس شاہراہ کو خس و خاشاک کے صاف کرنے مین اسقدر جہد و جہد نہ کی ہوتی تو آج دنیا کے بہت بڑے حصہ پر تاریکی اور لاعلمی کے ایسے گہرے پردے پڑے ہوتے کہ علم الاصنام کی برقی روشنی اور آثار قدیمہ کی گیس کی تابش راہ ہدایت مین ہمین ایک قدم بھی نہ لے جا سکتی مگر آج اس فن مین ہمارے درک کا یہ عالم ہے کہ ہماری زبان مین۔ اُردو مین جسکے متعلق ہمارا دعوی یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی لنگوا فرانکا ہے اور ہمارے برادران وطن کہتے ہین کہ وہ مسلمانون کی زبان ہے۔ اوسمین نبی نوع انسان کے سب سے بڑے ہادی اور خدائے بزرگ و برتر کے سب سے بڑے نائب یعنی ہم بدنام کنندۂ نکونامے چند مسلمانون کے ملجا و ماوا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی سوانح عمری کے متعلق ایک کتاب بھی ایسی موجود نہین جسکو زمانہ حال کی ضروریات کے لحاظ سے ہم مستند۔ جامع اور قابل دید کہہ سکین۔

یہ سچ ہے کہ اسکی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کیجا رہی ہے اور اگر ہمین غلط اطلاعین نہین ملی ہین تو بعض نامور انشا پرداز اس کمی کو پورا کرنے کا سامان کر رہے ہین۔ لیکن حق یہ ہے کہ برہمو سماج کے ایک لائق رکن جناب شردھے پرشاد دیوجی نے حضور سرور کائنات کی جو سوانحعمری لکھی ہے اور جسپر ہم اسوقت ریویو لکھ رہے ہین اُسکو دیکھکر جان ہمارا دل بے اختیار ہوکر اظہار شکریہ کے لیے سر کے بل چلنے کی خواہش رکھتا ہے و بان اس بات پر اشک افسوس بہائے بغیر نہین رہا جا سکتا کہ جو ہمارا فرض اولین تھا اُسکی بجاآوری مین ملت غیر کے ایک بزرگ ہم سے گوے سبقت لیگئے۔ آہ! مسلمانون تمھین پستی اور مذلت کی اب اور کونسی منزل طے کرنا باقی ہے۔

ہم اُردو کے سچے اور حقیقی حامی اور مسلمانون کے واقعی محسن جناب شردھے پرکاش دیوجی کی خدمت مین اس بیش بہا تصنیف کے لیے بصدق دل مبارکباد پیش کرتے ہین۔ آپ نے جس بے تعصبی فراخ حوصلگی

عقیدت مندی اور فیاضی کے ساتھ بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی۔ اُنکی تعلیم۔ اُنکی سیرت اور اُنکی طرز معاشرت کی سچی روشن اور خوشنما تصویر دکھانے کی کوشش کی ہے اور اوسمین جسقدر آپ کو کامیابی ہوئی ہے وہ نہایت ہی قابل تحسین و تقلید ہے۔ اگر عام طور پر تمام مذاہب کے پیرو ملت غیر کے پیشواؤن اور اُسکی تاریخ کے بنانے والون کے متعلق قلم اوٹھاتے وقت جناب شردھے پرکاش دیوجی کی طرح اپنے دلون کو تعصب کے غبار سے پاک رکھا کرین اور واقعات کی تفتیش و تلاش مین اُسیقدر جستجو اور دقت نظر سے کام لیا کرین جو صاحب موصوف کی تصنیف زیر ریویو سے ظاہر ہوتی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ مختلف المذاہب لوگون کے درمیان آئے دن جو تصادم۔ اختلاف اور مخاصمت رہتی ہے اُس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوجاے اور دنیاے تمدن ترقی کے اُن بلند مدارج پر جلد پہونچ جائے جو تمام سچے بنی نوع انسان کی خواہشون کا مرکز ہونا چاہیے۔

ہمین امید ہے کہ ناظرین الناظر اور ہندوستان کے دوسرے مسلمان اور حق پرست اصحاب کم از کم اظہار شکریہ ہی کی غرض سے اس بیبنظیر کتاب کی ایک ایک جلد خرید فرما کر لالہ مصنف کی اس اعلیٰ کوشش کی داد دین گے۔ کتاب کی قیمت ۵ ر ہے اور منیجر برادھ دھرم پرچار آفس لاہور سے مل سکتی ہے۔

ایڈیٹر

خبرین

مملکت ہندوستان جس وقت سے براہ راست تاج برطانیہ کے دامان دولت سے وابستہ ہوئی ہے اہل ہند کی یہ خواہش کہ خاندان شاہی کے ارکان سے اُنکو شرف تقرب حاصل رہے اس طرح پر پوری ہوتی رہی کہ وقتاً فوقتاً متعدد ولیعہد اور شاہزادے ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرماتے رہے۔ مگر جون جون اُنکو اپنی اہمیت اور اپنی حلقہ بگوشی کی قدر و قیمت کا احساس بڑھتا گیا اس بارہ مین اون کی پرواز تمنا کا میدان وسیع اور بلند ہوتا گیا تا آنکہ اس سال شہنشاہ ہندوستان خود بنفس نفیس تشریف لاکر اُنکے مدعاے دلی کو پورا کرنے والے ہین۔ اعلیٰ حضرت جارج خامس دام اجلالہ کو ہندوستان کی سیاحت سے واپس تشریف لیگئے ہوے بہت زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ دولت ابد مدت برطانیہ کا افسر شاہنشاہی آپ کے زیب سر کیا گیا انگلستان مین اس رسم کی ادائی ہوچکی اب ہندوستان کی باری ہے چنانچہ حضور ممدوح "دہلی" نامی

جہاز پر روانہ ہو چکے ہین اور ۲ر دسمبر کو بمبئی مین نزول اجلال فرمائین گے۔

دہلی کو یا یہ تخت سلطنت مغلیہ ہونے کی وجہ سے جو امتیاز حاصل تھا اُسکو برقرار رکھنے مین لارڈ لٹن اور لارڈ کرزن کی مساعی جمیلہ فراموش نہین ہوسکتی ہین مگر اس دفعہ ہز میجسٹی جارج خامس دام اقبالہ کی موجودگی جو شرف اُسکو بخشنے والی ہے اُسکی روداد ہمیشہ تاریخ عالم مین زرین حروف سے ثبت رہے گی اور اُسکی یاد وہان کے باشندون کے دلون مین ہمیشہ فخر و مباحات کے جذبات اوبھارتی رہے گی۔

اس مبارک موقع سے فائدہ اوٹھاکر مسلمانون کے برگزیدہ لیڈرون نے یہ طے کیا ہے کہ موتمر الاسلامی (محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس) کا سالانہ اجلاس اُسی زمانہ مین دہلی مین منعقد کیا جائے۔ اور مسلمانون کے مسلمہ لیڈر ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کرسی صدارت پر رونق افروز ہون گے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بھی یہین تجویز ہوا تھا مگر بعد مین یہ خیال ترک کردیا گیا۔ اور اب غالباً پٹنہ یا لکھنؤ مین ہوگا۔

مسلم یونیورسٹی کے لیے جس قدر روپیہ ہز ہائینس سر آغا خان بہادر نے قوم سے طلب کیا تھا افسوس ہے کہ اس وقت تک جب کہ ختم سال مین صرف ایک ماہ کی مدت باقی رہ گئی ہے اور حضور بادشاہ سلامت کی تشریف آوری مین صرف ایک دن کا عرصہ ہے اُس رقم مین تقریباً ایک ثلث کی کمی ہے۔ ہمین امید ہے کہ ایک تازہ اور متفقہ کوشش کرکے بقیہ رقم اس ماہ کے اندر اندر وصول کرلی جائے گی۔

ان تمام حالات وواقعات کے ساتھ پطرس نے آخرکار شمعون بطریق سے ملاقات کی۔

اس بڈھے کے دل مین بھی وہی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسمین شک نہین کہ وہ کلیسائے یونانی کا تابع تھا اسلیے بے دین سمجھا جاتا تھا تاہم راہب کی نظرون مین وہ ایک پیرو مسیح ضرور تھا اور جو حال اُسنے یہان کی تباہی اور لوگون کی مصیبتون کا بیان کیا اُس سے راہب کی آنکھون سے آنسو ہی نہین بہنے لگے بلکہ اُسنے یہ بھی سوال کیا کہ آیا ان مصائب سے کسی طرح نجات حاصل کرنے کی کوئی شکل بھی ہے آخرکار خود ہی اُسنے کہا "اچھا آپ میرے آقا پاپائے روم وکلیسائے روم اور بادشاہان ویسیان مغرب کے نام خط لکھین اور اپنی مہر ثبت فرمائین اور اگر خدا نے چاہا تو مین خود طلب نجات کے طور پر ہر ایک کی خدمت مین خط لیکر حاضر ہونگا اور آپ کی تکالیف ومصائب کی داستان بیان کرونگا اور منت کرون گا کہ ان مصائب سے چھڑانے کے لیے آپ کی مدد فرمائین" بطریق نے اس تجویز پر رضامندی ظاہر کی اور تمام خطوط لکھکر پطرس کے حوالہ کیے۔

راہب نے اگر اس سے پہلے نہین سمجھا تھا تو اب سمجھنے لگا کہ خدا کی طرف سے اُسے ایک کام سپرد کیا گیا ہے جسے بہر نہج انجام دینا چاہیے بہت سے اور واقعات بھی ایسے جمع ہوگئے جنھون نے اس خیال باطل کو مزید قوت بخشی۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ کلیسائے حشریہ Church of Resurrection

---

ہونے ظاہر کر رہی ہین ایسے مقامات کی وہ کیسے بیحرمتی کر سکتے تھے جنکی حرمت کرنا خود اُنکا جزو مذہب تھا۔ بیت المقدس مسلمانون کی نگاہ مین اس سے کہین زیادہ قابل احترام ہے جتنا کہ عیسائیون کی نگاہ مین۔ وہ اُنکا پہلا قبلہ اور اُنکے نبی کی معراج کی پہلی منزل ہے۔ جس عزت وحرمت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مسلمانون نے اُسپر قبضہ کیا اور جو جو حقوق عیسائیون کو عطا کیے اور جس جس طرح پر صلاح الدین نے اُسے واپس لیا اور عیسائیون کے ساتھ جو جو مراعات مدنظر رکھین اسکا مقابلہ اگر عیسائیون کے افعال سے کیا جاے کہ حضرت عمرؓ کی فتح کے قبل بیت المقدس کی کسقدر بیحرمتی ہوئی تھی اور نیز عیسائیون کی فتح کے بعد کسقدر کشت وخون ایسے محترم مقام پر ہوا اور کسقدر رحمش بیان عیسائی عورتون اور مردون مین پھیل گیا تو صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ وحشی کون تھے اور بیحرمتی کس نے کی۔

اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ "شہر کی فحش وآوارگی کی بڑھنے حضرت مسیح (للارڈ) کی ناک کو بدبو سے بھر دیا تھا اور گنہگارون کی دعائین (مسلمانون کو شہر سے بچانے کے لیے) مقام رحم تک نہین پہونچ سکین" مذہبی تعصب کی سیاہ چادر کو ہٹا کر اگر دیکھا جاے تو مسلمانون کی تعریف مین خود ایک عیسائی (لین پول) کے قلم سے فتح صلاح الدین کے وقت یہ الفاظ نکلتے ہوئے نظر آتے ہین "یہ نصیحت مبارک ہین رحم وکرم والے کیونکہ خود اُنکے ساتھ رحم کیا جائیگا" اسوقت معرض نسیان مین تھی جیسا کہ عیسائیون نے بیت المقدس مین کشت وخون کیا تھا لیکن فحش تعصب نے یہ بیرحم کو بلکہ مخلص مسلمان سلطان کو بیرحم وکرم تعصب سے متہم کیا (سنہ ۱۲ مسیحی مسلمانون کی ریاست کی خلاف

(چرچ آف رسرکشن) مین تمام رات دعا مانگتے مانگتے تھک کر فرش زمین پر سوگیا جہان اُسکے خیال کے موافق حضرت مسیح سامنے تشریف لائے اور اسے مخاطب کرکے فرمانے لگے "اُٹھ پطرس اُٹھ اور جلدی کر اور دل کڑا کرکے اس فرض کو ادا کر جو تیرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور مین ہر وقت تیرے ساتھ رہونگا کیونکہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میری عبادت خانون سے ناپاکی دور کردیجاے۔ اور میرے خادمون کی مدد کیجائے" پطرس نے اس خواب پر آمنا وصدقنا کہا اور بلاپس وپیش یقین کرلیا کہ یہ من جانب اللہ ہے حالانکہ یہ محض ایک بے اصل خواب تھا جو اسکے حد سے زیادہ پرجوش تخیلات کا ایک قدرتی نتیجہ تھا مگر اسنے فوراً سفر کی تیاری شروع کردی اور بطریق کی دعاے کر ساحل کی طرف روانہ ہوا اور ایک جہاز پر سوار ہوکر اطالیہ کا رخ کیا۔

اطالیہ مین داخل ہوتے ہی راہب نے پاپاے روم کی ملاقات کی کوشش کی۔ اربن ثانی نے جو اس زمانہ مین رونق دہ تخت پاپا تھا اس سے نہایت الفت کا برتاؤ کیا اور حمایت صلیب مین جنگ کرنے کی تجویز عام مین بدل وجان شریک ہونے کا وعدہ کیا۔

اس طور پر اس جوش وجذبے کی مدد سے جو غلطی سے من جانب اللہ سمجھا گیا تھا ہمت باندھکر پطرس کوہستان الپس کو طے کرکے اطالیہ سے نکلا اور تمام ممالک یورپ کا سفر کرکے ایک ایک دربار ایک ایک قلعہ مین پہونچا اور مقدس شہر کی تباہی کا حال بیان کرکے منتین کین کہ ان آفات سے اُسے نجات دیجاے اور ترکون سے انتقام لیا جائے۔ اُسنے اپنی فریاد صرف روسا اور رئوا لون ہی کی خدمت مین نہین پیش کی بلکہ شہر شہر قصبے قصبے جہان سے اسکا گزر ہوتا یہی داستان بیان کرتا جاتا اور عام طور پر لوگون کے دلون مین جوش پیدا کرتا جاتا تھا۔[1]

راہب کی وضع قطع لباس اور چہرے مہرے مین ایک بات تھی جس سے عوام اسکی طرف جھکنے لگتے تھے وہ اپنے زمانہ کے خیالات وجذبات کی مجسم تصویر تھا اور لوگون کو اسکی ذات مین تمام وہ صفات جمع نظر آتے تھے جنھین عظمت ووقعت کی نگاہ سے دیکھنے کے وہ عادی ہورہے تھے۔ ایک کمل کا لباس پہنے جسمین آستینین ندارد تھین اور ایک بھوری چادر جو ٹخنون تک لٹکتی تھی اوپر سے اوڑھے ننگے پاؤن خالی ہاتھ ایک خچر پر سوار در در مارا پھرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ رقت قلب مین راہب اپنے زمانہ کے تمام پادریون اور بشپون سے بڑھا ہوا تھا۔ کھانے مین نہ گوشت کھاتا تھا اور نہ روٹی۔ صرف شراب اور مچھلی پر بسر اوقات کرتا تھا اور اسی مین مگن تھا۔ جہان کہین جاتا لوگ

[1] گبون ہسٹ ٹائی۔ سی آئی جلد اول باب سترہم۔

اُسے گھیر لیتے۔ تحفہ تحائف کی بھرمار کرتے اور اُسکی بزرگی وثنا وصفت کرتے۔ فیاضی بھی اسمین بہت تھی کیونکہ جو کچھ پاتا سب نہایت دریادلی سے بانٹ دیتا تھا۔ ہر قدم پر اسکا اثر بڑھتا جاتا حتی کہ گھرون کے خانگی معاملات تک مین یہ اثر ظاہر ہونے لگا۔ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اسنے عورتون کو جنھین شوہرون نے چھوڑ دیا ہے پھر اپنے خاندان کے گھر پہونچا دیا اور ان لوگون مین جو باہم اختلاف رکھتے تھے پھر محبت قائم کردی ہے۔ بعض اُسکو انسانون سے کچھ بالاتر سمجھنے لگے تھے۔ لوگ اسکے خچر کے بال اوکھیڑتے اور تبرک کے طور پر تعویذ بنا کر رکھتے تھے۔ اسکا وعظ نہایت زوردار ہوتا تھا۔ اسکی فصاحت کے سامنے قلوب کے تمام دروازے وا ہوجاتے۔ قومین کی قومین اسکے کہنے پر اُٹھ کھڑی ہوئین اور شمشیر ونیزہ ہاتھ مین لیکر اس جنگ کی تیاریون مین مشغول ہوگئین جسکی طرف وہ انھین بلا رہا تھا۔[1]

ایک تاریک وعقائد باطلہ سے پُر زمانہ کی واقعی یہ عجیب غریب مثال خود فریبی تھی! بھلا کون کہے گا کہ اگلے زمانے آجکل سے اچھے تھے؟ ہمارے لیے شکر ومسرت کی جگہ ہے کہ خدا کی آواز نے ہمین اسطرح پر اعمال کی مدد نہین بلکہ اس ایک قربانی کی مدد سے نجات حاصل کرنے کی تعلیم دی جو حضرت مسیحؑ نے اپنی ذات خاص کو ہمارے گناہون کے کفارے مین صدقہ کرکے بارگاہ رب العلیٰ مین پیش کی۔[2] شکر ہے کہ ہمین روح القدس نے یہ تعلیم دی ہے کہ عیسائیون کے لیے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے سے یہ مراد نہین ہے کہ سفر کی تکلیف برداشت کرکے جان جوکھون مین ڈال کر ایک ارض کنعان یا کسی دنیاوی شہر کو جاکر دیکھ آئین بلکہ برکت اسمین ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی مرضی مین اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ راضی برضا رہین جسکے صلہ مین آسمانی ملک نصیب ہو اور ایک ایسا شہر ملے جسکی بنیاد مستحکم اور جسکا بنانے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ یہ بھی شکر کا مقام ہوگا اگر ہم سیکھ لین کہ ہماری لڑائی اس دنیا کی طاقتون سے جنگ وخونریزی کرنے مین نہین ہے بلکہ خود اپنی بداعمالیون۔ گناہون اور بہت بڑے دشمن روح سے جنگ کرنے مین ہے۔ کاش ہم یہ لڑائی اچھی لڑسکین اور اپنا کام پورا کرین۔ اپنے مذہب پر قائم رہین اور اسکے صلہ مین وہ تاج جو دیانت داری وایمانداری کا تاج کہلاتا ہے اور جو انصاف پسند اور راست باز حاکم ان سب کو عطا فرمائے گا جو "اسکی شکل سے محبت رکھینگے" حاصل کرین۔

ادہر پطرس اپنا کام کامیابی سے انجام دیرہا تھا ادھر پاپائے روم اربن اپنے وعدہ سے غافل نہ تھا۔ اُسنے فوراً ایک مجلس پلیسن شیلا Placentia مین منعقد کی اور دوسری وسط

---

[1] گوی برٹس جلد دوم باب ہشتم ورابرٹس مونکس جلد اول صفحہ پنجم ۱۲ [2] ماشاء اللہ!

کونسل مین کرنے کا ارادہ کیا جو آخر کار کلرمون Clermont مین منعقد ہوئی جسمین فرانس اور جرمنی کے اتنے پادری رئیس و نواب جمع ہوے کہ پہلے کبھی سُنے نہین گئے تھے۔ سب مشتاق تھے کہ پاپاے روم کیا فرماتے ہین اور انکی حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ معمولی کام ختم کرکے پاپاے روم اربن ثانی گرجے سے برامد ہوے جہان بڑے بڑے مذہبی لوگ جمع تھے اور اس بیشمار مجمع کے سامنے جو ایک بہت بڑے مربع میدان مین جمع ہوا تھا ایک ایسی دلربا فصاحت کے ساتھ جسپر اُسے اپنے زمانہ کے بہت سے لوگون کے مقابلہ مین زیادہ قدرت حاصل تھی تقریر کی۔

اُسنے بیان کیا کہ کس طرح مشرق اقصےٰ مین عیسائی بھائی اُن کفار کے پاؤن تلے روندے جارہے ہین جنھین خدا نے اپنے روح القدس کی روشنی سے محروم رکھا ہے۔ کس طرح آگ۔ غارت گری اور تلوار نے فلسطین کے خوشنما میدانون کو خاک سیاہ کردیا ہے۔ کس طرح وہان کے باشندے غلام بنائے جارہے ہین یا ایسے کرب و تکلیف مین مبتلا ہوکر مر رہے ہین جسکا احاطہ نہین ہوسکتا۔ کس طرح کفارون کے ہاتھ انکی عورتون کی آبرو ریزی ہورہی ہے اور وہ اُن کے ناپاک شہوات حیوانی کا طعمہ بن رہی ہین اور کس طرح بزرگون کی قابل قدر یادگارین ملحدون کے ہاتھون مکروہ سے مکروہ برتاؤ کا نشانہ ہورہی ہین۔ اس نے یہ سب بیان کرکے پوچھا "اب بتاؤ کس کا کام ہے کہ ان سب کا انتقام لے۔ کسکو اگر تم نہین ہو تو پھر کسکو اللہ نے قوت۔ جرأت اور روحانی عظمت عطا کی ہے؟ تمھارے اجداد کے کارنامے تمھارے سامنے ہین۔ انھین دیکھو اور ہمت کرو۔ شارلیمن اور اپنے دوسرے بادشاہون کی نیکی اور فیاضی کو یاد کرو جو تمام مسیحیون کا سہارا تھے اور جنھون نے ترکون کے قدم آگے بڑھنے سے روکے۔ یہ خیال کہ حضرت مسیح جو ہمارے نجات دہندہ ہین اُنکا مزار ناپاک کافرون کے قبضہ مین ہے اور تمام مقدس مقامات کو ان بیدینون نے اپنی کفر کی گندگی سے بے عزت کررکھا ہے چاہیے کہ نورآن خرابیون کے دور کرنے کے لیے تمھین آمادہ کردے۔ اے بہادر سپاہیو! آجیت یا پون کے پُوتو! اپنے پرکھون کے لہو کو دھبہ نہ لگاؤ۔ ان بزرگون کی خوبیان یاد کرو جو تم سے آگے جاچکے ہین

کیا تمھین عجز روؤن بچون کی محبت ماں باپ کی ماتا آگے بڑھنے نہین دیتی؟ اپنے آقا کے الفاظ یاد کرو "جو کوئی مجھ سے زیادہ اپنے ماں باپ سے محبت کرتا ہے وہ میرے قابل نہین" اور جو کوئی مجھ سے زیادہ لڑکے یا لڑکی سے الفت کرتا ہے وہ میرے قابل نہین"۔ اور جو کوئی "اپنی صلیب لے کر میرے پیچھے پیچھے نہین چلتا ہے وہ میرے قابل نہین"۔ ایسا نہو کہ تمھارا مال و منال اس کام سے تمھین باز رکھے جو دیس تمھارا ملک جسکے ایک طرف سمندر اور دوسری طرف پہاڑ حائل ہین تمھاری بیشمار

آبادی کے لیے کافی نہیں ہے۔ دولت کمانا تو کجا تمھاری زندگی کی ضروریات بھی یہاں نہیں ملسکتیں۔ یہی وجہ ہے جو تم رات دن لڑائی جھگڑے میں پھنسے رہتے ہو۔ پس اب مرقد مقدس کی راہ اختیار کرو اور اس زمین کو فتح کرو جو اب بدذات کافروں کے قبضہ میں ہے۔ اس زمین کو خداوند نے آل اسرائیل کو عطا فرمایا تھا۔ وہ زمین جہاں کتب مقدس کے موافق "دودھ اور شہد کی نہریں رواں ہیں" یروشلیم اسکا مرکز اور سب سے زیادہ سرسبز مقام ہے۔ جہاں رہنے میں یوں کہنا چاہیے فردوس برین کا لطف آتا ہے۔ وہ زمین جسے نجات دہندہ بنی آدم نے اپنی تشریف آوری سے رونق دی اور اپنے وجود باجود سے عزت عطا فرمائی۔ اپنے جذبات سے بزرگی بخشی۔ اپنی وفات سے اُسے خرید کیا اور اپنی مزار سے ممتاز فرمایا۔ وہ ملکہ امصار یروشلیم جو اقلیم عالم میں واقع ہے ان بیدین کافروں کی غلامی میں اسیر ہے جو اس خداوند سے انکار کرتے ہیں جسنے اُسے عزت بخشی تھی۔ وہ اب تمھارے سامنے نجات کے لیے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے۔ سب سے زیادہ تمھیں لوگوں سے اسلیے کہ خداوند نے تمھیں تمام قوموں سے زیادہ عظمت قوت دست و بازو عطا فرمائے ہیں۔ پس اب فوراً اس راستہ کو اختیار کرو جو تمھارے سامنے کھلا پڑا ہے۔ تاکہ تمھارے گناہ دھل جائیں اور آسمانی بادشاہت کی رہنے والی عظمت و ستوکت تمھیں حاصل ہوجائے۔" پوپ کی اس تقریر کے بیچ ہی میں مختلف قوموں کے اس مجمع سے ایک ساتھ 'خدا کی یہی مرضی ہے۔ خدا کی یہی مرضی ہے' کی آواز مختلف زبانوں میں نکلی۔ ارین نے بس یہی موقع دیکھا اور جیوں ہی کہ شور و غل کم ہوا اسنے پھر اپنی تقریر شروع کی "پیارے بھائیو۔ آج وہ منشا پورا ہوا جسکا ہمارے آقا انجیل میں یوں ذکر فرماتے ہیں 'جب دو یا تین تم میں سے میرے نام پر جمع ہونگے تو میں بھی تم میں موجود ہونگا'۔ اگر آقا اسوقت تم میں موجود نہ ہوتے تو ایک کی آواز مصب کی آواز نہوتی۔ جو آواز اس مجمع سے نکلی ہے اسکا منبع ایک ہی ہے۔ یعنی یہ خدا کی ذات ہے جس نے تمھارے دلوں میں یہ بات ڈالی اور تمھیں منھ سے اُسکے نکالنے پر مجبور کیا۔ یہی آواز میدان جنگ میں تمھارا نعرہ جنگ ہونا چاہیے۔ اور جب تم اُسکے دشمنوں پر حملہ کرنے لیے جھکو تو سب ایک ہی آواز سے کہتے جاؤ کہ "خدا کی یہی مرضی ہے۔ خدا کی یہی مرضی ہے"۔

جو لوگ بڈھے ہیں یا کمزور ہیں۔ یا لڑائی سے ناواقف ہیں۔ یا عورتیں جنکے شوہر۔ بھائی یا وارث جائز موجود نہیں ہیں انھیں سفر کرنے کی نہ ہم صلاح دیتے ہیں اور نہ حکم کرتے ہیں۔ یہ لوگ بجاے کسی کام کے ایک طرح کا بار ہونگے۔ امیروں کو چاہیے کہ غریبوں کی مدد کریں اور اپنے ساتھ جتنے آدمی لاسکیں میدان میں لائیں۔ کوئی پادری بغیر اپنے بشپ کی اجازت کے قصد

نہ کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے پادری کی دعا کے عزم کرے کیونکہ ایسے لوگون کے لیے یہ مہم بیسود ہے - جو کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ذات کی پاک مقدس۔ حی و قائم اور طیب قربانی بارگاہ خداوندی مین پیش کرے اُسے چاہیے کہ اپنے آقا کی صلیب سینہ پر رکھے اور جو کوئی یہ مقدس سفر اختیار کرنیوالا ہو اُسے چاہیے کہ اس مبارک نشان کو پشت پر لگائے - اسطرح وہ اپنے نجات دہندہ کے فرمان کو پورا کریگا جسمین حکم ہے کہ صلیب کو لے کر اسکے پیچھے پیچھے چلے چلو" اربن نے اب اپنی تقریر ختم کی اور جتنے لوگ جمع تھے سجدہ مین زمین پر گر گئے - ایک کارڈنل نے کھڑے ہوکر "اقبال" (کنفیشن) کی رسم ادا کی اور پاپا نے دعا دی جسکے بعد یہ بیشمار مجمع منتشر ہوگیا اور ہر ایک کا ارادہ اس مہم پر جانے مین پہلے سے راسخ ہوگیا - [1]

اس جلسہ کا جو نتیجہ ہوا وہ نہایت حیرت انگیز تھا - اسکی خبر عجیب غریب سرعت کے ساتھ تمام ممالک مین پھیل گئی - نومبر ۱۰۹۵ء مین اسکا انعقاد ہوا اور شروع موسم بہار ۱۰۹۶ء مین ملک مین صلیب کی ایک بڑی جماعت فلسطین کی طرف کوچ کرتی نظر آئی - لوگون کے دل اس خبر کو سُننے کے منتظر تھے اور سب کے سب تیار بیٹھے تھے - اس خبر نے گویا شتابہ کا کام کیا - کہا جاتا ہے کہ جہاد کی بری انکے دلون مین موجود تھی اور صرف ایک اشارے کی منتظر تھی کہ تمام عالم مین چمک اُٹھے یہ اشارہ جلسہ کلرمان کے انعقاد سے پورا ہوا -

جس جوش و خروش کے ساتھ پاپا سے روم کی خواہشات کا جواب لوگون نے دیا اس سے زیادہ ہو نہین سکتا - یورپ بیخ و بن سے حرکت مین آگیا اور مذہبی لڑائی کا جوش قریب قریب دیوانگی کی حد تک پہونچ گیا اور صرف براعظم یورپ ہی تک محدود نہ رہا بلکہ سمندر پار دور دراز کے جزیرون تک پہونچا - ولیم ساکن مسبری کہتا ہے کہ "ولیس (Wales) کے رہنے والے شکار چھوڑ کر کھڑے ہوگئے - ڈنمارک (Denmark) کے لوگ جلسۂ شراب و کباب سے اُٹھ کھڑے ہوے - ناروے (Norway) کے باشندون نے اپنی کچی مچھلی یون ہی چھوڑی اور سب کے سب ارض مقدس کی مہم پر ایک ساتھ آمادہ ہوگئے [2] نائٹ اور امرا سب اس جوش سے یکسان متاثر تھے - غریبون تک بھی اس شعلہ کی آگ اس طرح پہونچی تھی جس طرح امیرون تک بہرحال کوئی ایسا نہ تھا جو اسکے اثر سے بچا ہو -

ایک شخص چشم دید بیان کرتا ہے کہ کون اُن بچون اور کمزور بیمارون کا شمار کرے گا جو

---

[1] رابرٹس مونا کس جلد اول - [2] جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۶ ۴

لڑائی کے جوش مین بھرے میدان جنگ کی طرف روانہ ہوے اور کون اُن بڈھون اور جوان عورتون کو گنے گا جو میدان جنگ کی طرف راہی ہوئین؟ اسلیے نہین کہ کچھ مدد انسے ملے گی بلکہ اس شوق مین کہ کفارون کی تلوارون کے سایہ مین تاج شہادت سر پر رکھینگے۔ وہ چلاتے جاتے تھے کہ اے نوجوان سپاہیو تم تو اپنے نیزون سے شکست دوگے لیکن ہمین مسیح کے واسطے اپنے درد دکھ کی وجہ سے فتح حاصل کرنے کا موقع دو[1]

یورپ بھر مین اسوقت سوائے اس ایک حرکت کے اور کچھ نظر نہین آتا تھا۔ اس زلزلہ نے مرکز سے لیکر محیط تک ہلا دیا کوئی قوم کتنی ہی دور ہو ایسی نہ تھی اور کوئی فرقہ کتنا ہی گمنام ہو ایسا نہ تھا جسنے اس عام تحریک مین حصہ نہ لیا ہو۔ صرف یہی ایک مضمون تھا جس سے لوگون کے دل سویدائے قلب تک جنبش مین تھے۔ بہت ہی قلیل عرصہ مین لوگون کی گو ہار کی گو ہار فلسطین کی جانب حرکت کرتی نظر آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مغربی حصہ عالم نے ارادہ کرلیا ہے کہ اب مشرق مین جاکر بسے گا۔

والٹر عرف قلاش برگنڈی کا رہنے والا ایک آوارہ گرد سپاہی تھا۔ سب سے پہلے اسنے ایک بہت بڑی جماعت کو صلیب کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا۔ خود سردار بنا اور قدم باہر نکالا اسکے ہمراہ صرف آٹھ نائٹ تھے۔ اتنی بڑی جماعت کی سرداری کرنا اور انتظام قائم رکھنا جسمین بالکل ادانی و اراذل جمع تھے جنھین کبھی ہتھیار چلانے کی تعلیم نہین دیگئی تھی اور جنکے پاس ضروریات سفر تک کا سامان نہایت ہی کم تھا کوئی معمولی بات نہ تھی تاہم ہنگری تک بخیر و عافیت پہونچگئے جہان بادشاہ نے ہر طرح انکی مدارات کی اور اپنے ملک سے گزر کرنے کا پروانہ راہداری عطا کیا اور اپنی رعایا سے تجارت کرنے کی بھی اجازت دی۔ چنانچہ والٹر برابر چلا گیا یہانتک کہ ایک مقام میل ول (Malleville) تک پہونچا جو ملک کی سرحد پر واقع تھا۔ یہان یہ اتفاق ہوا کہ اسکے ہمراہیون مین دس آدمی ہتھیار خریدنے پیچھے رہگئے اور جب فوج ایک چشمہ کو جو ہنگری اور بلگیریا کی حد فاصل تھا عبور کرکے دوسری طرف پہونچگئی تو ان پیچھے رہجانے والون پر حملہ ہوا اور انکا مال اسباب سب لوٹ لیا گیا۔

یہ گویا مصائب کی ابتدا تھی۔ بلگیریا مین جب یہ لوگ پہونچے تو وہان کے باشندون نے ان کی مدارات کرنے سے انکار کیا۔ شہر کے دروازے انکے لیے بند کردیے گئے تھے

---

[1] گوی برٹس نانوی جنٹس باب اول جلد ثانی۔

آگیا ہی کھنچ کے ماءاللحم میخوارو چلو ہے یہی موسم یہی موقع خریدارو چلو

خزان کا زمانہ یا ہے قطط کھیتیان خشک ہوگئین درختون کی پتیان زرد ہوکر گرگئین شاخین مرجھاگئین لیشوونا کی نوبت نازل ہوگئی۔ اتفاقاً ابر نیسان برسا جھڑی لگ گئی زمین نے سال بھر کے لیے اپنا پوتا تر کرلیا۔ اب وہی سوکھے ہوے درخت ہرے بھرے ہوگئے۔ کوپلین پھوٹین کلیان نکل آئین۔ پھول لگے پھل لگے ۔

شاخ مین کلیان نکلکر خود بخود کھلنے لگین ڈالیان خوش ہوکے آپسمین گلے ملنے لگین

یہی حالت ہمارے ماءاللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوے اعضاے انسانی طرح تروتازہ ہوجاتے ہین جیسے طرح مرجھاے ہوے درخت جسنے موسم سرما مین تین چار بوتلین پی ہین گویا اسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرالیا یہ وہ اکسیر شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہوجاتی ہے تندرستی کاملی۔ کمزوری کافور ہوجاتی ہے۔

کھلے خرابے عرب مین پئین حرم مین پئین یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم مین پئین

ماءاللحم عنبری دوآتشہ۔ ہر سال ہمارے شفاخانہ مین سیکڑون منبھی۔ تقوی مصفی جڑی بوٹیون اور گوشت طیور سے نہایت عمدہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور ہر ملک مین مقبول ہوچکا ہے ایکی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفیدہ تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمایشون کی تعمیل ہورہی ہے جلد منگائیے دیر نہ کیجیے

فوائد:- اعضاے رئیسہ مین غیرمعمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتون کو جلادیتا ہے۔ سینہ کی بیماریون کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچون کے لیے مادر کا شیر۔ جوانون کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھون کے لیے آبحیات۔ عورتون کے لیے سامان نمود حسن۔

قیمت فی بوتل بھر کیلو رجن ۵ ایک بوتل مین ۱۲ اونس ہوتا ہے۔ پیرونجات مین تین بوتل سے کم نہین روانہ کیجاتین۔ ریلوے پارسل منگوانے مین خریدار کو محصول مین کفایت ہوگی۔

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو کیمپ مفید معلومات نظم ونثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست بلاقیمت، رسکاٹکٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔ درخواستین ذیل کے پتہ سے

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ الیس اے

میرمانگیر رعایت! بابا ہر گھڑی کے ہمراہ برما گھڑی اور چین مفت دیجاویگی لہذا فرمائش جلد آنی چاہئے

شرط یہ ہے اگر کوئی پیچ ہی خلاف تحریر ہو تو شوق سے واپس کر دیجئگا۔ جملہ مال وی پی بھیجا جاوے گا۔ اپنا نام و پتہ خوشخط لکھئے گا۔

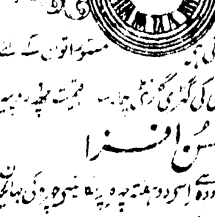
اٹھ روزہ واچ ۔۔۔ یہ گھڑی ہمیں بابا مرتبہ چابی ہر روز سے آٹھ روز برابر چلتی ہے وقت ایسا ٹھیک بتی ہے کہ رایا۔ مکلنڈ کا بھی فرق نہیں پڑتا اعلیٰ درجہ کی پرکار خوبصورت فیشن ڈبل یہ گھڑی ایسا پائدار ہے کہ سو



شاہانہ واچ ۔۔۔ یہ گھڑی دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کے ہے اور دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کی معلوم ہوتی ہے اور دوستوں پر ایسی



زنانی جڑاؤ رسٹ واچ ۔۔۔ یہ گھڑی دیکھنے میں بالکل اصلی سونے کی معلوم ہوتی ہے اور چوری

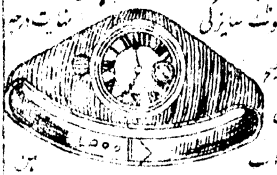


ہر ایک چھوٹی بڑی کلائی میں لگ جاتی ہے۔ مستورات کے لئے بہت ہی موزوں رہے گی۔ گھڑی کی گارنٹی چار سال۔ قیمت صرف ۔۔۔ روپیہ

ہمراہ برما گھڑی انعام **حسن افزا**

یہ دافع سیاہی خضاب اور لانبی بھوؤں کو دو ہفتہ میں ۔۔۔ روپیہ کی بیماری

کلائی پر باندھنے کے لئے رسٹ واچ معہ انگوٹھی



یہ گھڑیاں بہت خوبصورت اور چھوٹے سائز کی نہایت عمدہ کی بنی ہوئی خوبصورت ٹیڑھی وقت بتانے والی ہوتی ہیں ہر ایک کے لئے لاجواب

ڈوپٹہ ریشمیں مانند بنگال ۔۔۔ نہایت نفیس کامل و مدت کا بارہ

ڈوپٹہ ململ کے ۔۔۔ خاص مقام کے چھپے ہوئے بیحد رنگا رنگ علی

پھولکی جوڑہ جڑاؤ ۔۔۔ جس میں دلایتی جواہر اس جڑاؤ ہیرا انگوٹھی کہ بیحد

پھولکی جوڑہ نقشی ۔۔۔ کا ہونے کا ایسا لاجواب کہ بالکل اصلی معلوم ہوتا ہے اور سچے کلابتوں میں بنا ہوا ہے

کڑے ہاتھوں کے ۔۔۔ سونے کا پانی ہوا ہے خوبصورت

جھومکے معہ کرنپھول ۔۔۔ جاپان کے ہوئے معہ کرن پھول

درشنی انگوٹھیاں ۔۔۔ سونے کا پانی کی ہوئی

عرق خضاب ۔۔۔ جو کہ منٹ میں فی بالوں کو ایک دم

سیاہ بنا دیتا ہے معہ برش پیالی قیمت ایکروپیہ وی پی ۱۴ آنہ

ایڈریس ۔۔۔ **المشتہر ایم محمد حبیب جنرل مرچنٹ نمبر (۳۰) شہر متھرا**

ایک نظر ادھر بھی

مستقبل اسلام - مشہور مستشرق پروفیسر وامیری کے خیالات کو ملک کے لائق نوجوان مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) نے اردو کا لباس زیبا پہنا کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے - ہر فہیم مسلمان کو ان بیش بہا خیالات کی قدر و قیمت کرنا چاہیے - قیمت عمار

رعایت - خریداران الناظر کے لیے صرف ۸ر قیمت رکھی گئی ہے -

تاریخ تمدن - بکل کی ہسٹری آف سویلیزیشن کا قابل دید ترجمہ جو مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل ایل بی وکیل بارہ بنکی کی قدرت انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے - مجلد ۴ر غیر مجلد عمار

تاریخ ابوالبشر - امریکہ کے پروفیسر رڈیاٹھ کی تاریخ عالم کا ترجمہ جسمیں آغاز نوع انسانی کی کیفیت حسب تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے - عبارت کا زور دیکھنے کے قابل ہے - قیمت ۴ر

اثبات واجب الوجود - فلسفہ اور سائنس نے متشککین اور منکرین کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا ہے - یہ کتاب انکے خیالات باطلہ کی تردید اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہے - قیمت عمار

قوت خیال - کیریکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم ہے - نوجوانوں اور عورتوں کے لیے اسکا پڑھنا بیحد سود مند ہوگا - قیمت ۴ر

قاسم و زہرہ - شاعر قادر الکلام منشی احمد علی شوق قدوائی کی تازہ ترین تصنیف ہے - خود مصنف کو جس تصنیف پر ناز ہو اسکی تعریف کیا کی جاسکے - قسم اول ۱۲ر قسم دوم ۸ر

دیوان وحشت - مولانا رضا علی وحشت کی شاعری کو تمام استادان فن نے تسلیم کیا ہے - قیمت عمار

تحقیق سخن - مولانا شفق عماد پوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے ایک مفید اور کارآمد رسالہ شاعر، کی ضروری بحثوں پر نہایت لطیف پیرایہ میں لکھکر شائع کیا ہے - عیوب سخن قیود سخن - اور اصناف سخن پر ایسا جامع اور مختصر رسالہ پہلے نہیں لکھا گیا - قیمت ۸ر

غنچۂ نوبہار - حضرت شفق عماد پوری کی رباعیوں کا مجموعہ جسکی ہر رباعی پر جناب جلیل کا یہ مصرعہ تاریخ صادق آتا ہے ع ہر رباعی تازگی میں فرد ہے - قیمت ۶ر

رنج و راحت - لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل جمیلہ کی سرگذشت - ایک پر لطف اور دلگداز کہانی قیمت ۸ر

کنز المعانی - سورۂ فاتحہ کی بے مثل تفسیر جسمیں ہر ہر آیت کی جداجدا ترکیب نحوی و شان نزول و اسرار و نکات وغیرہ پر نہایت مدلل بحث ہے بڑے بڑے علمانے ملاحظہ فرما کر دل سے پسند فرمایا ہے قیمت ۶ر

حدیقۂ آخرت - ملک میں ایک اعلیٰ درجہ کی میلاد شریف کی شرکت کی سخت ضرورت تھی - اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ قابل قدر رسالہ لکھا گیا ہے - قیمت ۸ر

آئینۂ پیغمبر - سراپائے رسول اکرم صلعم کا یہ لاجواب مسدس فصاحت - بلاغت اور مضمون آفرینی میں بیمثل ہے قیمت ۱ر

منیجر الناظر بک ایجنسی - فلاور ملز - لکھنؤ

ہندوستانی خوبیوں اور خصوصیتوں کے علاوہ

جنسے

نظام المشائخ

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD-7

کا کوئی پرچہ خالی نہیں ہوتا۔ آجکل اس میں ایک اور جدید دلچسپ بات پیدا ہوگئی ہے جسکے سبب کہا جا سکتا ہے کہ

اگر اب کسی نے اسے نہ دیکھا تو وہ بدنصیب ہے۔

کیا آپکو معلوم نہیں؟ مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب خواہر زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز حجاز و مصر و شام کی زیارت کے لیے گئے ہوئے ہیں اور اپنا روزنامچہ سفر رسالہ نظام المشائخ میں لکھ رہے ہیں۔

منگائیے! منگائیے!! ضرور منگائیے!!!

چار آنے (۴؍) کی کوئی ہستی نہیں یہ تو نظام المشائخ کی مُٹھ دکھائی ہے۔ ورنہ ان انمول موتیوں کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ جو ہر پرچہ نظام المشائخ کے ۲۰ صفحوں پر بکھیرے جاتے ہیں۔ پھر خواجہ صاحب کے الفاظ انکا موتی بھی مقابلہ نہیں کر سکتے پڑھنے والے پر جو اثر ہوتا ہے کاش آپ کیا حضرت موصوف کے قلم میں وہ تاثیر ہے۔

جو بیجان دیجیں کاغذ کو تڑپا دیتی ہے۔

راستے کے نظارے، قاہرہ کے کونے کونے کی سیر، فرعون کی نعش کا معائنہ، بیت المقدس کی دیدار، شاہ سوڈان سے گفتگو ہو رہی ہے کہیں مشائخ شام سے سرگرم ملاقات ہیں کبھی [illegible] ایجاب [illegible] کو دیکھکر خدا سے مخاطب ہو گئے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات پر جو دعائیں لکھی ہیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ غرضکہ عجب چیز ہے ایسا کیفیت دار سفرنامہ نظر سے نہ گزرا ہوگا! ابتک جون جولائی اگست و ستمبر چار مہینے کے پرچوں میں اسکے قریباً ۸۰ صفحے چھپ چکے ہیں۔ جن میں ہنوز حالات مصر ختم نہیں ہوئے ابھی بقیہ اور بیت المقدس تک پہنچنا غالباً ۷۰۰ صفحے اور لیگا۔ اسکے بعد وہاں کا قیام پھر حجاز و شام کا۔ اسی سال ہی ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہر پرچہ میں اسکے کم از کم ۲۰ صفحے دیا کریں۔ نظام المشائخ ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہو جاتا ہے۔

المشتہر

محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی

نشان بکمالیت

ڈاکٹر لالور

کا

فاسفوڈائین



کمزوری، فالج، کمحوابی، ڈراونے دیکھنا، قوی کا قبل از وقت انحطاط جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو نامیہ کے کم ہوجانے سے لاحق ہوں، حص کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج دواتے چالیس برس سے زیادہ اپنی رت قائم کر رکھی ہے۔

سفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد اور علامات تکلیف

کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہوجاتی ہے، ہاضمہ مین قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہوجاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے، لب سرخ آنکھین روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہوجاتی ہے، بالون مین مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضا سے تعدیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔

خبردار! دنیا کے تمام حصون کے باشندون

"فاسفوڈائین کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق اور فن طبابت کے اعلیٰ اصولون کے محفوظ کرلیا گیا ہے، اس لیے اسکی نقل و رنگ مین یا کسی دوسری کی ہزارون مستند حیثیت سے) فروخت کرنے والون سے عدالتی چارہ جوئی کی جائیگی اس قسم شہادتون سے اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جس کو کلکتہ کی نمایش واقع ۱۸۸۳-۸۴ء مین اعلیٰ سند ملی تھی۔ عالمگیر

یت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنے ہر ہوجاتی ہین، عصبی اور دماغی قوتون مین ن کے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت

فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی ثنا وصفت اور معززین کی قدردانی نصیب نہین ہوئی

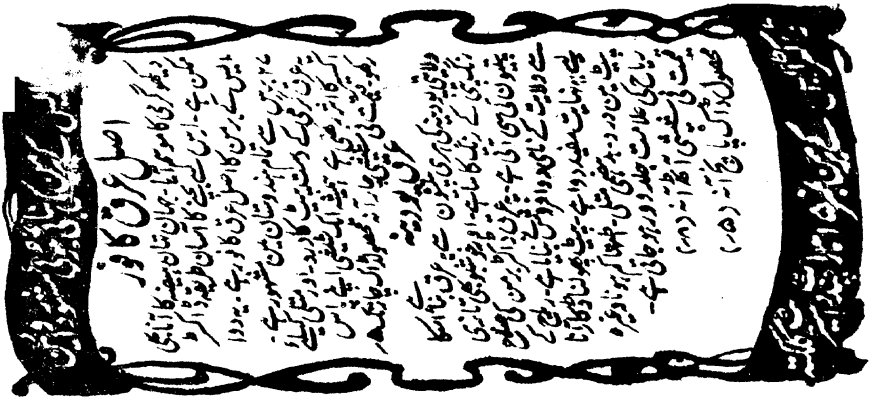
ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب فی بو

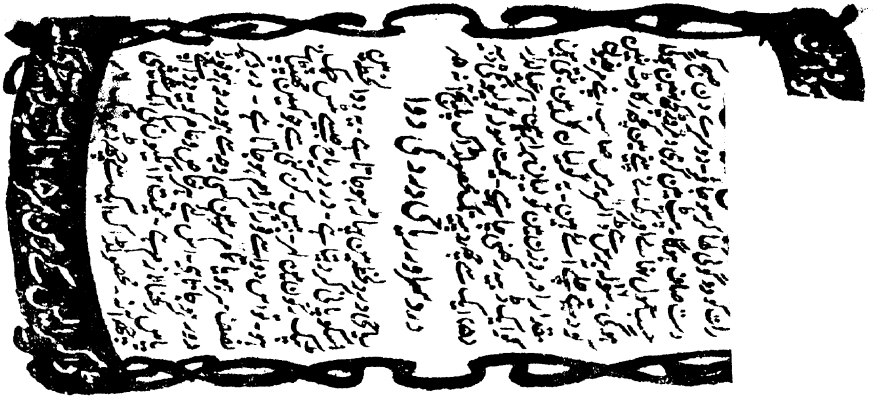
ہین۔

صرف ڈاکٹر لالو

سفوڈائن لیبوریٹری" ہیمیب اسٹیڈ۔ لندن

ہے۔





Post Graduate Library
College of Arts & Commerce, O.

TO BE HAD OF

DR S.K. BURMAN

5/6, TARA CHAND DUTT STREE

CALCUTTA

ناظر پریس واقع خیابان گنج لکھنؤ میں طبع ہوا